فَقِیہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع ثانی فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد دوسری غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

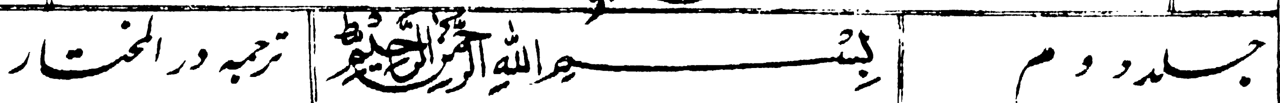
جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے قول کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر مطبوع ہوا

بخط حسن علی بریلوی عفی عنہ

فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

تمت



الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتاب النکاح لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہے مسائل نکاح مین ہے نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے ابتک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادتین ہین انمین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونو مین مال کی حاجت ہے هو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکوریتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس وجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اوس عورت سے کہ نہین روکتا اوسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا اختلاف جنس ہونا تو عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری رح نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیۃ قصدا خرج ما یفید الحل ضمنا کشراء امۃ للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اوسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈیکا حرم بنانیکے واسطے یعنی وطی کے لئے تو یہان اگرچہ بنیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب او السنۃ مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی لا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنی جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع عام ہے حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر

حال نافع ہوئی استفہامی یعنی گویا مسئلہ ومنت کو اور اگر مجلس وعدہ کر نیکی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ولو
قَالَ لَهَا یَا عِرْسِیْ فَقَالَتْ لَبَّیْكَ اِنْعَقَدَ عَلَی الْمَذْهَبِ اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اوسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد
ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام اَنَا مُتَزَوِّجُكِ کے ہے اور لبیک یعنی اَجَبْتُكِ اِجَابَةً بعد اجابة کے تو ایجاب یعنی حال ہوا اور قبول صیغہ
ماضی سمجھا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی حاشیة الدر المختار فَلَا یَنْعَقِدُ بِقُبُولٍ بِالْفِعْلِ كَقَبْضِ مَهْرٍ جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی
جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ قَبِلْتُ کے وَلَا بِتَعَاطِیْ اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اوسنے
مہر اوسکو حوالہ کیا شاہدوں کے روبرو بدون تلفظ کے وَلَا بِكِتَابَةِ حَاضِرٍ بَلْ غَائِبٍ بِشَرْطِ اِعْلَامِ الشُّهُوْدِ بِمَا فِی الْكِتَابِ اور نہین منعقد ہوتا
نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے بشرطیکہ شاہدونکو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑہکر خواہ زبانی ما لم یکن
بِلَفْظِ الْاَمْرِ فَیَتَوَلَّی الطَّرَفَیْنِ فتح غائب کی تحریر پر اعلام شاہدونکا اوسوقت ضرور ہے جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو کہ زَوِّجِیْنِیْ نَفْسَكِ یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کردی تو اس صورت توکیل مین عورت دونو طرف کی متولی اور متصرف
ہوگی کذا فی فتح القدیر تو اس صورتمین عورتکا یون کہنا کہ زَوَّجْتُ نَفْسِیْ مِنْهُ یعنی مین نے اپنا نکاح اوسکے ساتھہ کردیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے
ہوگا اوسوقت مین خط کا مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہے بِالْاِقْرَارِ عَلَی الْمُخْتَارِ خلاصة كَقَوْلِهِ هِیَ امْرَأَتِیْ لِاَنَّ
الْاِقْرَارَ اِظْهَارٌ لِمَا هُوَ ثَابِتٌ وَلَیْسَ بِاِنْشَاءٍ اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصة مثل قول مرد کے کہ یہہ میری جورو ہے
اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیئے وَقِیْلَ اِنْ كَانَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُوْدِ
صَحَّ كَمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ الْجَعْلِ اور بعضون نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنی اس صورتمین اقرار کو انشا ء نکاح قرار دیا گویا
اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہے جعل کے لفظ سے منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوجین نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور
حالانکہ نکاح بدون گواہون کے ہوا تہا تو اسمین اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت
مرد نے بدون نکاح ہونے نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اوسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جَعَلْتُمَا هٰذَا نِكَاحًا یعنی تمنے اس
اقرار کو نکاح بنایا پہر دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیة الدر وَجَعْلُ الْاِقْرَارِ اِنْشَاءً وَهُوَ الْاَصَحُّ ذخیرہ اور اقرار انشا
قرار دیا گیا اور یہی اصح ہے کذا فی الذخیرة یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ سے منعقد ہوتا ہے اسواسطے اوسکو انشا قرار دیا وَلَا یَنْعَقِدُ
بِنَحْوِ جُزْءٍ نِصْفُكِ فِی الْاَصَحِّ احْتِیَاطًا خَانِیَة بَلْ لَا بُدَّ اَنْ یُضِیْفَهُ اِلَی الْكُلِّ اَوْ مَا یُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْكُلِّ وَمِنْهُ الظَّهْرُ وَالْبَطْنُ عَلَی الْاَشْبَهِ ذخیرة وَرَجَّحُوْا
فِی الطَّلَاقِ خِلَافَهٗ فَیَحْتَاجُ لِلْفَرْقِ اور نہین منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط
کے کذا فی الخانیة اسواسطے کہ حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کی واسطے کہ نسبت کرے
نکاح کو عورت کے تمام بدن کی طرف یا اوس عضو کیطرف جو بجای کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرة اور
ترجیح دی ہے فقہا نے طلاق مین برخلاف اسکے یعنی یون کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت
اصح طلاق نہین واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی وَاِذَا وَصَلَ
الْاِیْجَابُ بِالتَّسْمِیَةِ لِلْمَهْرِ كَانَ مِنْ تَمَامِهٖ اَیِ الْاِیْجَابِ فَلَوْ قَبِلَ الْاٰخَرُ قَبْلَهٗ لَمْ یَصِحَّ لِتَوَقُّفِ اَوَّلِ الْكَلَامِ عَلٰی اٰخِرِهٖ لَوْ فِیْهِ مَا یُغَیِّرُ اَوَّلَهٗ اور جب
ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھہ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے
اول کلام کے اپنی آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو مخالف ہوا اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھہ ہزار روپیہ
پر اور مرد نے قبول کرلیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا وَمِنْ شَرَائِطِ الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ لَوْ حَاضِرَیْنِ وَاِنْ طَالَ كَمُخَیَّرَةٍ اور

شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونوں حاضر ہوں اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح
منعقد نہوگا یا ایک ان میں سے غائب ہے اور اگر کوئی غائب ہے اور اوسنے خط میں ایجاب لکھا تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب اور قبول میں اتحاد مجلس ایسا شرط ہے
جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اوسے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق
لے تو یہہ اختیار مجلس تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار گیا وَاَنْ لَا يُخَالِفَ الْاِيْجَابُ الْقَبُوْلَ كَقَبِلْتُ النِّكَاحَ لَا الْمَهْرَ اور شرائط ایجاب اور
قبول سے یہہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ ہزار درم پر
نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوا اور
حاشیۃ المدنی تعمر یصح الحط یعنی ہان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا تو یہہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اوسمین سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت مین مہر کو کمی مہر قبول کرنا
شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط اور ابراء ہے کرنا زیادۃ قبلتہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے
اوسی مجلس مین قبول کر لیا مثلاً عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ
عورت نے دو ہزار کو اوسی مجلس مین قبول کر لیا ہو وَاَنْ لَا يَكُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُعَلَّقًا كَمَا سَيَجِيْءُ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ نکاح
مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کر دن گا کل اور شرط یہہ ہے کہ نکاح معلق
شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا وَلَا الْمَنْكُوْحَةُ مَجْهُوْلَةً اور شرائط ایجاب اور
قبول سے یہہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اوسنے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لئے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب
جہالت کے وَلَا يُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمَعْنَى الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ فِيْمَا يَسْتَوِيْ فِيْهِ الْجِدُّ وَالْهَزْلُ اِذْ لَمْ يَحْتَجْ اِلَى النِّيَّةِ بِهٖ يُفْتٰى اور نہین شرط ہے دانست ایجاب
اور قبول کے معنی کی اوس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نکرنا یکسان ہے اسواسطے کہ اوس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہے ہم اسمین
فقہا کو اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا قضاءً ضرور نہین دیانۃً
علم ضرور ہے کذا فی الخانیہ اور عمادیہ مین روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے
کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نکرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اوسمین علم ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض
قصد کرنا ہے اور حالانکہ اوسمین قصداً اور غیر قصد دونو برابر ہین مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اوسکا قصد متعلق
نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وَاِنَّمَا يَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِيْجٍ
وَنِكَاحٍ لِاَنَّهُمَا صَرِيْحٌ وَمَا عَدَاهُمَا كِنَايَةٌ وَهُوَ كُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِتَمْلِيْكِ الْعَيْنِ كَامِلَةً فَلَا يَصِحُّ بِالشِّرْكَةِ اور البتہ نکاح صحیح ہی تزویج اور نکاح کے
لفظ سے اسواسطے کہ دونو لفظ صریح ایسیکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہی سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے
تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فِی الْحَالِ خَرَجَ الْوَصِيَّةُ غَيْرُ الْمُقَيَّدَةِ
بِالْحَالِ یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی
قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل
مین نکاح صحیح ہوگا كَهِبَةٍ وَتَمْلِيْكٍ وَصَدَقَةٍ وَعَطِيَّةٍ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو
ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دیدیا الا وغیرہا اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وَسَلَمٍ وَاسْتِئْجَارٍ اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے
سو اگر عورتکو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے

اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہہ ہے کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وَقَرضٍ
وَصُلحٍ وَصَرفٍ وَکُلّمَا تُملَكُ بِهِ الرِّقَابُ بِشَرطِ نِیَّةٍ اَو قَرِینَةٍ وَفَهمِ الشُّهُودِ المَقصُودَ اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور
جو لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرطیکہ نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنی شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد
ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ یہہ الفاظ کنایہ ہین نکاح
کے صریح نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لَا یَصِحُّ بِلَفظِ اِجَارَۃٍ بِرَاءٍ وَزَایٍ نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ برا مہملہ
ہو یا بزا معجمہ یہ لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اوسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی اور نکاح مین دوام شرط ہے
بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سی اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کیواسطے موضوع نہین
وَاِعَارَۃٍ وَوَصِیَّۃٍ وَرَهنٍ وَوَدِیعَۃٍ وَنَحوِهَا مِمَّا لَا یُفِیدُ المِلكَ لٰکِن یَثبُتُ بِهِ الشُّبهَةُ فَلَا یُحَدُّ وَلَهَا الاَقَلُّ مِنَ المُسَمّٰی وَمَهرِ المِثلِ اور نہین صحیح
ہے نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسی الفاظ سی شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی
تو حد نماری جاویگی اوسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورتمین عورتکو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر
مسمی سے جسپر دونو راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وَکَذَا
تَثبُتُ بِکُلِّ لَفظٍ لَا یَنعَقِدُ بِهِ النِّکَاحُ فَلیُحفَظ اور اسیطرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اوس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد
رکھنا چاہیئے ظاہر اسیہ مضمون مکرر ہوگیا وَبِاَلفَاظٍ مُصَحَّفَۃٍ کَتَجَوَّزتُ لِصُدُورِهِ لَا عَن قَصدٍ صَحِیحٍ بَل عَن تَحرِیفٍ وَتَصحِیفٍ فَلَم یَکُن حَقِیقَةً وَ
لَا مَجَازًا لِعَدَمِ العَلَاقَۃِ بَل غَلَطًا فَلَا اعتِبَارَ بِهِ اَصلًا تَلوِیح اور نہین منعقد ہوتا نکاح اون الفاظ سی جنمین تصحیف واقع ہوئی ہے جیسے تجوزت بجا
تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف نقطون کی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج
ہمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورتکی غلطی کو کہتے ہین جیسے سلیم بروزن کریم کو سُلیم بروزن حُسین بولنا تصحیف و تحریف
سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اوسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل و تغییر سے تو نہ حقیقت ٹھیرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف
مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو انکا کچھ
اعتبار نہین کذا فی التلویح نَعَم لَوِ اتَّفَقَ قَومٌ عَلَی النُّطقِ بِهٰذِهِ الغَلَطِ وَصَدَرَت عَن قَصدٍ کَانَ ذٰلِكَ وَضعًا جَدِیدًا فَیَصِحُّ بِهِ اَفتٰی اَبُو السُّعُود
ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسی غلط الفاظ کے بولنی پر اور صدور انکا بالقصد ہو تو ہوگا یہہ اجماع انکا وضع جدید تو اوسوقت مین
غلط الفاظ سی نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے وَاَمَّا الطَّلَاقُ فَیَقَعُ بِهَا قَضَاءً کَمَا فِی اَوَائِلِ الاَشبَاہِ اور طلاق تو
صحیح ہوگی ایسی غلط الفاظ سی قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ و نظائر کے اوائل مین اسکی تصریح ہی جب کوئی طلاق کو تلاق
یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے وَلَا بِتَعَاطٍ احتِرَازًا لِلفُرُوجِ اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے یعنی بلا لفظ اور تکریم فروج کے
یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح نیل نہین کہ ایجاب اور قبول الفعلی اوسمین معتبر ہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکے وَشَرطُ سَمَاعِ کُلٍّ مِنَ العَاقِدَینِ
لَفظَ الاٰخَرِ لِتَحَقُّقِ رِضَاهُمَا اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک عاقدین سے دوسرے کا لفظ کہ واسطے ثبوت رضا طرفین کے وَشَرطُ حُضُورِ شَاهِدَینِ
اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدونکا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنی نکاح بدون شاہدون کے
کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعا روایت کیا کہ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِشُهُودٍ یعنی نکاح صحیح نہین بدون شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو
نکاح ہوا تو ادنی رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح مخفی اوسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سی زیادہ اعلان شرط نہین اور
اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نکرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے

نزدیک ما کہ جہالت نہ رہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اوسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کھولکر دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہی پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اوسکے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسیطرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورتکا ارادہ جانتے ہون اور اوسکو پہچانتے ہون تو فقط اوسکا نام لینا کفایت کرتا ہی اور اگر عورتکو نہ پہچانتے ہون تو اوسکا نام اور اوسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ جو بعضے لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورتکی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتونکی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سوا اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجے کہ عورتکی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ الہدایۃ حُرَّیْنِ او حُرٍّ وحُرَّتَیْنِ گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون اور فقط عورتونکی گواہی سے نکاح نہوگا مُکَلَّفَیْنِ دونو عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانونکی گواہی سے نکاح نہوگا سامِعَیْنِ مَعًا قولَھُما علی الاصح دونو ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسیطرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاھِمَیْنِ انہ نکاحٌ علی المذہب بحر دونو گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو کلام ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مُسْلِمَیْنِ فی نکاحِ مُسْلِمَۃٍ ولو فاسِقَیْنِ دونو گواہونکا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین او محدُودَیْنِ فی قَذْفٍ او اَعْمَیَیْنِ یا دونو گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑی یا دونو اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہے او ابنَیِ الزوجَیْنِ یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورتکا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انہین زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اوسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دوبارہ نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنَیْ احدِھِما وان لم یَثْبُتِ النکاحُ بِھِما ای بالابنین ان ادّعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹونکی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اوسکے بیٹونکی گواہی سے قاضی کے روبرو اوسکا دعوی ثابت نہوگا اور اصح مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹونکی گواہی سے اوسکا دعوی ثابت ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مرد کے بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو [illegible] ثابت نہوگا اور عورتکا دعوی ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی کما صحّ نکاحُ مُسْلِمٍ ذِمِّیَّۃً عندَ ذِمِّیَّیْنِ ولو مخالِفَیْنِ لِدِینِھا وان لم یَثْبُتِ النکاحُ بِھِما مَعَ اِنکارِہٖ جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونو ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگر عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت نہوگا نکاح ذمیونکی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونیکے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیونکی گواہی سے دعوی اوسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین والاصل عندنا انّ کلّ من ملک قبول النکاح بِوِلایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادتین یہ ہے کہ جو شخص مالک ہو سکتا ہی قبول نکاح کا اپنی ذاتکی ولایت سے اوسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلا فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو اونکا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتونکا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین امر الاب رجلاً ان یزوّج صغیرتہ فزوّجہا

عند رجل او امرأتين والحال ان الاب حاضر صح لانه يجعل عاقدا حكما اگر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اوسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اوس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکما یعنی جب باپ موجود ہوا اوسی مجلس مین تو اوس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلاتامل نکاح صحیح ہوگیا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا ولو زوج ابنته البالغة العاقلة بحضرة شاهد واحد جاز ان كانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجاوینگے اور اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہی شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الآمر متى حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہہ ہے کہ امر کرنیوالا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا پھر جب مامور عاقد ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شهادة المامور اذا لم يذكر انه عقده لئلا يشهد على فعل نفسه پھر شہادت مامور کی اوسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ اپکو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب مامور نے اپکو عاقد کہا تو اوسوقت مین اوسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج المولى عبده البالغ بحضرة واحد لم يجز على الظاهر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اوسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنابر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجئے ولو اذن له فعقد بحضرة المولى ورجل صح والفرق لا يخفى اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورتمین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونو صورتون مین ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا ولو قال رجل لآخر زوجتني ابنتك فقال الآخر زوجت او قال نعم مجيبا له لم يكن نكاحا ما لم يقل الموجب بعده قبلت لان زوجتني استخبار وليس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنیوالا اوسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتني کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہین سابق مین ہوچکا کہ بل اعطيتنيها اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہے قبلت کہنی کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونو صورتون مین ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشية الدرر بخلاف زوجني فانه توكيل برخلاف اوسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھسے نکاح کر دے اور اوسنے کہا کہ مین نے نکاح کر دیا تو بعد اوسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجني کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اوسنے اوسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوجت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہے بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہے غلط وكيلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھولکر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہے تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اوسکے موجود ہونے اور اوسیکی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے وكذا لو غلط في اسم ابنته الا اذا كانت حاضرة واشار اليها فيصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی

نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اوسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ تو تیرے نام سے ہے ولوله بنتان وارادتزویج الکبریٰ فغلط فسماها باسم الصغریٰ صح للصغریٰ خانیہ اور اگر ایکمرد کی دو بیٹیان ہون اور اوسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیہ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہوا اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورتین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہ ہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اوسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجھا الاب او الولی بحضرتھم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شھودا بہ یفتی فتح اور اگر بیاہ نکاح کا ارادہ کرنیوالے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے بھیجا اور باپ نے یا اور ولی نے اونکے حضور مین تو نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے اونکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہوجاوینگے اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل لمۃ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرھا بیدک لم یکن له الامر لانه تفویض قبل النکاح ایکمرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردو اس شرط پر کہ اوسکی طلاق تیرے ہاتھ میں رہے تو اس صورتین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہہ صحیح نہین وکله بان یزوجه فلانة بکذا فزاد الوکیل فی المھر لم ینفذ وکیل کیا ایکمرد نے دوسرے کو کہ اوسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر کردیا تو یہہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نہ مانے تو نکاح باطل ہوجاے ولو لم یعلم حتی دخل بھا بقی الخیار بین اجازته وفسخه ولھا الاقل من المسمّٰی ومھر المثل لان الموقوف کالفاسد ہے اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے میں یا اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمّی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کی برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اوسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوج بشھادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم صفار نے اوسکے کفر کا فتوی دیا ہے کفر اوسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہہ کہ اوسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اوسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون پر مخصوص کی ہے اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ جب اوسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل في المحرمات** اس فصل مین بیان ہے محرمات کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنی نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتین حرام ہین ما بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بھانجی مصاھرة دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیرخوارگی کی چنانچہ دایہ اور اوسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے بہنون کو یا عورت اور اوسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے و شرک چھٹی حرمت مشرک ہونیسے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة علی حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فھی سبعة ذکرھا المصنف بھذا الترتیب یہہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کئے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق حق الغیر بنکاح او عدة ذکرھما فی الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کئے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور رہائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سبکا

شمار کرنا ضرور نہ تہا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سب معلوم ہو سکتی ہین یحرم علی المتزوج ذکرًا کان او انثیٰ نکاح اصلہ و فرعہ علا او نزل حرام ہے نکاح کرنیوالے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پرداد اپردادی سرداد اسرداد ی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہی اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتی ناتنی پرناتی پرناتن وعلی ہذا القیاس و بنت اخیہ اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگی بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی و اختہ اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی و بنتہا اور حرام ہے اپنی بہانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہہ سب رشتے زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنی اصل اور فرع اور بہتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے وعمتہ اور اپنی پہوپی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے وخالتہ اور اپنی خالہ حرام ہی نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سبکو حکم شامل ہو جاتا فھذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امھاتکم سو یہہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم امھاتکم کی آیت مین مذکور ہین و یدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتھما الاشقاء وغیرھن اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونو کی خالہ سوای اصل اور فرع کے باقی رشتے برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اوسکا بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کے زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ بیان عبارت ہی باپکی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپکی بہن حرام ہے ویسی ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اوسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی نواسی پر حرام نہین اور اگر سگی خالہ یا مادری خالہ ہی تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ الکنز عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یون کہنا مناسب تہا واما عمۃ العمۃ لان تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور بدعا واضح ہو جاتا کبنت عمہ وعمۃ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالی واحل لکم ما وراء ذلکم چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالے کی کہ حلال کر دیا گیا تمپر سوائے اسکے اول حق تعالے نے محرمات کو ذکر فرمایا پہر ارشاد فرمایا کہ سوای ان محرمات کے سب عورتین حلال ہین اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیان اور مادری عمہ کے عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ مین داخل نہین تو انکی حلت صاف ثابت ہو گئی و حرم بالمصاھرۃ بنت زوجتہ الموطوءۃ اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتے کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اوسکو طلاق دی تو اوسکی بیٹی سے نکاح درست ہے و ام زوجتہ وجداتہا مطلقا بمجرد العقد الصحیح وان لم توطأ الزوجۃ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہون یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نکیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہین ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامھات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامھات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہی کہ ثابت ہو چکا ہے شرع مین کہ ماؤن کا جماع بیٹیون کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیون کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤن کو چنانچہ کلام مجید مین یہہ دونو صورتین صاف مصرح ہین و یدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت مین ربیبہ اور ربیب کی بیٹیونکی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف مین ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم کے نزدیک ثابت ہوگی اور اوسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مسلم رکہا ہی وزوجۃ اصلہ اور حرام ہی اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتون سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہین جماع اونسے کیا ہو یا نکیا ہو و فرعہ مطلقا ولو بعیدا دخل بھا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نکی ہو یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہی جماع یہان بہی شرط نہین فقط نکاح صحیح چاہیئے واما بنت زوجۃ

اَبیه او ابنهٖ فحلالٌ اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماکی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہین اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہین ہو حلال ہے اسواسطے کہ دونونمین خون کا میل نہین وحرم الکل مما مرّ تحریمه نسبا ومصاهرۃ رضاعا الا ما استثنی فی بابه اور حرام ہین سب جنکی تحریم نسبا او مصاہرۃ مذکور ہو چکی شیرخوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنیٰ ہے چنانچہ اوسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ما اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہین خلاصہ یہہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہین اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہین چنانچہ قاعدہ حرمت کا اس بیت مین موجود ہے **بیت** از جانب شیرده همه خویش شوند ٭ و از جانب شیرخوار زوجان و فروع **فروع** نفع مُغلّطه چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہی جنکی جواب دینے مین خطا کا احتمال ہے طلّق امرأته تطلیقتین ولها منه لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعته فحرمت علیه فنکحت اٰخر فدخل بها فابانها فهل تعود للاول بواحدۃ ام بثلٰث الجواب لا تعود الیه ابدا لصیرورتها حلیلۃ ابنه رضاعا ایک مرد نے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفہ سے پہر عدت کے بعد اوسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اوسنے اوسکو دودہ پلایا تو حرام ہوگئی اوس پر پہر اوسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اوسنے عورت سے جماع کیا پہر اوسنے اوسکو طلاق بائن دی سو یہہ عورت کیا پہر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقون سے یعنی شوہر اول دو بار طلاق دیچکا تہا سو دوسرے نکاح مین شوہر اول کو ایک باقیماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینون طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ یہہ عورت کبہی نہین پہر سکتی شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبہی حلال نہین ہوسکتی شرٰی امۃ ابیه لا تحل له ان علم انه وطیها خرید کی اپنی باپ کی لونڈی تو ولد کو اوسکی وطی حلال نہین اگر اوسکو معلوم ہو کہ باپ نے اوس سے وطی کی تزوج بکرا فوجدها ثیبا وقالت ابوك فضّنی ان صدّق فعها بانت بلا مهر والا لا شمنی نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اوسکو باکرہ نپایا پہر اوسنے پوچہا کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اوسنے جواب دیا کہ تیرے باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تہا کہ اوسنے اول کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اوسکو رکہے چاہے چہوڑ دے وحرم ایضا بالصهریۃ اصل مزنیته اور بہی حرام ہی سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اوسکی ما اور دادی اور زانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکہا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساکے جماع سے بہی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹہرا حلال ہو یا حرام یہہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوسته بشهوۃ ولو لشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کا مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسیطرح گاڑہی کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونیکا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہین کرتا واصل ماسّته وناظرۃ الی ذکره والمنظور الی فرجها المدوّر الداخل ولو نظره من زجاج او من ماء هی فیه اور حرام ہے اصل اوس عورتکی جسنے مرد کو شہوت سے چہو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکہ لیا اور اوس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والیکو مرد نے شہوت سے دیکہا گو شیشے سے دیکہا ہو یا اوس پانی سے دیکہا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکہی یا عورت حوض پر بیٹہی ہو اور اوسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکہی یا باطنی نہ دیکہی تو اوسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین ہوتی وفروعهن مطلقا اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسی فروع بہی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرۃ للشهوۃ عند المس والنظر لا بعدهما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنیکے شہوت ہوئی تو اوسکا کچہہ اعتبار نہین وحدّها فیهما تحرك اٰلته او زیادته به یفتی اور مقدار شہوت کی مساس اور نظر مین یہہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچہہ شہوت تہی اسی روایت پر فتوی ہے

کذا فی بحر الرائق و فی امرأۃ و نحو شیخ تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد میں یہہ ہے کہ دل میں جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے شیخ کی مانند میں عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے و فی الجوہرۃ لا یشترط فی النظر للفرج تحرک الآلۃ بہ یفتی اور جوہرہ میں یہہ روایت ہی کہ عورتکی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر فتویٰ ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال و غیرہ یہہ حرمت مساس اور نظر کی اوسوقت تک ہی جبتک انزال نہیں ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس او نظر کرنیکے ساتھہ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتویٰ دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جبتک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اوسکو قائمقام جماع کے کر دیا بخلاف انزال کے کہ اوسوقت مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ الدرر ناقلا عن الاشباہ و فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا یحرم علیہ امرأتہ اور خلاصہ میں یہہ ہی جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام نہیں کر دیتا یعنی مصاہرت کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہیں ثابت نہیں ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہو گئی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہی کذا فی حاشیۃ الدرر لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرآۃ او ماء لان المرئی مثالہ بالانعکاس لا ہو حرام نہیں اصول اور فروع اوس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسیطرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہذا اذا کانت حیۃ او مشتہاۃ و لو ماضیا اما غیرہا یعنی المیتۃ و صغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی دبر مطلقا یہہ حرمت مصاہرۃ کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھی بدشکل اور اگر سوائے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو تو اوسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں اگر کوئی سوال کرے کہ یہہ عجیب بات ہی کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اوسکا جواب بحر الرائق میں یون دیا ہی کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہی جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام میں اسکا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیۃ الدرر و کما لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج ما لم تحبل منہ اور اسیطرح اگر مرد نے اوس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہیں اسبات کا کہ جماع قبل میں واقع ہوا لیکن جب دونو مقام ملگئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا اور دبر میں نہوا اس صورتمین حرمت اوسوقت ہو گی جب عورت اوس سے حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہی نہ دبر سے بلا فرق بین زنا و نکاح یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہیں اسمین زنا اور نکاح کا کچہہ فرق نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا و انقضت عدتہا و تزوجت باخر جاز لہ ای للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہیں پھر اوس سے صحبت کی پھر اوسکو طلاق دی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونیکے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اوس عورتکی بیٹی سے نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نتھی اور حرمت مصاہرت کے بدون اشتہا کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلاشبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا و کذا تشترط الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح اور اسیطرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت ہو مرد میں بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہو گی کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے بہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جاوے و لا فرق فیما ذکر بین اللمس و النظر بشہوۃ بین عمد و نسیان و خطاء و اکراہ اور مسائل مذکورہ میں کچہہ فرق نہیں مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ او ایقظتہ ہو لجماعہا فمست یدہ بنتا لہا منہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا

اپنی زوجہ کو یا جگایا یا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لئے بیدار کیا لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اوسی عورت سے بیٹا ہویا اور سے تو ہمیشہ کو حرام باپ پر ہوجائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمد اور خطا دونوں برابر ہیں قبّل امّ امرأتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرۃ حرمت علیہ امرأتہ ما لم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کی کذا فی الجوہرۃ حرام ہوجائیگی اوسپر زوجہ اوسکی جب تک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو چنانچہ ذخیرہ میں اوسکا مصنف یوں ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہوگی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیوں نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمیں شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ میں عموم مذکور نہیں اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں میں مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جبتک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کی مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل میں شہوت شرط نہوئی اور مساس میں ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہی شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اوسکو گلے لگایا یا اوسکی چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجاویگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت نہ ثابت ہوگی اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دونوں سے ایک کی یعنی ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیہ اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کی برابر ہے کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ قبّل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو اوسکی ماں اوسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا تحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہے اور قربت کرنا اس حرمت میں زنا نہوگا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اوسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام کردیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھسگئی اپنے باپ کے بچھونے میں پھر باپ کو اوس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اوس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اوسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہیں یعنی لائق شہوت کے نہیں اسی روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہیں وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لا ہی اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یوں دعوی کیا کہ میں نے شوہر کی اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اوسوقت نہوگی جب شوہر اوٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی میں پھر اوسکو گلے لگاوے تو تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اوسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اوسکے ساتھ سوار ہو یا اوسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اوسکے منہ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ میں

یعنی ان صورتون مین اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہی تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یُقَرُّ ای الحاقُ الخدّین بالفم
اور فتح القدیر مین ہے کہ رای مین آتا ہی ملانا دونو رخسارون کا منہ کے ساتھ یعنی قیاس مین یون آتا ہی کہ رخسارونکا بوسہ لینا اور لبون کا بوسہ لینا حکم مین
برابر ہے وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بأم امرأتك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هازلاً اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مرد
سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی خوشدامن سے کیا سو اوسنے کہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی اور اوسکو کاذب ہونیکی تصدیق
نکیجائیگی اگرچہ اوسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشهادة علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شهوة اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے
کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پہر جب زوجہ نے اوسکا دعوی کیا تو مرد منکر گیا
تو اس صورتمین اوسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہوجائیگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکره او فرجها
عن شهوة فی المختار تجنیس لان الشهوة مما یوقف علیها فی الجملة بانتشار او آثار اور اسیطرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور
بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اوس قسم کی چیز ہے جسپر فی الجملہ
اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہی جمع کرنا محرم عورتونکا نکاح
مین یعنی عقد صحیح مین جیسے بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا
رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح صحیح
کیا تو درست ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیة المدنی وعدة ولو من طلاق بائن اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ
طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہو چکے تو اوسکی بہن یا خالہ پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع
وطئا بملك یمین اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اوسکی بہن یا خالہ پھوپھی کو ساتھ جمع
مین نکرے بین امرأتین ایتهما فرضت ذکرا لم تحل له الاخری ابدا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اون دو عورتون کا حرام
ہے کہ اون دو مین سے جسکو مرد فرض کیجئے تو نہ حلال ہو اوسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اوسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو عمہ کے ساتھ
نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجئے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بھانجی کا حال ہی لحدیث مسلم لا تنکح المرأة علی
عمتها وهو مشهور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتونکا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح
نکیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہی صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہوجاوے یعنی ہرچند قرآن مجید مین سوا جمع
بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہی لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے
کہ اصول فقہ مین ثابت ہوچکا ہی کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہی تیسیر الوصول مین صحاح ستہ سے ابو ہریرہ کی روایت موجود ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورتکا اوسکی عمہ پر اور عورت کا اوسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے
چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها وامة ثم سیدتها
لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه تو جائز ہی جمع کرنا عورت مین اور اوسکی شوہر کی بیٹی
مین اور جائز ہے جمع عورتمین اور اوسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہی جمع کرنا لونڈی مین پہر اوسکے مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے
کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجئے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اوسکے برخلاف مین حرمت ہی یعنی جمع کرنا اون دو عورتونکا حرام ہی جنکو مرد
فرض کرنے سے دونو طرف سے حرمت ہوا اور تینون صورتونمین ایک طرف سے حرمت ہی دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلا پہلی صورت
مین اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو اوس عورت کے شوہر کی بیٹی اوسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹی کو مرد فرض کیجئے تو البتہ اوسپر عورت حرام ہوگی اور

دوسری صورتمین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجئے تو عورت اوسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد فرض کریئے تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورتمین اگر بی بی کو مرد
قرار دیجئے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فَاِنْ تَزَوَّجَ بِنِکَاحٍ صَحِیْحٍ اُخْتَ اَمَۃٍ قَدْ وَطِیَھَا صَحَّ النِّکَاحُ لٰکِنْ
لَایَطَأُ وَاحِدَۃً مِنْھُمَا حَتّٰی یُحَرِّمَ حِلَّ اِسْتِمْتَاعِ اِحْدٰھُمَا عَلَیْہِ بِسَبَبٍ مَّا پہر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لاچکا ہی تو نکاح اوسکی
بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونو مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نکر لے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے
پرہیز کیجئے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دیوے لِاَنَّ لِلْعَقْدِ حُکْمَ الْوَطْیِ حَتّٰی لَوْ نَکَحَ مَشْرِقِیٌّ مَغْرِبِیَّۃً ثَبَتَ نَسَبُ اَوْلَادِھَا مِنْہُ لِثُبُوْتِ
الْوَطْیِ حُکْمًا لونڈی یا اوسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہی یہانتک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اسطرح
کہ اوسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اوس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے
کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے وَلَوْ لَمْ یَکُنْ وَطْیُ الْاَمَۃِ لَا وَطْیُ الْمَنْکُوْحَۃِ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہی
کہ اوسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین وَدَوَاعِی الْوَطْیِ کَالْوَطْیِ اِبْنُ کَمَالٍ اور وطی کے اسباب وطی کے برابر مین حرمت جمع
مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح کیا تو کسیکی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال ہوگی وَاِنْ تَزَوَّجَھُمَا
مَعًا اَیِ الْاُخْتَیْنِ اَوْ مَنْ بِمَعْنَاھُمَا اَوْ بِعَقْدَیْنِ وَنَسِیَ النِّکَاحَ الْاَوَّلَ فُرِّقَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھُمَا وَیَکُوْنُ طَلَاقًا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے
ساتھی ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنو نکی مانند ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنی ہر ایک سے ایجاب
اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بہول گیا تو جدائی کیجاویگی درمیان مرد اور دونو عورتون کے اور یہہ جدائی طلاق ہو ویگی نہ فسخ یعنی اسمین طلاق کے
احکام جاری ہون گے نہ فسخ کے وَلَھُمَا نِصْفُ الْمَھْرِ یَعْنِیْ فِیْ مَسْئَلَۃِ النِّسْیَانِ اِذِ الْحُکْمُ فِیْ تَزَوُّجِھِمَا مَعًا الْبُطْلَانُ وَعَدَمُ وُجُوْبِ الْمَھْرِ
اِلَّا بِالْوَطْیِ کَمَا فِیْ عَامَّۃِ الْکُتُبِ فَتَنَبَّہْ اور واجب ہوگا اون دونو بہنون کے واسطے آدہا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد
سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونو کے ساتھہ نکاح ہونمین بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہہ مسئلہ تمام کتب فقہ
مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا ہو کا نکہنا وَھٰذَا اِنْ کَانَ مَھْرَاھُمَا مُتَسَاوِیَیْنِ قَدْرًا وَجِنْسًا وَھُوَ مُسَمًّی فِی الْعَقْدِ وَکَانَتِ الْفُرْقَۃُ
قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَادَّعَتْ کُلٌّ مِّنْھُمَا اَنَّھَا الْاُوْلٰی وَلَا بَیِّنَۃَ لَھُمَا اور یہہ وجوب نصف مہر کا اوسوقت ہی کہ جب دونو کے مہر برابر ہون مقدار
مین اور ایک جنس ہو نہین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونو کے
گواہ نہون فَاِنِ اخْتَلَفَ مَھْرَاھُمَا فَاِنْ عُلِمَا فَلِکُلٍّ رُبُعُ مَھْرِھَا وَاِلَّا فَلِکُلٍّ نِصْفُ اَقَلِّ الْمُسَمَّیَیْنِ سو اگر مختلف ہون دونو کے مہر پہر اگر
دونو کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اوسکا چوتہائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہہ معلوم ہے
کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورتمین ہر ایک عورت کو دونو مہر سے جو کمتر ہے اوسکا نصف نصف ملیگا مثلا ہزار دو ہزار سے
کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مُسَمًّی فَالْوَاجِبُ مُتْعَۃٌ وَاحِدَۃٌ لَھُمَا بَدَلَ نِصْفِ الْمَھْرِ اور اگر مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہی دونون
کے واسطے عوض نصف مہر کے وَاِنْ کَانَتِ الْفُرْقَۃُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَجَبَ لِکُلٍّ وَاحِدَۃٍ مَھْرُھَا کَامِلًا لِتَقَرُّرِہٖ بِالدُّخُوْلِ اور اگر جدائی دو بہنو نکی بعد
دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے وَمِنْہُ یُعْلَمُ حُکْمُ دُخُوْلِہٖ بِوَاحِدَۃٍ اور اس مقام سے ایک عورت
دخول کا حکم بہی معلوم ہوگیا یعنی اگر دونو عورتونکی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونیکے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتہائی مہر
پاویگی وَکَذَا الْحُکْمُ فِیْمَا جَمَعَھُمَا مِنَ الْمَحَارِمِ فِیْ نِکَاحٍ یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہی ویسا ہی حکم جمع بین المحارم ہے نکاح مین اوسی تفصیل سے
جسکا بیان ہوچکا وَحَرُمَ نِکَاحُ الْمَوْلٰی اَمَتَہٗ اور حرام ہی نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل ثابت
ہی اور یہان حرمت سے یہہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے

لازم نہ آوینگے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونے کے یعنی غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونیکا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی اور مغلوب بھی یہہ کیونکر ہو سکے تعتر لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدھا خامسۃ ونحوہ فتامل ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہہ ہے کہ اوس لونڈی کو پانچوین یا مثل اوسکے نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین سو اسکو تامل کر لے یعنی اگر بالفرض اوسکی نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو نئی کو پانچوین نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین یا یہہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولے کی لئے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوی عالمگیریمین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہے کہ علمانے کہا ہے کہ اس زمانہ مین بہتر یہہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کر لے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اوسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ مین ہے کہ اگر لونڈی سے مولے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہہ ہی کہ اوس سے نکاح کر لے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولے پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہے کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اوسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اوس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اون سبکو شامل ہے اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحل نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیھا اور صحیح ہی نکاح کتابیۃ والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہہ ہے کہ نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الھا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین اسواسطے کہ عطف دلیل ہے مغایرت کی وکذا حل ذبیحتھم علی المذھب بحر یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب تو جی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النھر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع لھم الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہے نہر الفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہی تکفیر اونکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیونکی سب فرقے اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہے اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اونکی برابر ہو گئے یا اونسے بھی بتر فاضل رملی نے اونکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اونکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے نہ جائز ہوگا اور یہہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اونکی اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا کہ اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہہ ہی کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے بچا اوسنے اپنا دین بچا لیا انتہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لھا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے

پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا اون کے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر وہ کسی نبی کا ایمان
اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مضمرات مین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی
پیروی کی ولا وطیھما بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اوسکی
وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون امامونکا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کی نکاح کی عدم صحت
بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وھذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ
المتن وھو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین ثابت
ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہہ ہوا کہ عابدہ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وقولہ والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو محرم
عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندہا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر
عطف ہی تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے یون شارح کہتا ہے ای کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار
رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدہ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اولٹا ہوجاوے والامۃ ولو کانت کتابیۃ ومع طول الحرۃ اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ
کتابیہ ہو یا بیبی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اوسکو مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل
عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی
حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی
کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے
بھی درست نہین ولکن کرہ تحریما فی الحرۃ وتنزیھا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح
مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اونکا اقوال مین نکاح
محرمہ کی حلت مصرح ہی اور حلت کراہت تحریمیہ کے مباین ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ نے احرام
باندہی ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اوسکے تابع شارح
کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا ومتقدمۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے
نکاح کیا تو درست ہی لا عکسہ اور اوسکا عکس صحیح نہین یعنی اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث
ہی کہ منع کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ نے لونڈیکا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد ای فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ
کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعھا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کیطرف
حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اوسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے
واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ کا لازم آیا کہ نا درست ہوتا ولو تزوج
اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد
مین تو صحیح ہوگا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈی کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ اور لونڈیکا
ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیونکا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع من الحرائر
والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بما
شاء من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنی لونڈیونکی مقدار منحصر نہین فلوله اربع من الحرائر والف

مشتریۃ واراد شراء اخریٰ فلامہ رجل خیف علیہ الکفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی
خرید کا ارادہ کرے پھر اوسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اوس مرد ملامت کرنیوالے پر کفر کا خوف ہی اسواسطےکہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت
نہین تو اوسکا ملامت کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امرأتہ اقتل نفسی لا یمتنع لانہ مشروع
اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اوسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے
اسواسطےکہ شرع مین حلال ہے یعنی باز رہنا اوسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمہا یوجر لحدیث من رق لامتی رق اللہ لہ بزازیہ لیکن اگر لونڈی
کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی او شفقت کریگا تو حق تعالی اوسپر
رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود
ہے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر رحمن رحم کرتا ہے زمین والون پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر
سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی کہ حق تعالے فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفہا للعبد ولو مدبرا او یمنع
علیہ غیر ذلک فلا تحل لہ التسری لانہ لا یملک الا الطلاق اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اوسکے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو حرہ
کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اوسپر اوسکے سوا تو حلال نہین اوسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطےکہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوائے
طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اوسکو کہتے ہین جس سے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے وصح نکاح حبلیٰ من زنا لا حبلیٰ من غیرہ ای
الزنا لثبوت نسبہ ولو من حربی او سیدہا المقر بہ اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سوا اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطےکہ
اوسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے ہو جو اوسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نکرے تو نکاح حاملہ سے درست ہے اسواسطےکہ
نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسی ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرم وطیہا ودواعیہ حتی تضع متصل
بالمسئلۃ الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہے لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح
درست ہے وطی درست نہین اسکے سوا اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منہ زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع
ہے تاکہ نہ سینچے اوسکا جماع کرنیوالا اپنا پانی پرائی کھیتی مین اسواسطے کہ بال اوس سے جمتے ہین یعنی زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
فروع لو نکحہا الزانی حل لہ وطیہا اتفاقا والولد لہ ولزمہ النفقۃ یہہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑہایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا
تو اوسکو اوس سے وطی کرنا باتفاق حنفی اور شافعی کے حلال ہے اور بیٹا اوسیکا ہوگا اور اوسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطےکہ وطی اوسکو حلال ہے
بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا
تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امتہ او ام ولدہ الحامل بعد علمہ قبل اقرارہ بہ جاز وکان نفیا للولد نہر عن التوشیح اور اگر نکاح
کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود
اوسکے علم کے نفی ہے ولد کی اپنی نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح وصح نکاح الموطوءۃ بملک یمین اور صحیح ہی نکاح اوس عورت کا جس سے صحبت
کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اوسکے تصرف مین رہا کرتی تھی پھر اوسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہی بشرطیکہ
حاملہ نہو اسواسطےکہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہانتک کہ اگر اوسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولے کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے
ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اوسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید
کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خریدی ہو استبرا یہہ ہی کہ بعد ایک حیض ہونے کے صحبت کرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ
بلکہ اوسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ والموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان رأہا تزنی

قولہ وطیہا بلا استبراء یا اوس عورت کی وطی زنا سے ہوئی ہو تو بھی اوسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے خود اوسکو زنا کرتے دیکھا اور اوسکو جائز ہے وطی کرنا بدون
استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا و اما قولہ تعالیٰ الزانیۃ لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم
اور یہہ جو قول ہے حق تعالے کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا
یعنی نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتوں سے اس آیت میں بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دیدے اوسکو اوسنے کہا کہ
وہ خوبصورت ہے میں اوسکو چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اوس سے یعنی نہ طلاق دے اور اوسکو صحبت میں رکھ کذا فی حاشیۃ الہدایۃ نقلا
عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داود و نسائی میں موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول و فی اٰخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج
تطلیق الفاجرۃ ولا تجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط
المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر میں ہے کہ واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہیں واجب
عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اوسوقت جب دونوں ڈریں کہ اقامت احکام الٰہی کی نکر سکینگے تو کچھ مضایقہ نہیں دونوں کی جدائی میں سو جو
روایت کہ وہبانیہ میں ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانیکے تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ اور صحیح ہے نکاح حلال عورتکا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام
سواون دونوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو حلال عورتکا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورتکا ہوگا
یعنی دونوں کا مہر اوسیکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم
عورت سے تو اوسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اسکو کہتے ہیں کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تجہسے متعہ کیا
دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ میں مباح تھا جب کہ مردوں پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتوں میں قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت
تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم میں ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ میں متعہ مباح کیا پھر فرمایا
کہ اے لوگو میں نے تمکو متعہ کرنیکی اجازت دی تھی عورتوں سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اوسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت
متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی میں مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے
وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات میں موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح میں اسکو نکاح موقت کہتے ہیں
نکاح موقت اور متعہ میں چند وجوہ سے فرق ہے متعہ میں لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت میں لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ میں تعیین مقدار
مہر کی لازم ہے موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہہ نہیں اگر نکاح
کیا عورت سے اس شرط پر کہ اوسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں تو شرط باطل
ہو گی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اوسمیں خود نکاح مشروط ہے او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنیوالے نے زوجہ کے
ساتھہ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہہ بھی نکاح موقت میں داخل نہیں ولا بأس بتزوج النہاریات عینی اور کچھہ مضایقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں کذا
فی العینی نہاریات وہ عورتیں جنکے پاس شوہر انکو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطء امرأۃ ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی اے
والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خلیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا
اور حلال ہے مرد کو وطی اوس عورتکی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک یہ کہ مرد نے اوس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے واسطے نکاح

کی حلال ہے محروم نہین خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کر دیا قاضی نے اوسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اون گواہون کے جنکو عورت
نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اوس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونو جھوٹے ہے تو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور
باطن مین بھی نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہہ دلیل ہے کہ ایکشخص نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی رضی اللہ عنہ
کے روبرو حضرت نے اوسکی ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعویٰ اسکا جھوٹا ہی چار ونا چار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونو شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسیطرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اوس نے عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ منکر قاضی نے
حکم دیا لیکن اول صورت مین دعویٰ باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ
اونکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین بروایت مواہب صاحبین کے
قول پر فتویٰ ہی احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نکرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور
مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج بآخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت
زور سے قضاءً نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کر لینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہے کہ اوس نے
خود طلاق کا دعوے کیا اور کاذب گواہ پیش کئے تو وہ یقینا جانتی ہے کہ اوسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد تزوجہا وحرمت
علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اوس عورت کا اسواسطے کہ قضاء نافذ ہوگئی ظاہرا و باطن مین اور حرام ہو گئی عورت پہلی شوہر پر وعند
الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول مالم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما یجیئ اور نزدیک ابو یوسف کے
دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہے جبتک شوہر ثانی نے صحبت نکی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب
عدت کے اور یہہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہی چنانچہ آگے کتاب القضا مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط
اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط استعمالات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتی ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
اونمین سے نہین کذا فی ... ان وقع ای لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بوجہ معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم
صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوا اوسکے مین موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث
اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر فیہ نظر اور جو روایت درر مین ہے سو اوسمین بحث اور نظر ہے
یعنی مخالف ہی فقہا کے اور اسناد کے نہین صاحب درر نے تھا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جاویگی تو فلانے سے تیرا نکاح کر دونگا اور فلانے
نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد
لم یصح اور نہین صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آئندہ کیطرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ صحیح ہوگا
ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا
یا اپنا گھر مجکو عاریت دو یا اپنا نفقہ مجسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط
بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے
کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہم اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے
کہ نا واقفون کو حیرانی نرہے معلق علی الشرط سے یہہ مراد ہی کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسیکی دلکی خوشی یا

دخول واریا ہوا چلنا یا پانیکا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد یہہ مراد ہی کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہی جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلیٰ ہذا القیاس **لا ان یعلقه بشرط ماض کائن لا محالة** مگر نکاح معلق اوسوقت درست ہی جب اوسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کردیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیة المدنی **فیکون تحقیقًا فینعقد للحال کان خطب بنتًا لابنه فقال ابوها زوجتها قبلك من فلان فکذبه فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها لابنك فقبل ثم علم کذبه انعقد لتعلقه بموجود** یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نرہا اوسیوقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کیواسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اوسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اوسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اوسنے اوسکی تکذیب کی پہر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانی شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اوسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اوسنے قبول کر لیا پہر اوسکا کذب معلوم ہو گیا خود اوسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہو گا **وکذا اذا وجد المعلق علیه فی المجلس کذا ذکره جوی زاده وحمه المصنف بحثًا** اور اسیطرح نکاح صحیح ہو جاویگا جبکہ معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا جاوے جیسا کہ اسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضی نسخون مین جوی زادہ کے مقام پر خواہر زادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام رکہا ہے بحث اسکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس مین حاضر تہا سو بولا کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہو گا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہو گا تو نہ جائز ہو گا اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے پہر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکہتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہو گا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہو گا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک وہ راضی نہوا اور اجازت ندی اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہو گا کذا فی حاشیة المدنی **لکن فی النهر قبیل کتاب الصرف فی مسئلة التعلیق برضی الاب الحق الاطلاق فلیتأمل المفتی** لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہی کہ حق یہہ ہی کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہئے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہی کہ قاضیخان اوسکی تصحیح پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیة المدنی

باب الولی

یہہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین **هو لغة خلاف العدو وعرفا العارف بالله تعالیٰ وشرعًا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذهب مالم یکن متهتکا** ولی لغت مین بمعنی دوست ہی خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اوسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کہونیوالا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تہا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے **وخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذهب** تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اوسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بہی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین **والولایة تنفیذ القول علی الغیر** اور ولایت عبارت ہی جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اوسکا قول نافذ ہو جاوے **فتثبت باربع قرابة وملك وولاء وامامة** سو ثابت ہو ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کرے دوسری ملک سے جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنیکی جیسے نکاح آزاد کاکردے کا کردے چوتہی امامت جیسے نکاح لاوارث کا

بادشاہ یا قاضی کرے شاء او ابی خواہ راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول ہر صورت غیر ہو یا نہ ہو وہ خوش ہو یا ناخوش وهی هنا نوعان ولایة ندب علی
المکلفة ولو بکرا اور ولایت یہان نکاح مین دو قسم سے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین پہنچتا نکاح
مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کیطرف منسوب نہو وولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیبا ومعتو
هة ومرقوقة اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے
یہہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہہ انکار کرین کا افادہ بقولہ وهو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون و
رقیق لا مکلفة چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت
مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا بھی نکاح بدون ولی کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی
تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین ہو یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اوسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہین یہی مذہب ہے امام اعظم
اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسیطرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث
شریف مین آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتونکو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالی لا جناح علیکم فیما
فعلن فی انفسهن اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب مین یعنی اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث
نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی ہم تسلیم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلة اور اگر نفی جواز کی
مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود
اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسها من ولیها کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوارتر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم
کہتے ہین عورت بے شوہر کو اسمین باکرہ اور غیر باکرہ دونو شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اوسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیة المدنی
والاصل ان کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی
تصرف کر سکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین تصرف نہین اوسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح
مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین وله ای للولی اذا کان عصبة ولو غیر محرم کابن
العم فی الاصح خانیه وخرج ذوو الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے
چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیہ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جاکر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئی عصبہ کی قید سے ذوی الارحام
اور ما اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہین ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح
کفو سے کر دیا پھر عورت نے اوسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول
کی رضا سے لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخه القاضی ما لم یسکت حتی تلد منه لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کردیگا
قاضی بشرطیکہ سکوت نکیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نرہا تاکہ لڑکا نہ ضائع
ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کی جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہین گے سو اگر تفریق
بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملیگا اور اوسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کیطرف
سے نہین کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الخانیہ وینبغی الحاق الحمل الظاهر به اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی
ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط ہوگیا اور یہہ تجویز ہے صاحب درر کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا
وهو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرلے تو اصلا جائز نہین اور

یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے کہ اگر زوج کفو ہو تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں مختار فتوی دینے کیواسطے حسن کی روایت ہے اھ اور غیرہ میں ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوی ہوا بسبب فساد زمانہ کے کہ نہ ہر مکلفہ با شرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کو حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ یہہ امر غیر کفو میں کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتوی ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہیں یا ولی راضی ہوگیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھکر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور نہر الفائق میں بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی ہے امام اعظم رح کے قول سے بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ میں فتوے مختلف ہیں سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہئے وبناء علی الاول وھو ظاہر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سبکے راضی ہونیکی برابر ہے اسواسطیکہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیوں کو حق اعتراض نرہا کولایۃ امان وقود وسنحققہ فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانونکو اوسکا تعرض نہیں پہنچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف میں اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منہم حق الفسخ یعنی ولی کی رضا سبکی رضا کی برابر ہے اگر سب اولیا درجہ میں برابر ہوں جیسے دو بہائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہوں ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا بعید جیسے مثلا بہائی تو اولیا میں سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بہائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لھا ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقا خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے کیا ہو وقبضہ ای ولیہ حق لا اعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ والا لا یکون رضا اور قبض کرنا اوس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اوس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی سے باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کی نزدیک ثابت نہیں نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہیں کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہیں جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہیں کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا فی البسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہیں پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونیسے فان استاذنہا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اوسکے پیغامی نے اجازت مانگی یا اوسکا نکاح کر دیا اوسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کری بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پہر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار میں تو اگر استیذان کے وقت عورت چھینک یا کھانسی آئی پہر بعد فراغت کے اوسنے کہا کہ میں راضی نہیں نکاح رد ہوگا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہیں اور شارح نے سکوت میں قید عن الرد کی لگائی اسواسطیکہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت میں شمار کیا جائیگا اسواسطیکہ کلام اجنبی رد نکاح نہیں تو اجازت میں داخل ہوگا او ضحکت غیر مستہزءۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت

او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا و لا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا
روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا
فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین ہے اوسمین نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہین وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا
بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد ہے شارح نے اس اعتراض مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ
اور ملتقی کے شاہد ہین اور رد متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اونکی شروح سو کیونکر کہا جاوے کہ اونکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ
مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فھو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی تو یہہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہی نکاح کا یعنی اپنے
نکاح کا وکیل کرنا ہی ولی کو اول صورتمین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد المزوج لم یکن سکوتھا اذنا سو اگر اولیا نکاح کردینے والے
کثیر ہون تو اوسکا سکوت اذن نہوگا مثلا عورت کے دو بہائی مین ایک بہائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون
اور دونو کے استیذانمین عورت چپ رہی تو یہہ سکوت اذن نہوگا و اجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ
جائز رکہنا نکاح کا ہی دوسری صورتمین یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کردیا پہر بعد خبر ہونیکے اوسنے سکوت کیا تو یہہ سکوت اجازت ہی نکاح کی اگر ولی
ایک ہو اور اگر اولیا نے دو ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہہ سکوت اجازت نہوگا بلکہ دونو نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ
ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونو کو جائز رکہا تو دونو نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا
اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنیکے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اوسوقت مین اوسکا
سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا و لو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لھا فلترث و تعتد
اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تہا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
تو اپنی شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹہے گی و لو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لھم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے
بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجہکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورتمین شوہر کے وارثونکا قول معتمد ہوگا تو اوسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اوسکو صحت نکاح کا علم ہے تو اوسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی و قولھا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا
یون بولنا کہ غیر اوسکا بہتر اس سے ہے یہہ رد ہی قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتہہ نکاح مین اور اوسنے کہا زید سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر
یہہ قول عقد سے پہلے ہی تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد
اور بعد عقد دونو صورتمین یہہ قول انکار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و لو زوجھا لنفسہ فسکوتھا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا
ولی نے اپنی ساتہہ تو سکوت کرنا اوسکا رد ہی بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنی چچا کی بیٹی کے ساتہہ بدون اوسکی اذن کے پہر جب بالغہ
کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے
اور متولی عقد طرفین مین یہہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر
اجازت قولی بہی دے تو بہی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اوسکا رضا ہوجائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ
ابن العم اس صورتمین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اوسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و لو استاذن
فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک معین مرد سے اوسنے رد کیا تہا پہر بعد اسکے
نکاح کردیا اوسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونیکے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز
لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے انکار کیا پہر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح جائز نہوگا بسبب باطل ہوجانے نکاح کے اول

انکار سے وَلِذَا استحسنوا التجديدَ عندَ الزفافِ لانَّ الغالبَ ظهارُ النفرةِ عندَ فُجاءَةِ السَّماعِ اور اسیواسطی بہتر جانا ہی فقہانے تجدید نکاح کو زفاف
کیوقت اسواسطیکہ غالب عادۃ کواری عورتونکی اظہار نفرت ہی ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل
ہوگیا ہو بسبب عدم رضا کے پہر جب بعد اسکی نکاح جدید کرلیا تو یہہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اوسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو
اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استأذنها فی مُعَیَّنٍ فسکتت فوکّل من یزوّجها ممن سمّاہ جاز اِن
عُرِفَ الزوجُ والمهرُ کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اوسنے سکوت کیا پہر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح
کردی اوس سے جسکا نام لیدیا تو یہہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت
بھی اوسکو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کردی اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہی چنانچہ ماتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف
نہین واستشکلہ فی البحر بانّہ لیس للوکیلِ ان یوکّلَ بلا اذنٍ فمقتضاہ عدمُ الجوازِ او انها مستثناۃ اور مشکل جانا ہی مسئلہ سابق کو بحر الرائق
مین اسطرح سے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہی عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اوسکا
وکیل ٹھہرا پہر اوسکو وکیل کرنیکا اختیار نہین کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہہ کہنی کہ یہہ مسئلہ اوس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنی ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار
نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطیکہ فقہانے تصریح کی ہی کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ یہان سفیر محض اور معبر ہوتا ہی اور اسیواسطی حقوق عقد
کے وکیل کیطرف رجوع نہین کرتے اور باب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے اسیطرح یہان
بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھہ اشکال باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی اِن علمت بالزوج انہ من هو لتظهر
الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اوسمین
شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن عام ہو جیسی ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین سے ایک مرد کے ساتھہ
بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے والّا لا ما لم تفوّض لہ الامر اور اگر متناہی نہون گے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک
ولی کو اپنا امر سپرد نکری مثلا اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اوسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردی جس سے تو چاہی تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا
العلمِ بالمهرِ وقیل یُشترطُ وهو قولُ المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرّہ المصنفُ وما صحّحہ فی الدرر عن الکافی ردّہ الکمال شرط نہین مہر کا
علم یعنی استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطی کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الهدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہی اسواسطیکہ
قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہی اور یہی ہے قول متاخرین کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکہا ہی شرح منح الغفار
مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے اوسکو رد کیا ہی کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہی تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا
ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہی تو مہر کا تسمیہ ضرور ہی محقق نے اسکو یون رد کیا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہی اسواسطیکہ باپ
دادا مین اور اونکی سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنیکا محل تزویج صغیرہ ہی کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہی اور یہان گفتگو بالغہ مین ہی اسمین باپ اجنبی کی برابر
ہے بدون اوسکی رضا کچھہ نہین کرسکتا وکذا اذا زوّجها الولیُّ عندها ای بحضرتها فسکتت صحّ فی الاصحّ ان علمتہ کما مرّ اور اسیطرح جب
نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اوسکی روبرو پہر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ شوہر کو اوسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا و
السکوتُ کالنطقِ فی سبعٍ وثلثین مسئلۃً مذکورۃً فی الاشباہ اور سکوت نطق کی برابر ہی سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہی کتاب الاشباہ
والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کی ہی ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی
کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اوسکا اپنی قبض مہر کیوقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنی بالغ ہونے کیوقت اپنی خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے
سوا اور ولی نے اوسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کہائی ہو پہر اوسکے باپ نے اوسکا نکاح کردیا اور وہ چپ ہی تو حانث ہوگی یعنی قسم

ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کیوقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین اصل ہے
۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہوجاتی ہی ۸ سکوت مقر لہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھہ سپرد کیجیے اوسکا چپ رہنا قبول ہے
اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے
کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ غانمین مین تقسیم مال کی وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے
۱۳ عبد کو بیع اور شرا کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اوس بائع کا سکوت کرنا جسکو
مبیع مین حبس کا اختیار تھا اجازت ہی قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونے کیوقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولے
کا سکوت اجازت ہی تجارت کی ۱۷ مولے نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا اذن ندونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا
سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کیوقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنی گھر نہ اُترنے دونگا پھر اوسکو اپنی گھر مین اُترتے
دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کیوقت یا مبارکبادی دینی کیوقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا
اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳
سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکی وقت رضا ہی نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اوسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہہ سکوت
اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہی مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کیوقت اقرار ہے
اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اوسکا اسباب یا گھر کسی نے بیچا پھر مدت تک مشتری اوسپر تصرف کرتا رہا اور یہہ شخص چپ ہی تو اوسکا سکوت
اوسکو دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا
تو اسمین دونو کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی
۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اوسکی ولی نے سکوت کیا تو یہہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پھاڑتے دیکھا یہانتک کہ بہ گیا جو اوسمین تھا تو یہہ
سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نلونگا پھر وہ بدون اوسکے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہہ ساکت ہی تو حانث ہوا یہہ
مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلی اشباہ کے مصنف نے زیادہ کئے ۳۱ ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھہ اسباب باپکا دیا اور باپ ساکت
ہے تو اسکو پھیر لینا نہین پہنچتا ۳۲ ماں نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تھا تو ماں اوسکی ضامن نہوگی ۳۳ زیور پہنی ہوئی لونڈی
بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہہ سکوت بمنزلہ تسلیم کے ہے زیور کا مالک مشتری
ہوگا ۳۴ اوستاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح مین ۳۵ نزد مدعا علیہ کا ساکت رہنا
انکار ہی اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی قضاء الخلاصۃ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷ قاضی نے شاہد کا حال
مزکی سے پوچھا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور یہہ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کئے تو سب اکاون مسئلے
ہوئے جنمین سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اونکا مذکور کرنا ضرور نتھا فَاِنِ اسْتَاْذَنَهَا غَیْرُ الْاَقْرَبِ کَاَجْنَبِیٍّ اَوْ وَلِیٍّ بَعِیْدٍ فَلَا عِبْرَۃَ
بِسُکُوْتِهَا سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکی سکوت کا اوسوقت مین کچھہ اعتبار
نہین بَلْ لَا بُدَّ مِنَ الْقَوْلِ کَالثَّیِّبِ الْبَالِغَۃِ بلکہ اوسوقت مین بولنا ضرور ہے مثل ثیب بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتے ہین جسکا ایکبار نکاح
ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لَا فَرْقَ بَیْنَهُمَا اِلَّا فِی السُّکُوْتِ نہین فرق دونو مین مگر سکوت مین
یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوای سکوت اور کچھہ فرق نہین مثلا باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا
کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضای قولی کے لِاَنَّ رِضَاهُمَا یَکُوْنُ بِالدَّلَالَۃِ کَمَا ذَکَرَہٗ بقولہ اَوْ مَا هُوَ فِیْ مَعْنَاہُ مِنْ فِعْلٍ یَدُلُّ عَلٰی

الرضا کطلب مہرھا و نفقتہا و تمکینہا من الوطی و دخولہ بہا برضاھا صحیحتہ اسواسطے کہ ان دونوں کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے
اپنے اس قولمین بیان کیا یعنی ضرور ہے رضا ای قولی یا جو قول کی مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی
قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اسواسطے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنیۃ والضحک
سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہے
جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اوٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اوسکی تحفہ کے کہ یہہ رضامندی کی دلیل نہین ہے ومن زالت بکارتہا
بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی جس
عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اوچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی
باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اوس عورت کی جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر یا عنین ہونے سے یا اوسکو نامرد ہونے سے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر
سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وھذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے یعنی
بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اوسپر قائم ہوئی ہو خلاصہ یہہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے
بجای نطق کے ہے بولنا اوسکا شرط نہین والا فثیب کموطوءۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوسپر زنا کی حد جاری کیگئی تو وہ باکرہ
نہین ثیب ہے مانند اوس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت بل رددت
النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولم یکن دخل بہا طوعا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو
خبر پہونچی نکاح کی تو ساکت رہی اور اوسنے کہا بلکہ مین نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونو کے گواہ نہین اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی
سے نہوا قول اصح مین تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہے اوسکی قسم کھانیکے ساتھہ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کھائیگی تو نکاح نہ ثابت
ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر
وجودی ہے بسبب ملانے دونو لبون کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے
جواب دیا کہ سکوت دو لبون کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ عدمی ولو برھنا فبینتہا اولی الا ان یبرھن علی رضاھا او اجازتہا اور اگر
دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورتکی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا
ابوھا مثلا فادعی عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وھی مراھقۃ وقال الاب او الزوج بل ھی صغیرۃ فان القول لہا
ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا اوسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ مین تو بالغہ ہون اور نکاح صحیح نہین اور حالانکہ
وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہہ صغیرہ ہے تو اس صورتمین بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہہ ثابت ہو کہ اوسکی عمر نو
برسکی ہے وکذا لو ادعی المراھق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنی بیٹی کی کوئی چیز بیچی
بیٹا بولا کہ مین بالغ ہون بدون میری مرضی بیع صحیح نہین اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برھنا فبینۃ
البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونو نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح
کے اور غیر اصح مین قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ
بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ مین نے نکاح رد کیا جب مین بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہان معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر مین اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان
البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وھبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج مین اختلاف ہوا بعد

زمانِ بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وللولی الآتی بیانہ انکاح الصغیر و الصغیرۃ جبرًا ولو ثیبًا کمعتوہ و مجنون شہرًا اور واسطے اوس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا و زیادۃ مہرہ او زوّجہا بغیر کفوٍ ان کان الولی المزوّج بنفسہ بغبن ابًا او جدًا وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذاتِ خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولی بھی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے آزاد کیا اور اسیطرح مجنونہ کا بیٹا ولو یُعرف منہما سوءُ الاختیار مجانۃً و فسقًا وان عُرف لا یصحّ النکاح اتفاقًا ایسے باپ یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر اونکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوّجہا من فاسقٍ او شریرٍ او فقیرٍ او ذی حرفۃٍ دنیئۃٍ لظہور سوءِ اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسیطرح بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اوسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اوسکی بدتدبیری کی یعنی ان صورتوں میں ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوّج غیرہما ای غیر الاب و ابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثًا انہ لو عیّن لوکیلہ القدر صحّ لا یصحّ النکاح من غیر کفوٍ او بغبن فاحشٍ اصلاً اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کرکے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب اور جد سے نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صحّ ولہما فسخہ وہمٌ اور جو کہ کتاب صدر الشریعت میں ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہہ قول خطا ہے ہرگز یہہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر و غایۃ البیان وان کان من کفوٍ و بمہر المثل صحّ ولکن لہما ای لصغیر و صغیرۃ و ملحقٍ بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج غیر اب جد کی کفو سے ہو اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن اون دونو کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور اونکی ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونیکے وقت یا بعد بالغ ہونیکے نکاح معلوم ہونیکے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کیوقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کی برابر اور اولیا کو مہربانی نہیں ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہیں نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں ویُغنی عنہ خیار العتق اور اختیار آزادیکا اختیار بلوغ سے بے پرواہ کرتا ہے مثلاً صغیرہ لونڈیکا مالک نے نکاح کر دیا پھر اوسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کیوقت اوسمیں دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت میں کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتی خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچہہ حاجت نہیں بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہہ ہے کہ اس صورت میں خیار بلوغ مطلق نہیں اسواسطے کہ تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہاں بلوغ کیوقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ ابی السعود ولو بلغت وہو صغیر فُرّق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جاویگی دونو صغیر کے باپ کے روبرو یا اوسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونو باہم وارث ہونگی ایک دوسرے کے نکاح میں اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ

کیا یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہی مہر پورا کرتی ہین فتو الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پہر جدائی اگر عورت کے جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اوسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہی جو غیر سے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اوسمین احتمال نہین و لا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اوس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہے مگر مرتد ہو جائے تو طلاق لاحق ہوتی ہے یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہی لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑسکتی ہے وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہی تو طلاق ہے فرقت زوج سی مراد وہ فرقت ہی جو عورت کی طرف سی نہو سکی تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہی کیونکہ عورت اور مرد دونو کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہی فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او بردۃ او خیار عتق مگر مرد کی طرف کی فرقت طلاق ہی لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کیطرف سی ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہی طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی و لیکن لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کیطرف سی جسمین زوج پر مہر نہو مگر جبکہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تہا کہ بجای خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنی زوج کیطرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوای خیار بلوغ کے کہ اوسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والملمات وشرطہا کلہا القضا الا ثمانیۃ اور مشروط ہے سب جدائیون کیواسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی اسکو نہر الفائق مین سویون کہا اوسکو مصنف نے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ٭ فسخ طلاق وھذا الذی یحکیہا جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموع نافع ہوکر اور وہ دو جنس ہین منحصر مین فسخ یا طلاق اور یہہ نظم جو نفاست مین موتی کی مانند ہی انکو بیان کرتی ہے تباین الدار مع نقصان مہر کذا ٭ فساد عقد و فقد الکفو نعنیہا اول فرقت تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کے ساتھ نکل سکے اسیطرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سنانا ہی تباین دار مثلا عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اوسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کرلیا تو ولی دونوں مین تفریق کرا دیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہے تقبیل سبی واسلام المحارب ٭ ارضاع ضرتہا قد عد ثامنہا پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودہ پلانیکی اسلام اور ارضاع بھی اونہین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلا عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہوکر دار الاسلام مین آنا نظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافرین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجئے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہے سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودہ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تہی تو دونو کا نکاح فسخ ہوگیا خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ٭ ملک لبعض و ملک الفسخ یحصیہا نوین

فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیونکو فسخ کہتے ہین یعنی یہہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کیطرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونو طرف سے ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نہ رہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ٥ اَمَّا الطَّلَاقُ فَجُبٌّ وَعُنَّةٌ وَكَذَا + اِيلَاءٌ وَلِعَانٌ ذَالِكَ مَثَلُوهَا اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہہ حکم مین ماقبل کا تابع ہے مجبوب ہونیکی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنی نامرد پانیکی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینہ نہ صحبت کرنیکی قسم کہائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پہر کاذب پر لعنت کرکے دونون جدا ہو گئے یہہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین اونمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ٥ قَضَاءُ قَاضٍ اَتَى شَرْطُ الْجَمِيعِ خَلَا عِتْقٍ وَمِلْكٍ وَاِسْلَامٍ اَتَى فِيهَا حکم قاضی کا سب ان جدائیونمین شرط ہے سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کی اور انمین ہین اگلی چیزین ہین ٥ تَقْبِيلُ سَبْيٍ مَعَ الْاِيلَاءِ يَا اَمَلِي + تَبَايُنٌ مَعَ فَسَادِ الْعَقْدِ يُدْنِيهَا اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے ای میری امیدگاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہہ فساد عقد عورت کو اوسکے مرتبہ سے اوتارتا ہے یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھہ جدائیونمین قاضی کے حکم کی کچہہ حاجت نہین ١ فرقت خیار عتق کی ٢ ملک کی ٣ فرقت اسلام حربی کی ٤ فرقت تقبیل وغیرہ کی ٥ فرقت سبی کی ٦ فرقت ایلا کی ٧ فرقت تباین دارین کی ٨ فرقت فساد عقد کی ٥ وَيَبْطُلُ خِيَارُ الْبِكْرِ بِالسُّكُوتِ لَوْ مُخْتَارَةً عَالِمَةً بِاَصْلِ النِّكَاحِ اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکہتی ہو تو اگر چھینک اور کہانسی آنے سے یا کسیکی منہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین وَلَوْ سَاَلَتْ عَنْ قَدْرِ الْمَهْرِ قَبْلَ الْخَلْوَةِ اَوْ عَنِ الزَّوْجِ اَوْ سَلَّمَتْ عَلَى الشُّهُودِ لَمْ يَبْطُلْ خِيَارُهَا فَرْعًا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا شاہدون کو تو ایسی کلام سے اوسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھہ وَلَا يَمْتَدُّ اِلَى اٰخِرِ الْمَجْلِسِ لِاَنَّهُ كَالشُّفْعَةِ اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فورا اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے وَلَوِ اجْتَمَعَتْ مَعَهُ تَقُولُ اَطْلُبُ الْحَقَّيْنِ ثُمَّ تَبْدَاُ بِخِيَارِ الْبُلُوغِ لِاَنَّهُ دِينِيٌّ وَتُشْهِدُ قَائِلَةً بَلَغْتُ الْاٰنَ ضَرُورَةَ اِحْيَاءِ الْحَقِّ اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھہ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون پہر یا نمین ابتدا اختیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکہے طلب کرے پہر اگر رات کو دیکہے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکہا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے صبح کو یہہ کہنا کہ مین نے اب دیکہا کذب نہین علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمین کذب بہی روا ہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے کذا فی حاشیۃ الدرر وَاِنْ جَهِلَتْ بِهِ لِتَفَرُّغِهَا لِلْعِلْمِ بِخِلَافِ خِيَارِ الْمُعْتَقَةِ فَاِنَّهُ يَمْتَدُّ لِشُغْلِهَا بِالْمَوْلٰى یعنی سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کیواسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اوسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب معروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی مین یعنی دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ اپنی جان کی مالک تہی کیون نہ اوسنے احکام شرعیہ کو سیکہا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ اوسکو مالک کی خدمت سے فراغت نتہی کہ احکام

شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہون باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیرہ تھی اونکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو اونکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہین ہوتا ولا یبطل بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور خیار باطل نہین ہوتا دونو کے کھڑے ہونے سے مجلس مین سے اسواسطے کہ اونکے خیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر شوہر نے بعد بلوغ ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ وہ راضی نہ تھی جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکا مصدق ہے ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اوسکا قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح مین نہ مال مین وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت بدون واسطہ عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلا باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہین کہ باپ کا اتصال بیٹے سے اور بیٹے کا اتصال باپ سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہین شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ مین میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح مین میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب میراث اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نپاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ تریک التزوج ولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرطیکہ آزاد ہوے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق مین کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق مین اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہین اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہین ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال مین کافرہ پر ولایت نہین مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ ہے کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اوسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر مین مماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا الجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ مین اسکے برعکس ہے یعنی اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پرپوتی کو پھر پرنواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو اونمین مرد و عورت برابر ہین پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیون کو پھر ماموون کو پھر خالاون کو پھر چچا کے بیٹون کو اور اسی ترتیب سے اونکی اولاد کو ولایت ہے یعنی پھوپھیون کی اولاد کو پھر ماموون کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ

پھر ولایت ہے مولے موالات کو مولے موالات اوسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھہ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھہ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب
تھا اور وہ مرگیا اور اوسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اوسکی نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاضٍ نصّ له عليه في منشوره ثم لنوابه
ان فوّض له ذلك والّا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو
اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین
وليس للوصي من حيث هو وصيّ ان يزوّج اليتيم مطلقاً وان اوصى اليه الاب بذلك على المذهب اور جائز نہین وصی کو وصی
ہونیکی راہ سے یہہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسیطرح اگرچہ اوسکو باپ نے نکاح کر دینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو كان قريبًا او حاكمًا
يملكه بالولاية كما لا يخفى ہان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونیکا چنانچہ یہہ مخفی نہین **فروع**
مسائل لمحمد شارح کے ليس للقاضي تزويج الصغيرة من نفسه ولا ممّن لا تقبل شهادته له كما في معين الحكام جائز نہین قاضی کو
تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اوس سے کہ جسکی گواہی اوسکے حق مین مقبول نہین جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام واقرّه المصنف وبه علم ان فعله
حكم وان عري عن الدعوى اور ثابت رکھا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اوس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ
خالی ہے دعوے سے صغيرة زوّجت نفسها ولا ولي ولا حاكم ثمّه توقّف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجيزًا وهو السلطان
صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے
کے یہہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اوسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ یہہ نکاح
موقوف نہین بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اوسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہہ باطل نہین کہ اسکا
مجیز بادشاہ ہے ولو زوّجها وليّان مستويان قدّم السابق فان لم يدر او وقعا معًا بطلا اور اگر اوسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے
کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہو کہ پہلا کون ہے اور پچھلا کون ہے یا دونون نکاح ساتھہ ہی ہوئے تو دونو باطل ہون گے دو برابر کے
ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولي الابعد التزويج بغيبة الاقرب فلو زوّجها الابعد حال قيام الاقرب توقّف على اجازته اور جائز
ہے ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر نکاح کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہوتیہین تو نکاح موقوف رہیگا اوسکی اجازت پر
مثلاً سوتیلی بھائی نے نکاح کر دیا سگے بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کرے ولو تحوّلت الولاية
اليه لم يجز الا باجازته بعد التحوّل قهستاني وظهيرية اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کیطرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد
پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریة یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کر دیا پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر
پھر آئی تو بھی نکاح جائز نہوگا بدون اوسوقت کی اجازت کے مسافة القصر واختار في الملتقى ما لم ينتظر الكفو الخاطب جوابه واعتمده
الباقاني ونقل ابن الكمال ان الفتوى عليه تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور
تبیین مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیة المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا ولی
اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق مین کہا کہ
تعریف غیبت مین تصحیح مختلف ہے تو اوس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیة المدنی
وثمرة الخلاف فيمن اختفى في المدينة هل تكون غيبة منقطعة اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اوس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا
جو چھپ رہا شہر مین اسطرح کہ معلوم نہین ہوسکتا آیا یہہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد
کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین اور بموجب روایت ملتقی کی جائز ہے اگر کفو انتظار نکرسکے ولو زوّجها الاقرب

حیث هو جاز النکاح علی القول الظاهر ظهیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب نے جہان کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت مین تو یہہ نکاح جائز ہوگا
بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہہ نکاح جائز نہین اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوهبانیۃ لکن فی القهستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب
زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہی ابعد کو اولیا نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی مین غیاث المفتیین
سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کرے ولی اقرب تو قاضی نکاح کرے جب خوف ہو کفو کے نکلنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج
اجماعا خلاصہ یعنی ثابت ہی ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اوسکے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہی بالاجماع کذا فی الخلاصۃ
یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت مین ابعد قائم مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب
لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب مین تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی اقرب کے پہر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری
ولایت سے و ولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح اما التصرف فی المال فللاب اتفاقا ابنہما وان سفل دون ابیہما کما مر اور ولی
مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح مین بیٹا ہی امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پر دادا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ
گذرے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف مین تو باپ ولی ہی بالاتفاق شیخین اور محمد کے والاولی ان یأمر الاب بہ لیصح اتفاقا اور بہتر یہہ ہی کہ مجنونہ
کے نکاح مین باپ امر کرے بیٹے کو کہ اوسکا نکاح کرے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل
او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے
وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہی نہ غیر پر فتح القدیر مین کہا
صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہوکر نکاح کے منکر ہون اوسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے اونکی حالت صغر مین اقرار نکاح کا کیا اور
دونو نے بعد بلوغ کے اوسکا انکار نکیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا
ملکہ بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اوسکا اقرار نافذ ہی اجماعا اس سبب سے کہ منافع اوسکی فرج کے مولے کی ملک مین یعنی اگر مولے نے لونڈی کے
نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اوسکے نہین اور اوس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشهود علی النکاح
بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ مگر اوسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دین گواہ نکاح کی اسطرح
کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کیطرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پہر اوسپر گواہ قائم ہون یہان سوال کا مقام تہا کہ اقامت بینہ کی صغیر
منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی او یدرک الصغیر او الصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر
یا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پہر اوسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ وقالا یصدق فی ذلک بلا تصدیق
کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کی اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق
کے بہی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی و ہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر و
اور یہہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہے اوسکے اقرار کرنیکا یعنی باوجودیکہ ولی انشار نکاح کا
مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہین تو اوس قاعدہ سے یہہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بہی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی
کا یتیم پر کہ وصی اوسکی انشار کا مالک ہی اور اوسکی اقرار کا مالک نہین یعنی اوسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح
کا ہل لولی المجنون والمعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم اره ومنعہ الشافعی وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہی مجنون اور
احمق بدتدبیر کے ولی کو اوسکا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہی کہ یہہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکہا اور

اسکو امام شافعی نے منع کیا ہی اور اوسکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے **باب الکفاءۃ** ہی کا فاہ اکسا واۃ والمراد ھٰنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنیٰ یہہ باب ہی کفاءت کا عرب بولتے ہین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہوا اور کتاب النکاح مین کفاءت سے مراد مخصوص برابری ہی جسکا آگی مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا ایسی سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو حق اعتراض نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او صحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح مین تو اگر نکاح کیوقت مرد عورت کی برابر تہا پہر کمتر ہوگیا یعنی مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفاءت معتبر ہے لزوم نکاح کیواسطے یعنی ہرچند نکاح بدون کفاءت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پہر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہی یعنی نکاح بدون کفاءت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تأبیٰ ان تکون فراشاً للدنی کفاءت کا اعتبار مرد کیجانب سے ہی اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی کمتر مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا یغیظہ دناءۃ الفراش برابری معتبر نہین عورت کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اوسکو رنج نہین آتا کمتری مفروش سے وھٰذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخانیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضاً اور یہہ یعنی کفاءت کا اعتبار مرد کیجانب مین نہ عورت کیجانب مین امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہی قول صحیح مین کما فی الخانیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہا مین یعنی عورت کی کفاءت کا ساقط امام کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک کفاءت معتبر ہے عورت کیجانب مین بھی والکفاءۃ ھی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لہا بل للاولیاء اور کفاءت حق ہی ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایکمرد سے اور اوسکا حال عورت کو معلوم نتہا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو بلکہ اوسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہی ولو زوجوہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذٰلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کردیا اوسکی رضامندی سے اور نجانا اولیا نے عدم کفاءت کو پہر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسیکو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اوسوقت کہ جب شرط کرلی ہو اولیا نے کفاءت کی اور خبر کردی زوج نے اولیا کو کفو ہونیکی نکاح کیوقت سو اولیا نے اسی شرط پر اوسکا نکاح کردیا پہر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہی تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیۃ سو اسکو یاد رکہنا چاہئے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافاً لمالک اور معتبر ہے کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کفاءت کا کچھہ اعتبار نہین نسباً اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہی اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہین فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپس مین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین قریش اونکو کہتے ہین جو اولاد مین نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بارہوین پشت مین اور چارون خلفاء راشدین قریش ہین قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین نوہاشمی نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہین اور اسیواسطے علی مرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کردیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہین اور عمر فاروق عدوی ہین وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعاً للہدایہ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ویعضدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب انکی خست اور دناءت کے اور حق یہہ ہی کہ اونکو عرب سے نکالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر ہین یہی کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کی اور اسکی تائید کرتا ہی مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وھٰذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاماً اور یہہ یعنی کفاءت نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہے اسواسطے کہ عجمی لوگون نے اپنی نسب کو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہے حر ہونے مین اور مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم او حر او معتق وامہا حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہوا یا آزاد ہوا

برابر نہیں اوس عورت کے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اوسکا آزاد ہو اور دادا اوسکی حرہ اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جسکی دو پشت
باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ اور دادا دونو مسلمان ہیں و ابوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ
دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام مثل پشت کی آزادی اور اسلام کی برابر ہے بسبب تمام
ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسہ للمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ
سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونو خالی نہیں واما معتق الوضیع
فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہو کم ذات کا سو برابر نہیں اوس عورت کی جسکا آزاد کرنیوالا شریف ہے والمرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد
اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اوس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان
دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجہ اور چمار دونو برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرادیگا نہ بخیال
عدم کفاءت کے لیکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا للصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا
کان او لا علی الظاهر نہر اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے
جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف
والا فان یکتسب کل یوم کفایتها لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر [illegible] اور قادر ہو ایک مہینہ
کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر او سوقت [illegible]
ہو اور الا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ میں [illegible]
برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا هما لعالم وقاض اور نہ درزی برابر
بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونو ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدمتگار سب سے
خسیس اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ انکا مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں واما الوظائف فمن الحرف فصاحبها
کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے
امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر والکفاءۃ اعتبارها عند ابتداء العقد فلا یضر زوالها بعدہ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد
ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہوگیا
تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا فصار تاجرا فان بقی عارها لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہوگیا
سو اگر دباغت کی عار باقی ہو تو ہمسر نہوگا اور اگر اوسکی عار باقی نہیں تو برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب
کے والعجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وهو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انه ظاهر الروایۃ واقرہ
المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق
میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ولکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو
للعلویۃ ینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم به البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ
والوجه فیه ظاهر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور
جاہ کی کیجئے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجئے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی

نسب و مال سے چنانچہ اسکا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عایشہ صدیقہ
افضل ہیں فاطمہ زہرا سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی م برجندی مین تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے
تفصیل نہر الفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن مین ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی
اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب کی بیٹی کا ظاہرا یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطیکہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علماء حنفی کو تامل
نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضے حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعیؒ رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور
مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو اونکے مقلد بھی برحق ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومتیٰ سُئِلنا عن مذهبه اجبنا بمذهبنا کما بسطه المصنف
معزیا للجواهر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہے کہ باکرہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اوسکا راضی نتہا
تو نکاح صحیح ہے اور اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پہر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہہ نکاح مذہب شافعی مین صحیح ہے یا نہین تو ہم یہی جواب دینگے
کہ نکاح صحیح ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اسواسطیکہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءت سے کچہہ تعلق نہین کذا
فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرة بالبلد کما لا عبرة بالجمال خانیہ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بها البیع خلافا
للشافعی اور گانون کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والیکا تو کفاءت مین شہر کا کچہہ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچہہ اعتبار نہین کذا فی
الخانیہ اور نہ عقل کا کچہہ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ اون عیبون کا اعتبار ہے جنسے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص
اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النهر عن المرغینانی فی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق مین منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون
ہمسر عاقل کا نہین وکذا الصبی کفو بغناء ابیه او امه او جده نهر بالنسبة الی المهر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبة الی النفقة لان
العادة ان الآباء یتحملون عن الابناء المهر لا النفقة ذخیرة اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب لداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا
کے کذا فی النهر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ باپ اونکا بیٹے
ہین اپنی بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرة ولو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها او یفرق القاضی
بینهما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہانتک کہ مہر مثل اوسکا پورا ہو جاوے یا
جدائی کرے قاضی دونون مین ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقها الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلها نصف
المسمی اور اگر طلاق دی اوسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اوسکو آدہا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی
بینهما قبل الدخول فلا مهر لها وان بعده فلها المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونون قبل دخول کے تو اوسکا کچہہ مہر نہین اور اگر
بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اوسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدهما قبل التفریق فلیس للولی المطالبة بالاتمام لانتهاء
النکاح بالموت جواهر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا اگر دونون سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کرلینے کا مطالبہ
نہین ہو سکتا واسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواهر الفتاوی امره بتزویج امرأة فزوجه امة نفذ وقالا لا یصح وهو استحسان ملتقی
تبعا للهدایه امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کردینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کردیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا
کہ یہہ نکاح صحیح نہین یعنی نافذ نہین اور یہہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہہ روایت ملتقی مین ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہہ ہے
کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے مدعا غرض یہہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی
قولهما احسن للفتوی واختاره ابو اللیث واقره المصنف اور شرح طحاوی مین ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوے کیواسطے اور پسند کیا اسکو

فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت رکہا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین وَاَجمعوا انّه لو زوّجه بنته الصغیرة او مولیّته لم یجز کما امرہ بمعیّنة او بحرّة او امة فخالف او امرہ بتزویجها ولم یُعیّن فزوّجها غیر کفوٍ لم یجز اتفاقاً ۔ اجماع کیا فقہانے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چہوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد و لونڈی ہو اوسکی یا بہتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیة المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایکنے دوسرے کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پہر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوجہ کو معین نکر دیا سو وکیل نے اوسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوّجه المأمور بنکاح امرأة امرأتین فی عقدٍ واحدٍ لا ینفذ للمخالفة اور جسکو امر کیا تہا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اوسنے دو عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو یہہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے وله ان یجیزهما او احدیهما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونو عورتونکا نکاح درست رکہے یا ایک عورت کا اور اگر دونو نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقدٍ فزوّجه واحدة او اثنتین فی عقدین جاز الا اذا قال لا تزوّجنی الا امرأتین فی عقدٍ او عقدتین لم یجز للمخالفة اور اگر امر کیا ایکنے دوسرے کو دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کر دیا اوسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہے مگر جب کہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تہا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد مین کر دیا تو یہہ مخالفت نہ جائز ہوگی ولا یتوقّف الایجاب علی قبول غائبٍ عن المجلس فی سائر العقود من نکاحٍ وبیعٍ وغیرهما بل یبطل الایجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقاً ۔ اور نہین موقوف رہتا ایجاب اوسکی قبول کرنے پر جو مجلس نکاح سے غائب ہے حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین از قسم نکاح اور بیع اور ان دونو کے سوا جیسے سلم اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے اور نہین لاحق ہو سکتی اسکو اجازت بالاتفاق ۔ ومتولّی طرفی النکاح واحدٌ بایجابٍ یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب ہے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونو کا نکاح کر دیا تو یہہ ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اسمین موجود ہین اب اسکے بعد قبول جداگانہ کی کچہہ حاجت نہین فی خمس صُوَرٍ کان کان ولیّاً او وکیلاً من الجانبین او اصیلاً من جانبٍ ووکیلاً من آخر او ولیّاً من جانبٍ ووکیلاً من آخر کزوّجت بنتی من موکّلی ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صور تونمین منحصر ہے جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بہتیجے سے کر دیا یا ایک شخص وکیل ہو دونو طرف سے تو یون کہے کہ مینے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسرے کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس ذلک الواحد بفضولیٍ ولو من جانبٍ وان تکلّم بکلامین علی الراجح اذ قبوله غیر معتبرٍ شرعاً لما تقرّر ان الایجاب لا یتوقّف علی قبول غائبٍ بشرطیکہ یہہ شخص واحد جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ ہے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونو کلام بولے بنابر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پہر یون کہے کہ مین نے کریمہ کیطرف سے قبول کیا تو بہی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر ونکاح عبدٍ وامةٍ بغیر اذن السیّد موقوفٌ علی الاجازة کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہے میان کی اجازت پر جسطرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ ہے جو غیر کیواسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے

نہ وکیل تو یہہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہیں تو باطل ہوگیا **سیجیءُ فی البیوع توقف عقود کلہا اِن لہا مجیز حالۃَ العقدِ والاّ تبطل** عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اون عقود کا اجازت دینیوالا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین اوسکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین **ولابنِ العمِ ان یزوّجَ بنتَ عمہ الصغیرۃَ** اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھہ **فلو کبیرۃً فلا بُدَّ من الاستیذانِ حتّٰی لو تزوّجہا بلا استیذانٍ فسکتت او افصحت بالرضاء لا یجوزُ عندہما وقال ابو یوسف یجوزُ وکذا المولیٰ المعتِقُ والحاکمُ والسلطانُ جوہرہ یعنی بخلافِ الصغیرۃ کما مرّ فلیحرر** سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان سے یہانتک کہ اگر ابن عم نے اوس سے نکاح کرلیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کردی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظمؒ کے اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسیطرح مولی آزاد کرنیوالیکو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطے کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہہ سابق مذکور ہوچکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسِہ فیکونُ اصیلاً من جانبٍ وولیّاً من آخرَ** ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کیطرف سے **کالوکیلِ الذی وکّلتہ ان یزوّجہا من نفسِہ فانّ لہ ذٰلکَ فیکونُ اصیلاً من جانبٍ وکیلاً من آخرَ** جیسا کہ جائز ہی عورت کے وکیل کو کہ اوسکا نکاح کرلے اپنی ذات سے سو اوسکو یہہ نکاح کرلینا درست ہی تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے **بخلافِ ما لو وکّلتہ بتزویجہا من رجلٍ فزوّجہا من نفسہ لانّہا نصّبتہ مزوِّجاً لا متزوِّجاً** برخلاف اوسکے یہہ ہے کہ اگر عورت نے اوسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اوسکا نکاح اپنے ساتھہ کرلیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح دینیوالا قرار دیا نہ نکاح کرلینےوالا **ولو وکّلتہ ان یتصرّفَ فی امرہا وقالت لہ زوّجْ نفسی ممن شئتَ لم یصحّ تزویجُہا من نفسِہ کما فی الخانیۃ والاصلُ ان الوکیلَ معرّفٌ بالخطابِ فلا یدخلُ تحتَ النکرۃِ** یا وکیل کیا عورت نے اوسکو تصرف کرے اوسکے امر مین یا کہا اوس کہ میرا نکاح کردے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اوسکا نکاح کرلینا اپنی ذات سی کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیرمعین کے خلاصہ یہہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نکیا اور قاعدہ یہہ ہی کہ معین غیرمعین مین داخل نہین ہوتا **ولو اجازَ من لہ الاجازۃُ نکاحَ الفضولیِ بعدَ موتِہ صحّ لانّ الشرطَ قیامُ المعقودِ علیہ واحدِ العاقدینِ فقط بخلافِ اجازۃِ بیعِہ فانہ یُشترطُ قیامُ اربعۃِ اشیاءَ کما سیجیءُ** اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اوسکے مرنیکے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہی بخلاف اجازت بیع فضولی کی کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین ہے اسلئے کہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہی یعنی مبیع اور دونو عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فروع** یہہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی **الفضولیُ قبلَ الاجازۃِ لا یملکُ نقضَ النکاحِ بخلافِ البیعِ** فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنیکا بخلاف بیع کے کہ اوسکو توڑ سکتا ہی کیونکہ **شرطُ لزومِ عقدِ الوکیلِ موافقتُہ فی المہرِ المسمّٰی** شرط ہی واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نکرے **وحکمُ رسولٍ کوکیلٍ** اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہی مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نکی ہو **باب المہر**

باب

وَمِنْ اَسْمَائِهٖ الصَّدَاقُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّحْلَةُ وَالعَطِيَّةُ وَالعُقْرُ یعنی باب سے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہہ سب مہر کے نام ہین اور
اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی و فی استیلاد الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل و فی الاماء عشر قیمۃ
البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہے کہ بیبیون مین عقر مہر مثل ہے اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور
بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہے اَقَلُّهٗ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ لِحَدِيْثِ البيهقي وغيره لَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث
بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا
فی النہر وَرِوَايَةُ الْاَقَلِّ تُحْمَلُ عَلَى الْمُعَجَّلِ اور روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلا بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کیواسطے فرمایا کہ تو کچہ تلاش کر لا اگرچہ لوہیکی انگوٹہی ہو اور سنن ابوداود مین جابر رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بہر کر ستو یا کہجور کو دیا تو اوسنے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہیکی انگوٹہی اور اتنے ستو اور
کہجور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اسواسطیکہ عرب کی عادت یہہ تہی کہ مہر مین سے
کچہ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تہے اور یہہ مراد نہین کہ سواے انگوٹہی اور ستو کے اور کچہ مہر نتہا علاوہ اسکے حدیث جابر کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا
متعہ پر جائز نہین اور ایک شخص نہایت محتاج تہا چند سورتین قرآن مجید کی اوسکو یاد تہین انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکا نکاح ایک عورت سے کر دیا
اور فرمایا مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ کہ مین نے تجہکو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتہہ ہے اس سے یہہ نہین ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹہرایا
اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکہلانا شرط نہین کیا بلکہ مطلب یہہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہہ ہے کہ مہر اوسکا حضرت نے
خود ادا کیا ہوگا اسواسطیکہ محتاج مسلمین کے اخراجات کی حضرت خود کفیل ہوا کرتے تہے فِضَّةً وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيْلَ كَمَا فِي الزَّكٰوةِ چاندی کے دس درم
جو وزن مین سات مثقال کی برابر ہین چنانچہ بیان زکوۃ مین مذکور ہوچکا دس درم شرعی کے ساڑہے اکتیس ماشے ہوتے ہین جسکو ڈیڑہ ماشہ کم تین روپے
ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مَضْرُوْبَةً كَانَتْ اَوْ لَا وَلَوْ دَيْنًا اَوْ عَرَضًا قِيْمَتُهٗ عَشَرَةٌ وَقْتَ الْعَقْدِ اَمَّا فِيْ ضَمَانِهَا بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْءٍ فَيَوْمَ الْقَبْضِ
درم سکہ دار ہون یا بے سکہ جیسے چاندیکی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تہے اور اوسنے نکاح مین اونہین دس درم ہونکا
مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہون وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اوسکی قیمت کم ہوجاوے تو کچہ ضرر نہین لیکن
جنس کی قیمت کے ضامن ہونے مین بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دنکا اعتبار ہے مثلا عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس
درم تہی پہر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اوسکی بیس درم ہوگئی تہے سو طلاق دی اوسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہوگیا
تو عورت کو دس درم پہیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تہا لیکن جسدن عورت کے قبضہ مین آیا تو بیس کا تہا کذا فی حاشیۃ
المدنی نقلا عن المحیط وَتَجِبُ الْعَشَرَةُ اِنْ سَمَّاهَا اَوْ دُوْنَهَا وَيَجِبُ الْاَكْثَرُ مِنْهَا اِنْ سَمَّى الْاَكْثَرَ اور واجب ہین دس درم اگر دس کا نام لیا
یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلا مہر باندہا تو بہی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے
زیادہ کا نام رکہا کتنے ہی کیون نہون زیادہ مہر کی کچہ حد نہین وَيَتَأَكَّدُ عِنْدَ وَطْءٍ اَوْ خَلْوَةٍ صَحَّتْ مِنَ الزَّوْجِ اَوْ مَوْتِ اَحَدِهِمَا اور پورا
مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہوگئی زوج کیطرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے اَوْ تَزَوُّجِهٖ ثَانِيًا فِي الْعِدَّةِ
یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنیکے عدت مین صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پہر اوس سے نکاح کیا عدت مین پہر طلاق
دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق
سے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ رجعی مین نکاح دوسرا نہین اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی والمدنی اَوْ اِزَالَةِ بَكَارَتِهَا بِنَحْوِ حَجَرٍ بِخِلَافِ اِزَالَتِهَا بِدَفْعِهٖ فَاِنَّهٗ يَجِبُ النِّصْفُ بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْءٍ یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت

عورت کا پتھر وغیرہ سے عیب اوٹھکی یا کنگی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی
سے ولو دفع امرأۃ اجنبیۃ فعلی الاجنبی ایضًا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثًا اور اگر اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ
بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ
یہہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی قیمتہ خمسۃ کان لہا نصفہ درہمان
ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اوسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت
کے تو وہ چیز آدہی عورت کو ملیگی اور اڑہائی درم اور ملینگے آدہی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر
دس درم سے کم تہا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے اڑہائی درم اور عورت کو ملینگے تاکہ اقل مہر کامل ہوجاوے وعاد النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلمًا لہا وان کان مسلمًا لہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پہر
آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں مجرد طلاق ہونیسے جب کہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہوا اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے
قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کیطرف موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا ینفذ
عتقہ ای الزوج عبد المہر بعد الطلاق فیہما قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے
غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف
ہوئی تو جب ہون اوسکی آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لبقاء ملکہا اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا
رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہو تبکی بھی اگر اوسکو آزاد کر دے
تو بھی عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر
المنفصلۃ تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنیکے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی
کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنیکے یعنی عورت کو مثلا لونڈی مہر میں ملی پہر اوسکی لڑکی پیدا ہوئی پہر عورت مطلقہ
ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنیکے دن تھی اوسکی نصف قیمت عورت زوج کو دیویگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی
اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہیں ہوتی ووجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ
بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ الآخر بنتہ او اختہ مثلًا معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اوسکو کہتے ہیں کہ نکاح کر دے ایک مرد اپنی
بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جاوے تو دونوں نکاح
مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ لخلوہ عن المہر فاذا وجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارًا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار
کے مہر سے سو ہمنے اوسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اوسمیں مہر نہیں ہوتا پہر جب مہر مثل اوسمیں واجب
قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا
وفی خدمۃ زوج حر سنۃ للامہار بخدمۃ لحرۃ او امۃ لان فیہ قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کیخدمت میں ایک برس تک
یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کا خادم ہونا قلب موضوع ہے یعنی اولٹا معاملہ ہے یعنی لازم یون ہے
کہ زوجہ زوج کیخدمت کرے پہر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اوسمین واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے
کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزویجہا علی ان یخدم
سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے

زوج اوسکو مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اوسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیبؑ کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کرلیا اون سے کخدمته علی خلاف عبده او امته او عبد الغیر برضاء مولاه او حر آخر برضاه جیسے صحیح ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کری زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کری اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی خدمت کری لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ خدمت حر مین مفاسد بہت ہین جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال واجب ہی مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب نص قرانی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیئے قرآن شریف مین فرمایا کہ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالون سے اور تعلیم قرآن مال نہین اسواسطے تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا وباء اُزَوِّجُكَ بِمَا مَعَكَ من القرآن للسببیة او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی قول المتاخرین اور بی اُزَوِّجُكَ بما معک من القرآن کی واسطے سببیت یا تعلیل کے ہی یہہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث مین آیا ہی کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجک بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیری ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر ہوسکتا ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہہ دلیل اوسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بی کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا بلکہ سببیت او تعلیل کے معنی اسمین ہوسکتے ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونیکی یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ اول باب مین اس حدیث کا بیان ہوچکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہے سزاوار یہہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکی بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ متاخرین کا فتوے اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اوسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے کذا فی حاشیة المدنی ولها خدمته لو كان الزوج عبدا ماذونا فی ذلك اما الحر فخدمته لها حرام لما فيه من الاهانة والاذلال و كذا استخدامه نهر عن البدائع اور جائز ہی حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اوسکے مالک نے خدمت کرنیکی اجازت دی ہو یعنی اگر غلام با جازت اپنے مولے کی حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلا مہر ٹھہرا دی تو درست ہی اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت نہین لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے بدائع سے وكذا يجب مهر المثل فيما اذا لم يسم مهرا او نفى ان وطئ الزوج او مات احدهما اذا لم يتراضيا على شئ يصلح مهرا والا فذلك الشئ هو الواجب اور اسیطرح واجب ہی مہر مثل اوس صورتمین جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون سے ایک مرگیا ہو اوسوقت ہی جب دونون نہ راضی ہوگئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونیکی لیاقت رکہتی ہو اور اگر کسی چیز پر تراضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نرہی او سمى خمرا او خنزيرا او هذا الخل وهو خمر او هذا العبد وهو حر لتعذر التسليم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اور اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہے کہ مسلمان کے کام کے نہین او دابة او ثوبا او دارا ولم يبين جنسها لفحش الجهالة یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا اونکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ امتیاز نہین ہوسکتی لہذا ان صور تونمین مہر مثل واجب ہوگا ويجب متعة لمفوضة هي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطئ اور واجب ہے متعہ مفوضہ کیواسطے مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہوئی قبل وطی کے وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه اے

نصفِ مهرِ المثل لو الزوج غنیًا ولا تنقص عن خمسۃِ دراهم لو فقیرًا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر جو سر سے قدم تک زیادہ ہو اور ان تینوں کپڑوں کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے ویعتبر المتعۃ بحالھما کالنفقۃ بہ یُفتٰی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسیکا فتویٰ ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر دونوں محتاج ہیں تو واجب کرپاس متوسط ہے اور اگر دونوں غنی ہیں تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہے اور اگر ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو سوتی کا کپڑا متوسط واجب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواھا ای المفوضۃ الا من سمّی لھا مھرًا وطلقت قبل وطی فلا تستحب لھا بل للموطوءۃ سُمّی لھا مھر اولا فالمطلقات اربع اور مستحب ہے متعہ دینا سوای مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اوسکے واسطے متعہ مستحب نہیں بلکہ متعہ اوس عورت کو مستحب ہے جسکی وطی ہوئی اور اوسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتیں چار ٹھہریں ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اوسکو واسطے متعہ واجب ہے دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تہا اور وطی نہوئی تو اوسکو متعہ دینا مستحب نہیں تیسرے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اوسکا معین تہا تو ان دونوں کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والمحیط وما فرض بتراضیھما او بفرض قاضٍ مھرَ المثل بعدَ العقدِ الخالی عن المھر او زِیدَ علی ما سُمّی فانھا تلزمہ بشرط قبولھا فی المجلس او قبول ولیّ الصغیرۃ فی معرفۃِ قدرھا وبقاء الزوجیۃ علی الظاھر نھر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تہا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑہایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا یا اوسکے ولی نے سو یہہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہوجاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے ولی صغیرہ کے یہہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچہہ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہیں رہی وفی الکافی جدّد النکاح بزیادۃ الفٍ لزمہ الالفان علی الظاھر نھر اور کافی میں یوں ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اوسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے لازم ہوئے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وھبتہ مھرھا ثم اقر بکذا من المھر وقبلت صحّ وحُمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخش دیا پہر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہے اور یہہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ میں ہے اشبہ یعنی یہہ ہے کہ یہہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا ینصّف لاختصاص التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمّی پر اوسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی میں اسواسطے کہ مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدہا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف میں مفروض اوسی مہر کو کہتے ہیں جو عقد کیوقت مقرر ہوا نہ اوسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاول فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں یعنی مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر ثانی صورت میں یعنی زیادت علی المسمّی میں وصحّ حطّھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل اولا ویرتد بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اوسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پہر جاتی ہے پہیر دینے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کی بہی معاف کریگی تو معاف ہو جائیگا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرانا میں نہیں مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت میں نہ اسقاط کرے اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیٹتا جبتک تو مہر سے ابرا نکرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضوں نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپسمیں تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الدر

من البحر والخلوة مبتدأ خبره قوله لا الی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اوسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرطیکہ موانع سے ہو اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسّی کمرض لاحدھما یمنع الوطی وطبعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسّیة وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسّی مانند وطی کے ہے مانع حسّی وہ جو ہو اس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوجہ اور زوجہ مین تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسّی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کوئی مستقل مثال نہین ہے وشرعی کاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسّی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدة وصغر ولو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسّی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسّی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضی قرن کو غدہ غلیظہ کہتے ہین اور بعضے گوشت زائد کو کہتے ہین اور مانع حسّی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنی مثل تبوڑہ کے اور مانع حسّی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اوس حال کے ساتھ جماع کرنیکی وبلا وجود ثالث معھما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما یکون بینھما او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیة ان فی اللیل صحت لا فی النھار وکذا الاعمی فی الاصح وجاریة احدھما فلا یمنع بہ یفتی مبتغی وغیرہ مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نکرسکے جو دونون میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہے کہ اگر خلوت رات مین ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیحہ ہے اور دن مین خلوت صحیح نہین اسواسطیکہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہی ہوش مین آتا ہے اور ایساہی حال اندھے کا ہے قول اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈیکا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المبتغی بحر الرائق مین کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوکی جاریہ مانع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصة اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط مین کہا دونو کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطیکہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہوسکتا انتہی علی الخصوص وجہ کی جاریہ کی روبرو وطی کرنا کسیطرح حلال نہین اسواسطیکہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہہ ہے کہ اس قول سے عدول نکیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجیب ہے کہ امام اور صاحبین کی مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن مین داخل کیجیے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح کے نہین کذا فی حاشیة المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجة والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اوسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطیکہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطیکہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت مین مذکور ہو چکا وبقی منہ عدم صلاحیة المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لم یعرفھا اور باقی رہگیا مانع حسّی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری

جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہین اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہین وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیاً فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارہ اور قضا کا مانع نہین صحت خلوت کا قول اصح مین اسواسطے کہ ان روزون کے توڑنے مین کفارہ نہین اور مفاد اس تعلیل کا یہہ ہے کہ اگر صائم بہولکر کہا گیا پہر اوسنے باقی دن کا امساک کیا پہر عورت سے خلوت کی تو یہہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم مین گذری اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہین کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداءً وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادای رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے اپنی عورت سے کہ اگر مین تیرے ساتھہ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے پہر اوسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت سے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ مین ہے کہ اس طلاق مین عدت واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی

کالوطی فیما یجیٔ ولو کان الزوج مجبوباً او عنیناً او خصیاً او خنثیٰ ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام مین جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثیٰ ہو بشرطیکہ خنثیٰ کا حال قبل خلوت کے کہل گیا ہو یعنی مرد ہونا اوسکا ثابت ہوگیا ہو تب اوسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثیٰ کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اوسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثیٰ کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور جو خنثیٰ کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم اشباہ مین کہا ہے کہ اگر خنثیٰ کے باپ نے اوسکا نکاح مرد سے کیا پہر مرد نے اوس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی نکرسکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثیٰ کے باپ نے اوسکا نکاح عورت سے کیا پہر خنثیٰ نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہین تو اوسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثیٰ کے خلوت کرنا اوسکو جائز ہے اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثیٰ کا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے موقوف ہے پہر بعد بالغ ہونیکے اگر خنثیٰ مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ خنثیٰ کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہے شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے یہہ جواب اوس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثیٰ بعد بالغ ہونیکے جماع پر قادر نہوا تو اوسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہے بلوغ کیوقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر والخصیتین سے ہو مناسب یون تہا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہوجاتا ہے خلوت پر موقوف نہین و فی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہوجانے مین یعنی جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونو لازم ہوجاتے ہین والنفقۃ والسکنیٰ اور خلوت مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنیٰ لازم ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنیٰ تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اوسکے سوای چار

عورتون کے نکاح حرام ہو نہین اوسکی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اوسکو طلاق دیدی تو اوسکی عدت مین اوسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسیطرح سوای اوس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اوسکی عدت مین حرام ہے وَحُرمَةِ نکاحِ الاَمَةِ اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اوسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے وَمُرَاعَاةِ وَقتِ الطَلاقِ فِی حَقِّهَا اور خلوت مانند وطی کے ہے وقت طلاق کے رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنی جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وَکَذَا فِی وُقُوعِ طَلاقٍ بَائِنٍ آخَرَ عَلَی المُختَارِ اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہے دوسری طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی بحکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھلے وَلایَکُونُ کَالوَطیِ فِی حَقِّ بَقِیَّةِ الاَحکَامِ کَالغُسلِ نہین ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ نہین وَالاِحصَانِ اور نہین ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والیکی وَحُرمَةِ البَنَاتِ اور نہین ہے خلوت مانند وطی کے بیٹیونکی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اوس عورت کی بیٹی حرام نہین وَحِلِّهَا لِلاَوَّلِ اور نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کیواسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اوسکو حلال نہین ہوتی وَالرَّجعَةِ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنی وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق دینے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہوجاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَالمِیرَاثِ اور نہین خلوت مانند وطی کی درحق میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وَتَزوِیجِهَا کَالاَبکَارِ عَلَی المُختَارِ وَغَیرِ ذٰلِکَ کَمَا نَظَمَهُ صَاحِبُ النَّهرِ فَقَالَ اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہے بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اوسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوای اسکی اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ وَخَلوَةُ الزَّوجِ مِثلُ الوَطیِ فِی صُوَرٍ ؛ وَغَیرُهُ وَهٰذَا العَقدُ یُحتَصَرُ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتون مین اور مغائر ہے وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیونکی لڑی ہے احکام خلوت کی تحصیل ہے ؎ تَکمِیلُ مَهرٍ وَاِعدَادٌ کَذَا نَسَبٌ ؛ اِنفَاقُ سُکنٰی وَمَنعُ الاُختِ مُعتَبَرُ خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین معتبر ہے یہہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ہے ؎ وَاَربَعٌ وَکَذَا قَالُوا الاِمَاءُ وَلَقَد ؛ رَاعَوا زَمَانَ فِرَاقٍ فِیهِ تَرجِیحٌ اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اوسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علمانے لونڈیون کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علمانے زمانہ فراق کی جسمین خصوصیت کرنا ہے یعنی طہر کے وقت طلاق دینا چاہئے ترجیح مین ؎ وَاَوقَعُوا فِیهِ تَطلِیقًا اِذَا لَحِقَا ؛ وَقِیلَ لَا وَالصَّوَابُ الاَوَّلُ القِیلُ اور واقع کی ہے علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست پہلاہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ؎ وَالمُغَایِرُ فَالاِحصَانُ یَا اَمَلِی ؛ وَرَجعَةٌ وَکَذَا التَّورِیثُ مَعقُولُ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہے وطی کی اول اونمین سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسیطرح وراثت معقول ہے ؎ سُقُوطُ وَطیٍ وَاِحلَالٌ لَهَا وَکَذَا ؛ تَحرِیمُ بِنتٍ نِکَاحُ البِکرِ مَعذُولٌ اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اوسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنیکا

حق سے اور احلال زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا
بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اوس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ مبذول سے
یعنی باکرہ کیطرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی میں اوسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کی مانند کذا الکفی والتکفیر ما فسد
عبادة وكذا بالغسل تكميل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نکرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق
ہوئی اور اگر مدت مذکور میں وطی کی تو اوسکو فئی کہتے ہیں یعنی ... رہنی کیطرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے
خلوت سے اور ... کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور ... وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسیطرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف
فاسد نہیں ہوتے ... وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی اون مسائل کی جنمین خلوت مانند
وطی کے نہیں ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها لانكارها سقوط نصف المهر وان انكرت
الوطء اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ میں ... زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دے بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب
منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر ... عورت منکر ہو وطی کی تو بھی اوسیکا قول معتبر ہوگا اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمكنه في الخلوة فان بكرا
صحت والا لا لان البكر انما توطأ كرها كذا في حاشية الطحطاوي وقرره المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر
زوجہ باکرہ ہی تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی
ہے طحطاوی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ولو قال ان خلوت بك فانت طالق فخلا بها طلقت بائنا
لوجود الشرط ووجب نصف المهر ولا عدة عليها بزازية اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے
پھر خلوت کی زوجہ سے تو اوسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیہ
یہ جب عدت نہوئی ... اور ... بھی ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتجب العدة في الكل اى
كل انواع الخلوة ... احتياطا لما اسے استحسانا لتوهم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل میں یعنی کل اقسام خلوت میں اگرچہ
خلوت فاسدہ ... واجب ہی احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے
مشغول ہوگیا ... خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہوچکا لیکن مصنف نے بیان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہوجاوے
کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو میں عدت واجب ہی چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے
وقيل قائله القدوري واختاره التمرتاشي وقاضيخان ان كان المانع شرعيا كصوم تجب العدة وان كان حقيقيا كصغر و
... لا تجب والمذهب الاول لانه نص محمد قاله المصنف اور کہا گیا ہی اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہی اسکو
تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہی اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا
یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہے قول ہی یعنی ہر صورت عدت واجب ہی خلوت صحیح ہو یا نہو اسکی
تصریح کردی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح میں کہا ہے وفي المجتبى الموت ايضا كالوطء في حق العدة
والمهر فقط حتى لو ماتت الام قبل دخوله بها حلت بنتها اور مجتبی میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہی عدت کے حق میں اور مہر میں فقط
یہانتک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اوسکی بیٹی حلال ہوگی اسکے زوج پر قبضت الف المهر فوهبته له وطلقت قبل وطء رجع عليها
بنصفه لعدم تعيين النقود في العقود ... زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کئے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل
وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیرے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا

مہر لیلیا تہا تو آدہا مہر زوجہ کو پہیر دینا چاہئے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اوسکا اعتبار نہین ہے اسطور کہ جو مستحق الاسترداد تہا وہ بعینہ زوج کو نہین پہنچا
بلکہ غیر مستحق پہنچا بسبب متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلاً ایکمردنے عورت سے نکاح دس درم پر کیا اور اوسکے پاس موجود تہے کیا مہر مرد کو اختیار ہے کہ ان
درمون کو اپنے پاس رکھے اور اونکی مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین معتبر نہین وان لم تقبضه او
قبضت نصفه فوهبت الكل فی العبود فی الاولی او ما بقی وهو النصف فی الثانية او وهبت عرض المهر كثوب معين او فی الذمة
قبل القبض او بعده لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نکیا یا نصف پر قبضہ کیا پہر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورتمین یعنی عدم
قبض مین یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورتمین یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنیمین یا مہر نقد نہتا بلکہ جنس تہی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو
ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسیکے ذمہ پر قرض تہا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا یا بعد قبضہ کرنے کے پہر طلاق ہوئی
عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون صورتونمین نصف مہر کا پہیر لینا زوجہ سے نہین پہنچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ اوسکو پہنچ
ہوکر نكحها بألف على ان لا يخرجها من البلد او لا يتزوج عليها او نكحها على ألف ان اقام بها وعلى ألفين ان اخرجها فان
وفى بما شرطه فی الصورة الاولى واقام بها فی الثانية فلها الالف لرضاها بها فههنا صورتان الاولى تسمية المهر مع ذكر
شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير والا يوف ولم يقم فمهر المثل لفوت رضاها بفوت النفع
نکاح کیا عورت سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نکریگا یا نکاح کیا
عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہے عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اوسکے شہر سے باہر لیجاوے اگر زوج نے شرط کو
پورا کیا پہلی صورت مین یعنی شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نکیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم ملینگے
بسبب راضی ہوجانے عورت کی تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو نفع دیتی ہے دوسری
یہہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اوسکے سوا دوسری تقدیر پر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نکی یا نکاح کیا یا
اقامت شہر کی نکی دوسری صورتمین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطہ نہ راضی ہونے عورت کی مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے نفع کے
المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا دو ہزار سے
شرط ہوئی تہی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اوسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچہزار تہے تو دو ہی ہزار ملینگے
تو ہزار سے کم نہ دئیے جاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تہا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقها
قبل الدخول تنصف المسمى فی المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو
آدہا مہر مسمی پایا جائیگا دونو مسئلون مین بسبب ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونو شرطین صحیح ہین یعنی
پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اوسکو باہر لے گیا کذا فی حاشیة المدنی بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة
وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت
سے ہزار پر اگر بدصورت ہوا اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہہ دونو شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت
کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اوسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونو
شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اوسکا وجود اور عدم دونو محتمل ہین تو ایسی شرط صحیح نہین بخلاف ما لو ردد
فی المهر بين القلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر ولا ينقص عن الاقل

فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہو تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلا ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلا دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلا ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدھا ثیبا لزمہ الکل درر وصححہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اوسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کیواسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجھا علی ھذا العبد او ھذا الالف او الالفین او علی ھذا العبد او ھذا العبد او علی احد ھذین او احدھما او کس حکم القاضی مھر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلھا الارفع او مثل الاوکس او دونہ فلھا الاوکس والا فمھر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد جنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور ان دو چیز مین ایک کم قیمت ہو اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والی کی برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اوس سے بھی کمتر تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل لانھا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے وقت تسمیہ کیوقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے [illegible] رئیں نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ مثل سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہے [illegible]

ولو تزوجھا علی فرس او عبد او ثوب ھروی او فراش بیت او عدد معلوم من الابل فالواجب الوسط فی کل جنس لہ وسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر یا مثلا ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی مین یا قیمت متوسط کی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اوسکی قیمت دے وکل مالم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اوسمین اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اوسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اوسمین عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اوسکی قیمت لے وکذا الحکم وھو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ھو عند الفقھاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ھو المقول علی کثیرین متفقین فیھا اور ایسا ہی حکم ہے یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے مین جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اوسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اوسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونو پر صادق آتا ہے اور دونو کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلا مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اوسکو کہتے ہین جو کثیر متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجھول الجنس کثوب ودابۃ لا تہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اوس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونو پر شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر اون دونو مین باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور مین بڑا اختلاف ہے بعضے

حلال بعضو حرام بعضے سواری کے لائق ہین بعضو نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر مین نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت مین مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانہ مین حبشی غلام ہے ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانہ مین
سندہی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر مین صاحب بحر الرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنے سیاہ غرضکہ
اعلی اور ادنے اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانہ کی مختلف ہے جو جس ملک مین ہو وہین کے رواج کا اعتبار ہے وان تزوجہا علی
العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب
المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونون کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک
غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اوس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اوس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو
تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلا اگر غلام سات درم کا تہا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ
کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبدا ورجحہ الکمال کما لو استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسف کے
عورت کو قیمت حر کی ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اونمین حر نکلا تو عورت اوس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لیگی
اسطرح کہ حر کے درصورت غلام ہونیکی جو قیمت ہو سکتی وہی قیمت زوج سے طلب کریگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلامون
مین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حر ہونیمین بھی اوسکو قیمت ملیگی ویجب مہر المثل فی نکاح
فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ ہے جسمین کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو جیسا کہ گواہ نہون یعنی بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہین فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنون سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا
پانچوین عورت سے چوتھے عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین اسواسطے کہ یہ صحت نکاح کی شرط
شرط نہین بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر مثل
بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہے اوسطرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے
وطی عورت کی یعنی نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہو سکتی
بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم
بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم
ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اوسکی مقدار مجہول اور
نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو مہر نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمے سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے
بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اوسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم
پورے کئے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ
المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح خروجا من المعصیۃ
فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے
اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کیواسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا

پہر اوسکو قائم رکہنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہی تو ماتن کو لازم تہا بجاے لکل واحد علی کل واحد بولتا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہیں جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا ملکہ واجب ہی قاضی پر جدائی کردینا درمیان دونوں کے یعنی اگر زوجین فسخ نکرین تو قاضی پر تفریق واجب ہی ویجب العدۃ بعد الوطی للطلاق لا للموت اور واجب ہے نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہی عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد مین بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہی تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑدینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوی کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بہی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وھی ستۃ اشھر من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہین فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشھر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشھر لا یثبت ھذا قول محمد وبہ یفتی پہر اگر ہو وقت وطی سے پیدایش تک کمتر مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سی نہو اسطرح کہ جنی لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوے ہی اسواسطیکہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونیکے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اوسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النھر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احدی وعشرین ونظم منھا العشرۃ اللتی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے کہ ابتداء مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ اکیس ذکر کیے ہین اور انہین سے وہ دس نظم کیئے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے وفاسد من العقود عشر ❊ اجارۃ وحکم ھذا الاجر ❊ وجوب ادنی المثل او مسمی ❊ او کلہ مع فقد ذا المسمی اور عقود فاسدہ دس ہین ایک انہین سے اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اوسکا یہی وجوب اجرت کا اسطرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنی اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھہ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شرط صحت اجارہ کی نہون ہے والواجب الاکثر فی الکتابۃ ❊ من الذی سماہ او من قیمۃ اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سی زائد ہی وہ واجب ہی ہے وفی النکاح المثل ان یکن دخل ❊ وخارج البذر لمالک اجمل اور نکاح فاسد مین مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہی کہیت مین وہ بیج کی مالک کی ہی پہر اگر بیج زمین والیکا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والیکو اجرت زمین کی ہی ہے والصلح والرھن لکل نقضہ ❊ امانۃ کالصحیح حکمہ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہی توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھہ مین امانت ہی اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھہ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ہے ثم الھبۃ مضمونۃ یوم قبض ❊ وفی بیعہ لعبد اقترض پہر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہی موہوب لہ پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والیکو اور اوسوقت مین اوسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ہے مضاربۃ وحکمھا الامانہ ❊ والمثل فی البیع والا القیمۃ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہی مضارب کے ہاتھہ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہے تو مثل معقوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان ہے اور آگے ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے

زیادہ تر تصریح کرنا یہاں ضرور نہوا ولِلحُرَّةِ مهرُ مِثلِها الشرعی مهرُ مثلِها اللغوی ای مهرُ امرأةٍ تُماثِلُها یعنی حرہ کا مہر مثل شرعی وہ ہے جو اوسکا مثل
لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع مین اوسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قومِ ابیها لا امِّها ان لم تکن من قومِه کبنتِ عمِّه
وہ عورت برابر والی اس عورت کی باپ کی قوم سے ہو نہ اوسکی ماں کی قوم سے اگر اوسکی ماں اوسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر ماں بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے
اوسکے چچا کی بیٹی تو ماں کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ میں ہے کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے نہ ماں کی قوم کا وفی الخلاصة
یُعتبر باخواتِها وعمّاتِها فان لم تکن فبنتُ الشقیقةِ وبنتُ العمِّ انتهی ومفادُه اعتبارُ الترتیب فلیُحفظ اور خلاصہ میں ہے کہ مہر مثل
مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہون گی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول خلاصہ کا یہہ ہے
کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والی درجہ بدرجہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتُعتبر المماثلةُ فی
الاوصافِ وقتَ العقدِ سِنًّا وجمالًا ومالًا وبلدًا وعصرًا وعقلًا ودینًا وبکارةً وثیوبةً وعفّةً وعلمًا وادبًا وکمالَ خُلُقٍ وعدمَ ولدٍ
اور معتبر ہے برابری اس عورت کی باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے مین
اور ہم عصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوے مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا
ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کی برابر نہین اور مالدار مفلس کی برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی
دوسرے شہر والی کی برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کی برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ
غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور جاہلہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین
اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین ویُعتبر حالُ الزوجِ ایضًا ذکره الکمالُ قال ومهرُ الامةِ بقدرِ الرغبةِ فیها اور معتبر ہے حال زوج کا
بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کی برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہے اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہے
لونڈی کا مہر مثل بقدر اوسکی خواہش کے ہے یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنیوالا کہانتک مہر دیسکتا ہے وہی اوسکا مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکے باپ
کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہے جہان نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اوس چیز کا تسمیہ ہو
جو شرعًا حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ مین جو مہر مثل لازم آتا ہے تو مراد اوس سے یہہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ
وہان مہر مثل سے مراد عقر ہے عقر اسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اوس عورت کی کیا اجرت ہوتی اوسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا
فی حاشیةِ المدنی ویُشترط فیه ای فی ثبوتِ مهرِ المثل بما ذکر اخبارُ رجلَینِ او رجلٍ وامرأتَینِ ولفظُ الشهادةِ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل مین شاہدونکا بیان مذکورہ امر کی خبر
دینا دو عادل مردونکا یا ایک مرد اور دو عورتونکا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنی فقط خبر بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم یوجد شهودٌ
عدولٌ فالقولُ للزوجِ بیمینِه وما فی المحیطِ من ان للقاضی فرضَ المهرِ حمله فی النهرِ علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین
گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھہ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین ہے کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو
اسکو نہر الفائق مین اوس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہون فان لم یوجد من قبیلةِ ابیها فمن الاجانب
ای فمن قبیلةٍ تُماثلُ قبیلةَ ابیها سو اگر نہ پائی جاوین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کی باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار
ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اوسکی باپ کی قوم سے ہو تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا کذا فی شرح مجمع اور برجندی مین ہے
کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو صورتون مین جمع
ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیة المدنی فان لم یوجد فالقولُ له ای للزوجِ فی ذلک بیمینِه کما مرّ پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی
نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ عنقریب گذرا وصحّ ضمانُ الولیِّ مهرَها ولو المرأةُ صغیرةً

ولو صاحبا فإنه سفير لكن بشرط صحته فلو في مرض موته وهو وارثه لم يصح ولا صح من الثلث وقبول المرأة او غيرها في مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اور اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اوسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر اور معبّر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اوسپر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان مشروط بصحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولیکا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہیں ہے ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث ترکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اوسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولیکی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اوسکا ولی قبول کرے تب اوسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ايّاً شاءت من زوجها البالغ او الولي الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادّى رجع على الزوج ان امر كما هو حكم الكفالة پہر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پہیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہی ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پہیر لینا نہیں پہنچتا ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغني فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه اور مطالبہ نہوگا باپ سے اوسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اوسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہر کا اوس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوّجه امرأة الا اذا ضمنه على المعتمد كما في النفقة فانه لا يؤاخذ بها الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشهد على الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کردیا ہو اوسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کردینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اوسکو پہیر لینا بیٹے سے نہیں پہنچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کرلیا ہو پہیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونیکے وقت تو البتہ پہیر لے سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لها منعه من الوطء ودواعيه شرح مجمع والسفر بها ولو بعد وطء او خلوة رضيتهما لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي جائز ہی عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اوسکے دواعی سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اوس وطی یا خلوت کے بعد جو اوسکی رضامندی سے ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کیواسطے وطی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہی اگرچہ اوسکی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اوسکو منع کرنیکا حق ثابت ہی اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جداجدا مہر لازم ہی تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بيّن تعجيله من المهر كلاً او بعضاً او اخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفاً به يفتى لان المعروف كالمشروط ان لم يؤجّل او يعجّل كله فكما شرطا لان الصريح يفوق الدلالة لا له عورت کو جائز ہی روک دینا وطی کا واسطے لینے اوس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہی کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اوسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہی اوس جیسی عورت کو عرف مین اسیکا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہی رواج کا اعتبار ہی اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونو نے شرط کیا یعنی مہر موجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہنچتا اور معجل مین پہنچتا ہے مشروط مروج پر اسواسطے مقدم ہوا کہ صریح فائق ہی دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہی بخلاف صاحب منظومہ کے کہ اوس نے اپنے فتاوی مین عدم صحت مذکور کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فيجب حالاً غاية الا التاجيل لطلاق او موت فيصح للعرف بزازیہ مہر موجل مین عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر اوس وقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کے جیسے مہر کی مدت مقرر کی ہو زوج کی

شائستگی تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہین تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہو حالانکہ اسمین بھی جہالت فاحشہ ہی کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہین مگر صحیح ہو بسبب رواج کے کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم مین عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہوگئی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا ہی مروج ہی بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہی کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجّل کلّہ وبہ یفتی استحسانًا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ عورت کو منع وطی کا حق ہی اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوگئی ہو اور اسیکا فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنی حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے کہ مہر بدلہ ہی استمتاع کا خلاصہ مین ہی کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہی اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہی بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوّجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجّل اربعین لہا منعہا حتی تقبضہ اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کریگا تو عورت کو جائز ہی منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہی عورت کیواسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے تو بیحاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارت کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جبتک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسیکا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسیکا قرض عورت پر ہو تو اوسکو نکلنا درست ہی زوج کی اجازت ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہرسال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے انکے سوا یعنی سوای قرض اور زیارت والدین اور محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوای ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہون گے والمعتمد جواز الحمّام بلا تزیین اشباہ وسیجیء فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرایش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوین گے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی وہان بھی شرط یہی کہ آرایش اور سنگار نکری بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اوسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین باب حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے اونکو حمام کہتے ہین تو مرد اوسمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اوسمین جانے دو سوای مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی سفرہا بہا بعد اداء کلّہ موجّلا ومعجّلا اذا کان مامونا علیہا والا یؤدّ کلّہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجاوے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مہر موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو عورت کیطرف سے یعنی سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نکیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسیکو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ

لیکن نہر الفائق مین ہے جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنی مصر مین وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور سپر زبردستی کر کے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول مین ہی کہ فتوی وہ مفتی جو اسکی نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور نیز عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانیکا فتوی دیوے والا نہ لیجانیکا فتوی دیوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلها فیما دون مدۃ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ بقریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ تمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ فی الکافی قال وعلیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنی تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانو کی طرف لیجاوے خواہ گانو سے شہر مین لاوے اور ایک گانو سے دوسرے گانو مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہے فتاوی تاتارخانیہ مین گانو کی یعنی ایسی گانو تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات آنے سے پہلے اپنی وطن تک اور کافی مین اسکو مطلق رکھا ہی یون کہکر کہ اسی پر فتوی ہے وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل ثبت وان حلف یجب مہر المثل اور اگر خلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اسطرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تہا اور دوسرے نے کہا نہین اور حالانکہ دونو گواہ لانے سے عاجز ہین تو قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اوسکی دعوی سے زیادہ نہ دیا جاویگا مثلا عورت نے کہا تہا کہ مہر مسمی ہزار تہا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایکہزار روپیہ پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تہا تو مہر مثل اوسکی دعوی سے کم نکیا جاویگا مثلا مہر مثل ایکہزار تہا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہی تو وہی ہزار اوس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا من البدائع وفی المہر یحلف اجماعا اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اونہون نے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اوسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھہ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وایہما اقام بینتہ قبلت سواء شہد لہ مہر المثل اولہا اولا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنی شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونو کا شاہد نہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھہ اعتبار نہین وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شہد لہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونو نے گواہ قائم کئے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے کہ گواہ مقرر ہوئے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اوسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا اور اگر مہر مثل دونو کے مابین ہو تو دونو سے قسم لیجاوے مثلا عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایکہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسیکی موافق نہوا بلکہ دونو کے درمیان مین پڑا تو دونو پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے ایکہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونو نے قسم کہائی یا دونو گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونو کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہوسکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نور دعواہ اور اگر دونو مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اوسکے گواہ اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا وفی الطلاق قبل الوطی یحکم متعۃ المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اوسیکی قول کا اعتبار

ہوگا قسم کیساتھہ بشرطیکہ مہر مسمّٰی دین ہو جیسے درہم یا دینار اور اگر مہر مسمّٰی عین ہو یعنی شئی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تہا
اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورتمین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر
وایّ اقام بیّنۃ قُبِلَت اور دونوں مین سے جو گواہ لاویگا تو اوسکی گواہ مقبول ہوگی فَاِنْ اَقَامَا فبیّنتہا اولیٰ اِنْ شہد متعہ لہ المتعۃ وبینتہ
اِنْ شہدت لہا سو اگر دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولیٰ ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولیٰ ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے
اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین وَاِنْ کَانَت المتعۃُ بینہما تحالفا وَاِنْ حلفا وجبَ متعۃُ المثل اور اگر متعہ مثل دونوں کے مابین میں
واقع ہو یعنی نصف دعویٰ زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعویٰ زوجہ سے کم ہو تو دونوں سے قسم لیجاویگی اور اگر دونو نے قسم کہائی تو متعہ مثل کا وجب ہوگا
وموتُ اَحدِہما کحیوتہما فی الحکم اصلاً وقدراً العدم سقوطہ بموتِ اَحدِہما اور دونوں میں سے کسیکا مرنا اونکے زندہ ہونیکی برابر ہی حکم مین خواہ اختلاف
اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعدَ موتِہما ففی القدرِ القولُ لورثتِہ اور اگر دونو کے مرجانیکے بعد اختلاف
ہو وارثوں مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے وَفی الاختلافِ فی اصلِہ القولُ لِمنکرِ التسمیۃِ اور اصل مہر کے
اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثوں کا اسواسطے کہ اگر عورت کی وارث تسمیہ کے منکر ہوں تو اونکا حق ساقط ہوتا ہی لم یقضِ
بشیءٍ مالم یبرہن علی التسمیۃِ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچہہ حکم نکیا جاویگا جبتک کہ گواہ نہ قائم کیجاوینگے تسمیہ
یعنی بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہی کہ اوسکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے
مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اوس صورت مین ہی جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور
زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلاً عن البحر وقالا یقضی بمہرِ المثلِ کحالِ الحیوۃِ وبہ یُفتیٰ اور کہا
صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین
اداء مہر پر یا زوجہ کے اقرار پر یا اوسکی وارثوں کے اقرار پر کہ ہم مہر پاچکی تو اس صورتمین مہر مثل کے اعتبار کی کچہہ حاجت نہین وہذا کلہ اذا لم تسلّم
نفسہا اور یہہ سب اوس صورتمین ہی جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا
ایک کی حیات مین یا دونو کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین درصورت عدم تسلیم ہے فان سلّمتْ ووقعَ الاختلافُ فی الحالینِ الحیوۃِ وبعدَہا
لایُحکمُ بمہرِ المثلِ لانہا لاتُسلّم نفسہا الا بعدَ تعجیلِ شیءٍ عادۃً پہر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال
مین یعنی زندگی مین اور بعد اوسکی تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچہہ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے
اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہہ اوس صورتمین ہے جہان عادت ہو تعجیل مہر کی اور جہان کل مہر
کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونو برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن القاسمیۃ بل یُقالُ لہا
لابدّ ان تُقِرّی بما تعجّلتِ والاقضینا علیکِ بالمتعارفِ تعجیلہ ثم یُعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادّعی الزوجُ ایصالَ شیءٍ
الیہا بل یُقال عورت سے یا اوسکی وارثوں سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجکو مہر معجل پانیکا اقرار کرنا ہوگا ورنہیں تو ہم تجہپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا
چنانچہ مصر مین دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہی پہر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہہ
اوسوقت ہی جب زوج نے کچہہ عورت کو دینے کا دعویٰ کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اوسوقت ہوگا جب زوج کچہہ اداکرنیکا مدعی
ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے
منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان کے نزدیک یہہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وَلو بعثَ الی امرأتہ
شیئاً ولم یذکر جہتہ عندَ الدفعِ غیرَ جہۃِ المہرِ کقولہ لِشمعٍ او حِنّاءٍ ثم قال انّہ من المہرِ لم یُقبل قنیہ لو قوعہ ہدیۃً فلا ینقلبُ

مهرًا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغائر موجبت مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نکیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلا یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر مین تھی تو اوسکا قول مقبول نہو گا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اوسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فقالت هو ای المبعوث هدیۃ وقال هو من المهر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول له بیمینه والبینة لها سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین سے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ مقدم ہون گے فان حلف والمبعوث قائم فلها ان تردہ وترجع بباقی المهر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہے تو عورت کو اختیار ہی کہ اوسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاہ عاریۃ فلها ان تسترد العوض من جنسه زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کیطرف اور عوض مین عورت نے بھیجا زوج کیطرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اوسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہی تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق مین نہیں اور فتاوی عالمگیری مین یون ہے کان للمراۃ ان تسترد منه ما عوضته علیه کذا فی حاشیۃ الدر فی غیر المهیأ للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما یبقی شهرا اخی زادہ اختلاف زوجین مین زوج کا قول معتبر ہوگا اوسمین جو کہانے کیواسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لها بیمینها فی المهیأ له کخبز ولحم مشوی لان الظاهر یکذبه ولذا قال الفقیه المختار انه یصدق فیما لا یجب علیه کخف وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انه کسوۃ لان الظاهر معه اور قول زوجہ کا معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اوسمین جو کہانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کہانیکی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کو جھٹلاتا ہی یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر مین نہین دیتا اور اسیواسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہہ ہی کہ زوج کی تصدیق اوسمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا نہ اوسمین تصدیق ہوگی جو اوسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جبتک زوج نے اسکا دعوی نکیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہی اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورتمین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث للمهر یسترد عینه قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمته هالکا لانه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایکمرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کیطرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نکیا تو جو چیز مہر کیواسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اوسکو پھیر لے نہ اوسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اوسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث هدیۃ وهو قائم دون الهالک والمستهلک لان فیه معنی الهبة اور اسیطرح اوسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کہالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اوسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انه ای المبعوث من المهر وقال هو ودیعة فان کان من جنس المهر فالقول لها وان کان من خلافه فالقول له بشهادۃ الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے جیسے مہر تہا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونو صورتون مین ظاہر حال دونو کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان کان دفع لها وان اکلت معه فلا مطلقا بحر عن العمادیه خرچ کیا ایکمرد نے غیر کی معتدہ پر اس

شرط سے کہ نکاح کریگا اوس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اوس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہین خواہ دونو ساتھ کھاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے
انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہونچتا ہی اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نکیا ہو کذا فی البحر عن العاریہ و
فیه عن المبتغی جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به وبه یفتی
او ربحر الرائق مین مبتغی سے منقول ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اوسکے قبضہ مین کر دیا تو اوسکو پھیر لینا اوس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر
بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ تملیک
بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین وکذا لو اشتراه
لها فی صغرها ولوالجیه اور اسیطرح استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیہ اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ
باپ کا قبضہ قائممقام صغیرہ کے قبضہ کے ہی والحیلة ان یشهد عند التسلیم الیها انه انما سلمه عاریة اور حیلہ استرداد کا یہہ ہی کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے
جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتریه منها ثم تبرئه درر اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد مین
یہہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة
زوجہ کے لوگون نے کچھہ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلا بھائی نے بدون لئے رخصت نکیا تو زوج اوسکو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہہ رشوت ہی جهز ابنته ثم
ادعى ان ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك او قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعده عارية فالمعتمد
ان القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا لا عارية جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اوسکو تو عاریت
ھی دیا ہی اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہی یا زوج نے یہی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اوسکے وارثون نے اوسکے مرنیکے بعد کہا کہ عاریت
ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموما اسیکا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان كان مشتركا كمصر
والشام فالقول للاب كما لو كان اكثر مما يجهز به مثلها اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد
ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اوس سے جو اوس جیسی عورت کو ملا کرتا ہی یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا ہو سوای رواج کی زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا
والام کالاب فی تجهیزها وکذا ولی الصغیرة شرح وهبانیه اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز مین اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ
یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النهر
تبعا لقاضیخان ان الاب ان كان من الاشراف لم يقبل قوله انه عارية اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق مین قاضی خان کی پیروی سے یہہ کہ اگر باپ
اشراف مین سے ہے تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہی ولو كفنت فی تجهیزها لابنتها اشیاء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وكان
ساكتا وزفت الى الزوج فليس للاب ان يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھہ چیزین دین باپ کے
اسباب سے اوسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہنچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اوس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جهازها ما هو معتاد والاب ساكت لا تضمن
الام وهما من المسائل السبع والثلاثين بل الثمان والاربعين على ما فی زواهر الجواهر التی السكوت فيها كالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز مین اوسقدر جسکی عادت ہی اور باپ ساکت ہے تو ماں پر ضمان نہین اور یہہ دونو مسئلے اون سینتیس ۳۷ بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین
سکوت بمنزلہ نطق کے ہی کذا فی زواہر الجواہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت اليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الاب بالنقد قنية
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کیطرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہہ حکم اوس صورت
مخصوص سے ہے جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھہ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھہ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھہ زوجہ کا تو ایسی

صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا چاہیے اوسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ چاہیے کذا فی حاشیۃ الدر اقول من البحر فما فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ لہ اور بحر الرائق مین یہہ مضمون زیادہ نقل کیا ہے مبتغی سے مگر جب زوج جہیز کا مطالبہ سے مدت تک خاموش رہا اوسکو نزاع کرنا نہین چاہیے اسواسطے کہ زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہے رضامندی کی لکن فی النھر عن البزازیۃ الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہہ قول ہے کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیر لے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہہ تصحیح مخالف ہے عرف کے اسواسطے کہ لوگون مین قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ وعار ہے اور مال کا اکثر نکاح مین مقصود ہونا بھی مطلق الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ ثمۃ بمیتۃ او بلا مھر بان سکتا عنہ او نفیاہ والحال ان ذا جائز عندھم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنھا فلا مھر لھا ولو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکھم وما یدینون ذمی نے نکاح کیا ذمیہ سے یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے ساکت رہے یا دونون نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہہ اونکے نزدیک جائز ہے پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑ کر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور متعہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے چھوڑنے پر اور اونکے دین کے چھوڑنے پر یعنی اونکے دین اور اعتقاد پر اونکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے اونپر جاری کرنیکا حکم نہین اسیواسطے اونکو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین چاہیے وثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقھم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوھما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اونکے حق مین ثابت ہون گے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہہ احکام اوسوقت اونپر جاری ہون گے جب اونکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان نکحھا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدھما قبل القبض فلھا ذلک وتخلل الخمر وتسیب الخنزیر ولو طلقھا قبل الدخول فلھا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اونمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور دیگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور چھوڑ دیوے سور کو اور بہتر یہہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملیگا ولھا فی غیر العین قیمۃ الخمر ومھر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور مہر مثل سور مین ملیگا یعنی سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہے جیسے اوسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی تو گویا سور لیا

فروع مسائل لمحق تابع کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مھر الا فی مسئلتین صبی نکح بالغۃ بلا اذن ولیھا وبائع امۃ وطیھا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین سوا ملک یمین کے خالی نہین حد یا مہر سے مگر دو صورت مین نہ حد ہے نہ مہر ایک مسئلہ یہہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین تو اس صورت مین نہ حد ہے نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہے نہ مہر ہے اور کم ہوجائیگی اوس ثمن سے وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی اگر ازالہ بکارت عیب ہوا تو اوتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی تدافعت جاریۃ مع اخری فازالت بکارتھا لزمھا مھر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اوسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اون پر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولاب الصغیرۃ المطالبۃ

بالمهر وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کما بزازی میں ہے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی اگر زوج اور باپ میں اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں تو یہاں صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتوں کو دکھلاوے اگر عورتیں کہیں کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لم یلزمه طلبها سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اوسکی طلب و تلاش لازم نہیں اس واسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہیں کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح میں ہو اور بھاگ جا(ئے) تو زوج پر تلاش لازم ہے اس واسطے کہ اسکے گم ہونے میں زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخذها حبس الی ان یاتی بها او یعلم موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اوسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المهر مهر السر وقيل العلانية مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایک ہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری مرتبہ لوگوں میں دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت میں مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل بمراجعتها جو مہر کہ مؤجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہیں مؤجل ہوتا پھر عورت کیطرف مراجعت کرنے سے ولو وهبته المهر علی ان یتزوجها فابى فالمهر باق نکحها او لا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اوس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ میں تجھسے نکاح نکرونگا جب تک تو اپنا مہر معاف نکریگی سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی در صورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے میں مہر اس واسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہیں ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لاحد ووکلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اوسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا ثم وهبته للزوج لم یصح وهذه حیلة من یرید ان یهب ولا یصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے بھی حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اس واسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہوگیا اور یہ حوالہ کرنیکا حیلہ اوس شخص کیواسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

هو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اوس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اوس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامة ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازة المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اگر رد کیا تو باطل ہوگیا مکاتب وہ غلام ہے جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپیہ مثلاً کہیں سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف میں رہی اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا فلا مهر ما لم یدخل فیجب المهر المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس شکل میں مہر نہیں جب تک وطی نہوا اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اس واسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہیں اور مولی پر اس واسطے مہر لازم نہوگا کہ اوسکی بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من له ولایة تزویج الامة کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتول پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسیطرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہ اختیار نہیں کہ اپنے غلام سے اوسکا نکاح کر دیں اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی ہی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسیطرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح جو ان کے متولی کے اختیار ہے واما العبد فلا یملك تزویجها من نیلك

باب نکاح الرقیق

اعتاقه اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہین سوائے اوسکے جو مالک ہے اوسکی آزاد کرنیکا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باب وغیرہ
جو سابق مین مذکور ہو چکی وہ نکاح عبد کے مالک نہین کذا فی الدرر فان نکحوا باذن فالمهر والنفقة علیهم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب
منه سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ اونپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ
کیطرف سے ہوا ویسقطان بموتهم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہے مہر اور نفقہ غلامون کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقہ اوسکی
بیع کا مقام نرہا وبیع القن فیهما اور بیچا جائیگا قن نفقہ اور مہر مین یعنی مالک قن کا اسکو بیچ کر نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی
بیع کرے لا یباع غیرہ کالمکاتب بل یسعی نہین بیچا جائیگا سوای قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کر ادائی جاویگی
پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ مین صرف ہوگا ولو مات مولاہ لزمه جملة ان قدر نهر وقنیه اور اگر مدبر کا مولی مرگیا
تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اوسکو مقدور ہوا اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار رہوگا کذا فی النهر والقنیه لکنه یباع فی النفقة مرارا ان
تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ مین باربار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہو گیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادای نفقہ کے
بیچا جائیگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائیگا وعلی ہذا القیاس وفی المهر مرة ویطالب بالباقی بعد عتقه الا اذا باعه
منها خانیه اور بیچا جائیگا قن مہر مین ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونے کے مگر اوس صورت مین باقی مہر کا
مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اوسکی زوجہ کے ہاتھہ بیچا کذا فی الخانیہ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام
کو ادای مہر کیواسطے اوسی عورت کے ہاتھہ نوسو درم کو بیچا بمجرد ہونے بیع کے نکاح ٹوٹ گیا تو نوسو درم عورت مہر مین لیگی اور ایک سو درم جو باقی
رہا تھا سو ساقط ہو گیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولی امته من عبدہ لا یجب المهر فی الاصح ولوالجیه قال البزازی
بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن الامة ماذونة مدیونة فان کانت یجب ایضا لانه یثبت لها ثم ینتقل للمولی نهر اور اگر نکاح
کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذا فی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاویگا اور وجوب اور عدم
وجوب کا اختلاف وہان سے جب کہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہو اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اوس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا
ادای مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لئے بعد اسکی اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھرتا ہے مولی کیطرف کذا فی النهر اور یہان تو لونڈی
قرضدار ہے تو اوسکی مہر سے اول اوسکا قرض ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیة
المدنی فلو باعه سیدہ بعد ما زوجه امرأة فالمهر برقبته یدور معه اینما دار کدین الاستهلاک پھر اگر غلام کو اوسکے مالک نے بیچا
بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اوس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پھریگا مہر جہان غلام پھریگا یعنی غلام اگرچہ دس جگہ بکے اور کسی مالک
کے پاس ہو مہر عورت کا اوسپر بار رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کرے تو اوسکو دین دینے مین بیچا جائیگا اگرچہ ایک دو بار
بکچکا ہو لکن للمرأة فسخ البیع لو بالمهر علیه لانه دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینے کا اگر مہر غلام
پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوئی کذا فی منح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور اوسکا مالک اوسکی بیع کرے
تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور اوسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسیطرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو
اوسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکھنے مین اختیار ہے وقوله لعبد طلقها رجعیة اجازة للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام
سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقها او فارقها لانه یستعمل
للمتارکة فحمل علیه لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفضولی اور یون کہنا مالک کا کہ اوسکو طلاق دیدے یا اوسکو چھوڑ دے تو نکاح موقوف کی
اجازت نہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے مین بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہہ دونو لفظ اجازت اور رد دونون مین محتمل ہین اسواسطے عدم نکاح

پر محمول رکھا یہانتک کہ اگر مولی بعد سُننے ان لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بہی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے نکاح کر دیا پہر جب اوس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اوس نے کہا کہ اوسکو طلاق دی تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دیسکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اوسکو طلاق کا اختیار نہین وَاِذنُهٗ لِعَبدِهٖ فی النِکاحِ یَنتظِمُ جائِزَهٗ وَفاسِدَهٗ فَیُباعُ العَبدُ لِمَهرِ مَن نَکَحَها فاسِدًا بَعدَ اِذنِهٖ فَوَطِیَها خِلافًا لَهُما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اوس عورت کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پہر اوس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونیکے اوسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَو نَوَی المَولَی الصَّحیحَ فَقَط تَقَیَّدَ بِهٖ کَما لَو نَصَّ عَلَیهِ وَلَو نَصَّ عَلَی الفاسِدِ صَحَّ وَصَحَّ الصَّحیحُ اَیضًا نَهرٌ اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کردے اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر وَلَو نَکَحَها ثانِیًا صَحیحًا اَو نَکَحَ اُخرٰی بَعدَها صَحیحًا وُقِفَ عَلَی الاِجازَةِ لِانتِهاءِ الاِذنِ بِمَرَّةٍ وَاِن نَوٰی مِرارًا اور اگر مطلق اذن دیا تہا تو اوس نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پہر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولے نے چندبار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا وَلَو نَوٰی مَرَّتَینِ صَحَّ لِاَنَّهُما کُلُّ نِکاحِ العَبدِ اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دوبار دو عورتون سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہہ نیت دوبار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین وَکَذا التَّوکیلُ بِالنِّکاحِ اور اسیطرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کردے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنیکا اختیار نہین بِخِلافِ التَّوکیلِ بِهٖ فَاِنَّهٗ لا یَتَناوَلُ الفاسِدَ فَلا یَنتَهی بِهٖ یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی اسی قول کا فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنیسے اوسکی وکالت بھی منقطع نہوئی تو اگر اوسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا وَالوَکیلُ بِنِکاحٍ فاسِدٍ لا یَملِکُ الصَّحیحَ بِخِلافِ البَیعِ اِبنُ مَلَکٍ اور نکاح فاسد کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنیکا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی وَفی الاَشباهِ فی قاعِدَةِ الاَصلُ فی الکَلامِ الحَقیقَةُ الاِذنُ فی النِّکاحِ وَالبَیعِ وَالتَّوکیلُ بِالبَیعِ یَتَناوَلُ الفاسِدَ وَبِالنِّکاحِ لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونو کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونو کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہین وَالیَمینُ عَلَی نِکاحٍ وَصَلوٰةٍ وَصَومٍ وَحَجٍّ وَبَیعٍ اِن کانَت عَلَی الماضی تَناوَلَهٗ وَاِن عَلَی المُستَقبَلِ لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوا صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کہائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے اور اگر قسم کہائی کہ مین نکاح نکرون گا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کہائی کہ مین نے نماز نہین پڑہی اور حج نہین کیا یا بیع نہین کی تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کہائی کہ مین نماز نہ پڑہون گا یا حج نکرونگا یا بیع نکرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع صحیح سے وَلَو زَوَّجَ عَبدًا لَهٗ ماذونًا مَدیونًا صَحَّ وَساوَتِ المَرأَةُ غُرَماءَهٗ فی مَهرِ مِثلِها وَالاَقَلِّ وَالزّائِدُ عَلَیهِ تُطالِبُ بِهٖ بَعدَ استیفاءِ الغُرَماءِ اور اگر نکاح کیا مولے نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل میں:

اور کمتر ہیں یعنی جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ پاوے گی مہر مثل میں اور کمتر میں اسیجو مہر کہ زائد ہی مہر مثل سے اور اوا
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانیکے بعد کدین الصحة مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص
قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا کما مر اگر
مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہیگا چنانچہ یہہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی نے غلام کا
نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اوسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت
نوسو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیہ

ولو زوج بنته مکاتبه ثم مات لا یفسد النکاح لانها لم تملک المکاتب بموت ابیها الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للملک
اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مر گیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے
مگر جب کہ عاجز ہوا اداکرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا تو اسوقت میں نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے ولو زوج امة
او ام ولد لا یجب علیه تبوئتها وان شرطها فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرانا لونڈی کا
زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ
بسبب دینے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوئی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اسکا جواب عبارت سے
آگے نکل میں دیا امّا لو شرط للزوج حریة الاولاد فانه صح وعتق کل من ولدته فی هذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی
اعتباره هو معنی تعلیق الحریة بالولادة فیصح ومقتضاه انه لو باعها او مات عنها قبل الوضع فلا حریة لیکن اگر شرط کرے
زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح میں جنیگی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی
کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر حقیقت میں آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح
میں اولاد جنیگی تو وہ سب حر ہیں تو یہہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمین کچھہ اختیار
باقی نہ رہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اوسمین تعلیق کے معنی نہین ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مولی نے اوس لونڈی کو
بیچا یا اوسکو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اوسوقت کہ تعلیق کرنیوالا زندہ
ہوا اور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینة له حلف المولی لنفیه اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد
کی شرط کا اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقة ولا سکنی لها الا بان یدفعها الیه ولا یستخدمها لیکن
نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہہ طریق ہے کہ مولی اوسکو اوسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اوس سے خدمت نہ لیوے وتخدم
المولی ویطأها الزوج ان ظفر بها فارغة عن خدمة المولی ویکفی فی تسلیمها قوله متی ظفرت بها وطئتها نهر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اوسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یون کہنا اوسکے زوج سے
کہ جب اوسکو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوّأها ثم رجع عنها صح رجوعه لبقاء حقه وسقطت النفقة سو اگر مولی نے شب باشی
کی اجازت دی پھر اوس سے رجوع کی تو اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ
نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمته ای السید بعد التبوئة بلا استخدامه او استخدمها نهارا واعادها لبیت
الزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبوئة اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اوس سے
دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اوسکو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وله ای للمولی التکفل بها

ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریہ اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اوسکا زوج منع کرے کذا فی الظہیریہ ولہ اجبار رقیقہ و
امتہ ولو ام ولد اور مولی کو اختیار ہے اپنے غلام اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنیکا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کامل ہے تو اوسکو نکاح
مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مکروہ ہے کہ نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب
فلو ولدت لاقل من نصف حول فھو ابن المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبرا بلکہ
مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اوسکا نکاح کردے تو استبرا مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھہ مہینے سے کمتر مین جنے
وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہوجائیگا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہہ مسئلہ
بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبہ ومکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین
الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنیکا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونو راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ
کا اون دونو کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونو صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھہ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا
نکاح اونکی اجازت پر موقوف رہا یہانتک کہ اگر دونو صغیر بھی ہون گے تو بھی انکا نکاح اونکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ
کی برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان
لم یکن عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیر نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف
ہوکر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہو سوای مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اونکا موقوف ہوگا اور
اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بھائی یا چچا ہوگا تو اوسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا
نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اوسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب وہی نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ ہوتا ہے اور یہہ مسئلہ
عجیب ہے کہ لڑکا جبتک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونیکے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر ناقص تھی تب اوسپر اختیار نتھا اور بعد
آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعدم نفوذ النکاح علیہ اور اگر عاجز
ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادای بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ یہ اسواسطے کہ اب اوسپر تصرف اور زیر باری نکاح کے
مولی پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تہا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اوسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھہ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی
کی اجازت چاہیے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اوسوقت مین مکاتب پر تہا نہ مولی پر اور جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اسکی
کمائی بھی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرأ حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل
یعمل العجائب وبحث الکمال ھنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اوسکو باطل کر دیا اور
دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹہیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون اوسکی رضا کے کر دیا تو وہ
نکاح موقوف تہا اوسکی اجازت پر پہر جب مکاتبہ ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت سے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اوسکی وطی حلال ہوئی
اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو ساقط کیا الا نکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اوسکے
نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونیکے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے حرے
کو بسبب حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اوسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بطور دور معقول
ہوگیا دلیل کی بھی صنعت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اوس سے ثابت ہوتے ہین کذا فی حاشیۃ الدر ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطء لم

خطاءً فتح وهو مكلف فلو صبيا لم يسقط على الراجح ذكره المصنف سقط المهر لمنعه البدل كحرة ارتدت ولو صغيرة ش اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اوسکے زوج پر بسبب روکنے مولیٰ کے عوض کو یعنی مہر عوض ہے وطی کا پھر جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کسو جہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہے اوسکے مرتد ہونیسے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کیطرف سے لا لو فعلت ذلك القتل امرأة ولو امة على الصحيح خانية بنفسها او قتلها وارثها او ارتدت الامة او قبلت ابن زوجها كما رجحه فى النهر اذ لا تفويت من المولى نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اوسکے وارث نے اوسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اوسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق مین اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصور نہین یعنی مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اوسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتون مین مہر نہین ساقط ہوتا او فعله بعدها اى الوطى لتقرره به یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہوجانے مہر کے وطی سے ولو فعل بعبده او مكاتبته او ماذونته المديونة لم يسقط اتفاقا ش اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتون مین مولی نہین جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن فى العزل وهو الانزال خارج الفرج لمولى الامة لا لها لان الولد حقه وهو يفيد التقييد بالبالغة وكذا الحرة نهر ش اور اذن دینا عزل مین عزل خارج شرمگاہ کو انزال کو کہتے ہین اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے وہ یہہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہوکر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل مین اجازت دینا مولی کے اختیار مین ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہئے یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اوسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی مین اجازت مولی کی حاجت نہین اسواسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہین ہوتا جو عزل سے مولی کا حق تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہئے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اوسکا شوہر اوس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہین کذا فی النهر ويعزل عن الحرة وكذا المكاتبة نهر بحثا باذنها اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق مین ہے باعتبار بحث کے لكن فى الخانية انه يباح فى زماننا لفساد الزمان قال الكمال فليعتبر عذرا مسقطا لاذنها لیکن خانیہ مین ہے کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانہ مین بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت مین اکثر لڑکے اطاعت نہین کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہین تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہئے وقالوا يباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن زوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کی ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہرچند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہین جیسے لڑکا عورت کا دودہ پیتا ہو اور اوسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہین تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت مین ہے کہ مین نہین کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اوسپر تاوان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعذر اسقاط مین کیونکر گناہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امته بغير اذنها بلا كراهية فان ظهر بها حبل حل نفيه ان لم يعد قبل البول اور عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اوسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اوسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اوسکی نفی کرنا درست ہے یعنی یون کہنا کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولے نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر

بدون پیشاب کیے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی کی یہہ ہے کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کیوقت شاید کچھہ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہہ ہے کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہیے کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وخُیِّرَتْ اَمَۃٌ ولو امّ ولدٍ ومکاتبۃٌ ولو حکما کمعتقۃِ البعض عَتَقَت تحت حرٍّ او عبدٍ ولو کان النکاحُ برضاھا دفعا لزیادۃِ الملکِ علیھا بطلقۃٍ ثالثۃٍ نکاح باقی رکھنے یا رکھنے مین مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو مثلا نصف آزاد ہو یا ربع کچھہ اختیار اوسوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اوسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اوسکو اختیار ہے تا کہ دفع ہو زیادتی ملک کی اوس پر بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھوٹتی تو حرہ پر بہ نسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارع نے اوسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فَاِنِ اختارَتْ نفسَہا فلا مَھرَ لھا او زَوْجَھا فالمَھرُ لسیِّدِھا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اوسکا کچھہ مہر نہین اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اوسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اوسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اوسکے مولی کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اوسوقت مولی ہی کی ملک تھی و لو صغیرۃً تاخّر لبلوغھا ولیس لھا خیارُ البلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اوسکی آزادی کا اختیار اوسکے بالغ ہونے تک متاخر ہوگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونیکے کچھہ اعتبار نہین اور نہین ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا معنی خیار [illegible] ہے چنانچہ باب الولا مین مذکور ہوگا او کانَتْ لامۃ عندَ النکاحِ حُرّۃً ثمّ صارَتْ امۃً بان ارتدّا ولحقا بدار الحرب [illegible] خُیِّرت عندَ الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اوسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کیوقت حرہ تھی پھر [illegible] زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونو دار الحرب مین جا رہے پھر وہان سے دونو قید ہو آئے دار الاسلام مین پھر عورت آزاد ہوئی تو [illegible] کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمدؒ کے کذا فی المبسوط والجہلُ بھذا الخیارِ خیارِ العتق عذرٌ فلو لم تعلم بہ [illegible] فعلمت ففسخت صحّ الا اذا قضی باللحاق ولیس ھذا بحکمٍ بل فتوی کافی اور بعلی اس خیار عتق کی عذر ہے [illegible] لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم ہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اوسکو آزاد کیا اور اوسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اوسکا شوہر دونو مرتد ہوگئے اور دار الحرب مین جا [illegible] پھر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہوکر خود آئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ دار الحرب مین [illegible] نکاح فسخ کیا تو یہہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنیکے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اوسکے حق مین لحوق کفار کا حکم دیا [illegible] فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہے بلکہ فتوی ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہے کہ تمنے دار الحرب کے ملنے والون مین بھی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام شرعیہ منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہہ حکم نہین بلکہ فتوی ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقّفُ علی القضاءِ ولا یبطلُ بسکوتٍ ولا یثبتُ لغلامٍ ویقتصرُ علی مجلسٍ کخیارِ مُخیَّرۃٍ بخلافِ خیارِ البلوغ فی الکلّ ثمانیہ اور نہین موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اوسکو خیار عتق حاصل نہین اور منحصر ہے یہہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اوٹھہ گئی خیار باطل ہوگیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جسکے زوج نے اوس سے کہا کہ تجھکو مینے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اوٹھہ گئی تو اختیار اوسکا باطل ہوگیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچون حکم

مین مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الکافیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک ممتد نہین ہوتا
اور اُسمین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین مفصل مذکور ہو چکا نکح عبدٌ بلا اذنٍ فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام
نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اوسکو سو مشتری نے اوسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول
غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اوسکی اجازت کی کچھ حاجت نرہی وکذا الحکم لامۃ ولا خیار لھا
لکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادۃ الملک اور یہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اوسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور
یہان نکاح فسخ کرنیکا اختیار نہین لونڈی کا بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۃ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقتربا بان
زوجھا فضولی و اعتقھا فضولی و اجازھما المولی اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی سلنیہا ہو بایطرح
کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اوسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونو یعنی نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ
عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اوس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل
الزوج والا لم ینفذ لان عدتھا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اوس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر
آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنیسے یا اوسکی موت سے نکاح ام ولد کا اوسوقت نافذ ہوگا اگر اوسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے
وطی نکی تو اوسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کرچکا تو مولی کی عدت
معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمھر المسمی لہ ای المولی او بعدہ فلھا لمقابلتہ منفعۃ ملکھا سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزاد ہونیکے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اوسکی ملک کی منفعت سے یعنی جب لونڈی
آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے منفعت کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امۃ ابنہ فولدت فلو
لم تلد لزمہ عقرھا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وھو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی
الی الدعوۃ اور جسنے وطی کی اپنی بیٹی کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اوسنے حرام کام کیا اور
جسنے اوسکو زانی کہا اوسپر حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اوس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹی کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک وبیعھا لاخیہ مثلا لا یضر نھر بحثا اور مثلا بیچ ڈالنا
لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے
کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور وہان جنی تو بقائے ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کی دونو بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولدہ
لاستنادہ الملک لوقت العلوق تو بیٹی کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب ثابت ہونے ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت
کیوقت کیونکہ حدیث مین آیا ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اوسکی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت
سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی اوسکی ام ولد ہو گئی وعلیہ قیمتھا ولو فقیرا العصوی حاجۃ بقاء نسلہ عن بقاء نفسہ
ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لیتسری بھا اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کے حمل رہنے
کے وقت سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بنسبت بقاء نفس کے اور اسیواسطے حلال ہے باپ کو حاجت کیوقت طعام بیٹے کا نہ وطی اوسکی
لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اوسکو حرم بنا دے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ قیمت فقیر باپ پر
کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقاء نسل مین مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام کھاوے تو اوسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا

کہ طعام مین بقاء نفس ہے اور حفظ منی مین بقاء نسل ہے اور بقاء نفس عظم ہے بقاء نسل سے تو دونو برابر ہوئے اسواسطے حفظ منی مین قیمت واجب ہوئی نہ طعام مین لا عُقرُهَا وقیمةُ ولدِهَا مالم تکن مشترکۃً فیجب حصۃُ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اوسکا مہر مثل اور نہ قیمت اوسکے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وھذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان شریکین قُدِّمَ الابُ والا فالابن اور یہہ حکم مسائل سابقہ کا اوسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پہر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھہ دعوی مین یعنی باپ نے کہا یہہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونو شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپکا دعوی مقدم ہوگا وجہ اسکی اپنے حصہ مین ملک حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونو شریک نہون تو اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسری یہہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورتین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی ولدَ امِّ ولدِہ المنفیِّ او مدبرتِہ او مکاتبتِہ شُرِطَ تصدیقُ الابنِ اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کی ولد منفی کا یا اوسکی مدبرہ کے ولد کا یا اوسکی مکاتبہ کی ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پہر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کرلیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کی ولد کی نفی نکی تو الحاق اوسکا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہین وجدُّ صحیحٌ کابٍ بعد زوالِ ولایتِہ بموتٍ وکفرٍ وجنونٍ ورقٍّ فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو ولا یکون کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اوسکی یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوتُ ولایتہ من حین الوطیِ الی الدعوۃ اور صحت دعوی مین شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت مین پہر مثلا باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہوگا ۱۰

ولو تزوّجہا ولو فاسدًا ابوہ ولو بلا ولایۃ فولدت لم تصر امّ ولدہ لتلقیہ من نکاحٍ اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب مین اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت مین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تہا پہر لونڈی جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہین ہوتی ویجب المہرُ لا القیمۃُ وولدُہا حرٌّ لملکِ اخیہ لہ اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوسکا بہائی اوسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملک امتہ لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونیسے ام ولد نہو تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کردے خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے پہر اوس لونڈی سے نکاح کرلے تو جب یہہ لونڈی جنیگی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطیٔ حرۃٌ امۃَ ابیہا او امرأتِہ او والدِہ او جدِّہ فولدت وادعاہ لا یثبت النسبُ الا بتصدیقِ المولی فلو کذبہ ثم ملکَ الجاریۃَ وقتًا ما ثبت النسبُ ویجیٔ فی الاستیلادِ اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پہر وہ جنی اور وطی کرنیوالے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یون کہے کہ یہہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہہ لڑکا اوسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اوسکی تکذیب کی پہر مدعی لونڈیکا مالک ہوگیا عمر بہر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حرۃٌ متن فائدۃ برقیقٍ قالت لمولی زوجہا الحرّ المکلّف اعتقہ عنی بالفٍ او زادت و رطلٍ من خمرٍ اذ الفاسد ہنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاءً کانہ قال بعتہ منکِ واعتقتہ عنکِ حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنی زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کردے اسکو میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یون کہا کہ بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اوسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان یعنی احتمال سقوط قبض مین مانند صحیح کے ہے پہر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکو آزاد کردیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضای کلام

کے گویا مولی نے کہا کہ مین نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا اوسکو مین نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہین ہوتی پھر جب اوسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لو قال کذالک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اوسکو آزاد کیا تو عتق مامور کیطرف سے یعنی مولے کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنی اس صورتمین فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کیجانب سے ہوگی تو یہ بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمنا منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ مین نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف ویسقط المھر اور ولاء حرہ منکوحہ کیواسطے ہے اور اوسپر ہزار درم لازم ہون گے اور مہر اوسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولاء حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ ولاء حق ہے آزاد کرنیوالی کا ولاء اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اوسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنیوالا اوسکے مال کا مالک ہوگا ونیقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنیکو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولاء مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے

باب نکاح الکافر

یشمل المشرک والکتابی یہہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وھھنا ثلث اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فھو صحیح بین اھل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی وامرأتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین بر خلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالے نے ابولہب کی جورو فرمایا تو سمجھا اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہے اور اوسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تہا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شھود یجوز فی حقھم اذا اعتقدوہ عندالامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جب کہ وہ اوسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم کے اور ثابت رکھے جاوینگے اوسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اونکی نکاحون کو دوبارہ نہکیا اور نہ استفسار فرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تہا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اونکی حق مین ویسا نکاح صحیح تہا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسد والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اوس نکاح والیکے اگر اوسکو کوئی زانی کہیگا تو اوس پر حد ماری جاویگی واجمعوا انھم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور وہ مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اوس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اوسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہوتا کا ذکرہ ابن ملک وراثت

باب نکاح الکافر

بیان نکاح کفار

زوجین کے خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونو اجنبی ہین اَسلَمَ المتزوجان بِلا سماعِ شہودٍ او فی عدۃ کافرٍ معتقدین ذٰلک اُقِرّا علیہ لانا اُمرنا بترکھم
وما یعتقدون اسلام لائی زوج اور زوجہ جنہون نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونو حالت کفر مین اسکو معتقد تھے یعنی
نکاح بلاشہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اوسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اونکو ترک پر اور اونکی معتقدات کے ترک پر دونو
مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونو نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم
احد المحرمین او ترافعا الینا وھما علی الکفر فرّق القاضی الذی حکّماہ بینھما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدھما لا یفرق لبقاء حق الاٰخر
بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ اور اگر دونو نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونو
نے مسلمان نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرادیگا دونو کے درمیان مین قاضی یا حکم اونہون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافر
مین سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونیکے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی پست نہین ہو سکتا
الا اذا طلقھا ثلثا وطلبت التفریق فانہ یفرق بینھما اجماعا کما لو خالعھا ثم اقام معھا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم
او تزوجھا قبل زوج آخر وقد طلقھا ثلثا فانہ فی ھٰذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا للزیلعی والحاوی من اشتراط
المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونو مین بالاتفاق
اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اوسکے ساتھ قائم
رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اوسکو طلاق دیچکا تھا تین بار سو ان
تینون مسئلون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اونمین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے واذا اسلم
احد الزوجین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الاٰخر فان اسلم فبھا والا بان ابی او سکت فرّق بینھما ولو کان
الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر لان الاصل ان کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء
اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دونو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اس سے
کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اوسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کرگیا یا ساکت رہا تو دونو
مین جدائی کرادی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اوسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب اوسکو
ادیان کا تعقل ہوا اور بعضون نے سات برس مقرر کئے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اوسکی زوجہ صبیہ ہے
باتمیز تو اوس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت
اسکی یہ ہے کہ جسکا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اوسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کیوقت تو فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا
تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نھایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ
فایھما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البھنسی عن روضۃ
العلماء للزاھدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین
بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماباپ پر جو اونمین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اوسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اوسکا باپ یا
ما نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کیطرف سے ایک وصی کو پھر اوسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اوس نے زاہدی کے
روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وھی مجوسیۃ فتھودت او تنصرت بقی نکاحھا کما لو کانت فی الابتداء کذٰلک لانھا
کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اوسکا نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلی سے یہودیہ یا

نصرانیہ ہو تو نکاح نہ رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہے
والتفریق بینهما طلاق ینقص العدد لو آبی لا لو آبت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونو مین طلاق بائن ہے کہ کم
کرتا ہے عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اوس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نرہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ لونڈی ہے تو ایک
طلاق کا مالک رہیگا تفریق اوسوقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین اسواسطے کہ طلاق عورتون
کیجانب سے نہین ہوتی وإباء المميّز وأحد أبوي المجنون طلاق في الاصح وهي من أغرب المسائل حيث يقع الطلاق من صغير ومجنون
زیلعی وفیہ نظر اذ الطلاق من القاضی وهو علیهما لا منهما فلیسا باهل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ماں یا باپ کا
طلاق ہے قول اصح مین اور یہہ مسئلہ نہایت عجیب و غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کیطرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی
کے کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ اونکے اختیار سے تو وہ
دونو طلاق ڈالنیکے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنیکے اہل مین پھر جب طلاق اونکی طرف سے نہوئی تو اسمین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورثت قريبه فانه يعتق عليه ولو قال ان
جننت فانت طالق فجن لم يقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار فدخلها مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا
تو آزاد ہو جائیگا تو یہہ آزادی شارع کیطرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور اسیطرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن
تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا
تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اوسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق ہے پھر گھر مین مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورتمین ایقاع تہا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہہ
کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا
کذا فی حاشیة المدنی ولو اسلم احدهما ای احد المجوسیین او امرأة الكتابي ثمة اي في دار الحرب وملحق بها كالبحر الملح لم تبن حتى تحيض
ثلثا او تمضي ثلثة اشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها اور اگر اسلام لائی دو
مجوسی مرد او عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہو گئی وہان یعنی دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریای شور تو عورت نکاح سے جدا
نہوگی یہانتک کہ تین بار اوسکو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونیکے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنی گذرجانا عدت کا
بجای سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونو دار الاسلام مین نہوئی ایک اونمین سے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے
دوسرے پر عرض اسلام نہین ہو سکتا کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہہ مدت عدت نہین ہے
اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الكتابية ولو مآلا كما مر فهي له اور اگر مسلمان ہو گیا کتابیہ
عورت کا شوہر تو وہ عورت اوسیکی ہوگی یعنی جدائی دونو مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ
یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہو گئی ہو چنانچہ سابق مین اسکا ذکر ہو چکا والمرأة تبين بتباين الدارين حقيقة وحكما اور عورت جدا ہو جاتی
ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہہ کہ دونو شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلا زوج دار الاسلام
مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہہ کہ مثلا دار الحرب کا رہنیوالا دار الاسلام مین پھر جانیکے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے
وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو اوسکی زوجہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکما اپنے ملک مین ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہیگا تو
دونو مین جدائی ہو جاویگی لا بالسبي نہین چھوٹتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانیکے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک
نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدهما الينا مسلما او ذميا او اسلم او صار ذمية في دارنا او اخرج مسبيا

وادخل دارنا بانت تباین الدارین اذ اهل الحرب کالموتیٰ ولا نکاح بین حی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا تھا لاگیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مُردون کی مانند مین اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اوسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سُبِیا او خرجا الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونو نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونو نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونو ذمی ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونو دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمۃ ثم اخرجہا قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اوس سے کرچکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اوسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پھر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ الدرر ومن هاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ حائلا بانت بلا عدۃ فیحل تزوجها اما الحامل فحتی تضع لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر دران حالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اوسپر عدت واجب نہوئی تو فورا اوس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اوس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین از انکہ طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرها لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب محکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرها النصف لو سمی والمتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اوسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ الدرر ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منها قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوا مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اوسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھے اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ الدرر ولو ماتت فی العدۃ ورثها زوجها المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اوسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصرح فی التجنیس بتعزیرها خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچھتر کوڑون سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک

نہایت تعزیر زیادہ کرے ستانوے کوڑے ہین حاوی مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی و الدر و تجبر علی
الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرًا لها بمهرٍ یسیرٍ کدینارٍ وعلیه الفتوی ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جبر کی کیواسطے
تہوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کردے عورت خوش ہو یا ناخوش
اور اگر زوج اوسکی نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اوسپر جبر نہین اور مرد سے نکاح اوسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اوس صورت مین ہے جب عورت
ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور
مہر بڑہانیکو واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اوسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہئے اور ہر قاضی اوسکا نکاح جدید کردے تہوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ الدرر
وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتها زجرًا وتیسیرًا لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النهر والافتاء بهذا اولی من الافتاء بما
فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنیکا عورت کے مرتد ہونیسے عورت کی جہڑکی کیواسطے تاکہ شوہر پر اوسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کیواسطے
جہان قاضی اور حاکم نہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پہر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت
کے فتوی سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منهن من موجبات الردۃ مکررًا فی کل یوم لم یتوقف فی
الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلها انها بالردۃ تسترق وتکون فیئًا للمسلمین
عند ابی حنیفۃ ویشتریها الزوج من الامام او یصرفها الیه لو مصرفًا ولو استولی علیها الزوج بعد الردۃ ملکها وله بیعها ما
لم تکن ولدت منه فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہماری زمانہ کی عورتون کے احوال کو اور جو
اون سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر روز مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور مشروح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونیکے لونڈی بنائی جاتی
ہے اور مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اوسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اوسکو اپنے صرف
مین لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اوسکو اوسکا بیچ ڈالنا درست ہے جب تک عورت جنی نہو
زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی الله عنه هجم علی نائحة فضربها
بالدرۃ حتی سقط خمارها فقیل له یا امیر المؤمنین قد سقط خمارها فقال انها لا حرمة لها ومن هنا قال الفقیه ابو بکر البلخی حین مر
بنساءٍ علی شط نهرٍ کاشفات الرؤس والذراع فقیل له کیف تمر فقال لا حرمة لهن انما الشك فی ایمانهن کانهن حربیات اور نقل
کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی الله عنه دفعۃ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پہر اوسکو درہ سے مارا یہانتک کہ اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو
لوگون نے اون سے کہا کہ یا امیر المؤمنین اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کہولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت
اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بہی کر دیتی ہے اور اس جگہہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے کہا جب کہ وہ گذرے عورتون پر
جو نہر کے کنارہ پر سر اور ہاتہہ کہولے تہین تو اون سے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکہکر انکے پاس ہوکر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچہہ عزت اور
حرمت نہین انکی تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو انکے سر اور ہاتہہ واجب الستر نہین م یہہ
نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وبقی النکاح ان ارتدا معًا بان لم یُعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانًا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتہہ ہی
مرتد ہو جاوین پہر اسیطرح ساتہہ مسلمان ہون ساتہی مرتد ہون جیسے مثلاً دونو یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ الله قرآن مجید کو اہانت سے پہینک دین
یا اسطرح کہ دونون سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کی مانند قرار دئے جاوینگے یعنی وہ شخص غرق ہوگئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون

پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونو ساتھ ہی غریق اور حریق قرار دئیے جاوینگے کوئی اونمین ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونو کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسدان اسلم احدھما قبل الاخر ولا مھر قبل الدخول لو المتاخر ھی ولو ھو فنصفہ او متعۃ اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تہا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہوگا الدین مین سے بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہو تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین اور اگر ما مسلمان ہے تو ما کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہماری ملک مین ہو اور ما اوسکی ذمیہ ہی اور باپ وہان یعنی دار الحرب مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ میان حقیقت مین اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام مین حکما داخل ہی بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃ وحکما والمجوسی وشلہ کوثنی وسائر اھل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیھودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق کمجوسی وفی الاخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اوسکی مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بدتر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسیواسطے اونکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہی مجوسی کیطرح ہان اگر نصرانی بوجہ شروع حلال کریگا تو ذبیحہ حلال ہوگا یہہ برائیان دنیاوی ہوئی اور آخرت مین سخت تر عذاب ہی نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات مین ہوا اور نزاع یہود کا نبوات مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النھر وفی جامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیھودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوس اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوس خالقین فقط وھؤلاء خالقا لا عدد لہ بزازیۃ ونھر اور جامع فصولین مین ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین یا مجوس کے دین سے تو کافر ہوجایگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اوسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہی یعنی سوای دین اسلام کے سب دینون مین خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث مین وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہی اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی البزازیۃ والنھر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہین اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہی جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ شر بندونکا مخلوق ہی تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ولو تمجس ابو صغیرۃ نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مھر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا عکسہ لم تبن لتناھی التبعیۃ بموت احدھما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الاخر اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہوجایگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ کی پہر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ما نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مرچکی ہو اور باپ اوسکا مجوسی ہوجاوی اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی مرچکا ہو اور ما اوسکی مجوسیہ ہوجاوی تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب متناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا مرتد ہوکر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ما یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہوکر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جایگا ما یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد پہر مسلمان کیا جاتا ہی اوسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن مالم یلحقا اور محیط مین ہے کہ اگر ما باپ صغیرہ کے دونو مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا

نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونو دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین آرتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے دونو پر قائم ہین کیونکہ اونپر جبر کرنا مسلمان ہونیکے واسطے ثابت ہی اور اونکا کسب ورثہ مسلمین کا ہے اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر جا ملے تو اونکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئی اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی توبھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اوسکا اسلام حکمی موجود ہی ولو بلغت عاقلۃً مسلمۃً ثم جنّت فارتدّ الوالدان مطلقاً اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پہر مجنون ہوگئی پہر اوسکے ماں باپ مرتد ہوگئے تو اپنے زوج سے جدا نہوگی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جا ملے ہون خواہ نہ ملے ہون اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نہ رہی مسلم تحتہ نصرانیۃ فتمجّسا او تنصّرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پہر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تہی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتدّ او مرتدّۃ احداً من الناس مطلقاً اور نہین صحیح ہے کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقاً یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روزہ مہلت بضرورت تامل کی ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہے واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونو مین کسیکو حاصل نہین اسلم الکافر وتحتہ خمس نسوۃ فصاعداً او اختان او امّ وبنتہا بطل نکاحہن ان تزوّجہن بعقد واحد فان رتّب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اوسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اوسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اوسکی بیٹی ہی تو نکاح اون عورتون کا باطل ہے اگر اونسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بہ ترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پہر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد پہر تین سے نکاح اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پہر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بہی نکاح مرتب ہوا تو پہلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیّرہ محمد والشافعی بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہی اوسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہی اسلام لانیوالیکو چار عورتون کے رکہنے مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بہی اختیار ہی کہ جسکو چاہے رکہے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونو کو چھوڑ دے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تہا اور اوسکے نیچے دو بہنین تہین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اوسکے پاس دس عورتین تہین جاہلیت مین وہ بہی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوّج بعد الفرقۃ محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہین گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنیمین ہے بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پہر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندہا و تقرّ بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اوسکو مہر ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو کل جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اوس سے اوسکا اقرار کراوے کذا فی الکافی یعنی اوس سے یون کہلاوے کہ آیا اللہ ایسا ہے تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجہتی ہوا اور بیان نکرسکتی ہو توبہی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہہ باب ہی ازواج کے برابر رکہنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین کے معنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہی اور بیان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والمأکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبّۃ واجب ہی اور ظاہر آیت کا یہہ ہی کہ فرض ہے عدل کرنا یعنی جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکہنا چاہئے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کہانے اور مونست مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے

یعنی جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسیلیے محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار
مین نہین بل یستحب و یسقط حقہا بمرۃ و یجب دیانۃ احیانًا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار
حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق
مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانًا اور امر کیا جاوے عابد کو
عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو لونڈیون کے تصرف کا اوسکو بھی ہو نسبت ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہی گاہی یعنی اسمین مدت
مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع للحرۃ و سبع للامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور
دن حرہ بیوی سے اور ہفتہ مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای
فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثًا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہین زیادتی اوسکی قدر طاقت پر اور تجویز
تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے
اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور زیلعی نے
مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسندیدہ ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ
حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین فحل و
خصی و عنین و مجبوب و مریض و صحیح و صبی دخل بامراتہ و بالغ لم یدخل بحر بحثًا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق
کے درمیان فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت کی
اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی چنانچہ یہہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ
تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے نکالڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب ہے ہرچند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی
اپنی منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ و صحیحۃ و حائض و ذات نفاس و مجنونۃ
لا تخاف و رتقاء و قرناء و صغیرۃ یمکن وطؤہا و محرمۃ و مظاہرۃ و مولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا
والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی اور اوس مجنونہ کی جس سے خوف ضرر رسانی کا
نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو
جماع کی اور بدون فرق اوس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو
محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اوس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے تک جماع نکرنیکی قسم کھائی اور بلا فرق انکی مقابلات کے
یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اوسکی ساتھ قصد رجوع کرنیکا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اوسکی
ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند
واحدۃ شہرًا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ
تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج
کو دونو کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اوسکا عوض نہین اگرچہ زوج اوسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ
الحق وہذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثًا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے

قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ و تعزیر ہوگی بسبب فوت کر دینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ فوت کر دیا
اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہہ تعزیر اوسوقت ہوگی جب کہ زوج نے نکاح ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجکو ہے یعنی دوسری
زوجہ کی باری مین اوسیقدر اوسکی پاس بھی رہونگا تو اوسوقت مین قاضی حکم کرے اوسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی رہے
کذا فی النہر سَوَاءٌ والبِكرُ والثَّيِّبُ والجديدةُ والقديمةُ والمُسلِمَةُ والكتابيةُ سَوَاءٌ لاطلاقِ الآيةِ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ
اور کتابیہ سب برابر مین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہے کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ
ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور اوسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا آپس مین کچھ
فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اوسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اوسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین
آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین تو حدیث مذکور کا یہہ مطلب ہے کہ ابتدای نوبت جدیدہ سے چاہیئے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے
پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیئے کذا فی حاشیۃ المدنی

وللامَةِ والمكاتبةِ وامِّ الولدِ والمدبَّرةِ والمُبعَّضَةِ نصفُ ما للحرَّةِ اى من البيتوتةِ والسُّكنى معها اما النفقةُ فبحالِهِما اور قسم لونڈی
اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور اوسکے ساتھہ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے
تو نکر ہو اور اخلاص مین خلاصہ یہہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اوسکی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی
منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا ربع ولا قسمَ فی السَّفرِ دفعاً للحرجِ
فله السَّفرُ بمَن شاءَ منهنَّ والقُرعةُ احبُّ تطييباً لقلوبهنَّ اور سفر مین باری نہین واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے اونمین سے سفر
مین لیجاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنیکو واسطے اور قرعہ کا یہہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ مین
حضر کا لفظ لکھا پھر اونکی یا مٹھی مین اندر کرکے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اوسکو ساتھہ لے
کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی ولو تَرَكَتْ قِسمتَها بالكسرِ اى نوبتَها لضرّتِها صحَّ ولها الرجوعُ فى ذلك فى المستقبلِ لانّه ما وجب
فما سقطَ اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے اپنی سوت کیواسطے تو یہہ درست ہے اور اوسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پھیر لینا بھی آپس مین جائز ہے زمانہ آئندہ
مین اسواسطے کہ زمانہ مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اوسکو ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتْه لمعيّنةٍ هل له جعلُه لغيرِها ذكر الشافعى
لا وفى البحرِ بحثاً نعم ونازعه فى النهرِ اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اوسکو سوا دوسری کے
واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہین اور بحر الرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اوس سے نہر الفائق
مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اوسمین زوج کا اختیار ہوگا
خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہہ مسلّم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے جا ہے لے جا ہے
ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ويقيمُ عندَ
كلِّ واحدةٍ منهما يوماً وليلةً لكن انّما تلزمه التسويةُ فى الليلِ حتى لو جاءَ للاولى بعدَ الغروبِ وللثانيةِ بعدَ العشاءِ فقد تركَ القسمَ
اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتون مین سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال ہے چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہے یہانتک کہ اگر
آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اوسنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہہ کہ عورتون کے پاس رات کو رہنے مین باری
کمی نکرے اور دن کو اختیار ہے یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا يجامعها فى غيرِ نوبتِها وكذا لا يدخلُ عليها بالليلِ الا لعيادتِها ولو اشتدَّ ففى الجوهرةِ لا بأسَ ان يُقيمَ عندَها حتى تشفى او تموتَ

انتھی یعنی اذالم یکن عندھا من یؤنسھا اور جماع نکرے عورت سے اوسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اوسیطرح سوا باری کے رات کو اوسکے پاس نجاوے مگر اوسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جو ہرہ مین ہے کہ کچھ مضایقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اوسکے پاس یہانتک کہ اوسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنی اسقدر بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اوس وقت ہے جب کہ اوسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ھو فی بیتہ دعٰی کلا فی نوبتھا لانہ لو کان صحیحا و اراد ذلک ینبغی ان یقبل منہ نھر اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اوسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانیکا تو لائق ہے کہ اوسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر و ان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیھا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدٰھما اکثر الا باذن الاخرٰی خلاصہ وزاد فی الخانیۃ والرأی فی المدۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ھدایہ وتبیین اور نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کیطرف ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکو پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے اختیار مین ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الھدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء وجمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النھر قال المصنف وظاھر بحثھما انھما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر مین مدت دور کو از روے بحث کے ساتھہ مدت ایلاکے بلکہ ساتھہ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر پر صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونو مطلع نہین ہوئے اوس روایت پر جو خلاصہ مین ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیساکہ ہمنے اوسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق کہنا بھی لائق نہین اور جب کہ باری تانیس اور رفع وحشت کیلئے واجب ہے تو قرب مدت اعتبار کرنا چاہئے اور میرے گمان مین یہہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہہ کہ دونو اسپر راضی ہوجاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہے اسیواسطے مترجم نے ویساہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس دس برس کی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مرگیا تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتاج ہے تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلا شک شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فقط و دن پر کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ولو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نھارا وھو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اوسکے دو تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہہ کلام شافعیون کا خوب ہے وحقہ علیھا ان تطیعہ فی کل مباح یأمرھا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرایش سے اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑہتی ہو تو اوسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادائے مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اوسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اوسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ ولہ منعھا من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا زوج پر واجب ہے و من اکل ما یتأذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اوس چیز کے کہانے سے جسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بد بو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی نے

اپنے فتاوی مین مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر کردہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحنّاء والنقش ان تأذّی من رائحتہما وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اوسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں مینے بیان کی ہے ۔ بدائع میں ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے موجب آیت قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کو بعضون نے یہہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکہتا ہے اور یہہ حسن سلوک دونو طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اوسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نمانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بہی نہ باز آوے تو پہر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندہے اور اوسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اوسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

بابُ الرضاع

یہہ باب ہے رضاع کا یعنی اسمین احکام شیر خوارگی کے مذکور ہین ھو لغۃً بفتح وکسر مص الثدی وشرعًا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرًا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت مین چوسنا ہے چہاتی کا اور شرع مین چوسنا ہے عورت کی چہاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڈہی اور چوسنے سے ملحق ہے حلق مین ڈالنا اور ناک سے سڑوکنا یہہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی رد پر اوسنے کہا کہ کبہی مص ہوتا ہے اور پیٹ مین نہین جاتا اور کبہی رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانیکا مص ہوتا ہے اسواسطے اسکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہے فی وقتٍ مخصوصٍ ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑہائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری ناقلاعن عیون الدرایۃ وفی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ مین ہے کہ البتہ رضاع اڑہائی برس کے اندر اگرچہ بعد چہوڑ اینکی ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی الوالوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہے کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوی مختلف ہے تو اس صورتمین ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدل لو القول الامام بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلٰثون شھرًا ای مدۃ کل منہما ثلٰثون اور استدلال کیا ہے علما نے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودہ سے چہوٹنا اوسکا تیس مہینے مین ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونو مین سے تیس مہینے ہین یعنی حمل بہی تیس مہینے اور فصال بہی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالے نے دو چیزین ذکر کین اور دونو کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونو مین سے ہر ایک کیواسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجہپر ایکہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بہر کے وعدہ سے تو مہینہ بہر درم کی بہی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بہی مدت ہوگی اب یہان سوال ہوتا ہے کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑہائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اوسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعًا مگر یہہ کہ کمی چہ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقینا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہوگا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر مین مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

یہ یہان دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین ہے اسکا جواب
شارح نے اگلے قول سے دیا **والایۃ مؤولۃ لتوزیعھم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتھا قطعیۃ** اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری
معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ
مہینے حمل کے مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث
بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی **علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتھد وان لم یظھر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی** علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اوسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے
فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اوسپر
تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اوسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلا امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اوسپر ضرور نہین **لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل** لیکن حاوی قدسی کے اخر مین یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے
امام کی کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونو قول مین جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے
اور اصح یہہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین
کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوا اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق
کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کرچکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی **(والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع** پھر معلوم کیا چاہیے
کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم مین ہے یعنی امام کے نزدیک اڑہائی برس کے اندر دودہ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے
نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودہ پلانیکی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ
کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودہ پلائے جائے بعد طلاق کے تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ مین **ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاھر المذھب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قالہ المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایۃ** اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم
نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودہ چھوڑانیکے اور بسبب استغنای طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلا چھ مہینے کے بعد
لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودہ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودہ پہر پئے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ
فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہے مخالف ہے معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ
اگر لڑکے کو دودہ کے سوا کھانیکی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہہ قول لائق اعتماد کے
نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوھبانیۃ** اور مباح نہین دودہ پلانا بعد مدت رضاع کے
یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودہ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی جب
دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ماں کے دودہ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودہ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال
جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے رفع کیا **وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاھر المذھب اصلہ بول الماکول کما مر** اور بحر الرائق مین ہے کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ

مین قبل فصل بہر کے اسکا مذکور ہو چکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہے اور بعضون نے کہا جائز ہے جب اوسمین شفا معلوم ہو اور
کوئی دوسری دوا اوسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے باپ کو وللأب إجبار أمته على فطامها وله أمنه قبل الحولين إن
لم تضره أى الولد الفطام كما له أيضا إجبارها أى امته على الإرضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اوسکو لڑکے کو دودھ چھوڑانے پر
جو لڑکا مولی کے نطفہ سے ہے دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکیکو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے
بھی جائز ہے یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اوسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط
کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وليس له ذلك يعنى الإجبار بنوعيه مع زوجته الحرة ولو قبلهما لانه حق التربية
لها جوهرة اور باپ کو یہہ جائز نہین یعنی دونو قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھہ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہے تو دودھ
پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے
دودھ چھوڑانے پر اوسکو جبر کرنا درست ہے ويثبت به ولو بين الحربيين بزازيه وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير فلو
التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لأن في المانع شكا ولوالجية اور ثابت ہوتا ہے یعنی دائی کا ماں ہونا دودھ پینے سے
اگرچہ یہہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اوسکی ناک سے
نہ اور طریق سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت
نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہے تو شک سے
یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیہ ولو ارضعها أكثر أهل قرية ثم لم يدر فأراد أحدهم تزوجها إن لم يظهر علامة ولم يشهد بذلك جاز
خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہوا کہ کون کون عورت نے اوسکو دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اوس عورت سے
نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہے
کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلا ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ رہتی تھی یا اوسی گہر مین وہ رہتی ہو تو یہہ نشان قوی ہے
دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل مین یہہ ہے کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہے کہ عورتون پر واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت
اور اگر پلاوین تو یاد رکہین بلکہ لکھہ رکہین یعنی تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے
مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونیکا خوف ہو تو مضایقہ نہین اور محیط مین ہے کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنی لڑکیکو احمق عورت کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع
ہے کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الأمومية المرضعة للرضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلا لا كما سيجيء ثابت
ہوتا ہے ماں ہونا دائی کا شیرخوار کیواسطے اور ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودھ دائی کا اوسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج
سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہو گا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی فيحرم منه أى بسببه ما يحرم
من النسب رواه الشيخان واستثنى بعضهم إحدى وعشرين صورة وجمعها في قوله پس حرام ہوتا ہے اوس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہے نسب سے
یہہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ اور ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ سے کہ يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب
اور عموم اس حدیث سے بعض علما نے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور اونکو اپنے اس آیندہ قول مین نظم کیا ہے ؎ يفارق النسب الإرضاع في صور
كأم نافلة أو جدة الولد ؎ جدا ہے دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتیکی ماں یا لڑکیکی نانی یعنی پوتیکی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلا زید کا
بیٹا عمرو ہے اور عمرو کا بیٹا خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتی کی ماں
نسبی دادا کو حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے عمرو کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر عمرو کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ عمرو کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو

زید کو بکر کی نسبی ما سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زوجۂ محمود کے سوا اگر حلیمہ نے دودہ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکی کی نانی حلال ہو اسطرح کہ زید کی بیٹی عبد اللہ کو حمیدہ نے دودہ پلایا تو حمیدہ کی لڑکی نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہے زید کی تو او سپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا بیٹا ہو رضاعی خالد اوسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے وَاُمُّ اُختٍ واُختُ ابنٍ واُمُّ اٰخٍ ۔ واُمُّ خالٍ وعمّۃُ ابنٍ اعتمِدِ ۔
اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ما اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ ما رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودہ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہہ کہ بہن رضاعی ہو اور اوسکی ما نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ما نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہہ ہے کہ ما بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق مین رشیدہ کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اوسکی رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اوسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق مین ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہے۔ اور بھائی کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین چنانچہ اوسکی تفصیل بہن کی ما مین مذکور ہو چکی اور ماموں کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودہ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ما زید کو حلال ہے تیسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اوسکی ما دونو نسبی ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ ماموں کی ما یا سگی نانی ہو یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اوسنے دودہ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہو خالد کی اور خالد کی بہن ہے حلیمہ تو حلیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو حلیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہو قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہو تیسری یہہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوای زہرہ کا دودہ پیا تو زہرہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہو اور اگر بیٹا اور اوسکی عمہ دونو نسبی ہون تو زید پر اوسکی عمہ نہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید کی ہے یہانتک اکیس صورتین جو نظم مین مندرج نہین مفصلاً بیان ہو چکین اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتین نظم کی ہین اور ہر ایک صورتین تین تین صورتین محتمل ہین تو سب اکیس ہوئین الا امّ اخیہ واختہ یعنی جو نسب سے حرام ہو وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ما اور اوسکے سوا اور معطوفات آئندہ رضاعت سے حلال ہین نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام مین قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہہ جو فقہانے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہے سو صحیح نہین اسواسطے کہ ان صورتونکی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا اِستِثْنَاءٌ مُنقَطِعٌ لِاَنَّ حُرمَۃَ مَن ذُکِرَ بِالمُصَاہَرَۃِ لَا بِالنَّسَبِ فَلَم یَکُنِ الحَدِیثُ مُتَنَاوِلًا لَہَا اِستِثْنَاءُ الفُقَہَاءِ فَلَا تَخصِیصَ بِالعَقلِ کَمَا قِیلَ یہہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اون صورتون کو جنکو فقہانے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضون نے کہا یعنی یہہ استثنا متصل نہین جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ مین ضرور ہو بلکہ یہہ استثنا منقطع ہے اور استثناء منقطع مین مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہین ہوتا چنانچہ اس قول مین کہ جَاءَ القَومُ اِلَّا حِمَارًا یہانتک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر مین دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایہ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہانے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتون کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتون کو فقہانے استثنا کیا ہے اونکو حدیث مذکور شامل ہی نہین تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر مین ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین محرمات نسبیہ کی یون تعبیر ہوئی ہے کہ حُرِّمَت عَلَیکُم اُمَّہَاتُکُم وَبَنَاتُکُم وَاَخَوَاتُکُم وَعَمَّاتُکُم وَخَالَاتُکُم وَبَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُختِ سو ان الفاظ کی مسمیات جو رضاعت مین متحقق ہین وہ بھی بلاشبہہ حرام ہین یعنی ما اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالا اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہین ویسی ہی یہہ ساتون رشتے رضاعت سے بھی حرام ہین اور جنکو فقہانے استثنا کیا ہے وہ ان سات رشتون مین داخل نہین تو تخصیص

کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فانّ حُرمۃَ امّ اختِہ واخیہ نسبًا لکونھا اُمّہ اَوموطوءۃَ ابیہ وھذا المعنٰی مفقودٌ فی الرضاع سو حرام ہونا
بہن اور بہائی کی ماکا باعتبار نسب کے اسواسطے ہو کہ بہن بہائی کی ماخود اپنی ماہو یا اپنے باپ کی مدخولہ ہو اور یہہ امر مفقود ہے رضاعت مین یعنی زید کے بہائی کی
رضاعی ما زید کی مانہین اور نہ اوسکے باپ کی مدخولہ ہو چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہوچکا پہر جو علت تھی حرمت کی نسب مین وہ جب رضاعت
مین نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنی صورتونکو ہرگز شامل نہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہوگیا وقِسْ علیہ اختَ ابنِہ وبنتِہ وجدّۃَ ابنِہ و
بنتِہ وامَّ عمّتِہ وعمّتِہ وامّ خالِہ وخالتِہ اور قیاس کرلے بہائی بہن کی ما پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتونمین جو حرمت
کا سبب نسب مین ہے وہ امر رضاعت مین مفقود ہی بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پہوپہی کی ما اور ماموں اور خالہ کی ما باعتبار رضاعت کے
حلال ہین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم مین مثالون کے ساتھہ ہوگیا دوبارہ بیان ضرور نہین لیکن چچا اور عمہ کی ماکی حلت وہان مذکور نہین سو اب یہان ثابت
کرنا چاہئے کہ مثلا زید کا چچا اور عمہ مین نسبی اونکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہو دودہ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو
یعنی زید کے باپ نے اور اوسنے حمیدہ کا دودہ پیا ہو پہر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ما حلال
نہین اسواسطے کہ چچا کی نسبی ما یا سگی دادی ہو یا دادا کی مدخولہ اور یہہ دونو حرام ہین وکذا عمّۃُ ولدِہ و بنتُ عمّتِہ وبنتُ اختِ ولدِہ وامُّ
اولادِ اولادِہ فھؤلاءِ من الرضاعِ حلالٌ للرجل اور اسیطرح اپنی ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنی لڑکی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتون کی ما سو یہہ سب
رشتے ام الاخ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین گذرا لیکن دو کا بیان یہان ضرور ہے ایک یہہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی
رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بہانجی ہوئی دوسری یہہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ یا وہ اپنی
بیٹی ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو دونو حرام ہین وکذا اخو ابنِ المرأۃِ لھا فھذہٖ عشرُ صُوَرٍ اور اسیطرح عورت کی بیٹی کا بہائی عورت کو حلال ہے یہہ صورت کرر
ہوگئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلا جب زید کے بہائی کی ما زید پر حلال ہوئی تو زید کے بہائی کی ما پر زید بھی حلال ہوا سو زید اوس عورت کی بیٹی کا بہائی
ٹہہرا اشارہ کرتا ہے کہ سو دس صورتین ہوئین پہلی صورت بہائی بہن کی ما دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتہی چچا اور عمہ کی ما پانچوین
ماموں اور خالہ کی ما چہٹی ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتیکی ما دسوین عورت کی بیٹی کا بہائی لیکن دسوین صورت
مکرر ہے اسواسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین تصِلُ باعتبارِ الذکورۃِ والانوثۃِ الی عشرین یعنی دس صورتین باعتبار مرد ہونے
اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتون تک پہنچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتونمین مرد فرض کیجئے تو یون ہوگا بہائی کی ما اور بیٹے کی
بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے
کی ما اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجئے تو یون ہوگا بہن کی ما اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ما اور خالہ کی ما
اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ما وباعتبارِ ما یحِلّ لہ اولھا الی اربعین مثلا یجوز تزوّجہ بامّ اخیہ
وتزوّجھا بابی اخیھا اور اس اعتبار سے کہ یہہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہنچی گی مثلا جب
مرد کیواسطے حلت ہو تو اوّل صورتمین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بہائی کی ماسے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کیواسطے حلت ہوگی تو اوسی صورتمین یون بولین
کہ عورت کو اپنے بہائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ھ جو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولین گے
کہ بہائی کا باپ اور بیٹے کا بہائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا
باپ عورت کو حلال ہے دو مثالونمین خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہین اور یہان انکا
بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضے نسخون مین تزوّجھا بابی اخیھا کے مقام پر تزوّجھا بابن اخیھا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی وکلٌّ منھا یجوز ان یتعلّق الجارّ والمجرورُ اعنی من الرضاع تعلّقًا معنویًّا بالمضافِ کأُمٍّ کأن تکون لہ اختٌ نسبیۃٌ لھا

یعنی دس صورتیں ہوئیں

أُمٌّ رضاعيةٌ او بالمضاف اليه كما لأخ كان يكون له اخ نسبي له أمٌّ رضاعيةٌ او بهما كان يجتمع مع آخر على ثدي اجنبية ولأخيه رضاعًا
أُمٌّ أُخرىٰ رضاعيةٌ فهي مائةٌ وعشرون وهذا من خواص كتابنا اھ ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتون سے تجاوز نہ کیجا اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہے محذوف سے
یعنی من الرضاع مقدر ہے بعد استثنا کی اس قرینہ سے کہ مستثنی منہ مین بھی ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ تحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہہ جار مجرور مضاف
سے متعلق ہو جیسے ام اختہ مین ام کا لفظ اسطرح کہ مثلا زید کی نسبی بہن کی رضاعی ما ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اوسکے
بہائی نسبی کی رضاعی ما ہو اس مثال مین شارح سے خطا ہوگئی یون کہنا ٹھیک تہا له آخٌ رضاعيٌّ له أمٌّ نسبيةٌ یعنی رضاعی بہائی کی نسبی ما یا من الرضاع مضاف
اور مضاف الیہ دونو سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسری کے ساتھہ اجنبی عورت کی چہاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلا زید خالد کیساتھہ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام ہی
دودہ پئی اور اوسکے رضاعی بہائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ما ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورتمین بہائی بہی رضاعی ہی اور اوسکی ما بہی رضاعی
ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہہ ایکسو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتمین سے ہر ایک صورتمین تین صورتین نکلین باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو
تین مین ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوتی ہین شارح کہتا ہی کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص مین سے ہی یعنی ایک سو بیس صورتین مسائل رضاعیہ مین نکالنا فقط
در المختار کا خاصہ ہی دوسری کتاب فقہ مین اتنا بیان نہین سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ مین مسائل استثناء رضاعت کے کچھہ اوپر ستر پہنچائے
بحر الرائق مین کہا کہ یہہ اسکی کتاب کا خاصہ ہی پہر صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہنچایا اور صاحب نہر الفائق نے انکو اٹہاسی تک پہنچایا اور کہا کہ یہہ میری کتاب کے خصائص سے ہی سو شارح
نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہنچاوے سو اوسکا ارادہ پورا ہوا اسواسطے کہ نہر الفائق مین نو صورتون پر بنا تہی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو کرر ہوگئی چنانچہ
اسکا بیان سابق مین گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایک سو آٹھہ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد سندہی نے بہی دو
سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہی اور کہا ہی کہ یہہ ہماری شرح کے خصائص سے ہی مترجم نے خوف طوالت کتاب سے اوکو ذکر نکیا واللہ اعلم [illegible]
کا مطلب اس مقام مین حل ہوگیا وتحلّ اختُ اخيه رضاعًا يصحّ اتصاله بالمضاف كان يكون له اخٌ نسبيٌّ له اختٌ رضاعيةٌ وبالمضاف اليه
كان يكون لاخيه رضاعًا اختٌ نسبًا وبهما وهو ظاهرٌ اور حلال ہے اپنے بہائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہی اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکی
نسبی بہائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہو کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اوسکے رضاعی بہائی کی نسبی بہن ہو اور یہہ بہی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونو سے
متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بہائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بہائی کی بیٹی حرام ہی مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ الدر عن الخلاصۃ وكذا نسبًا
بان يكون لاخيه لابيه اختٌ لامّه فهو متصلٌ بهما لا باحدهما للزوم التكرار كما لا يخفى اور اسیطرح حلال ہی اپنے بہائی کی بہن باعتبار نسب کے
اسطرح کہ سوتیلی بہائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ مین مشترک ہون اور ما دونو کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ما مین مشترک اور باپ مین مختلف
تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونو سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہہ چہپا نہین اسواسطے کہ اگر فقط مضاف
سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہہ دونو صورتین مسئلہ سابقہ مین داخل ہین ولا حلّ بين
رضيعي امرأةٍ لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہین ایک عورت کے دو شیرخوارون مین اسواسطے کہ وہ دونو بہائی ہین اگرچہ
زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونو کا باپ رضاعی ولا حلّ بين الرضيعة وولد مرضعتها اي التي ارضعتها وولد ولدها لانه ولد
الاخ اور حلت نہین درمیان عورت شیرخوار کے اور اوسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونو بہن بہائی ہین اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ما کا مطلق دودہ نہ پیا ہو اور
اسیطرح حلت نہین شیرخوار عورت مین اور اوسکی دائی کے پوتے مین اسواسطے کہ دائی کا پوتا بہتیجا ہی اوسکا ولبن بكرٍ بنت تسع سنين فاكثر محرّمٌ ولا لا
جوهرة اور دودہ کواری نو برس کی عمروالی کا اور زیادہ عمروالی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی اور اگر نو برس سے عمر کم ہی تو اوسکے دودہ سے حرمت نہین کذا
فی الجوہرہ کواری عورت سے مراد یہہ کہ جسکی وطی نہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وكذا يحرّم لبن ميتةٍ ولو محلوبًا فيصير ناكحها محرمًا للميتة فييمّمها ويدفنها
اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی مردہ عورت کا دودہ اگرچہ برتن مین دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہوگیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کراوے اور

اسکو دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اوس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو امیت کا یعنی داماد ہوا اسواسطے اگر وہان عورتین نہون تو زوج
صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرادے اور کپڑا حائل کرنیکی حاجت نہین اور دفن بھی کردے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے
کہ کیا وجہ ہے کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین اوسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا بخلاف
وطیہا والفرق بوجود التغذی لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اوس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اور وطی اور رضاعت مین فرق ثابت کیا ہے بسبب جو غذا
ہونیکے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع مین حاصل نہین اسواسطے
دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق مین لذت کا ذکر کرنا خوب نہین اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی
حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب لدہے اور جماع میت مین یہہ امر حاصل نہین کذا فی حاشیۃ
المدنی ومخلوط بماءٍ او دواءٍ او لبن اُخرٰی او لبن شاۃٍ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعًا لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت
رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب ان
عورتونکا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونو عورتون کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل وھو الاصح اور معلق
کیا ہے محمد نے حرمت کو دونو عورتون سے مطلقا یعنی دونو عورتون کے مخلوط دودھ سے دونو عورتونکی حرمت ہرطرح سے ثابت ہے خواہ دونو دودھ برابر ہون خواہ کم و بیش بعضون نے کہا ہے کہ یہی قول
اصح ہے لا تحرم المخلوط بطعامٍ مطلقًا وان حساہ حسوًا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ تحریم حرمت ثابت نہین کرتا وہ دودھ جو مخلوط ہے طعام کیساتھ
اگرچہ اوس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہین اسواسطے کہ نام رضاعت کا اوسپر نہین واقع ہوتا یعنی پنیر کھانے کو
دودھ پینا نہین بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان ولا الاقطار فی اذنٍ واحلیلٍ وجائفۃٍ وآمۃٍ اور حرمت ثابت نہین کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان
مین اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم مین دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجلٍ ومشکلٍ الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا
جوہرۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جب کہ عورتین خنثی مشکل کے دودھ کو کہین کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہین ہوتا تو البتہ اوس سے حرمت
ثابت ہوگی احتیاطاً اور اگر عورتین اوسکے دودھ کو یون نہ کہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت مین دودھ نہین اسواسطے کہ حقیقت مین
دودھ اوسکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃٍ وغیرھا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہین کرتا بکری کا دودھ اور اوسکے سوا اور حیوانات کا
دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی اور بہائم مین جزئیت نہین ولو ارضعت الکبیرۃ ولو
مُبانۃً ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجلٌ فی فیہا حرمتا ابدًا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیًا اور اگر دودھ پلایا
زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اوسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق مین ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونو اپنے زوج پر ہمیشہ
حرام ہوجاوینگی اسواسطے کہ ما اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ما کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو
اور دودھ زوج سے نہو تو جائز ہے زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ما اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ
نہتی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہے جب اوسکی ما مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہین سو اسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ما کو حرام کردیتا ہے دخول ہو یا نہوا اور
اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانیکے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہین کذا فی
حاشیۃ المدنی ولا مھر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجی الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہین زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی
کے اوسکی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اوسکو نملیگا ویرجع الزوج بہ علی
الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدا الفساد بان تکون عاقلۃً طائعۃً مستیقظۃً عالمۃً بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوعٍ او
ھلاکٍ اور رجوع کریگا زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اوس مرد پر جسنے اوسکا دودھ صغیرہ کے حلق مین ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اوسکو کبیرہ سے پھر لے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودہ پلانیکے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی سے دودہ پلایا ہو جانتی ہو صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع
گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اوسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودہ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح
کہ وہ اوسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اوسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اوسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو
ان صورتونمین زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لیسکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہی اور ان صورتونمین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لھا ان
لم یظھر منھا تعمد الفساد مع یمینھا اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اگر اوسکی طرف سے فساد کا قصد ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایہ طلق ذات لبن فاعتدت
وتزوجت باخر فحملت وارضعت فحکمہ من الاول لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک ویکون ربیبا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی
طلاق دیا زوج نے دودہ والی زوجہ کو پہر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اوسکو حمل رہ گیا اور اوسنے کسی صغیرہ کو دودہ پلایا
تو حکم اس دودہ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہہ دودہ زوج اول کا ہی بالیقین تو یہہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی
کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کے بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پہر جب جنیگی تو اب زوج ثانی سے دودہ ثابت ہوگا
والوطی بالشبھۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہی حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضونے کہا اور
اسیطرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہی اور قول معقول یہہ ہی کہ زنا کے دودہ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ
ہوئی اور جنی اور پہر اوسنے نکاح کیا بعد اسکی دودہ پلایا صغیر کو تو یہہ صغیر بیٹا اوس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی تہی اوسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
قال لزوجتہ ھذہ بنتی رضاعا ثم رجع عن قولہ صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایکمرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہہ میری
رضاعی بیٹی ہے پہر اوس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تہا تو اوسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس
قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہی تو اوسمین متناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ ھو حق کما قلت ونحوہ ھکذا فسر الثبات فی
الھدایۃ وغیرھا فرق بینھما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اسطرح پر کہ اوسکے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہی جیسا کہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے اسیطرح ہی
تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہی تو اسصورت ثبات تفریق کروائی جائیگی زوج اور زوجہ مین خانیہ مین ہی کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ
بذلک ثم اکذبت نفسھا وقالت اخطات وتزوجھا جاز کما لو تزوجھا قبل ان تکذب نفسھا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیھا
قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بہائی اور مرد اوسکا منکر ہے پہر عورت نے
آپکو جہٹلایا اور کہا کہ مینے خطا کی تہی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو درست ہی چنانچہ مرد کو جائز ہی کہ عورت سے نکاح کرلے قبل اسکے
کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگر یہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہی تو بھی نکاح درست ہی اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار عورت کو نہین دیا علمانے کہا کہ اسی
فتوی ہے جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اوسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بہائی یا یون کہا ہو کہ مین
اوس سے خلع کیا ہی یا اوسنے مجہکو طلاق بائن دی ہی سو اوسکو میرے پاس رہنا نچاہئے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعمہ ہونا نکاح
پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت مین جہوٹی ہی یہہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام مین تقوی یہہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہی کہ جو شبہات سے بچا اوسکا
دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ انھا لو اقرت بثلاث من رجل حل لھا تزوجہ اور مفاد تعلیل سابق کا یہہ ہی کہ اگر عورت اقرار کرے
تین طلاق کا ایکمرد سے تو حلال ہے اوس عورت کو اوس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہسکتی ہی تو اوسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہی کذا
فی النہر عن الصغری لیکن یہہ حکم ظاہر کا ہی اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اوس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الحلبی اقرا بذلک جمیعا ثم اکذبا انفسھما وقالا اخطانا ثم تزوجھا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونونے پہر دونونے آپکو جہٹلایا
اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار رضاعت مین پہر مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہی اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ

الطحطاوی وکذا الاقرار بالنسب لیس بلازم له الا ما ثبت علیه فلو قال هذه اختی او امی ولیس نسبها معروفا ثم قال وهمت صدق وان ثبت علیه
فرق بینهما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہین مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہین
پھر اوس مرد نے کہا کہ مین نے اقرار نسب مین خطا کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب مین رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت
رہا اقرار نسب پر تو دونون مین تفریق کرادیجاویگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا سن
بہن یا ماں ہونا اوس مرد کی عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین او عدل و
عدلتین لکن لا یقع الفرقة الا بتفریق القاضی لتضمنها حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہی ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو
عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتون کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین مین فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے
کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہین تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون
حکم قاضی کے وهل یتوقف ثبوته علی دعوی المرأة الظاهر لا لتضمنها حرمة الفرج وهو من حقوقه تعالی اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے
دعوی پر ظاہر یہی ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اوسکا موقوف نہین بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر
موقوف نہین کما فی الشهادة بطلاقها ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہین جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی مین دعوی مدعی کا ضرور نہین اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر
موقوف نہین ولو شهد عندها عدلان علی الرضاع بینهما او طلاقها ثلثا وهو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشهادة عند القاضی لا یسعها المقام
معه ولا قتله به یفتی ولا التزوج باخر وقیل لها التزوج دیانة شرح وهبانیه اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہون نے دونون کی
رضاعت پر یعنی یون گواہی دی کہ وہ عورت اور اوسکا زوج مثلا رضاعی بھائی بہن ہین یا گواہی دی دو عادلون نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے
پھر دونو شاہد مرگئے یا وہان سے غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہین جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم
قاضی کا باقی رہگیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور اسی پر فتوی ہے یہی قول اصح ہے بعضون نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہو زوج کے روکنے کی تو اوسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے
بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہین اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے منفصل نہین ہوا کہ ثبوت کمال ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہین کہ تین طلاق کی گواہی سنکر
دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوهبانیہ شیخ عابد محشی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت
نقل کی اس سے معلوم ہوا کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دین تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کرلینا دیانۃً درست ہے اور بعضون
نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہین تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے **فروع** مسائل لکھتا شارح کے قضی القاضی بالتفریق برضاع بشهادة امرأة لم ینفذ
حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت سے بسبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہین مص رجل ثدی زوجته لم تحرم چوسی
ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہین ہوتی تزوج صغیرتین فارضعتهما امرأتان ولبنهما من
رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لعروضه بالاختیة نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری
عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونو عورتون کا ایک مرد سے ہے یعنی دونو کا زوج ایک ہی ہے تو دونو عورتین نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونو نے عمداً فساد کیا ہو
اسواسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہوجانے دونو صغیرہ کے ہوگیا یعنی جب دونو عورتون کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونو صغیرہ کا اور دونو صغیرہ
آپسمین ایک دوسری کی بہن ہوگئین نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونو کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیون سے نہین
لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہین ہوئی ہے جو اون پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونو کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجة ابیه وقال تعمدت الفساد
غرم المهر ولو وطیها وقال ذلك لا للزوم الحد فلم یلزم المهر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ مین نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا
بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کیواسطے عمداً مین نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو

مدت لازم ہوگا اسواسطے کہ عدد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم **کتاب الطلاق** ہو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقا و فی غیرہا اطلاقا فلذا کان انتِ مُطلقۃ باسکون کنایۃ یہہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے ذکر ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنی بندکہولنا لیکن فقہا نے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسیواسطے انتِ مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے کہ اسواسطے کہ مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور طلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہیں وشرعًا رفعُ قیدِ النکاحِ فی الحالِ بالبائنِ او المآلِ بالرجعی بلفظٍ مخصوصٍ ہو ما اشتمل علی الطلاق فخرج الفسوخ کخیارِ عتقٍ وبلوغٍ و ردّۃ فانہ فسخٌ لا طلاقٌ اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاے تو زوجہ مطلقہ اوسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہے جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئے جیسے خیار عتق لونڈیکا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے صور اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک وبہذا علم ان عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طردًا وعکسًا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین یہہ عبارت ہے کہ اَلطلاقُ رفعُ القیدِ الثابتِ شرعًا بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعًا ثابت ہے تو یہہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہیں کیونکہ رجعی کو شامل نہیں اسواسطے کہ اوسمین رفع قید بالفعل نہیں بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہیں اسواسطے کہ تفریق ارتدادی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہیں سو اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل ہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وایقاعہ مباحٌ عند العامۃ لاطلاق الآیاتِ اکمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابو داود وحاکم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَبغضُ الحلالِ الی اللہِ الطلاقُ اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ طلاق بہت وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصحُّ حظرہ ای منعہ الا لحاجۃٍ کریبۃٍ وکِبَرٍ والمذہبُ الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین بن الہمام نے کہ قول اصح یہہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہیں حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑہاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریحا تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ہے قولہم الاصلُ فیہ الحظرُ معناہ ان الشارع ترکَ ہذا الاصلَ فاباحہ بل یستحبُّ لو مؤذیۃً او تارکۃَ صلوۃٍ غایۃ اور فقہا کا یہہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اوسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونو قولون مین تناقض باقی نرہا جب شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرتی ہو یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثمَ بمعاشرۃِ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہہ ہے کہ گناہ نہیں بے نماز عورت کے ساتھہ رکہنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجبُ لو فاتَ الامساکُ بالمعروفِ اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکہنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا اشکال ہو یعنی عورت کہا تہہ لگانے سے منزل ہوجائے بہر وطی کے واسطے استادگی نہو تو ان صور تو نمین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرمُ لو بدعیًّا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو غضب مین کہڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کہیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث

مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر مین طلاق دیتی تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھسے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیون سے یہہ ہے کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہے یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر مفقود ہو
تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتین ہین تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تا اگر طلاق سے
ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اسواسطے متعین ہوئی کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور وہو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا
کما ذہب الیہ المصنف مغیرا لجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع
واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کیطرف نسبت کر کے یہانتک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو
اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دور یہہ ہے جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ مین تجھکو طلاق دون تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہین اسکو
طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمین امر دائر ہے درمیان دو منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اوس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب تین طلاق پہلے
ہو گئین تو لازم آتا ہے کہ یہہ طلاق نہ واقع ہوا اور اس مقام مین دور سے وہ مراد نہین جو علم کلام مین مصطلح ہے خلاصہ یہہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت
کے اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہہ حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اوس نے یون کہا کہ ان طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنی اگر تجھکو طلاق دون تو تجھپر تین طلاق ہین پھر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اوسکے بعد تین طلاق پڑین گی تین مین سے ایک لغو ہو گی
کہ اوسکی گنجایش نہین تو تین طلاق پڑ جاوین گی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شریح شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہین ہوتی بعض صالحین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہین فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اوس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والہدایۃ
واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یأثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہین ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی
گنہگار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہین ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ
جو طلاق کے سوا اور معنون مین مستعمل نہوا اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع
طلاق مین عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہوا در اوس نے کہا کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
خطاب عورت کی طرف نہین چنانچہ حموی نے شرح کنز مین اسکی تصریح کر دی ہے پھر طلاق صریح کا ہے رجعی ہوتی ہے جیسے ایکبار یا دو بار طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار
طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہین اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونو کا محتمل ہوا وسمین بدون نیت کے طلاق
نہین پڑتی کذا فی حاشیۃ الدر ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہین مولی کے حق
مین واہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی
اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہین واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثنا سے
تو لفظ مخصوص سے قسم نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق مین متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہین
طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اوس طہر مین جسمین وطی
نہین ہوئی اور چھوڑنا اوسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے یہہ طلاق احسن ہے بنسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے
نہ یہہ کہ فی نفسہ احسن ہو تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضون نے کیا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ
لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر
فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاولی سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض مین واقع ہو اور مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق
دینا تین طہر مین جنمین وطی نہوئی ہو اور نہ اوس حیض مین وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اوسمین طلاق ہوئی ہو یہہ حیض ہونیوالی عورت کے حق مین ہے اور تفریق تین

طلاق کی تین مہینے مین اوس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی عمر والی یا صغیرہ اور حاملہ تو ان تین طہرون سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی سے یعنی مسنون ہے سو جب کہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولی مسنون ہوگی کہ اوسمین فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر مین عدت تک اور مسنون کے یہہ معنی کہ لائق عتاب کے نہین اور یہہ مراد نہین کہ اوسمین کچھہ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب کی توقع ہو وحل طلاقهن ای الآیسة والصغیرة والحامل عقب وطء لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا اونکا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعي ثلث متفرقة او ثنتان بمرة او مرتين فی طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة فی طهر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطوءة اور طلاق بدعی یہہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اوس طہر مین جسمین وطی ہوچکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض مین یہہ سب صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولی بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دیکر رجعت کریگا تو طلاق بدعی باقی رہیگی ظاہریہ اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہوجاتی ہین اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اوسمین یہہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین اور حضرت نے اوسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث سے تینون کا وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعي ما خالفهما كان اوجز وافید شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھہ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اوس طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹے اوس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہوچکی ساتوین اوس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض مین وطی ہوچکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہہ دو قسمین بھی داخل ہوجاتین کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب رجعتها على الاصح فيه اي في الحيض دفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسكها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع في الحيض لا يكره مجتبى اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرلے واسطے گناہ دور ہونیکے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اوسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اوسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبے تخییر یہہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اوسکو اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اوسوقت زوجہ حیض مین ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح خلع حیض مین مکروہ نہین والنفاس كالحيض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءة وهي من تحيض انت طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة وتقع اولها في طهر لا وطء فيه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ وہ حیض آنے والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص لسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نکی ہو اور پہلی طلاق اون تینون سے یا دو سے اوس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غير موطوءة او لا تحيض تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او مضى شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اوسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوى ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس كل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل

کلامہ اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونیکی اوسی ساعت مین یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونیکی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اوسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اوسکے کلام میں
اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ للسنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت مین للسنۃ کے یہہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم
سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اوسکا مذہب ہے اہل سنت کا ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے
طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرا عاقل ہو کذا فی البدایع تقدیرا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل مین داخل ہے یعنی عقل اوسکی نشے میں کوئی تباہ ہوئے
اسواسطے کہ شارع نے مست کو نوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو
یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اوس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین یعنی زبردستی سے کوئی طلاق
کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ۵ طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ ۰ نکاح مع
استیلاد عفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق مین ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھہ صحیح ہو جاتے ہیں سو کہا کہ طلاق سے اور ظہار
سے اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہے ساتھہ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو ۵ رضاع وایمان وفیئ ونذرہ ۰ قبول لایداع کذا الصلح عن عمد
رضاع سے اور خدا کی قسمین کھانا اور ایلا کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسیطرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا ۵ طلاق علی جعل یمین بہ
اتت ۰ کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم
کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اوسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا
۵ ایجاب احسان وعتق فہذہ ۰ تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلا دی کہ
مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایکدرم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہہ عقود مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھہ بیس ہین شمار مین او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ
او سفیہا خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل
کم فہم او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا نبیذ سے ہو یا تمرکا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا
یا خراسانی اجواین کا ان چیزون کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتویٰ ہے کذا فی تصحیح القدوری زجرا اور توبیخ کی
قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجواین اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اوس پر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی نہ واقع ہوگی
نہر الفائق مین کہا کہ خراسانی اجواین کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین
اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہو تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اوسکی حالت مستی مین
امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اوسکو بجائے قائم العقل کے احکام شرعیہ مین
تنگ پکڑنیکے واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہان معتمد ہے اور سکر
پر حد واجب ہونے مین صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہہ ہے کہ جسکی چال مین لغزش ہو بحر الرائق
مین کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علما شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اوسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتویٰ ہے اور اوسکے بایع
پر تعزیر ہے اور جو اوسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المبتغی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واختلف
التصحیح فیمن سکر مکرہا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اوس شخص کے حق مین جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اوسنے طلاق
دی نہر الفائق مین کہا اصح یہہ ہے کہ اوسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع
او بمباح لم یقع ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے
کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی مین

زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نکرے احکام شرعیہ کو تو اوسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ یہہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیاً اور مستثنی کیا ہے اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل مین مست ہوشیار کی برابر نہین از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری مین یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقاً لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی ہو تو طلاق صحیح نہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل ۹۵ نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ھم یہہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ الدنی او اخرس ولو طاریاً ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ پیدایشی گونگا نہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط الکتابۃ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہین گے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اوسکی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھہ جانتا ہو تو اوسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحساناً گونگے کی طلاق واقع ہوگی اوسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اوسکا اشارہ ناطق کے بیان کی برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہہ کہ اگر اوسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا او مخطئاً بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلاً او ساہیاً او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاءً فقط یا زوج نے خطا طلاق دی اسطرح پر کہ ارادہ کسی بات کہنے کا کیا سو اوسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اوسکے معنے سے آگاہ نتہا یا زوج بہولا کم عقل ہوکے بہولکر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہہ کہ اوسنے قسم کہائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پہر طلاق بول گیا بہولکر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجای قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صورتوں مین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاءً ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جداً فتح بخلاف ہنسی کرنیوالے اور کہیلنے والیکہ کہ اوسکی طلاق ظاہر اور باطن دونوں مین واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اوسکی ہزل کو عمد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والیکی ہنسی اور خوش طبعی کو بجای واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر او مریضاً او کافراً لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اوسوقت کریگا جب دونوں نے اوسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ الدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولاً وفعلاً فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکہنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اوسیطرح طلاق فضولی کی بھی اوسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسی تونے مجھکو اوس عورت سے راحت دی یا یون کہے کہ تو نے مجہپر بڑا احسان کیا کہ اوس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اوسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اوسکی سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبناءً علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابداً کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اوسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوا ہے دوسری کو طلاق کا اختیار

نہین مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو غلام سے کہ مین اوسکا نکاح تیرے ساتھہ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھہ مین رہیگا
جب چاہون پھر غلام کہے کہ مین نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے کہا کہ جب مین اوس سے نکاح کرون تو اوسکا امر تیرے ہاتھہ مین ہوگا ہمیشہ تو اوس شرط سے
ایسا ہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی التاتارخانیہ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وھو کافر
وابی ابواہ الاسلام وقع الطلاق اشباہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر
پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی حالانکہ وہ کافر ہے اور اوسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق
واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراھقا
او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو
یا لڑکپن مین طلاق دی اور اوسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مین نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس کلام
مین ابتدائی ایقاع ہے یعنی اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اوسکو
اہلیت طلاق کی نہتی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وھو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی
لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام
فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا
مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیون کے درمیان والے
پردے مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی والمغمی علیہ ھو لغۃ المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی
جسکو غش آوے مغمی لغت مین بمعنی مغشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین کہا کہ اغماء یہہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی
عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کی برابر ہے بے اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی والمدھوش فتح وفی القاموس دھش
تحیر ودھش بناء المفعول فھو مدھوش واذھشہ اللہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر
اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر کرے اوسکو اللہ
خلاصہ یہہ کہ یہہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے م شارح کے اوستاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور
فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور ماحاصل ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوائے مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ
کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے
مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہے
ملخصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونیوالیکی
بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسیواسطے سونیوالیکو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اوسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اوسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ
کتب اصول مین یہہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوھرۃ اور اگر سونیوالے سے اوسکو جاگنے کے بعد کسی نے
کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی ہی سو اوسنے کہا کہ مین نے اوسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوسنے ضمیر کو اوسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے
لائق اعتبار کے نہین یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اوسکو مین نے واقع کر دیا تو طلاق پڑجاتی
ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اوسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے
بسبب قصور عقل کے اوسکو لغو کر دیا بخلاف نائم کے کہ اوسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اوسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک

الطلاق او جعلتہ طلاقاً وقع بحر اور اگر نائم سے کہا بعد بیداری کے کہ مین نے اوس طلاق کو واقع کر دیا یا مین نے اوسکو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہو گی کذا فی البحر اور اوس وقت مین مطلب یہہ ہوگا کہ جس منبس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی اوسی جنس کی طلاق بیداری مین مین نے واقع کر دی تو یہہ طلاق دوسری ہی نوم کے سوا تو واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملك احدھما الآخر کلہ او بعضہ بطل النکاح اور جب کہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہو گیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقھا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجھا کذلك مسلماً فطلقھا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیھما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت اپنی زوجہ مملوک کو آزاد کر دیا جب کہ اوسکی مالک ہوئی پہر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار الاسلام مین آئی مسلمان ہو کر پہر اوسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہو کر پہر اوس نے اوسکو طلاق دی عدت مین تو اوس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہی دونو صورتو نمین اور واقع کہا ہی اسکو محمد نے دونو مین اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوتی اور دار الاسلام مین آنے سے جدائی دونو مین ہو گئی پہر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردون پر ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقاً تو طلاق حرہ کی تین بار ہی اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو تین طلاق ہو گی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو دو بار طلاق ہو گی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے نہ مردون پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملك اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرطیکہ نیت ہو یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہین واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہی ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہی ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہی اسواسطے کہ عتق قوی تر ہی طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین سما سکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہو گی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبیناً علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقاً لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہہ لکھ دیا کہ تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہی جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہو گی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہو تی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقاً اور اگر طلاق لکھی اوس چیز پر جس پر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو اسیطرح طلاق نہ واقع ہو گی نیت طلاق کی کرے یا نکرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاك کتابی ھذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوھرۃ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنیکی چنانچہ یون لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہہ خط پہنچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاویگی بجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرك وغیر فلانۃ طالق ثم محی اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وھذہ حیلۃ عجیبۃ وسیجیء انہ لو استثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہہ لکھا جسکا مثلاً کریمہ نام ہی کہ جو عورت کہ میری ہی سوا تیرے اور سوائے فلانی کے یعنی مثلاً سوائے زینب کے سو مطلقہ ہی پہر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنی کر لیا تھا گو بعد اسکے مٹا ڈالا ہو مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پہر وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اسطرح سے کریمہ کو لکھا تا کہ اوسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہی یہہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانیکے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب آویگا جسکو مستثنی کرلے کتابت سے

باب الصریح

یہہ باب ہے طلاق صریح کا صریحہ ما لم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتك وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابھا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا طلاق صریح وہ ہی جو مستعمل نہو مگر اوسی مین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہی یعنی طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر بولی مین جو لفظ ایسا ہو کہ سوا طلاق کے اور معنی مین مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی مین طلقتك بتشدید لام طلاق صریح ہی یعنی مین نے تجھکو طلاق دی اور

انتِ طالِق اور مطلقۃ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقہ کا بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہین کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے مقید کیا پہلی مثال مین کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال مین انتِ ہے اسواسطے کہ اگر بخطاب یون بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سو مقرر مین نے قسم کہائی ہے طلاق کی پہر بعد اس کلام کے عورت نکلی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونو صورتون مین طلاق کو عورت کی طرف مضاف نہین کیا تو اول صورت مین احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورتمین احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کہائی یا اوسکے غیر کی ہم خطاب مین بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بہا ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کے معنی رکہتا ہو از قسم صریح چنانچہ یون کہا کہ شئت طلاقک یعنی مین تیری طلاق چاہی یا رضیت طلاقک یعنی مین راضی ہوا تیری طلاق سے وا وقعت علیک طلاقک یعنی مین نے تجہپر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدتہ تخویفا لم یصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح مین داخل ہین الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طے کے یا طلاک یعنی کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طے کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہین اور تلاک بتشدید لام بھی جہال مین مستعمل ہے یا طلاق یعنی طلاق کو بطریق تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو ظہیر الدین نے طلاق عظیم کر کے تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہے کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق نہین ہے درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ سے عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہہ الفاظ صریح مین داخل ہین اور صریح محتاج نیت نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانیکے واسطے تو ظاہر مین اوسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اس عذر کو نما نیگا اگرچہ سچا ہو اور عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر ظاہر او سوقت زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اوس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہے ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اوس نے کہا نعم یا بلی ہجی کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلی کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہہ مطلب ہے کہ ہان مین نے طلاق دی ہجی کر کے یعنی ط ل ا ق لیکن اس صورتمین تکرار لازم آتی ہے اسواسطے کہ طلاق ہجی کی سابق مین ہو چکی واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا من البائن او اکثر خلافا للشافعی او لم ینو شیئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اوس نے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بولکر کچہہ ارادہ نکیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہین ہم طلاق رجعی وہ کہ جسمین تجدید نکاح کی حاجت نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اوسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گہر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا جائز ہے بخلاف طلاق بائن کے ایسا ہی مطلب نے کہا ہے کہ طلاق رجعی مانند مطلع کے ہے اور طلاق بائن مانند قطع کے ہے ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا صدق قضاء ایضا کما لو صرح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چہوٹنے کی تو اوسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اوسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اوس نے طلاق کو عدد کے ساتہہ نہ مذکور کیا یعنی یون نکہا کہ تجہکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہے طلاق کا نہ چہوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا ہے اور اوس نے قید سے چہوٹنے کا ارادہ بیان کیا تو اوسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کریگا تو ظاہر مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی وکذا لو نوی طلاقہا من زوجہا الاول علی الصحیح خانیہ اور اسیطرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اوسکے اول زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کہہ بولکر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے مین نے تجہکو چہوڑا تو مطلقا اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی نہ دیانت مین نہ قضا مین سو اسطے کہ یہہ ایسی نیت ہے کہ اوسکو لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ عن العمل کو کہہ کر کہا یعنی یون بولا کہ طلقتک عن العمل تو اوسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی قضا

مین ہے بحرالرائق مین ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اوسکے معنی کا علم شرط نہین سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھلایا اور وہ عورت کی
طرف خطاب کرکے بولا تو قضا مین طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوزجند سے تھا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک امر کی
ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ بزازیہ مین اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق او طلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقاً واحدۃ رجعیۃ ان لم
ینو شیئاً او نوی یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی
او واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر بطور خبر ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت
طالق الطلاق مین یا انت طالق طلاقاً مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نکی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق
واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع
ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہوجاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقاً سے دو طلاق ایسی
واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اوسمین کثرت کی گنجایش نہین فان نوی ثلثاً فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان
فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو
تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنی تین کل ہے طلاق کا اور سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین
بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنی لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر
سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اوسکے حق مین فرد حکمی ہے اور اسیطرح اوس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہوچکی دو طلاق
فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحرالرائق مین یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہوگی ومن الالفاظ المستعملۃ
الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری
اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہو اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہو اگر ایسا کرون اور مجھپر
حرام لازم ہے اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف مین طلاق کی قسم کہانا رائج ہوگیا ہو تو اون پر جاری
ہونا اوسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والیکی زوجہ نہوگی تو یہہ الفاظ قسم ہوجاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی
الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھہ سے کذا فی البحرالرائق ہم صاحب بحر نے تھا کہ بزازیہ مین صریح
ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہہ دلالت کرتا ہے کہ علی الطلاق من ذراعی بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً اور مقدسی نے تھا کہ یہ
قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے تھا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی نے تھا کہ یہہ تحقیق لائق ہے
قبول کرنیکی ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون
کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کہہ دیا یعنی یون کہا
کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین بزازی نے تھا کہ قول مختار یہہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے تھا اپنے فتاوی
مین کہ قول مختار یہہ ہے کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابوجعفر نے تھا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر
للنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہین کمال الدین بن ہمام نے تھا کہ حق یہہ ہے کہ ہان نیت
کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید
وقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہوجا یا یون کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم

طَالِ بالكسرة والا توقف على النية كما لو تهجّى به او بالعتق اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طالِ لام کو زیر کر کے یا اوسیکے
دیگر اسواسطے کہ طالِ ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انتِ طالِ زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال مین لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر
کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اوسکے حرف جدا جدا بولے جیسے انتِ طا ل ق یا لفظ عتق کو
علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح ر یعنی تو حرہ ہے تو ان دونو صورتون مین بدون نیت کے طلاق نہوگی ہم شارح نے بیان تہجی طلاق کو کنایات مین داخل کیا اور سابق
مین اوسکو صریح مین شمار کر چکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق مین روایت مختلف ہے خانیہ مین مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح مین داخل ہے نیت کی حاجت نہین اور بدائع مین مذکور
ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات مین داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہان بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والدر فی وفی
النھر عن التصحیح الصحیح عدم الوقوع بو ھبتک طلاقک ونحوه اور نہر الفائق مین تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہونا صحیح قول ہے اس کلام
کہ مین نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اَوْدَعْتُکِ طلاقک یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول
صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہین واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ الدر فی واذا اضاف الطلاق الیھا کانت طالق او الی ما یعبر به عنھا
کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد لان الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجه والرأس وکذا الاست دون البضع
والدبر والدم علی المختار خلاصه او اضاف الی جزء شائع منھا کنصفھا او ثلثھا وقع لعدم تجزیه اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یون کہا
تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اوس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ او عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر
اسیطرح است یعنی چوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونو کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پانون سر جسد مین داخل ہین نہ بدن
نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصه یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کی لیکن بضع اور دبر سے کل آدمی کی
تعبیر نہین واقع ہوتی یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جزء شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینو صورتون مین طلاق واقع ہوگی نصف و ثلث کی نسبت
سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اوسمین نصف یا ثلث یا حصہ کی گنجایش ہو خلاصه یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جزء معین کیطرف نسبت کی
جو جزء کہ بجائے کل کے ستعمل ہوتا ہے یا جزء غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتون مین طلاق واقع ہوجاویگی ولو قال نصفک الاعلیٰ طالق
واحدة ونصفک الاسفل ثنتین وقعت ثلاث فافتی بعضھم بطلقة وبعضھم بثلث عملا بالاضافتین خلاصه اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے
کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہین یہہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھ روایت نتھی تو بعضی
فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی مین سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج
داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی مین مندرج ہوچکا تو اوسکا کچھ اثر باقی نرہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہوگئی اور بعضی فقہا نے
تین طلاق کا فتوی دیا دونو نسبتون پر عمل کر کے کذا فی الخلاصه واذا قال الرقبة منک او الوجه او وضع یده علی الرأس او العنق او الوجه وقال ھذا
العضو طالق لم یقع فی الاصح لانه لم یجعله عبارة عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یده بل قال ھذا الرأس طالق واشار الی راسھا وقع
فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو ینبغی ان یدین فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس
عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوسنے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کرنے کے
بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھ نرکھتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہوجاتی قول اصح مین اور اگر مسئلہ سابقہ
یعنی رأسک طالق و رقبتک طالق مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن
یہہ اوس صورت مین ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہوا اور اگر رواج اوسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اوسکی تصدیق
ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ الدر فی کما لا یقع لو اضافه الی الید الا بنیة المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر به عن الجملة فلو عبر قوم به عنها وقع چنانچہ طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھہ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پانون کے اور رونگٹے کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھہ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منہہ کے اور سینہ کے اور ٹھڈی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کے اور اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضاسے کل جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان اعضاسے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا كل ما كان من اسباب الحرمة لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب کہ حرمت کے ہین نہ حلت کے اونکا بھی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اوس عضو سے کی جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہے چنانچہ سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھہ یا پانون کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے نہ صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان حصہ ہو ایک طلاق ہے کیونکہ بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اوسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے کہ مین نے تجھے ایک طلاق کا ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنی تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائی اوسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا ما لم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث حكم سابق اوس وقت تک ہے جب تک یون نہین کہا کہ نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہرچند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقة کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہوجاتا ہے نیت مین کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اوسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجائے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے لکھا کہ قہستانی سے اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اوس نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئین تو انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وربع طلقة مین بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیة المدنی وسيجيء انه استثناء لبعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اوس مین بعض طلاق لغو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ويقع بقوله من واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک وبقوله من واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان لا صل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالي من درهم الى مائة الكل والغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ...

مسائل کا جنمین مین اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہین ہے ہے کہ اونمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق مین اصل منع ہے
اسواسطے اوسمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل جنکا مرجع اوراصل اباحت ہی چنانچہ یہہ مثال کہ یہ ہے مرے
مال سے سو سے ہزار تک تو اوسمین دونو حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے وتقع بثلثۃ انصاف طلقتان ثلثۃ وقیل ثنتان
... ہونگے دو طلاق کے تین آدہون سے تین طلاق اور قول ضعیف یہہ ہی کہ دو طلاق واقع ہونگی وبثلثۃ انصاف
طلقۃ او نصفی طلقتین طلقتان وقیل یقع ثلث والاول اصح اور واقع ہونگے ایک طلاق کے تین آدہون
... دو طلاق کے دو آدہون سے دو طلاق اور قول ضعیف مین تین طلاق اور پہلا قول اصح ہی یعنی دو طلاق کا و بولہ فی ثنتین واحدۃ
ان لم ینو او نوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہے دو طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نکی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین
یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نکی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو بڑہاتی ہی نہ افراد عدد کو فتح القدیر مین اس قول کو مسلم نہین کہا کذا فی حاشیۃ الحمدی وان نوی واحدۃ وثنتین
فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدۃ فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولۃ واحدۃ
لہا واحدۃ وثنتین لانہ لم یبق للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ مین ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق
ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کی جدا ہوگئی تو طلاق کا محل ہی باقی نرہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا
اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی مع کے استعمال کیا تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ
مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے وتقع ثنتان فی ثنتین ولو بنیۃ الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع
فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے
ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سوا وسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین فی ثنتین مین فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل
کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو تین طلاق واقع ہونگی
وبقولہ من ہنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ ما لم تصفہا بطول او کبر فبائنۃ اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی یہان سے شام تک ایک طلاق
رجعی لیکن طلاق کو طول اور بزرگی کر موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کر متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت طالق بمکۃ او فی مکۃ او فی الدار
او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ او انت مریضۃ وانت تصلین اور یہہ قول کہ انت
طالق بمکۃ او فی مکۃ یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ مین یا گھر مین یا سایہ مین یا دہوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑجاتی ہی دخول
مکہ اور گہر یا سایہ اور دہوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑجاتی ہی کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نمازخوانی مین خواہ بیمار ہو یا نہو
نماز پڑہی یا نہ پڑہے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دہوپ سے کچھہ خصوصیت نہین ویصدق فی الکل دیانۃ لا قضاء اور تصدیق کیجاویگی زوج کی
ان سب الفاظ مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی
سنۃ او الی رأس الشہر او الی الشتاء اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا یا وانت طالق فی ثوب مین
انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مریضۃ مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعض اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اوسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور
وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گذر جانے اور بدون شروع
ماہ کے ایسی طلاق نہ واقع ہوگی واذا دخلت مکۃ تعلیق اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جب کہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہہ تعلیق ہے حقیقت مین یعنی بدون دخول مکہ
طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی صلوتک ونحو ذلک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسیطرح سے یہہ
قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گہر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسا کپڑا پہرنے مین یا تجھکو طلاق ہی تیری نماز مین اور مانند ان اقوال کے تعلیق

یعنی داخل ہین اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہی شرط کے باعتبار تبعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہین ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا ولو قال لدخولك الدار
او لحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ دخول
دار و حیض پر موقوف نہین ولو بالباء فتعلیق اور اگر بجای لام کے بای موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار و بحیضک تو یہہ قول تعلیق ہی یعنی
دخول دار و حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وھی حائض فحتی تحیض اُخری ہے اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین اور حالانکہ اوسکو
حیض موجود ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوی وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضۃ مین
یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتی ہین اور کمال حیض بن
طہر کے نہین خلاصہ یہہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اوسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی
حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجئ ثلثۃ ایام تعلیق بمجئ الیوم الثالث سوی یوم حلفہ لان الشرط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین
کہ تجھکو طلاق ہی تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دنکے آنیمین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دنکے آنیپر سوای اوس دن کے جسدن یہہ کلام
کیا اسواسطے کہ شرط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہی نہ ماضی مین اور آنا دنکا ابتدای یوم سے ہوتا ہی حالانکہ یوم تکلم کچھہ دن گذرچکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا
اسواسطے اوسدن کو شمار سے نکالڈالا ویوم القیمۃ لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہی یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ
قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی طالق تطلیقۃ حسنۃ
فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبھا تعلیق اور اس قول مین کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال
طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اوسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق و تعلیق کے تو فی دخولک الدار
جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا
عمن قال لامرأتہ **شعر** فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن + وان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم + فانت طلاق والطلاق عزیمۃ +
ثلث ومن یخرق اعق واظلم + کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبھا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور
سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمدؒ سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو ای ہند تو نرمی کرنا مبارک ہی اور اگر سختی اور بدلحی
کریگی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو تو مطلقہ ہی اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو و لعب نہین + تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہی وہ نافرمان تر اور
ظالم تر ہے + کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اوس نے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی
اور اگر اوسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہی جو ملتقی پر ہے ھم جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا
تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق
ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہہ سوال امام ابو یوسف سے کیا اونکو جواب آیا
کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ حکایت غلط ہی اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عربیت
کی ہو اور یہہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہہ سوال کسائی نے امام محمدؒ سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہی
چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کر دی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح
اور اس قول سے کہ تو طالق ہی کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء وصدق
فیھما دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دنکی باعتبار قضا کے
اور تصدیق کیجاویگی متکلم کی دونو قولون مین باعتبار دیانت کے اور مانند اسکی ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھہ نیت

کی تو آخر رجب بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی میں صحیح ہوگی اور دیانۃً دونوں میں تصدیق ہوگی و فی انتِ طالقٌ الیومَ غداً وغداً الیومَ اُعتُبِرَ اللفظُ الاوّلُ اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول میں آج طلاق ہوگی اور ثانی قول میں کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃٌ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں عطف واو کے کیا یعنی یوں کہا کہ انتِ طالقٌ الیومَ وغداً یا انتِ طالقٌ غداً والیومَ تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیومَ وغداً میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہونگی یعنی غداً والیومَ میں کقولہ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ و اول النہارِ و اٰخرہٖ وعکسُہٗ او الیوم و رأس الشہرِ چنانچہ اس قول میں کہ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ اگر یہہ قول رات کو کہا تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انتِ طالقٌ بالنہارِ واللیلِ تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انتِ طالقٌ اولَ النہارِ و آخرہٖ سو اگر یہہ قول اول روز کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول یوں کہا کہ انت طالقٌ آخرَ النہارِ و اولہٗ تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار و آخرہ تو دوبار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالقٌ آخرَ النہار و اولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح عکس کا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار و آخرہ کا آخر النہار و اولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یوں تکلم کرے کہ انت طالقٌ الیومَ و رأسَ الشہرِ تو اگر یہہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دوبار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انّہٗ متیٰ اَضافَ الطلاقَ لوقتینِ کائنٍ ومستقبلٍ بحرفِ عطفٍ فاِنْ بدأ بالکائنِ اتّحد او بالمستقبلِ تعدّد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہہ کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کیطرف کہ ایک اونمیں ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونو وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونو وقت متحد ہونگے اس صورتمین ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغدا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اوسکا ہوگی یعنی دوبار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غداً والیومَ میں و فی انتِ طالقٌ الیومَ واذا جاءَ غدٌ وانتِ طالقٌ لا بل غداً طلقت واحدۃً للحالِ و اُخریٰ فی الغدِ اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آویگا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اوسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے بلفظ لا دبل نفی کلام سابق کی ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انتِ طالقٌ واحدۃً اولا او مع موتی او مع موتِکِ لغوٌ اما الاول فلحرفِ الشکِّ واما الثانی فلاِضافتہٖ لحالۃٍ منافیۃٍ للایقاعِ اوللوقوعِ تو طالق ہے ایکبار یا کہ طالق نہیں یا یوں کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھہ یا اپنی موت کے ساتھہ تو یہہ دونو قول لغو ہیں یعنی ایسی کلام سے طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اوسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اوسمین طلاق مضاف ہے اوس حالت کی طرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اوس حالت میں اوسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اوس حالتمین محل طلاق باقی نہیں کذا انتِ طالقٌ قبلَ اَن اتزوَّجکِ او امسِ وقد نکحہا الیومَ اور اسیطرح لغو ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ میں تیرے ساتھہ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اوس عورت سے آج یہہ دونو قول اسواسطے لغو ہیں کہ طلاق کو اوس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ اوسکو ملکیت طلاق کی نتھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبلَ امسِ وقعَ الاٰن لانّ الانشاءَ فی الماضی انشاءٌ فی الحالِ اور اگر نکاح کیا تہا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تہا اور پہر یوں کہا کہ انتِ طالقٌ امسِ تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امسِ والیومَ تعدّد وعکسُہ اتّحد وقیل بعکسِہٖ اور اگر کہا کہ انتِ طالقٌ امسِ والیومَ تو دوبار طلاق ہوگی یا بالعکس کے کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالقٌ الیومَ والامسِ تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکو بالعکس کہا یعنی اول صورتمین ایکبار اور دوسری صورتمین دوبار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی او انتِ طالقٌ قبلَ ان اُخلقَ او قبلَ ان تخلقی او طلقتکِ وانا صبیٌّ او نائمٌ او مجنونٌ وکان معہوداً کان لغواً یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میرے پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی جب کہ مین لڑکا تہا یا جب کہ مین سوتا تہا یا جب کہ مین دیوانہ تہا اور حالانکہ اوسکا جنون معلوم تہا تو یہہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالت مذکورہ منافی ہین
ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انت حُرٌّ قبل ان اشتریک او انت حُرٌّ امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعبد انہ حُرٌّ لہ
لا قرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تہا کل اور حالانکہ اوسکو خریدا آج
تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہے کہ اوسکو اوس شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے
چنانچہ اسطرح بہی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسیکے غلام کے حق مین کہ یہہ آزاد ہی پہر اوسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی
بسبب اقرار کرنے قائل کے اوسکی آزادی کا انت طالقٌ قبل موتی بشہرین او اکثر ثلث قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط
وان مات بعدہ طلقت مستندًا لاول المدۃ لا عند الموت وفائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلث حیض
تو طالق ہے میری موت سی دو مہینہ پہلے یا کہ اس مدت سی زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نپائی جانے شرط کے اور اگر
زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق
مستند کا یہہ ہے کہ عورتکو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت گاہ منقضی ہو جاتی ہے دو مہینے مین تین حیض ہوکر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین
قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین
استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اوسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے
اور علامہ سمرقندی نے لکہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالقٌ کل یوم او کل جمعۃ او راس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع
واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف
اتحد ولا تعدد کہا زوج نے زوجہ سی کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینہ کے شروع پر اور زوج کے ان اقوال مین کچہ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع
ہوگی اور اگر اوسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اوسنے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھہ یا کہا کہ تو طالق ہے
نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہوجاوے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ بین طلاق یا ایک طلاق
کے واقع ہونیکا ان مثالون مین یہہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق
واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انت طالقٌ مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہے
کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھہ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہی شارح کے قول کے
اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونو کلامون مین سوا مفعول
مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے لکہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انت طالقٌ مع کل تطلیقۃ یعنی اوسمین لفظ یوم کا نہین
تو یہہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھہ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ صاحب بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرًا طالقٌ الان لا تطلق حتی تموت احدٰہما فتطلق الاخریٰ
لوجود شرطہا حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دونون مین بڑی عمر والیکو طلاق ہے اسوقت تو کسیکو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک اونمین سے
مرجاوے پہر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائی جانے شرط زوج کے اوسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی
ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے لکہا کہ طول عمر بدون دونو عورتون کے مرجانیکی ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ چالیس برس کی
ہو اور جو زندہ رہی ہے شاید اوسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع مین بعد حینئذ کے لفظ مستندًا کا بہی مرقوم ہو قال انت طالقٌ
قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرًا کہا زوج نے کہ تو طالق ہی زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پہر زید آیا بعد مہینہ

سکے تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے ھم مصنف نے طلاق قبل موت مین استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم مین اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے شارح نے استناد اور اقتصار کو اگلے قول مین مصرح کیا اعلم ان طریق ثبوت الاحکام اربعة الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہین ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتہا تبیین فالانقلاب صیرورة مالیس بعلة علة کالتعلیق سو انقلاب یہہ ہی کہ جو چیز علت نہین ہے واقع مین سو علت ہوجاوی چنانچہ تعلیق مثلا یون کہا کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار وقت مین طلاق کی علت نہین وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہوگیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہی یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہی ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہوجاتا ہی والاستناد ثبوتہ فی الحال مستندا الی ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوة حین الحلول مستندا لوجود النصاب اور استناد عبارت ہی ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ما قبل کی طرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت مین جیسے لازم ہونا زکوة کا سال تمام ہونیکے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوة بالفعل واجب ہوتی ہی باعتبار ما قبل کے یعنی جو لان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب درمیان سال کے کم ہوجاوی والتبیین ان یظہر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا تطلق من حین القول فتعتد منہ اور تبیین یہہ ہی کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تہا چنانچہ زوج کا یہہ قول کہ اگر زید گہر مین ہوگا تو تجھکو طلاق ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گہر مین یعنی دوسری دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گہر مین موجود تہا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اوسی وقت سے اوسکی عدت ہوگی خلاصہ یہہ ہی کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہین یعنی زمانہ مستقبل مین ہے یا زمانہ حال مین یا زمانہ ماضی مین تو اگر زمانہ استقبال مین ہے بطور تعلیق کے تو اوسکو انقلاب کہتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہی بلا استناد سابق اوسکو اقتصار بولتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہی ما قبل سے مستند ہوکر اوسکو استناد کہتے ہین اور اگر یہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی مین ہے اوسکو تبیین بولتے ہین انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہی مادامیکہ مین تجھکو طلاق نہ دون یا جب تک کہ مین تجھکو طلاق نہ دون یا تا وقتیکہ تجھکو طلاق نہ دون اور یہہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اوسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدریہ قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہی کہ وہ یہان بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہہ کہ ان مثالو نمین طلاق کی اضافت ہوئی اوس زمانہ کیطرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہی پہر جب اوسنے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدہما قبلہ ای تطلیقہ فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول مین کہ تو طالق ہے اگر مین تجھکو طلاق نہ دون عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک کہ کوئی اون دونو مین سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجاوی پہر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائی جانے شرط کی یعنی عدم طلاق کے پہر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا واذا ما بلا نیة مثل ان عندہ ومثل متی عندہما وقد مر حکمہما اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہی نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہی نزدیک صاحبین کے اور دونو کا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہوچکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین مین سے مری اور جب بمعنی متی کے ہونگے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبر نیتہ اتفاقا ما لم تقم قرینة الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اوسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جبتک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو

طلاق ہوے زوج نے کہا کہ انتِ طالقٌ اِذَا لم اُطلقکِ تو فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انتِ طالقٌ مالم اُطلقکِ انتِ طالقٌ معا ای موصل بقوله مالم اطلقکِ طلقت بالمنجزة لا الاخیرة فقط استحساناً اور اس قول مین کہ انتِ طالقٌ مالم اطلقکِ انتِ طالقٌ یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پہلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انتِ طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انتِ طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونو واقع ہونگی کذا فی حاشیة الطحطاوی والدر عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اُطلقکِ الیوم ثلثاً فانتِ طالقٌ فحیلتُه ان یُطلقها علی اَلفٍ ولا تقبل المرأة فاذا مضی الیوم لا تطلق به یفتی خانیة لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق ندون تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونیکا یہ ہے کہ اوسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پہر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ والخلاصہ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے تطلیق مطلق کے تحت مین یعنی ہرچند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوئی انتِ طالقٌ یومَ اتزوّجکِ فنکحها لیلاً حَنِثَ بخلاف الامر بالید ای امرکِ بیدکِ یومَ یقدم زیدٌ فقدم لیلاً لم تخیّر ولو نهاراً تبقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پہر نکاح کیا اوس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونو کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پہر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا اوسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قُرن بفعلٍ یَمتدّ یستوعب المدة یُراد به النهار کالامر بالید فانه یصحّ جعله بیدها یوماً او شهراً ومتی قُرن بفعلٍ لا یستوعبها یُراد به مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتکِ شهراً کان ذکر المدة لغواً وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید مین یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا ہہر لے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اوسکو عورت کے اختیار مین دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسیطرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہوسکتا ہے اور جب کہ یوم مقرون ہوا وس فعل سے کہ کل مدت مین ممتد نہوسکے تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہیگا کہ مین نے تجھکو طلاق دی مہینہ بہر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منکِ طالقٌ او بریٌّ لیس بشیءٍ ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بیوقوع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن والحرام ای انا منکِ بائنٌ وانا علیکِ حرامٌ ان نوی لان الابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحل وهما مشترکان فتصح الاضافة الیه حتی لو لم یقل منکِ او علیکِ لم تقع اور جدا ہوجاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونو یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انتِ بائنٌ او حرامٌ حیث یقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انتِ بائنٌ او حرامٌ یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نکہے یعنی اگرچہ یون نکہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے

خزانة الاكمل کی عبارت کو رد کیا اور سین میں ہے کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرها بيدها مشروطاً قولها ابنت
ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھسے جدا ہو یعنی وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے م
بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہو گی
زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون
تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت
کی اضافت زوج اور زوجہ دونو کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیة المدنی ویقع بابرائك عن الزوجية بلا نية اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے
تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہہ قول صریح ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین انتِ طالقٌ ثنتين مع عتق
مولاكِ اياكِ فاعتق سيدها طلقت بثنتين وله الرجعة لوجود التطليق بعد الاعتاق لانه شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی
ہے کسیکی کہ تو طالق ہے دوبار ساتھہ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھہ تجھکو دوبار طلاق ہے پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا تو دو طلاق
مطلقہ ہوگی اور اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنیکے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اوسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی
شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق واقع ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا
دو طلاق کے بعد درست ہے اور اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش رہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ لفظ
مع گاہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر يسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آن واحد مین مقارن ہین ونقل
ابن الكمال ان كلمة مع اذا اتحد بين جنسين مختلفين تحل محل الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے
درمیان دو جنسون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف انہین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجائے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر
کلام یون ہوئی کہ ان اعتقك مولاكِ فانتِ طالقٌ ثنتين یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دوبار طلاق ہے ولو علّق بالبناء للمجهول عتقها و
طلاقها بمجيء الغد فجاء الغد لا رجعة له لتعليقهما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اوسکی کل کے آنے پر یعنی اوسکے
مولی نے کہا کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اوسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا واسطے
معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونو کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم
تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وعدتها فی المسئلتين
ثلث حيض احتياطاً اور عدت اوس عورت کی دونو مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو كان الزوج
مريضاً لا ترث منه لوقوعه وهي امة فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اوسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اوسوقت
واقع ہوئی جب کہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انتِ طالقٌ هكذا مشيراً بالاصابع المنشورة
وقع بعددها کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کی شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک
طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل هذا فانه ان نوى ثلثاً وقعن والا فواحدة لان الكاف للتشبيه فی الذات
ومثل للتشبيه فی الصفات ولذا قال ابو حنيفة ايمانی كايمان جبرئيل لا مثل ايمان جبرئيل بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق
ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد کی نکی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے
کہ مسئلہ سابقہ مین کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیونکی ذات کی مانند ہے

تو اس صورت مین انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو وسے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت
ہے مانند ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جب کہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام
اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اِیْمَانِیْ کَاِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ لَا مِثْلَ اِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ یعنی میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہے نہ مثل
ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو
ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مؤمن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی اسواسطے کہ صفات
مختلف مین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہی وہ اور مؤمنین کو کہان
کذا فی حاشیۃ المدنی وَتُعْتَبَرُ الْمَنْشُوْرَۃُ لَا الْمَضْمُوْمَۃُ اِلَّا دِیَانَۃً کَالْکَفِّ اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان مین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار
دیانت کے یعنی اگر وہ مضمومہ انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اوسکی دیانت بین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے
اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ
فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کہولنا سب انگلیون کا ہی یعنی اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جبتک سب اونگلیون کو
علیحدہ علیحدہ نکہولیگا اور جب کہ بعض کو کہولیگا اور بعض کو متصل رکہیگا تو معتبر منتشر اونگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا اونگلیون کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی ونقل القھستانی انہ یُصَدَّقُ قضاءً بنیۃ الاشارۃ بالکف وھی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اوسکی
تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف
سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ھکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ اونگلیون سے کیا اور نکہا ہکذا تو ایک ہی طلاق
واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انتِ ھکذا مُشِیْرًا ولم یقل طالق لم اَرَہٗ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی انگلیون سے اشارہ کرکے اور
یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہی کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ھ حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح
ہے اسواسطے کہ بیہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو بیان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول
لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین آہ حموی نے بہی عدم وقوع طلاق
کی بعض علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظھورھا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیونکی پیٹہہ سے یعنی پیٹہہ انگلیون
کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹہ اونکا مشیر کی طرف تو معتبر بند اونگلیان ہونگی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے ولو کان رؤسھا نحو المخاطب
فان نشر اعن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضما عن نشر فالضم ابن کمال اور اگر ہون سر اونگلیونکے مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا اونگلیون کا
بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا اونگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو مذکور کیا ھ جب کہ فراغت
ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اوسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انتِ طالقٌ بائنٌ او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ
اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے
بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آیندہ سے
طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل
او کالف او ملأ البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے
طلاق ہے یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گہر بہر کی طلاق ہی او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق
ہے یا لمبی طلاق ہے او اسوأہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی

الكل لانه وصف الطلاق بما يحتمله ان لم ينو ثلثًا في الحرة وثنتين في الامة فيصح لما مر۔ اگر یون کہا کہ تجھکو اسور طلاق ہے یعنی بڑی طلاق ہے
یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا اخشن طلاق ہے اخشن بمعنی اشد ہے یا اکبر طلاق ہے یا امرّ طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق
ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ مین اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کے جسکو طلاق محتمل ہے یعنی صفت
بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہے مثلاً طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کی اور
طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اوسوقت ہے کہ اگر قائل نے
نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نکی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی
اسواسطے کہ اب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی ھم صیغہ
افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا
فی حاشیۃ الدرر کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخرٰی فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اوسکی مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات جو متصل طالق کے
واقع ہون کذا فی حاشیۃ الدرر ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرہ اور اگر عطف کیا سو یون
کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نکی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا
کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکین بھا نفسک
لانھا لا تملک نفسھا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کر کہ مالک ہوجاوے تو بسبب اوس طلاق کے
اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت طرح
سے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک له الرجعۃ وقیل لا جوھرۃ
ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اوسکو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضون نے کہا کہ
اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جب طلاق کو کسیطرح کی شدت اور زیادت کے موصوف
کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ الدر
وخطّأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بھا نفسھا الخ اور بحر الرائق مین خطا کار کہا ہے اونکو
جنھون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر معقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اس عورت پر دوسرا
نکاح کریگا یا اوسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہوجاویگی بسبب اوس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
موثقین بتشدید ثا مثلثہ مکسورہ وہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے اونکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہے کہ
اونکی لکھے شرطی کا اخذ لوگون نین معتمد ہوتے ہین کذا فی العینی و خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہین لکن فی
البزازیۃ وغیرھا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فھی بائنۃ او ثلث ثم طلقھا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف
لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اوسکو
طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت
کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے بعد شرط کے اتفاق نہین ہوئی پہر قبل وقوع اوسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدلال

کی تخلیہ مناسب بحر پر وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فہی بائن او ثلث باوجود صراحت بینونت کے تو ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے
تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولیٰ ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین شکو
تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کر ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور
اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج نے کہا کہ مین نے اوس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی
تو یہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین پھر اوسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہی قول البزازیۃ
طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجت
علیک فانت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف
ہنا و فی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیری اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ
کہ مالک ہوجاوے تو بسبب اوسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق
رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق
اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کہ ہی یہ قول
کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا تاء مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی
ایک طلاق کی نیت مین ہم عوام عرب بالفعل بجای اکثر بثاء مثلثہ کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کر دی کہ محرف اور
غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی
ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق
کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے
کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ م لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ
جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر
مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اوسکے کہا اوس نے کہ لا کثیر تو اسمین
کلام سابق کی نفی ہوئی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوگئی
اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق مین تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئی اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند
کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے
اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ
او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی
یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار طلاق واقع ہوگی م عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی
غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
مین جل الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کیطرف اور اکثر افراد
کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے

ہوئی کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر ولا قلیل علی الاشبہ
مضمرات اور اسیطرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ کثیر نہ قلیل بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت
ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا و فی القنیۃ طلقتک
اٰخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق اٰخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث
تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یون کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاق ونکی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق
دونوں صورتوں میں خوب باریک ہے ہم پہلی صورت میں یعنی اخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف اور الف لام ہے اوسپر عہد کا تو ثلث
کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اوسمین آخر مضاف ہے نکرہ کیطرف اوسمین
کوئی علامت عہد کی نہیں اور قائل نے پچھلی تین واقع کین ہین اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **فروع** مسائل ملحقہ
شامیہ کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس
قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو
نکرہ کیطرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسیواسطے کل الرمان ماکول غلط ہے اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اسواسطے کہ جمیع
افراد انار کے ماکول ہین تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کے مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے
تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحدۃ اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے مراد وہ
چیز ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں اسکو اسم
جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی
ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بقدر عدد رمل
یعنی ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہوتا ہو وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرۃ بولتے
ہین اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہین اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہین وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یون کہنے
سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد شیطان کے بالون کے یا میری ہتھیلی کی پیٹھ کے بالونکی شمار کی برابر تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی
نفی اور ثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اوسپر اطلاع ممکن نہیں تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع
ہوگی اور اسیطرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر کفی او ساقی او ساقک او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض
من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بشمار ہتھیلی کے پیٹھ کے بالون کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالون کے یا
تیری پنڈلی کے بالون کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالون کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیون کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالون مچھلیون کے اگر بال اور مچھلیان پائی جاوین اور اگر وہان کوئی بال اور
مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامراۃ او قالت
لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یون کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج
نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک با وجود نیت کے بھی یہ
قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امراۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسؤال قرینتا ارادۃ النفی
فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے موکد کیا یعنی یون کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اوس نے کہا کہ نہیں
تو عورت طالقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت

مین دونو جملہ مین ارادہ کرنے نفی طلاق کے • دونو مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ سے تھا جسمین صدق اور کذب کو احتمال ہو اور قسم موضوع ہو واسطے تقویت ایجاب کے تو قسم سے خبر مثبت قوی ہوگئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے • وفی الخلاصة قیل له ألست طلقتها تُطلَّق ببلی لا بنعم • وخلاصہ مین ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تونے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلیٰ سے نہ نعم سے یعنی اگر اوس نے جواب مین بلیٰ کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلیٰ کا موضوع ہو واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہو واسطے اثبات اقبال کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہہ مطلب کہ طلاق مینے نہ دی • وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف • اور فتح القدیر مین ہے کہ بلیٰ اور نعم مین فرق کرنا نچاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی منیہ اصل لغت مین بلیٰ اور نعم مین فرق ثابت ہی لیکن طلاق مین دونون مین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونو برابر مین تو دونو لفظون سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر • وفی البزازیة قالت له انا امرأتك فقال انت طالق كان اقرارا بالنكاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النكاح وضعا • اور بزازیہ مین ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو یہہ مرد کا کلام اقرار نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اسیلئے کہ کلام نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے • علم انه حلف ولم یدر ابطلاق او بغیرہ لغا کما لو شك أطلق ام لا • مرد کو معلوم ہے کہ قسم کہائی ہے اور یہہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کہائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور قاطع نکاح کا مشکوک ہے حالانکہ شک سے یقین نہین ٹلتا • ولو شك أطلق واحدة او اكثر بنی علی الاقل • اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہے تو ایک کو قائم رکہے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہے تو دو کو قائم رکہے • وفی الجوهرة طلق المنكوحة فاسدا ثلثا له تزوجها بلا محلل ولم يحك خلافا • اور جوہرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اوس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہے اوس مرد کو کہ اوسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل کیا • م • نکاح فاسد جیسے کہ مثلا عورت سے اوسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد کی مین یا نکاح اسلام مین تو نکاح فاسد انمین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بها

اس باب مین مسائل مین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے • قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق يا زانية ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث عليها وهي زوجته ثم بانت بعده • کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑجانے تین طلاقون کے حالت زوجیت مین پہر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جب کہ مرد نے اوسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اوسکی زوجہ تھی پہر جب اوس نے تین طلاق کہی تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہین ہوتا مگر زوجہ سے • وکذا انت طالق ثلثا یا زانیة ان شاء الله تعالى لتعلق الاستثناء بالوصف بزانية • اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیة تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچہہ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے • وقعن لما تقرر انه متى ذكر العدد كان الوقوع به • یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اوس پر تین طلاق واقع ہون گی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو وقوع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہی کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکا ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی والمدنی یہہ رد ہے حسن بصری اور عطا کی مذہب کا کہ اونکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتی

باب طلاق غیر المدخول بہا

فقط انت طالق سے اوسپر طلاق بائن ہوگئی لفظ ثلثا کا بسبب باقی رہنے محل کے لغو ہوگیا اوسکو زوج کو جائز ہے کہ اوس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور یہ آیہ شریفہ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط نہین اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول سے دیا وما قيل انه لا يقع لنزول الاية في الموطوءة فباطل محض منشاءه الغفلة عما تقرر ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتی اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل ہونے آیت کی حق مدخولہ مین سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہے اوس قاعدہ سے جو مقرر ہوچکا ہے کہ استدلال آیت اور حدیث مین اعتبار ہے عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہرچند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہے مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو شامل ہے وحمله في غرر الاذكار على كونها متفرقة فلا يقع الا الاولى فقط اور محمول کیا ہے حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار مین متفرق تین طلاق پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینو واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع مین صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور مین کچھ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف او غيره بانت بالاولى لا الى عدة اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہا بذکر وصف یعنی یون کہا کہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر تفریق کی چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر جملہ اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑجائیگی بدون عدت کے اسواسطے کہ طلاق غیر مدخولہ مین عدت نہین جیسا چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہے ولذا لم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلاعدت پڑجاتی ہے اسیواسطے اوسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہوجاتی ہین کل امثلہ سابقہ مین وعم التفريق قوله وكذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتين مع طلاقي اياك فطلقها واحدة وقع واحدة اور شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہے یون کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھہ طلاق دینے میری کے تجھکو پہر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونو صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگئی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہے چنانچہ [illegible] ہے تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنیکے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے كما لو قال نصفا وواحدة على الصحيح جوهرة چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدہی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا وواحدۃ بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدۃ ونصفا بولنا مستعمل ہے پہر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحدۃ نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدة ونصفا فثنتان اتفاقا لانه جملة واحدة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور آدہی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ ایک جملہ ہے موافق استعمال کے ولو قال واحدة وعشرين او ثلثين فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یون کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہہ ایک جملہ ہے طلاق متفرق نہین

والطلاق يقع بعدد قرن به لا به نفسه عند ذكر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہے عدد سے جو طلاق کے متصل ہے نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہے جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمه الوقوع بالصيغة اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ یہہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھہ عدد مذکور ہو چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہین چنانچہ انت طالق تو یہان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت يعني الموطوءة وغيرها بعد الايقاع قبل تمام العدد لغا اي لغو تو اگر زوجہ مرگئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہوچکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ طلاق سے اور جب کہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب مرجانے کے محل طلاق نہ باقی رہی پہر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت

رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت مری گی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو ماتت الزوجۃ او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اوسکا منہ بند کیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اوسکے قصد کرنیسے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ بالعطف او قبل واحدۃ او بعدھا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ و لا تلحقھا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایک بار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اوسکو نہ لاحق ہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلھا واحدۃ او مع واحدۃ او معھا واحدۃ ثنتان لان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق ہے جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ واحدۃ او قبل واحدۃ او بعدھا واحدۃ مین اور طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑینگی مثالون مین تو اول اور ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین یہہ تسلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے ویقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مشروط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلھا لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی طلاق مین عدت نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ۔ فی فتی علق الطلاق بشھر ۔ قبل ما بعد قبلہ رمضان ۔ ویشتمل علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل اور بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اوسکی مدد کرے اور ہمیشہ اوس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اوس جوان کے مقدمہ مین کہ اوس نے طلاق معلق کی اوس مہینہ سے کہ مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹھی یہہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین سے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذوالقعدہ ہے اور اوسکے قبل شوال ہے اور اوسکے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل شھرا وبمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کی تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد شھرا وبقبل اولا او وسطا او اخرا فی شوال وببعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع

ہو گی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال مین اور لفظ بعد سے اسیطرح یعنی بعد اول پڑی یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہو گی شعبان مین و سطر لغو ہو جاتے دو طرفون متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہون گے اور ایک بعد تو لغو ہو جاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہو جائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہے یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیون نے یعنی حلبی اور شیخ حسنی اور طحطاوی نے اور اسیواسطے اونہون نے لکھا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہو گئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہئے اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہو گئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہے شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہئے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام مین اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اوسکی خلاف تحقیق کی ہے یہہ مختصر لائق اوس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل مسئلہ اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھہ اسیطرح وہان شوال جواب ہے اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھہ کسی طرح وہان شعبان جواب ہے چنانچہ بعض علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہے **شعر** محض قبل حجة محض بعد فالجمادی الاخیرۃ ذا اعلال مع قبلین کیف ما کان بعدہ فہو شوال عکسہ شعبان کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث تطلق واحدۃ منهن وله خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اوسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہو گی ایک عورت اونمین سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جسکو چاہے اوسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین یہی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسیکی علما کا خلاف ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا واما تصحیح الزیلعی فانما هو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حرره المصنف وسیجی فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح مین ہے چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائه الاربع بینکن تطلیقة طلقت کل واحدۃ تطلیقة کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان مین ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہو گی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی قسمة کل واحدۃ بینهن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہو گی اگر کہا اون سے کہ درمیان تمہارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے دل مین رکھی یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلاقان هکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چارون پر منقسم ہوئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اور بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہنچی اسیطرح ہر ایک کو دو ملین گی آٹھہ طلاق تک فان زاد علیها طلقت کل واحدۃ ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھہ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرینگے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہو جاوینگی ومثله قوله اشرکتکن فی تطلیقة خانیه اور مثل بینکن تطلیقة کے ہے اشرکتکن فی تطلیقة یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیه وفیها قال لامرأتین لوجدا بواحدۃ منهما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منهما لا یصدق ولو مدخولتین فله ایقاع الطلاق علی احدیهما لصحة تفریق الطلاق علی المدخولة لا علی غیرها اور خانیه مین ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہے میری عورت طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق کر سے اون دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اوسکی تصدیق نہو گی اور اگر دونو عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اونمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے

تو دوسری طلاق واقع ہونیکی اوسمین گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قاضی کے نزدیک قال امرأتي طالق ولم يسمّ وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اوسکی ایک عورت مشہور ہے تو اوسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہ پڑے لیکن جب کہ زوج کی دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اوسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اوسکی طلاق کا فان قال لي امرأة اخرى واياها عنيت لا يقبل قوله الا ببينة ولو كان له امرأتان كلتاهما معروفة له صرفه الى ايتهما شاء خانيه ولم يحك خلافا سو جب کہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور نہین اور اوس نے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اوسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تھا تو اوسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونو مشہور ہین تو اوسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیہ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا

فروع مسائل ملحقہ شائعہ کے کرر لفظ الطلاق وقع الكل فان نوى التاكيد دين مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری كان اسمها طالق او حرة فناداها ان نوى الطلاق او العتاق وقعا والا لا اتنا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اوسنے زوجہ کو طالق کہکر اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہونگی اور اگر نیت نہین کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأته هذه الكلبة طالق طلقت ولعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہہ کتیہ مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہہ گدہا آزاد ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورتمین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنى به الاخبار كذبا وقع قضاء الا اذا اشهد على ذلك کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر دو سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جب کہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اوسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وكذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه يحلف كاذبا صدق قضاء وديانة شرح وهبانيه اور اسیطرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کہائیگا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونو مین تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کرکے کہیگا جھوٹی قسم کہانے پر تو قضا مین اوسکی تصدیق نہوگی اوسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین قسم کہانیوالے کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینیوالے کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کہانیوالا مظلوم ہے تو اوسکی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینیوالے کی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفي النهر قال فلانة طالق واسمها كذلك وقال عنيت غيرها دين ولو غيرها صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب طالق ہے اور واقع مین اوس عورت کا نام بھی زینب تہا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین اور اگر اوسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی وعلى هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غيره لم تطلق اور اسیطرح پر اگر قسم کہائی اپنی قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اوسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے مثلا تو اوسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد كثر في زماننا قول الرجل انت طالق على اربعة مذاهب قال المصنف ينبغي الجزم بوقوعه قضاء وديانة اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہماری زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چار مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوی رملی مین ہے کہ یہہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق في قول الفقهاء او فلان القاضي او المفتي دين اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا

خلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ مین تو اوسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن البحر لیکن اگر نیت کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنی اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ مین اور اونمین اوسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی و فی نساء القریة و البلدة خلاف الثانی اور گانو اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانو کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ مین تو ابو یوسف کے نزدیک اوسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے ہے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانو کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجها طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دی زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخریٰ پہر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اوسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال طلقت فواحدة ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یون کہا کہ طلقنی و طلقنی و طلقنی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتبارًا بالانشاء کذا ابنت نفسی اذا نوی ولو ثلثا بخلاف الاول اور اگر کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پہر زوج نے اوسکو جائز رکہا تو اوسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہے ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اوسپر طلاق پڑ جایگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابنت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین و فی اخترت لا یقع لانه لم یوضع الا جوابًا اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنی اگر زوج کہے کہ مثلاً اختاری نفسک زوجہ اوسکے جواب مین کہے کہ اخترت اور لفظ جواب اوسکے بجای انشاء طلاق کے نہین ہوسکتا و فی البزازیة قال بین اصحابه من کانت امرأته علیه حراما فلیفعل هذا الامر ففعله واحد منهم فهو اقرار منه بحرمتها وقیل لا انتهى اور بزازیہ مین ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اوسپر حرام ہو وہ یہہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنے مقام سے اوٹھہ کھڑا ہو پہر ایک شخص نے بھی کام کیا تو یہہ کام اوسکی جانب سے اقرار ہے اوسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہہ فعل اقرار حرمت کا نہین اسواسطے کہ طلاق تو قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیة وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعة کل من له امرأة مطلقة فلیصفق بیده فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس هو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اوس شخص کے کلام کا کہ اوسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھہ سے تالی بجاوے پہر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سبکی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف بھی ہے کہ یہہ فعل اقرار طلاق کا نہین روایت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور اوسمین جماعت شارح نے فریب تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته لان کلمة من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسه عن الیمین فیحنث چند لوگ مین کہ باتین کر رہے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے اونمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اوسکی جورو کو طلاق ہے پہر بولا قسم والا تو اوسکی جورو پر طلاق پڑ جاییگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم

باب الکنایات

دونوکو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہین نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اوسکا حکم یہان مذکور نہین ظاہرا اوسکی کلام سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کے غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **باب الکنایات** یہہ باب ہی کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہی فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقھاء مالم یوضع لہ ای للطلاق و احتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہی جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلا لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کیواسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہی تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجئے تو بمعنی طلاق ہی اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجئے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا ہی کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ مین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بھا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وھی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات سی طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہہ کہ اوسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو ھم شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہی اوسمین دلالت حال کا کچھہ اعتبار نہین اور کنایات سی وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونو کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہان ایسا مرجح سوای نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دی اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہی کہ اس لفظ سی زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا ولا سو حالات تین ہین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اونمین محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد اونمین سے نکلتا ہی اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اونمین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی و اذھبی و قومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذھبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب و شتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیری شر سے نجات ہو تو یہہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہی یہہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذھبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہہ رد ہی سوال کا یا یہہ مطلب کہ اپنی ماباپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اوٹھہ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اوٹھہ یہہ رد ہی سوال کا یا اوٹھہ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سی ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہی یعنی اپنا مُنہ کپڑے سی چھپا لے حیا ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنی کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اوڑھنی یا اپنی سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعا محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نرہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہی سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذھبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور رای مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ و زا معجمہ مشتق ہی عزوبت سی بمعنی بُعد اور دوری کے تو مطلب یہہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھہ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا و نحو خلیۃ بریۃ حرام بائن و مرادفھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتی ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہی جسمین ہے آبروریزی اور بیحرمتی نکلی مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہی خلیہ یعنی تو خالی ہی حسن یا خوبیون سے یہہ دشنام ہوئی یا خالی

نکاح سے یہہ جواب ہے سوال کا اور بَرِیۃٌ یعنی تو خوبیون سے بری ہے یا نکاح سے بری اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہے بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بَآئِنٌ بمعنی منفصل ہے یعنی خوبیون سے منفصل اور منقطع ہے یہہ دشنام ہے یا نکاح سے منفصل ہے یہہ جواب ہے سوال کا اور بَتَّۃٌ مشتق ہے بَتٌّ بمعنی قطع کے اور بَتْلَۃٌ مشتق ہے بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب کا ہے اور باہر ہے ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک

بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب اور مانند ان الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور سب اور دشنام کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے کام کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکی سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کر لے تاکہ مین تجکو طلاق دون تو یہہ وعدہ ہے طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہے خوبیون مین یا ایرانیون مین بے مثل ہے تو یہہ مدح ہے یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہے مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یہہ دونو الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دیوے اور کنایات طلاق مین ان دونو لفظون کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری مین یہہ احتمال ہے کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف امر یعنی تیرے قابو مین ہے طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہے کہ ان دونو لفظون کا ذکر کرنا کنایات طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی جہت سے بعضی مفتی خطاء عظیم مین واقع ہوگئے یہہ گمان کرکے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہوجاتی ہے بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اسکو ترک کر دیا ہے کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہے سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی مین نے تجکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہے اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے جدا کیا مین تجکو چھوڑ دیا طلاق دی اسواسطے چھوڑ دیا ان الفاظ مین احتمال رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہہ مخصوص ہین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہے اور بعضی محشیون نے کہا ہے کہ انت واحدۃ مین احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بدکامون مین یکتا ہے چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر اون قبائح کو جو تجسے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال

تو حالت رضامندی مین یعنی سوای حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہے کہ رضامندی مین اون سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہہ حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگئی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھہ معتبر ہے عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اوسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اوسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم کہاوے تو قاضی دونون مین جدائی کر دے کذا فی المجتبی لیکن قسم کھانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت مین دونو قسمین پہلی نیت پر موقوف رہین گی یعنی قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہے اگر وہ پہلی قسمون سے نیت طلاق کی کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کیواسطے متعین ہین حالت غضب مین اون سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجاویگی

اسواسطے کہ غضب قرینۂ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اوّل قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت ردّ اور جواب کی رکھتی ہو ویقع بالاخیرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیہ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسمون سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور رد جو دشنام اور رد کا محتمل نہو اون سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نکی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کی مرد کی تصدیق نکیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اوسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت امر باطن ہے کہ سوای زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پہر منکر ہوگیا ہو تو اوسکے اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیہ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع یقول نعم ان نویت ولو بکم تقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیہ فلیحفظ پہر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین اولین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ مین تامل کرے فتوی دینے والا سوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہے اس لفظ سے چندبار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے بیان نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیہ اسکو یاد رکہنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ چندبار طلاق واقع ہوئی یہہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکہلانا ہے انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچہ اعتبار نہین لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلانیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تہا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت مین صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑہا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچہ اعتبار نہین ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بہی اسکا التزام نہین رکہتے بیان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر ویقع بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بریٔ من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت ط ا ل ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو بیان مذکور ہوچکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا وقوع طلاق رجعی کا بعض کنایات سے بہی مثل انا بریٔ من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ مین نے چہوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجہپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہوچکی ہے وانت ط ا ل ق یعنی تو طالق ہے اور طالق کو بطور تہجی کے کہا اور سوای ان مثالون کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے ہم مصنف نے کہا کہ سوای امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسی ہین کہ اون سے بہی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہوچکے ہین اونمین سوای تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعض کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلا اختاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہا ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک ما لم تطلق المرأۃ نفسہا

کما یأتی یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوای لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری مین بھی صحیح نہین چنانچہ اعتدی
اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ مین صحیح نہین چنانچہ باب تفویض طلاق مین اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہین ہوتی ہو نہ امرک بیدک سے کچھ نہی ہوتا وقتیکہ عورت
اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق مین آویگا الباقی ان نواھا والثنتین لما تقرر ان الطلاق مصدر لا یحتمل
العدد لفظ بائن فاعل سے یقع بباقیہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہی اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی
کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہین ہی عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنیسے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہہ علت کل الفاظ کنایات
مین ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ سرحتک وفارقتک وخلیۃ وبریۃ مین مصدر نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلث ان نواہ للوحدۃ الجنسیۃ ولذا صح
فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقین واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ
لونڈی کے حق مین دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہی خلاصہ یہہ کہ مصدر موضوع ہی وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک مین یا وحدت جنسی ہو چنانچہ
تین مین تو تین فرد حکمی ہوئی اسواسطے کہ تین حرہ کے حق مین کل طلاق ہین اور اسیطرح دو لونڈی کے حق مین فرد حکمی ہین اسواسطے کہ کل طلاق ہین قال اعتدی ثلثا ونوی
بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق قضاء لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور
باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی قضا مین بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہے اور
طلاق مجاز ہی تو حیض والی عورت مین جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہ اوسکی قضا مین تصدیق ہوگی اور
جب قضا مین تصدیق ہوئی تو دیانت مین بھی ہوگی وان لم ینو به ای بالباقی شیئا فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نکی باقی سے کچھ نہ طلاق
کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اوسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا
تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونو لفظون سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت مین نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی
قضا مین لیکن دیانت مین طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ الدر فی حتی لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ یعنی
دلالت حال بیان تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ
ثالث سے اسواسطے کہ جب اوسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر
فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظون مین حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بالکل لم یقع
اور اگر زوج نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نکی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال مین کوئی قرینہ نہین نیت کا اور اگر اون الفاظ سے
حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الدر فی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرھا الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو
چوبیس قسمین ہین فتح القدیر مین کمال الدین نے اونکو ذکر کیا ہی اونمین سے چھہ قسمون مین ایک طلاق واقع ہوتی ہی اور گیارہ مین دو طلاق واقع ہوتی
ہین اور چھہ مین تین طلاقین ہوتی ہین اور ایک قسم مین مطلق طلاق نہین ہوتی پہلی صورت یہہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمین ایک طلاق ہوگی
دوسری صورت یہہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسرے یہہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے
لفظ سے حیض کی نیت کی پانچوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھہ صورتون مین ایک
طلاق واقع ہوگی ساتوین یہہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھوین یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھہ نیت نکی نوین یہہ
اول دو لفظون سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھہ نکی دسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھہ نیت نکی گیارہوین یہہ کہ اول اور ثانی
سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہوین یہہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے
طلاق کی نیت کی چودہوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہوین یہہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھہ نیت نکی سولہوین یہہ

اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی سولھوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نکی ان گیارہ صورتون یعنی ساتوین سے سترہوین تک دو طلاقین واقع ہونگی اٹھارہوین یہہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی بیسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی اکیسوین یہہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین یہہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ان چھہ صورتون یعنی اٹھارہوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہہ ہے کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نکی تو کچھہ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو ابعد اوس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین حیض کے نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نکریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کی عدم نیت صحیح ہے مثلا لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظین میں عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اوسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اوس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرلے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **ویُزاد لو نوی بالکل واحدۃً فواحدۃٌ دیانۃً وثلثٌ قضاءً** اور چوبیس قسمون مذکور پر ایک یہہ قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے **ولو قال انتِ طالقٌ اعتدّی او عطفہ بواوٍ او فاءٍ فان نوی واحدۃً فواحدۃٌ او ثنتین وقعتا واذا لم ینوِ ففی الواوِ ثنتانِ وفی الفاءِ قیل واحدۃٌ وقیل ثنتانِ** اور اگر کہا زوجہ سے کہ انتِ طالقٌ اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فے سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نکی تو انتِ طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی **طلّقہا واحدۃً بعد الدخول فجعلہا ثلثا صحّ کما لو طلّقہا رجعیًا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنًا او ثلثًا** ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس ایک طلاق کو تین طلاق کرڈالا تو یہہ ایک کا تین کرڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اوسکو قبل رجعت کے بائن کرڈالا یا ایک رجعی کو تین کرڈالا **وکذا لو قال فی العدۃِ الزمتُ امرأتی ثلث تطلیقاتٍ بتلک التطلیقۃِ او الزمتُہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃِ فہو کما قال** اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی اپنی عورت کو تین طلاق اوسی ایک طلاق سے جسکی سبب عدت مین تھی یا یون کہا کہ مین نے اوسکو دو طلاق لازم کرڈالی اوسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا یعنی وہ عورت اوسپر حرام ہوگئی اور کبھی اوسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے **ولو قال ان طلّقتُکِ فہی بائنٌ او ثلثٌ ثم طلّقہا یقع رجعیًا لانّ الوصفَ لا یَسبِقُ الموصوفَ کما مرّ فتذکّر** اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اوسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہہ امر سابق مذکور ہوچکا اوسکو یاد کر **الصریحُ یلحقُ الصریحَ ویلحقُ البائنَ بشرط العدۃ** طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انتِ طالقٌ پھر کہا انتِ طالقٌ یا طلاق عوض مال کے دی تو یہہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائنٌ پھر کہا انتِ طالقٌ تو یہہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **والبائنُ یلحقُ الصریحَ** اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلا اول یون کہا کہ انتِ طالقٌ پھر کہا انتِ بائنٌ تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی **الصریحُ ما لا یحتاجُ الی نیۃٍ بائنًا کان الواقعُ بہ او رجعیًا فتح فمنہ الطلاقُ الثلثُ فیلحقہما** طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت

خواہ صریح ہے طلاق بائن واقع ہو یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہے تین بار طلاق دینا تو یہہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونو کو لاحق ہوگی ھ بعضون نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہو ہے چنانچہ بعضون کا گمان ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونو اوسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور ایسا ہی طلاق عوض مال کے صریح مین داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اوسپر لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ھ رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی مین شوہر کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو نچھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانیکا بدلا دیا اور بائن مین شوہر کا عورت پر بدون اوسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نرہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نرہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کی صریح اور بائن ہونے مین لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اوس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن مین داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اوسمین طاری ہوگئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یون کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی مین نے تجکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہین ہے اوسکو انشاء طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر دینا اول سے ممکن ہے یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ھ یہہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی مراد یہہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کے خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تہا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہان مراد اخبار سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی سب بڑی جدائی کی نیت کی تو ان تینون صورتو نمین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا ھ صورت اول مین لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار سے اور صورت ثانی مین لفظ طالق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث مین بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب کہ تینون صورتو نمین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانھا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو بعد اسکے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہہ طلاق کی نیت سے پھر اوسکے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اوسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین خبر واقع ہونیکی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانھا ثم دخلت بالغد تقع اخری

اور مانند معلق کے ہو مضاف چنانچہ اول زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہو کل پھر اوسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہین ہوسکتا ۔ وفی البحر عن الوھبانیة انتِ بائنٌ کنایةٌ معلّقا کان او منجّزا فیفتقر الی النیّة اور بحر الرائق مین ہو وہبانیہ سے کہ انتِ بائنٌ یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن مین نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہوگی و لو قال ان دخلتِ الدار فانتِ بائنٌ ثم قال ان کلّمتِ زیدًا فانتِ بائنٌ ثم دخلتِ الدار بانت ثم کلّمت یقع اُخریٰ ذخیرہ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو بائن ہو پھر کہا اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر مین داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اسپر ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اسپر واقع ہوئی کذا فی الذخیرہ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی و فی البزازیة ان فعلتُ کذا فحلال الله علیّ حرامٌ ثم قال کذلک لامرٍ اٰخر ففعل احدھما بانت و کذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنی مثلا اگر شراب پیون تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کیواسطے کہا یعنی مثلا اگر مین ترک صلوٰۃ کرون تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سوز وجہ نے کوئی اون دو نو مین سے کیا تو اوسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیّد بالقبلیّة لانہ لو ابانھا اوّلا ثم اضاف البائن او علّقہ لم یصحّ کتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہین ویسی ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہین ویستثنی ما فی البزازیة قال کلّ امرأة له طالقٌ لم یقع علی المختلعة اور اوس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ مین ہے مستثنی ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اوسکی ہے وہ طالق ہے تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو اوسوقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اوسکی طرف اور یہان نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیة المدنی ولو قال ان فعلتُ کذا فامرأتُه کذا لم یقع علی معتدة البائن اور اگر کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو اسکی عورت ایسی یعنی طالق ہے تو نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہا ہے تو وہ اوسکی عورت نرہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ بیان بھی نہین وقد ضبطا لکل ما قیل ؎ کلّ اجز لا بائنًا مع مثلِه ❊ الّا اذا علّقتَه من قبلِه ❊ الّا بکل امراته وقد خلع ❊ والحق الصریحَ بعدُ لم یقع اور جمع کردی ہین نظم مین بعضی علمانے تمام لحوق کی صورتین مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتین مع المستثنیٰ یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کی لحوق کو جائز رکھہ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھہ بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورت مین بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت مین کل امراته طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخون مین مصرعہ اول یون ہے لحوقا اجز لا بائنا مع مثلِه ۔ یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کل فرقة ھی فسخٌ من کل وجهٍ کاسلامٍ وردّةٍ مع لحاقٍ و خیار بلوغ و عتق لا یقع الطلاق فی عدّتھا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین مین سے کسیکا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب مین جاکر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت مین مطلقا نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجزہ نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینون سے کذا فی حاشیة المدنی وکل فرقة ھی طلاقٌ یقع الطلاق فی عدّتھا علی نحو ما بیّنّا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت مین اوسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسئل لحقہ شارح کے انما یلحق الطلاق لمعتدة الطلاق اما المعتدة للوطی بشبهة فلا یلحقها خلاصہ طلاق تو اوس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت مین ہے اور جو عورت کہ بسبب وطی اشتباہی کے عدت مین ہے اوسکو طلاق نہین لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ہم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہو جاوے تو اوسکی عدت مین بھی طلاق نہین لاحق ہوتی کذا فی حاشیة الطحطاوی و فی القنیة زوّج امرأته من غیره لم یکن طلاقًا ثم رقم ان نوی طلقت

اور قنیہ مین ہو کہ زوجہ نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہہ تزویج طلاق نہین اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح مین داخل ہو نہ کنایہ مین پہر صاحب قنیہ نے بعض
مشائخ کی طرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہرا عدم طلاق معتمد ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن
البحر اِذْهَبِي وَتَزَوَّجِي يقع واحدةً بلانية کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کئے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ
اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین یون ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ اِذْهَبِي فَتَزَوَّجِي اور طلاق کی نیت نکی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہہ ہو کہ تو
نکاح کرلے اگر تجہکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونو روایتون مین اختلاف ثابت ہوا اور دونو قولون مین واو اور فے کا فرق نکالنا نہایت بعید ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلاعن البحر اِذْهَبِي اِلَى جَهَنَّمَ يقع اِنْ نَوٰى خلاصہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت
کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہو وکذا اِذْهَبِي عَنِّي اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ جا میرے پاس سے
وَاَفْلِحِي اور اسیطرح اَفْلِحِي سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہو اسواسطے کہ اَفْلِحِي بمعنی اِذْهَبِي کے ہو یعنی جا رخصت کیوقت عرب بولتے ہین اَفْلِحِي بِخَيْرٍ اور یہہ بہی محتمل ہو
کہ اَفْلِحِي بمعنی اِظْفَرِي بِمُرَادِكِ ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن البحر الرائق وَفَسَخْتُ النِّكَاحَ اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق
واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کر دیا وتوہم طلاق مین اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہین یعنی
یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کی طرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہہ ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح مین
شمار نہین کیا تو یہہ مقتضی ہو احتیاج نیت کا بہر صورت یہہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن الشیخ الرملی وَاَنْتِ عَلَيَّ كَالْمَيْتَةِ اَوْ
كَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ اَوْ حَرَامٌ كَالْمَاءِ لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کی ہو یا مثل
سور کے گوشت کی ہو یا تو مجہپر حرام ہو مثل پانی کی اسواسطے کہ یہہ تشبیہ ہو جلدی اور شتابی مین گویا یون کہا کہ تو مجہپر حرام ہو نہایت جلد جیسے پانی جلد ہی
ہوتی ہو بہنے کے وقت وَلَا يَقَعُ بِاَرْبَعُ طُرُقٍ عَلَيْكِ مَفْتُوحَةٌ وَاِنْ نَوٰى مَا لَمْ يَقُلْ خُذِي اَيَّ طَرِيقٍ شِئْتِ اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول
سے کہ چارون رستے تجہپر کہلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی بہی کرے جبتک یون نکہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق
کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا اسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ اَنْتِ سَائِبَةٌ یعنی تو مسانڈ ہو یعنی تو بے قید ہو جیسے سانڈ وَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ یعنی تیری
رسی تیری گردن پر یہہ استعارہ ہو تخلیہ سے عرب کا دستور ہو کہ جب اونٹنی کو چہوڑتے ہین تو اوسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہین وَالْحَقِي بِاَهْلِكِ یعنی لوگون سے
جا مل وَوَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ اَوْ لِاَبِيكِ اَوْ لِاُمِّكِ یعنی مین تجہکو تیرے لوگون کو دیا یا تجہکو تیرے باپ کو یا تیری ماکو دیا وَعَفَوْتُ عَنْكِ لِاَجْلِهِمْ یعنی مین نے تجہکو
معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رَدَدْتُكِ اِلَيْهِمْ یعنی مین نے تجہکو تیرے لوگون کو پہیر دیا اور ان صورتون مین اونکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون
کہا کہ مین نے تجہکو تیرے بہائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیری خالہ کو دیا یا تیرے چچا کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت
بہی کی ہو وَاَعْتَقْتُكِ یعنی مین نے تجہکو آزاد کیا وَكُونِي حُرَّةً یعنی تو آزاد ہوجا وَاظْفَرِي بِمُرَادِكِ یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وَخَالَعْتُكِ مین نے
تجہسے خلع کی وَتَنَحَّي یعنی ہٹ وَلَسْتِ لِي بِامْرَاَةٍ یعنی تو میری جورو نہین وَلَسْتُ لَكِ بِزَوْجٍ یعنی مین تیرا زوج نہین وَلَا نِكَاحَ بَيْنِي وَبَيْنَكِ یعنی میرے اور
تیرے درمیان نکاح نہین وَصِرْتِ غَيْرَ امْرَاَتِي یعنی تو میری جورو نرہی وَقَالَتْ لَسْتَ لِي بِزَوْجٍ فَقَالَ صَدَقْتِ یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے
کہا کہ تو نے سچ کہا وَابْتَغِي الْاَزْوَاجَ یعنی اور شوہر تلاش کر اُغْرُبِي عَنِّي یعنی مجہہ سے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال
کے اور اگر زوج نے کہا لَا اُرِيدُكِ اَوْ لَا اُحِبُّكِ اَوْ لَا اَشْتَهِيكِ یعنی مین تجہکو نہین چاہتا مین تجہسے محبت نہین رکہتا مجہکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق
واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بہی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن الملتقى والہندیہ

باب تفويض الطلاق

یہہ باب ہو تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہو جب کہ مصنف ذکر کر چکا اوس طلاق کو
جسکو زوج خود واقع کرتا ہو دونو قسمون کے ساتہہ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اوس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہو وانواعہ ثلثۃ

باب تفويض الطلاق

تَفوِیضٌ وتوکِیلٌ ورِسَالۃٌ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسری توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہہ ہی کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرتا ہی اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہی غیر کیواسطے عمل کرتا ہی اور رسالت تو محض نقل اور سفارت سے عبارت ہی وَالفَاظُ التَّفوِیضِ ثَلٰثۃٌ تَخیِیرٌ وَاَمرٌ بِیَدِہٖ وَمَشِیَّۃٌ اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قَالَ لَهَا اختَارِی اَو اَمرُکِ بِیَدِکِ یَنوِی تَفوِیضَ الطَّلَاقِ لِاَنَّهُمَا کِنَایَۃٌ فَلَا یَعمَلَانِ بِلَا نِیَّۃٍ اَو طَلِّقِی نَفسَکِ فَلَهَا اَن تُطَلِّقَ فِی مَجلِسِ عِلمِهَا بِهٖ مُشَافَهَۃً اَو اِخبَارًا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کرلے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی نیت کی ان دونو لفظون مین طلاق سپرد کرنیکی اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونی مین بدون نیت کے عمل نکرین گے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دیدے اپنے ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو طلاق دیدے بیوی علم تفویض کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا ہی وہان تک اوسکو اختیار حاصل ہی خواہ بالمشافہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وَاِن طَالَ یَومًا اَو اَکثَرَ مَا لَم یُوَقِّتهُ وَیَمضِی الوَقتُ قَبلَ عِلمِهَا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہی اگرچہ مجلس دراز ہوگئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین جہانتک اختیار ہی جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تہا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہی پہر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہوگئی مَا لَم یَتَبَدَّل مَجلِسُهَا حَقِیقَۃً اَو حُکمًا بِاَن تَعمَلَ مَا یَقطَعُهٗ مِمَّا یَدُلُّ عَلَی الاِعرَاضِ لِاَنَّهٗ تَملِیکٌ فَیَتَوَقَّفُ عَلٰی قَبُولِهَا فِی المَجلِسِ لَا تَوکِیلٌ فَلَم یَصِحَّ رُجُوعُهٗ زوجہ کو اختیار باقی ہی جبتک مجلس علم سے نہ اوٹھے اسواسطے کہ اوٹھنے مین اوسکی مجلس کا تبدل ہی حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کریگی جو قاطع ہی اختیار کا اوس قسم سے جو دلالت کرتی ہی اتفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہی تو موقوف رہیگی عورت کی قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہی تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حَتّٰی لَو خَیَّرَهَا ثُمَّ حَلَفَ اَن لَا یُطَلِّقَهَا فَطَلَّقَت لَم یَحنَث فِی الاَصَحِّ تفویض تملیک ہی یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پہر قسم کہائی کہ مین اوسکو طلاق نہ دونگا پہر عورت نے خود طلاق دیدی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہی اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تہا کہ حَتّٰی لَو خَیَّرَهَا کے مقام پر وَلَو خَیَّرَهَا کہتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ بہی متفرع ہی تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لَا تُطَلِّقُ بَعدَہٗ اَی المَجلِسِ اِلَّا اِذَا زَادَ عَلٰی قَولِهٖ طَلِّقِی نَفسَکِ وَاَخَوَاتِهٖ مَتٰی شِئتِ اَو مَتٰی مَا شِئتِ اَو اِذَا شِئتِ اَو اِذَا مَا شِئتِ فَلَا یَتَقَیَّدُ بِالمَجلِسِ نہ طلاق دیسکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اوسوقت کہ زیادہ کری اپنی قول طلقی نفسک اور اسکی امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اوسکی زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہروقت اوسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہی کہ تو اپنی ذات کو طلاق دیدے جب توچاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے وَلَا یَصِحُّ رُجُوعُهٗ لِمَا مَرَّ اور نہین صحیح ہی رجوع کرنا زوج کا اوس سببسے جو مذکور ہوچکا یعنی تفویض تملیک ہی نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا وَاَمَّا فِی طَلِّقِی ضَرَّتَکِ اَو قَولِهٖ لِاَجنَبِیٍّ طَلِّق اِمرَاَتِی فَیَصِحُّ رُجُوعُهٗ مِنهُ وَلَم یَتَقَیَّد بِالمَجلِسِ لِاَنَّهٗ تَوکِیلٌ مَحضٌ اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دیدی اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دیدے میری عورت کو صحیح ہی رجوع کرنا اس قول سے اور یہہ تخییر مقید اوسی مجلس کے نہین اسواسطے کہ یہہ قول محض توکیل ہی مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کیواسطے کرتا ہی نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پہر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہی اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وَفِی طَلِّقِی نَفسَکِ وَضَرَّتَکِ کَانَ تَملِیکًا فِی حَقِّهَا تَوکِیلًا فِی حَقِّ ضَرَّتِهَا جَوهَرَۃٌ اور اس قول مین کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہہ قول تملیک ہی مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہی اوسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اوسکی سوت کے طلاق دلانے مین رجوع درست ہی اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اوسکی سوت

سے الا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہو مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اوس وقت مین توکیل تملیک ہو جاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ یہہ توکیل نرہی بلکہ تملیک ہوگئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہو وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اوسکی خواہش اور رائے پر رکہا تو اوسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا یعقل فیصح تفویض لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہے سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مملک لہ کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بیعقل کو بشرطیکہ وہ دونو کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اوسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق م

عزل کے ذکر کرنیکی کچہہ حاجت نتہی ذکر عدم رجوع کافی ہے یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی تعقل وجن بعد التفویض لم یقع فھنا تسومح ابتداء لا ایقاعا عکس القاعدۃ فلیحفظ یان اگر مفوض الیہ یعنی جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہوگیا بعد تفویض کے پہر اوسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہے بقا امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اوسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہوا اور پہر مجنون ہو جاوے تو اوسکی طلاق درست نہین اور سبب اسکا یہہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اوسکی ایقاع طلاق پر باوجود اوسکی بیعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پہر وہ دیوانہ ہوگیا تو یہان تفویض تھی اوسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین

وجلوس القائمۃ واتکاء القاعدۃ وقعود المتکئۃ ودعاء الاب اوغیرہ للمشورۃ بفتح فضم المشاورۃ ودعاء الشہود للاشہاد علی اختیارھا الطلاق اذا لم یکن عندھا من یدعوھم سواء تحولت عن مکانھا او لا فی الاصح خلاصہ اور قاطع مجلس کا نہین بیٹہنا کہڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹہی کا اور اٹہنا تکیہ لگا نیوالیکا اور بلانا باپ کا یا غیر اوسکی کسی اور کا باہم صلاح کرنیکی واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنیکی واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی اونکا بلا دینے والا نہو خواہ اس بلانے مین عورت اپنی مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونو برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنیکو نہ بلایا یا ہو ہوتے دوسرے بلا دینے والی کے عورت خود گواہون بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اوسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہے کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول کون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس مین ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی وایقاف دابۃ ھی راکبتھا لا یقطع المجلس اور ٹہرانا اوس سواری کو جسپر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامھا او جامعھا مکرھۃ بطل لتمکنھا من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اوٹہایا یا زبردستی اوس سے صحبت کی تو باطل ہوگیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہہ سکتی تہی کہ اخترت نفسی پہر جب کہ اوسنے نکہا تو اختیار باطل ہوگیا والفلک لھا کالبیت وسیر دابتھا کسیرھا حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ لاضافتہ الیھا اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹہری کے ہے اور چلنا اسکی

سواری کا مانند چلنے عورت کے ہی یہانتک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اسواسطے کہ سواری
کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ اویکونا فی محمل یقودھما الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے
خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اوسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اوٹھی جواب مین زوج کے چپ رہنے کے ساتھی یعنی فوراً اسکا جانور رکے یا اپنے
قدم اوٹھاتے ہی جواب دیا اور اگر پہلی قدم اوٹھا پہر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیہ یا کہ زوج اور زوجہ دونو ایک عماری مین
ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اوسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اوسکی چلنے سے مجلس نہین بدلتی و فی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث لعدم
تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب
عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنی بینونت صغری
اور بینونت کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے یا طلاق
کو پہر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پہر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اوسمین تنوع اور تعدد کو گنجایش نہین
اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاء ثابت ہی اور جو چیز اقتضاء ثابت ہوتی ہی اوسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر
ضرورت تصحیح کلام کے اوسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت بیان ادنی رتبہ بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص
نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کو نیت کرنا صحیح نہین کذا فی حاشیۃ الہدایہ بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او
انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوھرۃ ما لم یتعارف
او تنو [illegible] اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کہ اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی
ہون اختیار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے بخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک [illegible] کہا کہ انا طالق
مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا
فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اوس زمانہ مین صیغہ مضارع سے
یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا وعدہ اور مشہور ہو یا عورت نے اسمین ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی م قیاس [illegible] اختار
نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی اور انشاء طلاق نہین انشاء ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان [illegible] طلاق واقع ہوتا
ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے یہہ حال کہا تو صدیقہ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اوسکی رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری
روایت مین یون ہی کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بل کہ مین اللہ اور اوسکی رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ
مضارع معتبر رکہا و ذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین
مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی م ذکر نفس اور
اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بہی انہین دونو لفظون کی برابر ہی ویشترط ذکرھا متصلا فان کان
منفصلا فان فی المجلس صح لانھا تملک فیہ بالانشاء اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام مین پہر اگر منفصل ہے سو اگر اوسی
مجلس مین اوسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہی والا لا این تصادقا
علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامھما عن ذکر النفس درر وتاجیہ واقرہ البہنسی والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ
الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نکیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے اختیار نفس پر

اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونو کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد التاجیہ
اور ثابت کہا ہی اس قول کو بہنسی اور ملا قانی نے لیکن رد کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہی اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل
سے لفظ ہی تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹھیک ہی بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ
اوطلقۃ او امرک بیدک وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری
اختیارۃ یا یون کہا کہ اختاری طلقۃ یا یون کہا کہ اختاری امرک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارہ کا مانند ذکر نفس
کے ہی خصوصیت طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین تے واسطے وحدت کے ہی اور بار وحدت نشانی ہی اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقۃ کا وقوع طلاق
مین مثل ذکر نفس کے ہی بلکہ اوس سے بھی صریح تر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی وامی واھلی والازواج
یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی ماکو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام
ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والیکا موجب طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے ماباپ نہون اور اوسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے
بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکرہا لنفس فی کلام احدھما کما مثلنا
فلا یختص باختیارۃ بکلام الزوج کما ظن اور شرط ہی ذکر کرنا اوسکا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے
چنانچہ ہمنے مثال مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہی اوسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا گمان ہی ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی
لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو
اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد
وقوع طلاق کے اوس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق
[illegible] ہی لو عکست لا یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو وارشاہا للمختارۃ فاخترت او قالت الحقت
نفسی باھلی [illegible] اگر عورت اوس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا
اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اوسکا اعتبار ہی اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور
باطل ہوگیا اختیار اوسکا [illegible] اعتبار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو
یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اوسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار
کرے سو اوسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے
بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہی یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنی مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کررھا ای لفظۃ اختاری ثلثا بالعطف
او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ
التکرار ثلثا اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی
چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے
پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز
اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہی اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور
جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہی اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

اور روایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا لا یقع فی اخترت الاولیٰ الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی
بحر واقرہ المقدسی فی الحاوی القدسی وبہ نأخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ نأخذ من الالفاظ
المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولیٰ مین اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ
مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی مین ہے کہ اسی روایت کو
ہم لیتے ہین تو حاوی قدسی کے کلام سے البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ نقشا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسکو لیتے
ہین اور ان الفاظ سے جنسے علامہ دیا جاتا ہے افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی
او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولیٰ بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے
کہا تخییر مذکور کے جواب مین کہ طلاق دی مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا مین نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک
طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح مین اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہین غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہین کر سکتی امرک
بیدک فی تطلیقۃ واختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قرنت
بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے ایک طلاق مین اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا
تو اوسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ
کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس آئی یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے
چنانچہ انت طالق بائن مین طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بائنید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی کیونکر
کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قیدنا بفی
ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے ب بھی ہے مقید کیا
اسسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی طلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ مین رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن
کے ساتھہ اسواسطے کہ فی اور ب بیان واسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف او مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے
ہاتھہ مین ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھہ مین ہے طلاق دینے تک کہ اسمین لفظ طلاق کا منفصل
ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل
امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس
الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر
خرچ کیطرف سے خرچ نہ پہنچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نہتا پھر جب اتصال صریح
کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے بیان واقع مراد نہین بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل ق و ع مسائل متفرقہ
شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اوسکو نکریگا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچانے اوس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کی یعنی اس قول مین اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال
انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے تمہارا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے پایا اور اختیار کیا تو وہ طلاق واقع ہوگی ایک مشیت ہے اور دوسری اختیار سو قال اختاری الیوم وغدًا اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کر دیگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ تعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینہ میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینہ میں یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلا دسویں تاریخ اختیار دیا تو بیس یا اکیس دن تک اختیار ہے وان یومًا او شہرًا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یومًا اور اگر زوج نے تنہا اختیاری ہوگا یعنی اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کی اسی وقت تک پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پوری تیس تک دوسری صورت میں عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی ویومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینہ کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اوس مہینہ کی پہلی رات اور اوسکے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت مجلس میں عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذرجانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف تخییر غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے **باب الامر بالید** یہ باب ہے امر بالید کا امر یہاں بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اوسکی زوجہ نے اوسکی تصرف میں کر دیا تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اوسمیں اختلاف نہیں لیکن تخییر کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے میں اختیار کی مانند نہیں نہ اسکی غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے باقی امور میں دونوں برابر ہیں اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیہ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثًا اے تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علیّ حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اسطرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ میں تجھسے بائن ہوں یا طالق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی ھ صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یوں کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا یہ جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصہ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اونکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ سمجھے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ھ شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید یا یں لفظ لو جعل امرہا بیدہا ابیہا فقال ابوہا قبلت طلقت یعنی اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پھر اوس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وذکر الثلث طلاقک ثلثًا والامر بید اللہ ویدک او امرک بیدک علی المختار خلاصہ کامرک بیدک وذکر اسم اللہ تعالی للتبرک وان لم ینو ثلثا فواحدۃ کمسئلۃ قال یعنی میں نے تمکو تیری طلاق عاریت دی اور امر تیرا اسکے ہاتھ میں ہے یعنی

اختیار مین اور تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی اور امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہی بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ یعنی اقوال مذکورہ بالا امرک بیدک مین تین طلاق واقع ہوتی ہین بشرطیکہ نیت کیجے اور اس قول مین کہ امرک بید اللہ وبیدک ذکر اسم اللہ تعالیٰ کا محض برکت کیواسطے ہی اور سب ان اقوال مین تین طلاق کی نیت کریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت ثلثاً فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلفت وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مرّ اور اگر امر بالیہ وغیرہ مین عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق کر ڈالین کہ پھر مرد نے کہا کہ مین نے تخییر مین ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اوس وقت موجود نہین تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت نکرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہون گے اوسکے گواہ دلالت حال پر یا اوسکے اقرار پر چنانچہ بعینہ مضمون اول باب الکنایات مین گذر ہو چکا واتحادُ المجلس وعلمہا وذکرُ النفس وما یقوم مقامہا شرطٌ فلو جعل امرھا بیدھا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ خانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اوسکے قائم مقام کا شرط ہی سو اگر زوج نے بلفظ امر بالیہ عورت کو اختیار دیا اور اوسکو اوسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقتُ نفسی وقع بخلاف طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہی ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہی جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہین رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے بھی جواب کی لیاقت نہین رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ مین طالق ہون یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونو لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہین جانب زوج سے بخلاف ایسی قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہر چند بعینہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہی لیکن عورت کے جواب کے لائق نہین اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہی وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہی نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدایہ مگر لفظ اختیار کا خاص کر سو اسواسطے کہ لفظ اختیار طلاق واقع کرنیکے الفاظ سے نہین اور حالانکہ جواب کے لائق ہی عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما تقدم فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہی مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونیکا عورت کے قبول کرنے اور اوسکے باپ کے قبول کرنیسی چنانچہ اسی باب مین عنقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہی ایقاع کا وہی صالح ہی جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اسکے باپ کا جواب کا صالح ہی اور ایقاع کا صالح نہین اور جواب مصنف کیطرف سے یون ہو سکتا ہی کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہی یعنی گویا عورت یون کہتی ہی کہ مین نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونو کے لائق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقتُ نفسی واحدۃ او اخترتُ نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مرّ ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعُہا اور یون عورت کے کہنے مین مرد کے جواب امر بالیہ مین کہ مین نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو عورت بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے مین تفویض زوج کی ہی نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب مین لفظ طلاق ہی اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہی نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالیہ بائن کی تفویض کی تو اوسیکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اوسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرکِ بیدکِ الیوم وبعد غدٍ لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی آج اور کل کے بعد یعنی پرسون رات اسواسطے داخل نہین کہ اس قول مین دو تملیکین ہین جدا جدا فان ردّت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم وکان امرھا بیدھا بعد غدٍ ولو طلقت لیلاً لم یصح ولا تطلق الا مرّۃ سو اگر مثال مذکور مین رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اوسی دن کا تو اوسکا اختیار باقی رہیگا پرسون اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر مین داخل نہین اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنی ہر چند دو تملیکین ہین یہان جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہین دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی ویدخل اللیل فی امرکِ بیدکِ الیوم وغداً وان ردّتہ فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد اور داخل ہی رات اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نرہیگا اختیار کل کے دن

اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فھما امران ولو ردت الامر الیوم لا یرتد فی الغد و لا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضیخان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہا کا ذکر نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات داخل نہیں چنانچہ یہہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ بیہ آگاہ کرنا ہے شارح کیطرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ما مر انہ یرتد برد ہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اوسکی رد کر دینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کر دینے سے رد نہیں ہوتا تو دونوں قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنیکے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابرا کے یعنی قرضخواہ اگر ابرا کرے قرضدار کو ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اوسکے رد کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و انہ فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی رأس الشھر فقالت اخترت زوجی بطل خیارھا فی الیوم ولھا ان تختار نفسھا فی الغد عند الامام و وجھہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم وغدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور ولوالجیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینہ کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اوسکا اوسدن جسدن اوسنے یہہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اوسدن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونیکے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اوسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اوسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ یہاں دونوں متناقضین میں وقت مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا لمطحاوی نے کہا کہ شارح کو بیان اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقھا بائنا ھل یبطل امرھا ان کان التفویض منجزا نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار او موقتا لا عمادیہ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اوسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہتی تو ہان اوسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض وقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو تفویض باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیہ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لیکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد نہیں اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہے **فروع** مسائل متمہ شارح کے نکحھا علی ان امرھا بیدھا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہہ صحیح ہے بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسمین تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہہ شرط زوج کیطرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعل امرھا بیدھا لم تسمع الا اذا طلقت نفسھا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنیکا عورت کو تو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لھا کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اوسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرھا بیدھا ان ضربھا بغیر جنایۃ فضربھا فادعی جنایۃ فاختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکو بلا قصور مارے .. اوسکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے تقصیر پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے و تقبل بینتھا علی الشرط المنفی کما سیجیء اور مقبول ہوتی ہیں گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے

کہ زوج نے اوسکو بلا قصور مارا تو لائق یہہ ہے کہ مقبول ہون ہرچند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلب اولیاءھا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ماترید منی افعل ماترید فخرج فطلقہا ابوھا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اوسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہہ کہکر زوج باہر نکلا ہے عورت کے باپ نے اوسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نکیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لایدخل نکاح الفضولی ما لم یقل ان دخلت امرأۃ فی نکاحی تو داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہکہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجہبر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اوسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اوسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تھا زوجہ اولی اوسکی طلاق کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اوسکا نکاح کر دیا اور اوسنے اوسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرھا بین رجلین فطلقہا احدھما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر اونمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیۃ

یہہ فصل ہے مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن وقید بخطابہا لانہ لو قال طلق ای نسائک شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھہ نیت نکی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی صورۃ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھہ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھہ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھہ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وبقولہا فی جوابہ ابنت طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اوسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اوسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا ہم زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونو کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو جواب بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جب کہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکی جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دیسکیگی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل ذلک او قال لہا طلقی ضرتک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیلی اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوت کو تو ...

مقید مجلس ہوگا تو دوسری مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خاص توکیل ہے تملیک کا اسمین شائبہ نہین پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جسوقت کہ زوج نے اوس وکالۃ کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہین کرسکتا ھ بحر الرائق مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی لہ اذا زاد ان شئت فینقلب به ولا یرجع لصیرورته تملیکا توکیل مقید مجلس نہین ہوتی مگر جبکہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا ہے کہ طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید مجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کرسکیگا بسبب ہوجانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر معلق ہوئی تو وکالۃ تملیک ہی ہے اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیة طلقها ان شاءت لم یصر وکیلا ما لم تشأ فاذا شاءت فی مجلس علمها طلقها فی مجلسه لا غیر والوکلاء عنه غافلون اور خانیہ مین ہے کہ اگر کسی زوج نے کہا کہ طلاق دو زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم مین تو وکیل طلاق دے اپنی مجلس مین نہ غیر اوس مجلس مین اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اوسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہین یعنی وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدے سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لها طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدة وقعت لانه بعض ما فوضه وکذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک بار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک کہ زوج یون نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درم کے مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شئ فی عکسها وقالا واحدة نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس میں یعنی اگر یون کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین طلاق دلین تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدة او بالعکس لا یقع فیهما لاشتراط الموافقة لفظا لما تعلیق لخانیة [illegible] فطلقت ثلثا او بواحدة فطلقت نصفا [illegible] کہا کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو ان دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اوس نے نصف طلاق واقع کی تو دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین امرها بائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج به ویلغو وصفها ولا اصل ان المخالفة فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وهذا اذا لم یکن معلقا بمشیتها فان علقه بمشیتها فعکست لم یقع شئ لانها ما اتت بمشیة ما فوض الیها خانیه بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا ہے اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہوجائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اوسمین جواب ہی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج کے واقع ہونا اوسوقت ہے جب کہ طلاق معلق نہو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اوس امر کو جو اوسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیہ قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال

شئت ینوی الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی او ان جاء اللیل وهی فی النهار بطل الامر لفقد الشرط بما
عورت نے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے
چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا
یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آ گئی اور حالانکہ عورت وقت نکاح کے دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی جو مالک تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہو گیا
بسبب فوت ہو جانے شرط کے اس واسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت
ان کذا الامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجوده کان کان ابی فی الدار وهو فیها او ان کان هذا لیلا وهی فیه مثلا طلقت لانه تنجیز اور اگر
تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ
گھر میں ہو اور حالانکہ اوسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو اور حالانکہ عورت اوس وقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہو گی
اوسی وقت اس واسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت
فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد
تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یعنی عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق
نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہ ہوگا اور مقید نہ ہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دیسکیگی عورت مگر ایک طلاق اس واسطے کہ یہ الفاظ
سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک ہیگی طلاق کی ہر زمانہ میں اور نہ مالک ہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے ولها تفریق
الثلاث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی لانها لعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے
ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا پھر تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست ہے و لیکن
تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اس واسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اوس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت
بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة والا فلها تفریقها بعد زوج آخر وهی مسئلة الهدم الآتیة اور اگر طلاق واقع کی
عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہو گی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اوسنے
تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کیں اور اوسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اوسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق
ثانی نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہو گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا
تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی تھی تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنیکا اختیار ہے بعد دوسرے
زوج کے اور اسکا مسئلہ الهدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعة میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی
المجلس وان قامت من مجلسها قبل مشیتها لا مشیة لها لانهما اسما مکان ولا تعلق للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب
کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دیسکیگی مگر
جب کہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اوٹھ کھڑی ہو گی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اوسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہو گا اس واسطے کہ حیث اور این موضوع
ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اس واسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دئے گئے اس واسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اس واسطے کہ مظروف بدون ظرف کے
نہیں ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیة اور انت طالق کیف شئت
میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہو گی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہو گی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ

مشیت کے طلاق نہوگی دلیل امام کی یہہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فان شاءت بائنۃً اوثلثا وقع ماشاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بائن وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول سہو فتنبہ** سو اگر کیفیت مشیت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین لیکن مشیت عورت کی موافق ہو ساتھہ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین دونو کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہین تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا کہ قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو سو سہو ہے قلم کا تحقیق یون ہو کہ بعد دخول کے رجعی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی کم شئت او ما شئت لها ان تطلق ما شاءت فی مجلسها ولو یکن یدعیا للضرورۃ** اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ماشئت یعنی تو طالق ہو جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اوسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورۃ کے یعنی عورت مضطر ہو تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کے واسطے اسواسطے کہ اوسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اوسکو تین طلاق بدعت ہو **وان ردت او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذالک** اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اوس فعل کو جو مفید ہو اعراض کا تو امر رد ہوجائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تملیک ہو فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے **قال لها طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر** کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہو اور مانند اوسی قول کے یہہ قول ہو کہ اختیار کر اپنی ذات کیواسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہو تو اس صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ من اپنی حقیقی معنی مین مستعمل ہے **فروع** مسائل متفرقات کے **قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال** کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلا شبہہ ثابت ہے **ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء** اور کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہو اور اگر اوسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہو تو اس صورت مین عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہہ جائز ہو کہ عورت طلاق کو نہ محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہین **ولو قال لهما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم تقبل دعوی کل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط** اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دو مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہو یا یون کہا کہ تم دو مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہو سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہہ ہو کہ اوسکی سوت کو کمتر حب ہو یہہ نسبت مدعیہ کو تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسیکی نہ ثابت ہوئی بسبب تعارض دعاوی کے **ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضا او الهوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کالامر بیدک بخلاف التعلیق بغیرها** پھر معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوی یعنی خواہش پر یا محبت پر یہہ تملیک ہو جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید مجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اوس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خالص تعلیق ہو تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعليق

یہہ باب ہو مسائل تعلیق طلاق مین جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ تنجیز طلاق اصل ہو اور تعلیق طلاق فرع ہو اسلئے بعد مذکور ہوا **هو من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری** تعلیق لغت مین مصدر ہے علقہ تعلیقا سے یعنی ایک کلام کو دوسرے سے موقوف بولتے ہین جب کسی چیز کو کوئی

تعلق کرے یعنی لٹکا دی اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کو یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط
سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انتِ طالقٌ اِن دخلتِ الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول
دار کے حصول پر موقوف ہے ویُسمّی یمیناً مجازاً اور تعلیق کو یمین بھی مجازاً کہتے ہیں وشرطُ صحتہٖ کونُ الشرطِ معدوماً علیٰ خطرِ الوجودِ فالمحقَّقُ
کانْ کانتِ السماءُ فوقَنا تنجیزٌ والمستحیلُ کانْ دخلَ الجملُ فی سمِّ الخیاطِ لغوٌ اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے
شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اسکا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے اَکانتِ السماء فوقنا یہہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہے اگر
آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کیا
تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونُہٗ متصلاً الّا لعذرٍ اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح
نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو واَن لا یقصدَ بہ المجازاۃَ فلو قالت یا سفلۃُ فقال ان کنتُ کما
قلتِ فانتِ کذا تنجّزَ کان کذلک اوْ لا اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کی کلام کے بدلا دینے کا قصد نہ کرے تو اگر عورت نے اوسے کہا یا سفلہ
یعنی او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہون جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہی ہے یعنی طالق ہے تو یہہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ
وہ ایسا ہو یا نہو وذکرُ المشروطِ فنحو انتِ طالقٌ اِن لغوٌ بہٖ یُفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو
ایسا کہنا کہ انتِ طالقٌ اِن یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی یہی روایت پر فتویٰ ہے ووجودُ رابطٍ حیثُ تأخّرَ الجزاءُ
کالفاءِ و اِذا اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط او جزا کو چنانچہ فاء اور
اذا مفاجاۃ کا وشرطُہٗ الملکُ حقیقۃً کقولہٖ لِقِنّہٖ اِن فعلتَ کذا فانتَ حرٌّ او حکماً کقولہٖ لِمنکوحتہٖ او معتدّتہٖ اِن ذھبتِ فانتِ
طالقٌ اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک
حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور
منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے تو ملک حکمی
کی دو صورتین ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃً اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہہ ملک حکمی ہے حکماً بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ
معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃُ الیہ ای الملکِ الحقیقیِّ عاماً او خاصاً کاِنْ ملکتُ عبداً او اِن ملکتُکَ لمُعیّنٍ
فکذا او الحکمیِّ کذلک کاِنْ نکحتُ امرأۃً او اِن نکحتُکِ فانتِ طالقٌ وکذا کلُّ امرأۃٍ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ
یون کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہونگا تیرا یہہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی
اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح
کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امرأۃ انکحھا فھی طالق یہہ مثال
حکمی عام کی اضافت کی ویکفی معنی الشرطِ الّا فی المعیّنۃِ باسمٍ او نسبٍ او اشارۃٍ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف
شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہوگئی نام یا نسب یا اشارہ کرنیسے تو وہان معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے ہم نے شارح نے
باسم او نسبا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر ہوا ہے یعنی باسم ونسب او تعبیر ہوا اور نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یون
کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہو چکی اسم ونسب سے اسکی
تعلیق طلاق میں معنی شرط کی کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیئے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المرأۃُ التی اَتزوّجُھا طالقٌ تُطلَّقُ بتزوّجھا سو اگر
مرد کہیگا کہ جس عورت سے میں نکاح کرون وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہہ عورت باسم ونسب اور اشارہ معین نہیں تو اسکی

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اوسکو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک نوع اول رجعت نہین کرسکتا اسواسطے کہ وہ طلاق
پہلے واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہو چکی رجعت کی گنجایش کہان رہی کذا یبطل بلحاقہ مرتدًا بدار الحرب خلافًا لهما
اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی ق
بفوت محل البر کان کلمت فلانًا او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستانًا كما بسطناه فيما علقناه على الملتقى وسيجيء مسئلة الكوز
بفروعها اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنیکا مقام نہ باقی رہنے سے چنانچہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی
یا داخل ہوگی اس گھر مین تو طالق ہے پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اوس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ
اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **فرع** مسئلہ مقدشارح کا

قال لزوجته الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثلثًا فعتقت فدخلت له رجعتها قنيه کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی
تو تو طالق ہے تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو
طلاق سے زیادہ اوسپر اختیار نہ تہا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تہی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب دو طلاق
معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہے والفاظ الشرط هي علامات وجود الجزاء ان المكسورة ولو فتحها
وقع للحال مالم ينو التعليق فيدين اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک وجود شرط کے
ایک اونمین سے ان مکسورہ ہے اور اگر زوج نے اوسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے
اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وكذا لو حذف الفاء من الجواب في نحو طلبية واسمية وبجامد وبما وقد وبلن وبالتنفيس كما لخصناه
في شرح الملتقى اور اسیطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اوس جملہ مین جو
متصل ہے ما اور لن اور قد اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر اور نہی اور تمنی اور تحضیض اور
دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبهم فانهم عبادك اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما هي اور ما کی مثال فان توليتم فما سألتكم
من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان يسرق فقد سرق اخ له اور لن کی مثال چنانچہ وما يفعلوا من خير فلن يكفروه اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عيلة فسوف يغنيكم
الله من فضله اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یون ہے ان دخلت فاطلقي او فانت طالق او فعسى ان تطلقي او فما انت لي بزوجة بہ نیت طلاق او
فقد طلقتك او فلن تكوني مني بہ نیت طلاق او فسوف اطلقك خلاصہ یہہ ہے کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے مواقع پر ف نہ لایا تو وہ حرف
شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول
ہوگی نہ قضاءً كما مر وهلنا اعلم واذا واذا ما وكل ولم تسمع كلما الا منصوبة ولو مبتدأ لاضافتها للمبني اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما
اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کیطرف مبنی کی مراد منصوب سے
مفتوح ہے بدلیل اضافت الى المبني ومتى ومتى ما ونحو ذلك كلو كانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولها اور الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما
ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن نحو من
دخل منكن الدار فهي طالق فلو دخلت واحدة مرارًا طلقت بكل مرة لان الدخول اضيف الى جماعة فازداد عمومًا كذا في الغاية
وهي غريبة وجعله في البحر احد القولين اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر وہ طالق
ہے تو اگر ایک عورت اونمین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو اوسپر بعدد ہر بار داخل ہونیکے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو اوسکا
عموم زیادہ ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہے نہ اوسکے غیر مین

اھ بحر الرائق مین روایت غایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہی اور کہا ہی کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ الحموی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور الفاظ شرط مین سب مین باطل ہوجاتی ہی یمین بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ کلما مین بعد تین بار کے یمین باطل ہوتی ہو بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہی لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فھی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہی تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہی نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وھو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونیکے بعد اگر زوج اول اوس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ مین تجھسے تزوج کرون تو تو طالق ہی تو اس صورت مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جاے گی یعنی تزوج تو بالضرور اوسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہی کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ مین تجھکو طلاق دون تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی فیقع ثلث لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید علی الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہی تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین تکرار وقوع کی یمین تو وہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو اباہا او باعہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اوسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اوس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہی اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین ہی اوس صورت مین ہی جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہی تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہوجاتی ہی تعلیق بعد پائی جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونو طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اوس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہی کہ عورت کو ایک طلاق دیوے پھر چھوڑ رہے یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جاویگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اوس عورت سے نکاح کرلے تو اگر عورت پھر اوس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یعنی اوس صورت مین ہی جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو

معلوم ہو کہ اگر کہا کہ جب تعلیق باطل ہو گئی تو دعا ان قبل اعادہ نکاح کے عورت کو تین بار گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہو گی کما مر کذا فی حاشیۃ الحموی
فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف پڑی زوجین مین وجود شرط
یعنی ثبوت شرط مین شارح نے وجود کو ثبوت کرکے اسواسطے تعبیر کیا تا کہ شرط عدمی کو بھی شامل ہو جیسے ان لم تدخلی الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف مین قول زوج
کا قسم کے ساتھ معتبر ہو گا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول
وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل مذکور کا یہہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روز خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر
مجھکو یا نفقہ مثلا عشرہ جب تک نہ پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اوسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہو گا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے
قنیہ مین بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن در پردہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہو گا لکن
صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف جزم شیخنا فی فتواہ
بما یفیدہ کالمتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ مین اسکی کہ مسئلہ سابقہ مین عورت
ہی کا قول معتبر ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون مین مطلقا قول زوج ہی معتبر ہے اختلاف
کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہو یا اوسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنی فتوی مین
موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہو گی خلاصہ اور بزازیہ کی
روایت پر اسواسطے کہ وہ دونو فتاوی مین جو اصل ہین چنانچہ یہہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا
کان لم یجیء صہری اللیلۃ فامرک کذا فشہدا انہ لم یجئہ قبلت وطلقت منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوی اپنی دعوی پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ
شرط نفی کی ہو چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ خوشدامن یا
سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہہ گواہی مقبول ہو گی اور عورت مطلقہ ہو گی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہین لیکن یہان اسواسطے مسموع ہے
کہ یہہ ظاہر مین نفی ہے لیکن حقیقت مین اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی التبیین ان لم اجامعک فی حیضتک فانت طالق للسنۃ ثم
قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء او لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والاتیۃ لیستا علی اطلاقہما اور تبیین
مین یون روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے جماع نکرون تیری حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجھسے جماع حیض مین کیا اگر دعوی
جماع کیوقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض مین جماع کرنا اوسکو ممکن ہے گو شرعا جائز نہین اور اگر
وقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہے حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہو گی اسواسطے کہ واقع اوسکے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر
شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنی ان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آئندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہہ دونو مسئلے اپنے اطلاق پر نہین یعنی مقید ہین
مطلق نہین اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آئندہ کی خود دین مین مصرح
ہے وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا خاصۃ استحسانا بلا یمین بحر بحثا اور جو شرط ایسا ہو کہ وجود اسکا معلوم ہو سکے بجز عورت کے جیسا کہ
حیض اور محبت بغض تو وہان عورت کے قول کی تصدیق ہو گی فقط اوسیکی ذات کے حق مین نہ غیر کے حق مین اسواسطے کہ اپنی واسطے وہ امین ہے اور پرائی موت کے واسطے متہم ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بحثا وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ یہہ شرط بدون عورت کے معلوم نہین ہو سکتی
اور اوسپر حکم شرعی مترتب ہوا تو عورت پر اوسکی خبر دینا واجب ہوا تا کہ حرام مین نہ واقع ہو ومراہقۃ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت
قریب البلوغ جو بالغہ کی برابر ہے اور احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح مین تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اوسکی تصدیق ہو گی
مانند بالغہ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اوسکی قول کی تصدیق ہو گی مثل حیض کے کتعلیقہ

إن حضت فأنت طالق وفلانة أو إن كنت تحبين عذاب الله فأنت كذا وعبده حر فلو قالت حضت والحيض قائم فإن انقطع لم يقبل قولها زيلعي وسراج وهاج وإن كذبها الزوج طلقت هي فقط فإن صدقها أو علم وجود الحيض طلقتا جميعا حاوي

چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہو تو تو طالق ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ مین حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اوسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اوسکا قول مقبول نہو گا چنانچہ زیلعی اور سراج وہاج مین ہے اور اگر شوہر نے اسکو مصدر کیا ہو یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ کے جواب مین کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ ہوگی نہ اوسکی سوت اگر زوج نے [illegible] اور زوج نے اوسکی تصدیق کی یا زوج کو اوسکے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اوسکی سوت [illegible]

لاحتمال الاستحاضة فإن استمر ثلاثا وقع من حين رأت وكان بدعيا اور اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے [illegible] واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جبسے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوئی اسواسطے کہ حیض مین واقع ہوئی فلو غير مدخولة فتزوجت بآخر في ثلاثة أيام صح فلو مات في الثالث الزوج الأول دون الثاني وتصدق في حقها دون ضرتها پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو دوسرے زوج سے تین دن مین تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر [illegible] تین دن کے اندر تو وراثت اوس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہ خون حیض تھا یا نہین کیونکہ [illegible] اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اوسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اوسکے حق مین نہ اوسکی سوت کے حق مین [illegible]

أو نصفها أو ثلثها أو سدسها لعدم تجزيها لا يقع حتى تطهر منها لأن الحيضة اسم للكامل اور زوج کے اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کہ یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری [illegible] تو ایک حیض [illegible] کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اوس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا [illegible] پاکی کے متصور نہین ثم إنما يقبل قولها ما لم تر حيضة أخرى جوهرة پھر یہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے مین وہان تک مقبول ہے جب تک کہ دوسرا حیض نہین دیکھا کذا في الجوہرہ یعنی حالت حیض ہونا یا بعد پاک ہونے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہو گا وفي إن صمت يوما فأنت طالق تطلق حين غربت الشمس من يوم صومها بخلاف إن صمت فإنه يصدق بساعة اور اس قول مین کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ إن صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین اسواسطے کہ صوم [illegible] ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لها إن ولدت غلاما فأنت طالق واحدة وإن ولدت جارية فأنت طالق ثنتين [illegible] وقع واحدة قضاء وثنتان تنزها أي احتياطا لاحتمال تقدم الجارية کہا دوسرے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایک بار طلاق ہے اور اگر لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو بعد دوسرے کے جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اوسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدة بالثاني فلم يقع به شيء لأن الطلاق المقارن لانقضاء العدة لا يقع اور آخر ہوگی عدة اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہو انقضاء عدت کے اوس سے کچھ نہین واقع ہوتا کذا في حاشية المدني فإن علم الأول فلا كلام وإن اختلفا فالقول للزوج لأنه منكر وإن تحقق ولادتهما معا وقع الثلث وتعتد بالأقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اوسمین کچھہ کلام کی حاجت نہین یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین مین اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت مین حیضون

ہو گی اسواسطے کہ عدت بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوئی اسواسطے کہ ولادت دونوں میں مع شرط واقع ہو گئی طلاق کی وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول
یقع ثنتان قضاء وثلث تنزها اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو طلاق باعتبار قضا کی واقع ہو گی اور تین بنا بر
احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان میں ہوگا تو تین طلاق ہو گی ایک اوسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق
پہلی لڑکی کے سبب ہو نگی پھر بعد اوسکے کچھہ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزها
اور اگر عورت دو غلام اور ایک جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق واقع ہو گی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک
طلاق ایک غلام کے سبب سے واقع ہو گی دوسرے غلام کے سبب سے کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب اول غلام کے اور ولادت جاریہ سے کچھہ نہوگا
اسواسطے کہ انقضاء عدت اوسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہو نگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ کے
تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وھذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک
غلاما فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریۃ
لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کے مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ
لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو
طلاق نہ واقع ہو گی بسبب نہ پائیجانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالہا لعموم ما اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہو گی
اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے تو پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہو گی بسبب عموم لفظ ما کی تو مطلب
یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاتی ہے حالانکہ ایسا نہیں بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم
اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا
اور لڑکی ساتھی جنی تو تین طلاق واقع ہو نگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں پر
صادق آتا ہے **فروع** مسائل متفرقہ شتی کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق
کو عورت کے حمل پر تو طلاق اوسپر نہ واقع ہو گی یہانتک کہ جنے دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہو گی
طلاق نہ واقع ہو گی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنی تو طلاق نہو گی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال
ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنی گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ
مطلقہ ہو گی اور لونڈی آزاد ہو گی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بہ العدۃ جوہرۃ کہا مولی نے
اپنی ام ولد کو کہ اگر تو جنی گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اوسکی تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائیگی کذا فی الجوہرہ حلبی اور طحطاوی و محشیون نے
کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونیکے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی
ہو گی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی ثابت ہو گئی لہذا ولادت ہی
پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق ولو الثلث بشیئین حقیقۃ بتکرر الشرط او لا کان جاء زید وبکر فانت
کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق
ہوں دو چیز پر فی الحقیقت دو تعلیق ہو بسبب تکرار لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو
اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہو گی اگر شرط ثانی ملک میں پائی جاوے اور اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہو گی بسبب شرط
ہونے ملک کے وقت حنث کے یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک میں نہ حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہو گی او شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا

کافی نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتونکا محتمل ہے ایک صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین پائی جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی چوتھی یہہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلے اسمین طلاق واقع ہوگی **علی الثلث او العتق لامته بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیه العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی** معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونو شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ وجب ہوگا مرد پر عقر دونو صورتونمین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا م عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ مین اور لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ **ولذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی** اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنیکے طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنیکے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مس سے خالی نہین اور مساس سے ثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بقوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیة المدنی **الا اذا اخرج ثم ادخل ثانیا حقیقة او حکما بان حرک نفسه فیصیر مراجعا بالحرکة الثانیة ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس** مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقة ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونو طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا وسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ یہہ وطی بعد آزاد ہونی لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی تو شبہہ حلت بھی نہین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہہ فعل ابتدائی نہین ہے جسے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیة المدنی **لا تطلق الجدیدة فی قوله للقدیمة ان نکحتها ای فلانة علیک فهی طالق اذا نکح فلانة علیها فی عدة البائن لان الشرط مشارکتها فی القسم ولم یوجد** نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اوسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اوسکی عدت مین جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھہ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیة المدنی **ولو نکح فی عدة الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدة ذکره مسکین وقیده فی النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها والا فلا قسمة لها کما مر** اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونو صورتونمین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کرکے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے بقصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اوسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیة المدنی **قال لها انت طالق ان شاء الله متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق یا زانیة او یا طالق ان شاء الله صح الاستثناء خانیة** کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ مگر یہہ کہ انشاء اللہ کو متصل کہا

بسبب دم لینے کے یا کہانسی کے یا ڈکار سے یا چہینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل
تاکیدی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ طالقٌ ان شاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ واحدةً او ثلثًا او بائنًا ان شاء اللہ یا بسبب فاصل کی جو مفید ہی
حد کا یا طلاق کا یا نام کا چنانچہ مفید حد کی مثال انتِ طالقٌ یا زانیہ ان شاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انتِ طالقٌ یا طالقُ ان شاء اللہ اور ندا کی مثال انتِ طالقٌ یا کلثوم
ان شاء اللہ سو ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہی کذا فی الخانیہ یعنی استثنا بقدر انفصال مانع انفصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانتِ طالقٌ رجعيًا
ان شاء اللہ وقع وبائنًا لا يقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یون کہنا کہ انتِ طالقٌ رجعيًا ان شاء اللہ تو اسمین طلاق واقع ہو گی لفظ رجعيًا کا فاصل لغو ہی اسواسطے کہ
لفظ طالق خود موضوع ہی ... رجعی کے تو رجعيًا کہنا محض بےفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یون کہیگا کہ انتِ طالقٌ بائنًا ان شاء اللہ تو طلاق
نہ واقع ہوگی ... فاصل لغو نہیں ... مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہہ فاصل تکمیلی ہی چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعيًا او بائنًا يقع بنية البائن
... فقہیہ وفی ... اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا ان شاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی
... روایت ... بحر الرائق مین قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق مین اوسکی تقویت ہی اور در المختار کے محشیون
نے یعنی ... ہی بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی سبب طلاق کا تو نیت رجعی نہ بہی سبب طلاق کی ہوگی
اور جب ... طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی مسموعًا بحيث لو قرّب شخص اذنه الى فيه يسمع
... الاستثناء ... ہو اس طرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا
بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ ... کان اگا نیہ سن لیے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بہی صحیح ہوگا کہ ہر چند وہ خود نہین سنتا لیکن دوسرا
... فی حاشیة المدنی لا يقع للشك نہ واقع ہوگی طلاق ان شاء اللہ
کہنے ... شک سے ... زوج نے طلاق ... کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہین تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت مین اور نکاح ثابت
ہو چکا ... تو طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے وان ماتت قبل قوله ان شاء الله طلق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مرگئی ہو ان شاء اللہ کہنے سے پہلے
یعنی زوج نے اسیقدر کہا تہا کہ انتِ طالقٌ ہنوز ان شاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مرگئی تو بہی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہہ ہی کہ زوجہ
غیر مدخولہ کا ... وارث ہوگا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اوسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیة المدنی وان مات يقع اور اگر زوج مرگیا قبل تلفظ ان شاء اللہ کے
تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے ہم استثنا ... زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہی کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور
کیا ہو ولا يشترط فيه القصد اور شرط نہین صحت استثنا مین قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اوسکی زبان سے انتِ
طالقٌ ان شاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بهما اور شرط نہین بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وكتب
الاستثناء موصولًا او عكس او ازال الاستثناء بعد الكتابة لم يقع عمادية تو اگر بولا طلاق کو اور لکہا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے
بالعکس کیا یعنی طلاق کو لکہا اور استثنا کو فورا بولا یا طلاق اور استثنا دونو کو لکہا پہر استثنا کو بعد لکہنے کے مٹا ڈالا تو ان تینون صورتون میں طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ تلفظ مشروط نہین کذا فی العمادیہ ولا العلم بمعناه حتى لو اتى بالمشية من غير قصد جاهلًا لم يقع خلافًا للشافعي اور شرط نہین جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر
زوج ان شاء اللہ کو اپنے کلام مین بلا قصد و نادانستہ بولا تو بہی طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا مین قصد اور اوسکے معنی کا علم مشروط ہی افتى الشيخ الرملي الشافعي فيمن حلف
على شىء بالطلاق فاستثنى له الغير ظانًا صحته بعدم الوقوع انتهى قلت ولم اره لاحد من علمائنا والله اعلم اور فتوى دیا شیخ رملی شافعی نے اوس شخص کے حق مین
جسنے قسم کہائی کسی چیز پر طلاق کی پہر ان شاء اللہ کہا قسم کہانیوالے کی واسطے کوئی غیر شخص نے درانحالیکہ قسم کہانیوالا صحت استثنای غیر کا گمان رکہتا ہی فتوى
دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا اوس عالم کے نزدیک صحیح ہی لہذا عدم وقوع کا فتوى دیا شارح کہتا ہی کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ مین کسیکو نہین دیکہا
جسنے اس مسئلہ مین نص کیا ہو و ائمہ سلم طحطاوی نے لکہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہی تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہوگا والله اعلم

ولو شهدا بها وهو لا يذكرها ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہون نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہین اوسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تہا کہ نہین جانتا تہا کہ کیا نکلتا تہا اوسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہے اور اگر اوسکو ایسی حالت بیخبری کی نتہی تو اوسکو اونکی قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ويقبل قوله ان ادعاه وانكرته في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانيه اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اوسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہین بدون گواہون کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہہ اگلی زمانہ کا حال تہا ہم اپنی زمانہ کا کیا حال بیان کرین کہ جاہل کیطرف بعضی علما طمع دنیا سے سائل کو یہی حیلہ سکہلا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقيل ان عرف بالصلاح فالقول له اور بعضی علما نے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اوسیکا قول معتبر ہے ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة الدر وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اوس شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیت مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدہا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدہا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہو سکتی اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدہے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدہے سے مراد جمیع حیوانات ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اوس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلا یون کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان لا وان لم واذا وما وما لم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم اور اذا اور ما اور ما لم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان يشاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ان لم يشاء الله یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ما شاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ما لم يشاء الله تو ان سب کا ترجمہ یہہ ہے کہ مگر یہہ کہ خدا کے چاہے تو اگر خدا نچاہے جب خدا چاہے جو چاہا خدا نے جبتک خدا نچاہے تو ان سب صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ انشاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا اني احبك فلا يقع خانيه اور استثنا مین سے یہہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہوا اور انت طالق لولا حسنك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہوا اور انت طالق لولا اني احبك یعنی تو مطلقہ ہے اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہہ قول استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتواه اور استثنا مین سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین بن الہمام نے اپنی فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہین ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکا متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیة الدر قال انت طالق ثلثا وثلثا انشاء الله او انت حر وحر انشاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو لا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه توكيد او عطف تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہوا اور حر ہے اگر چاہا اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچہہ زیادہ فائدہ آمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ واو کو لفظ ثانی سے بسبب اوسکے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

نہوا بخلاف اس قول کے کہ انتِ حُرٌّ و حُرٌّ انشاء اللہ یا انتِ حُرٌّ و عتیقٌ انشاء اللہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہوا اور قول ثانی عطف تفسیری ہو تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام نہ آزاد ہوگا وکذا یقعُ الطلاقُ بقولہ انشاء اللہ انتِ طالقٌ فانہ تطلیقٌ عندھما تعلیقٌ عند ابی یوسف لاتصال المبطِل بالایجاب فلا یقع کما لو اخّر وصحّحہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتویٰ وقیل الخلاف بالعکس وعلی کلٍّ فالمفتیٰ بہ عدمُ الوقوع اذا قدّم المشیئۃ ولو وامثہ بالفاء اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ انشاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھہ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہوا اور ایجاب سے مراد انتِ طالقٌ ہے سو جب کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہین واقع ہوتی اگر استثنا مؤخر ہو اسطرح کہ انت طالق انشاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابی یوسف کی قول کی اور خانیہ مین ہے کہ ابو یوسف ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضون نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی انشاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور ہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیئت کو یعنی انشاء اللہ کو اور حرف جزا مین نہ لاوے اسلئے شارح نے تصریح کی کہ متن اس مقام مین خلاف مفتی بہ ہے وان اتی بہا لم یقع اتفاقاً کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرھا اور اگر زوج قول مذکور مین فی لاوے یعنی یون کہے کہ انشاء اللہ فانتِ طالقٌ تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا مین مصرح ہے وثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اوس شخص کے حق مین ظاہر ہوتا ہے جسنے قسم کہائی کہ مین طلاق کی قسم نکہاؤنگا اور وہ قول بولا یعنی انشاء اللہ انتِ طالق اوسکی زبان سے نکلا تو اوسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہر بحث لہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہین چنانچہ نہر الفائق مین قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا یمین نہین ہے یعنی تعلیق ہے ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہین بلکہ ابطال ہے یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی وبانتِ طالقٌ بمشیئۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہے ساتھہ مشیئت خدا کے یا ساتھہ ارادہ خدا کے یا ساتھہ محبت خدا کے یا ساتھہ رضا الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھہ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق انشاء اللہ سے طلاق نہین واقع ہوتی ویسیہی اس قول سے بہی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہین بشر کو اطلاع اون پر ممکن نہین تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافہ ای المذکور من المشیئۃ وغیرھا الی العبد کان ذلک تملیکاً فیقتصر علی المجلس کما مرّ اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنی مشیئت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہہ تملیک طلاق ہوگی تو منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیئت مین اسکا بیان ہوچکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہے بمشیئت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے نہ بعد مجلس کے وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالیٰ او الی العبد لانہ یراد بہ التنجیز عرفاً کقولہ انتِ طالقٌ بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہون خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف مین تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یون کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیئت وغیرہ اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھہ کہا یعنی یون کہا کہ انتِ طالقٌ لمشیئۃ اللہ یا لامرہ تو سب صورتون مین طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر مین ضرور نہین وان کان ذلک بحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالیٰ لا یقع فی الوجوہ کلہا لانّ فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجودہ قطعاً کالعلم اور اگر امور عشرہ مذکورہ مین متصل ہو لفظ فی تو اللہ تعالیٰ کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انتِ طالقٌ فی مشیئۃ اللہ بجائے انتِ

طلاق انشاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت
حق تعالیٰ کے یقیناً مانند علم الٰہی کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور
قدرت الٰہی قطعی الوجود ہین اور ہر قادر علیم ہے کسیوقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت
سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ علیم مطلق کا ہر شئی کو مقدر کرنا ہے اور کا ہی نہین تو اس صورت مین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی
وان اضاف الی العبد کان تملیکاً فی الاربع الاول وما بمعناها کالهوی والرؤیۃ تعلیقاً فی غیرها وهی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف
فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسا کہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت
بمعنی رویت قلبی … تعلیق ہوگی ان چار کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے
یون کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہوگی … تطلیق کا اختیار رہیگا اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے ثم العشرۃ
اما ان تضاف للّٰه او للعبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فهی ستون پہر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا عبد
کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ اولعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید
اولعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنیسے ساٹھ ہوتے ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی
بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ
طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی … دوسری یہ کہ دونو کو ساتھ ہی لکھے پہر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب کیجئے تو ایکسو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی
کا ارادہ کیا لهذا کما وعلی ما مر عن العمادیۃ فهی مائۃ وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور ہو چکا تو ایکسو
اسی ہوتے ہین کیونکہ عمادیہ مین تین احتمال ہین ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسری یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسری یہ کہ استثنا کو بعد
لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجئے تو ایکسو اسی ہوتی ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا
کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہون حرف شرطیہ سے یا بے سے یا لام یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنیسے اور ہر ایک صورت
چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونو ملفوظ ہون دوسری یہ کہ دونو مکتوب ہون تیسری یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھی یہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار مین ضرب کرنیسے اور شیخ رحمتی محشی نے اٹھتر ہزار ایکسو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کین ہین تو جو کوئی
ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندہی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نہ جانا وفی کیف شاء اللہ
تطلق رجعیۃ اور اگر یون کہا کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی
بسبب تعلیق بالمشیت کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وانت طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق
ہے تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا قلیل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہان سے بحث استثنای تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنای تعطیلی کے
بحر الرائق مین کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیت اور استثنای وضعی یہ ہے کہ مذکور ہو استثنای وضعی
وہ ہے جو مابعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور مابعد الا کا حکم مین مخالف ہوتا ہے ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہین اور مابعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتین یقع واحدۃ
اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل لو کان بلفظ الصدر او
مساویہ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل
ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا معنی مین برابر اسکے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنی ثلث سے
ثلث مستثنی ہو اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان بغیرهما کنسائی طوالق الا هؤلاء الا زینب وعمرۃ وهند وعبیدی احرار

الا ھؤلاء او الا نسا لمًا وغانمًا وراشد وھو الکل صح کاستثنی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق
الا ھؤلاء یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب اور عمرہ اور ہند اور چنانچہ
عبیدی احرار الا ھؤلاء یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر یہہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اوسکی عورتین اور غلام اوتنی
ہی ہین جتنی کہ اوسنے مذکور کیے تو یہہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنای کل ہے اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگرچہ یہ واقع مین اوسکی کل عورتین اوتنی ہی ہین اور لفظ
عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر مین اسکی غلام اوتنی ہی ہین چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا ویعتبر فی المستثنی کونہ کلًا او بعضًا من جملۃ الکلام لا
من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ وھو الثلث اور مستثنی مین معتبر ہے ہونا اوسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اوس کلام کے
جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اوسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے پس انت طالق عشرًا الا تسعًا
یقع واحدۃ تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا تو منجملہ کلام
کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق سے نو استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اقل سے نہین گرسکتا ولا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول مین
کہ انت طالق عشرًا الا ثمانیۃ یعنی تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین ولا سبعًا یقع
ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرًا الا سبعًا یعنی تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی ومتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطًا
مما یلیہ اور جب کہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویون کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو
ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرًا الا خمسًا والا ثلثًا والا واحدۃ مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا
مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ الہدایۃ فیقع ثنتان بانت طالق عشرًا الا تسعًا الا ثمانیۃ الا سبعۃ جب مستثنی متعدد
بدون واو کا اضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات ہم اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہہ کہ اول
مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی پر بڑہایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد
ہے سو مثال مذکور مین اول مستثنی تسعہ ہے اوسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اوس سے ثالث یعنی سبعہ
کو ساقط کیا دو باقی رہ گئی لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہہ کہ مستثنی اخیر کو اوسکی قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا
اوسکو اوسکی قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گئے مستثنی منہ تک سو مثال مذکور مین اخیر مستثنی سبعہ ہے اوسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا ایک کو تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے
آٹھہ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ویلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ
الا تسعًا الا ثمانیًا الا سبعًا الا ستًا الا خمسًا الا اربعًا الا ثلثًا الا اثنین الا واحدًا اور لازم ہونگے مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلًا زید نے کہا
کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھہ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک ہم وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہہ ہے کہ مستثنی اول
یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو آٹھ پر بڑہایا تو نو ہوئے اوس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے اونکو چھہ پر بڑہایا آٹھہ ہوئے اوس سے پانچ کو گرایا
تین باقی رہے اونکو چار پر بڑہایا سات ہوے اوس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اونکو دو پر بڑہایا چھہ ہوئے اوس سے ایک کو ساقط کیا پانچ باقی رہ گئے اور بموجب
قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اوسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اونکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے اونکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے اونکو
چھہ سے گرایا تین باقی رہے اونکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اونکو آٹھہ سے گرایا چار باقی رہے اونکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے اونکو دس سے گرایا پانچ
باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکی دریافت کرنیکا سو اوسکو شارح نے اپنے اگلے قول مین بیان کیا و
تقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وھکذا ثم تسقط ما بیسارک
مما بیمینک فما بقی فھو الواقع اور تقریب اسکی دریافت کی یہہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھہ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھہ مین اور عدد

[margin, beside the lines on the two rules: ۲ قاعدہ دریافت کے]

[margin, beside the line beginning تقریبہ: طریقہ]

ثالث کو اپنے داہنے مین اور عدد رابع کو اپنے بائین مین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور مین مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ مین لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنی چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنی دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اوسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھ اور چھ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درہم لازم آتے ہین **اخراج بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعه** ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اوسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین **فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح** تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق مین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اونکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے **وفی السراجیة انت طالق الا واحدة یقع ثنتان انتهی فکانه استثنی من ثلث مقدر** اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین **سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث تکفینی فقال ثلث لك والبواقی لصواحبك وله ثلث نسوة غيرها تطلق المخاطبة لا غيرها اصلا هو المختار لصيرورة الباقی لغوا فلم يقع بصرفه لصواحبها شیء** مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتون کیواسطے اور حالانکہ اوس مرد کے تین عورتین ہین سوا مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکی سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہوجانے باقی طلاقات کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہوگئی تو اوسکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنیسے کچھ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل لمته شارح کے **فی ایمان الفتح مالفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقره المصنف ثمه** فتح القدیر کے باب الایمان مین یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق مین معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان مین **ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سكنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فليحفظ** کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فورا شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اوسی شہر مین آرہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانیکے وقت وہ عورت اسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے جبکہ یون کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فورا نکل گیا پھر اوس سے خلع کیا پھر اسکے شہر مین آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت مین تعلیق سکنی پر بقید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی **ان تزوجتك وان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى يتزوجها مرتين بخلاف ما لو اخر الجزاء فليحفظ** اگر مین تجھسے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو مؤخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دو نو شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنیسے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك ان تزوجتك توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك كذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والهندیة **ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بیدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه تخییر والاول تعلیق** زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے غائب رہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے پھر اوسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پہر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطی کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پہر عورت نے خلع کیا تو اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطی کہ یہہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی
تفویض منجز مادام النکاح قائم ہی پہر جب نکاح نرہا تو تفویض بھی نرہیگی اور مثال اول تعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاها للوقاع فابت فقال
حتی یکون فقالت غدًا فقال ان لم تفعلی هذا المراد غدًا فانت کذا ثم نسیا حتی مضی الغد لا یقع لما یا زوج نے زوجہ کو واسطی جماع کے بلایا زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہہ اوکب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نکریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہی پہر زوج اور زوجہ دونوں اوسی بہول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطی کہ ابقاء تعلیق موقت تہی امکان پر یعنی شرط یہی بیان بسبب نسیان کے اوسکا وقت باقی نرہا اس وجہ سی تعلیق باطل ہوگئی حلف
لا یأتیها فاستلقی فجاءت فجامعت ان مستیقظا حنث قسم کہائی کہ عورت سے صحبت نکریگا پہر چت لیٹا سو عورت آئی اور اوسنی صحبت کی تو اگر مرد حالت
جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالها مرد نے عورت سی کہا کہ اگر مین تجہکو آسودہ نکر دون جماع سی تو تجہکو طلاق ہی تو یہہ آسودگی
عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطی آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعها الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد
مرد نے کہا کہ اگر مین زوجہ سی ہزار بار جماع نکرون تو وہ مطلقہ ہی تو یہہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم حنث به ایضا مرد نے عورت سی کہا کہ مین تیری وطی کرون تو تو طالق ہے تو یہہ وطی جماع شرمگاہ
پر محمول ہے اسواسطی کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج وطی سے قدم سی روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معنی سی بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سی له امرأۃ
جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہی کہ عورت اوسکی جنب ہی جماع سے یا احتلام سی اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس
والی ہے سو اوس مرد نے کہا کہ تم عورتون میں سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی و فی افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے
کہا ان عورتون سے کہ تم مین سی افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطی کہ ذکر کرنیمین حیض افحش اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی
قال لی الیک حاجۃ فقال امرأته طالق ان لم اقضها فقال هی ان تطلق امرأتک فله ان لا یصدقه مثلا زید نے کہا خالد سے کہ میری کچہہ حاجت
تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین قضا اس حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی
تصدیق نکرے اسواسطی کہ احتمال دروغگوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اوسکی حاجت کچہہ اور ہو جب اوسنے دیکہا کہ یہہ قسم کہا بیٹہا تو زوج یا زوجہ کی ضررسانی کیواسطی
یہی اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو جنبی کے سائل طریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابه ان لم اذهب بکم اللیلۃ
الی منزلی فامرأته کذا فذهب بهم بعض الطریق فاخذهم العسس فحبسهم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتہیون سے کہ اگر مین نہ لیجاؤن تمکو آج کی
رات اپنے گہر کیطرف تو اوسکی عورت مطلقہ ہی سو اونکو لیچلا تہوڑی راہ تو پکڑا اوسکو کوتوال نے اور قید کر رکہا سبکو اوسکے گہر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث
نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطی کہ تعلیق لیجانے پر تہی نہ گہر مین داخل کرنیکی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقها
لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سی کہ اگر تو گہر سے نکلی گی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی پہر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گہر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال خوف انہدام
در خوف غرق اور خوف ڈاکو کا اسواسطی کہ بنا یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف مین یمین سی مستثنی ہوتے ہین حلف لا یرجع ثم رجع لشیء نسیه
لا یحنث قسم کہائی شہر یا گہر سے نکلی کہ پلٹ کا پہر پلٹا کسی بہولی چیز کے لینے کے واسطی تو حانث نہوگا ان لم تجیئی بفلان او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت
طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسه او اخذ الثوب قبل دفعها لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سی کہ اگر تو فلان شخص کو نہ لاویگی تو تو طالق ہے یا یون کہا
کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پہیر دیگی تو تو طالق ہے پہر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورًا اپنا کپڑا لیلیا عورت کے دینے سی پہلے تو حانث نہوگا کذا ان
مراد قدم الکیس الدینار الذی علیه الی رأس الشهر فکذا فأبرأته قبل الشهر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج نے زوجہ سی کہا کہ اگر
مین تجہکو نہ دون وہ اشرفی جو مجہپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پہر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اوس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہو گئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالیگا اپنے گھر سے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اوسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اوسکا نکالنا ممکن نہو تو یمین یعنی ادای قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یون کہے کہ میں نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا بقی مایکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا فلو دفع لہا الکل ہل تبطل الظاہر لا لتصریحہم بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اوسمین جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اوسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوجہ زوج کو فلانے قرض سے ابرا کریگی یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دیدے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہوگی یا نہیں جواب ظاہر یہی ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اوسکا پھیر لینا درست ہے مترجم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہیں جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھی جاتی ہیں براءۃ اسقاط یہہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کر دے اپنا حق اوسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہوگیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم تکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما لصدقہ او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہیں ہوا اس گھر میں آج پھر بولا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر میں نہ داخل ہوا ہو تو اوسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اوسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب صدق اوس شخص کے یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس میں گناہ ہے کفارہ نہیں اور قاضی کے حکم کو کچھہ دخل نہیں خدا کی قسم میں خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ دونوں قسمیں متناقض ہیں اگر ایک میں صادق ہوگا تو بالضرور دوسری میں کاذب ہوگا اور آزادی غلام ثابت نہوئی بسبب احتمال کے کہ دوسری قسم میں صادق ہوا اور پہلی قسم یمین باللہ ہے اور اوسمیں قاضی کے حکم کو دخل نہیں پھر بدون قاضی کے اوسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ میں نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث فی الیمینین لدخولہما فی القضاء یہانتک کہ اگر اوسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونو قسموں میں حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونو یمین کے قاضی کے حکم میں باقی بیان اسکا باب عتق بعض میں انشاء اللہ آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطتہ اللحام بدراہمہ وقال زوجہا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فالحیلۃ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اوس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اوس درم کو اپنی درموں میں ملا ڈالا اور اوسکے زوج نے کہا کہ اگر اوسی درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اوسکی یہہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمیں وہ درم داخل ہے لادے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہہ معلوم نہو کہ وہی درم پگھلا ڈالا گیا یا دریا میں گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابت اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم اکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس ولو فی بیت حتی مضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہوں نہیں آج جہان میں یا اس دنیا میں تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی میں قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا میں موجود نہ رہا اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجای ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ بصارت مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم تخرب بیت فلان غدا فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نہ ویران کروں فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اوسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر میں نہ نکلوں اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اوسکے بیڑیاں ڈالی گئیں یا یون کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤں تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا اسوقت وہ اوس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آجکی رات

میرے گھر مین تو اسیلا ہوگا پہر اوسکے باپ نے اوسکو نیچے دیا تو اب جب صورت تو نہین مرد حانث ہوگا قول مختار مین اسواسطے کہ مقید کرنا اوسے منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی سے اور اکراہ کی تاثیر فعل مین ہوتی ہے نہ عدم فعل مین اور ان مسائل مین تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمین اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق الباب او قید لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا مین نہ سکونت کرونگا اس گہر مین پہر دروازہ بند کر لیا گیا یا اوس شخص کے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین تو حانث نہوگا قول مختار مین اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل مین ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کہانیوالا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی مین نہ امر وجودی مین یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم حضور اور عدم ذہاب مسائل سابقہ مین تو عاجز ہونیسے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مرتب ہے چنانچہ دخول ان وخلت مین اور سکونت لا اسکن مین تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق مین اور استفادہ ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اوس شخص کے حق مین جسنے قسم کہائی کہ مقرر ادا کریگا آجکے دن اپنے دین کو پہر وہ عاجز ہوگیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اوس شخص کے جو اوسکو قرض دے بخلاف اوس بحث کے جو بحر الرائق مین ہے سو غور اور تامل کر اس مقام مین ھم قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادا دین بحر الرائق مین کہا کہ قنیہ مین ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور مین جب ادا دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہین بلکہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور بیان عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہہ مقام لائق اہتمام کے ہے تو بیان خبردار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تامل کرنیکو فرمایا

باب طلاق المریض

یہہ باب ہے طلاق مریض کے احکام مین جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فرغت پائی تو اب طلاق مریض کی شروع کی عنون بہ لاصالتہ مصنف نے شروع اس باب کے طلاق مریض کو تعبیر کیا بسبب اوسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمین احکام مریض ہی کے ہین اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہین ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجیء اور طلاق دینے والے مریض کو فار بہی کہتے ہین یعنی بہاگنے والا بسبب اوسکی بہاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت مین اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اوسکی مال کی وارث نہو تو مرد مردود ہوگا اوسپر ارادہ اوسکا تمامی عدت تک یعنی اوسکی فرار کا کچہہ اثر نہوگا عدت تک اوسکی وارث ہوگی اور کاہی فرار عورتکی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب مین اوسکا ذکر بہی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجزہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اوسکا ہلاکی ہے مرض سے یا غیر مرض سے اسطرحپر کہ توڑ دیا اور لنہارڈ الا اوسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہوگیا اوسکے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہین کرسکتا یہی قول تعریف مریض مین اصح ہے چنانچہ عاجز ہوجانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانیسے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دوکان کے جانیسے اور عورت کے حق مین حد مرض کی یہہ ہے کہ وہ عاجز ہوجائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گھر جہاڑنیسے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چہت کے چڑہنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضمن المبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول سنۃ انتہی مین کہتا ہون کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر مین یون ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونیمین سو وہ ہے جسکے سبب سے مباح ہوجاوے نماز پڑہنا بیٹہہ کر اور جسکو بیماری نے بٹہلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہوئی یعنی آدہا دہڑ رہگیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہوجاوے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالی تو یہہ تینون بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہین پہر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوی عالمگیری مین حد تطاول کی شیخ تمرتاشی سے منقول ہے اور وہ قول امام شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض اور قنیہ مین ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

باب طلاق المریض

یہہ بیماریان بڑہتی جاتی ہون مانند مریض کے ہین فتاوے عالمگیری مین ہے کہ جبتک ان بیماریون پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کی مانند ہین اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند صحیح کے ہین او بارز رجلا فوقہ او دونہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع و بقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من یا علی لکی کا اسطرح ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنیکے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہین یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختون سے یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اوسکے منہ مین بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہین اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال مین متعلق ہوگیا شارح نے کہا کہ فار بالطلاق خبر ہے من غالب حالہ الہلاک کی یعنی جسپر غالب ہلاک کی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من الثلث اور صحیح نہین ہے فار کا تبرعہ مگر تہائی مال سے تبرع ہبہ اور عفو وغیرہ کو کہتے ہین وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانھا وھی من اھل المیراث علم باھلیتہا ام لا کان اسلمت او عتقت و لم یعلم سو اگر ایسے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوجہ بسکی المیت کو جانتا ہو یا نجانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ مسلمان ہوگئی یا اوسکی زوجہ لونڈی آزاد ہوگئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہوا طائعا بلا رضاھا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق مین زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا اور یہہ مراد نہین کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہو وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ مین اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرھت علی رضاھا او جامعھا ابنہ مکرھۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اوسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کروایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر مین رضامندی نہین وھو کذلک بذلک الحال ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حال یہہ کہ زوج طلاق دینے والا ویسا ہی بیمار اوسی حال سے بنا رہا اور اوسی مرض مین مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت مین مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اوسکی بذلک السبب موتہ او بغیرہ کان یقتل المریض او یموت بجھۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ھی منہ لا ھو منھا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے کہ مریض قتل کر ڈالا جاوے یا کسی اور جہت سے مر جاوے عدت مین [illegible] مدخولہ کیواسطے ہے تو عورت مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اوسکی مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے ھم متن [illegible] فا جزاء ہے شرط کی یعنی فلو ابانھا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اوسکی بیماری مین عدت کے اندر مرجاویگا تو عورت مطلقہ اوسکی وارث ہوگی موت اوسکی اوسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہرچند اوسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہین ہوتی و عند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نکرے اور یہی مذہب ہے اسحق اور ابن ابی لیلے کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ وہ ازواج سے نکاح کرلے تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی حل وطئہا و یتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کر یا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہین کرتی یہانتک کہ وطی اوسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین عدت کے اندر ہرطرح سے یعنی خواہ صحت مین طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری مین اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اھلیتھا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اوسمین طلاق اور موت دونو وقتون مین اہلیت وراثت کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا فی الحیض لحرمۃ ببینونتہ اور اسیطرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا خوشی سے اوس سے صحبت ہوئی ہو اسواسطے کہ حرمت آئی ہے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی نہ زوجہ کیطرف سے تو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہوگی و من لاعنھا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذلک ای ترث لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری مین یا ایلا کیا اوس سے حالت بیماری مین اوسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے و ان آلی فی صحتہ و بانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانھا فی مرضہ فصح فمات او ابانھا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا

فیه مرض الموت فاذا صح تبین انه لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت مین اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اوسکے مرض مین تو وارث
نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری مین پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا
عدت مین تو عورت وارث نہوگی زوج کی دو صورت صحت اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ مین بھید فرار یہ ہے کہ جس مرض مین زوج نے اسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت
ہو پھر جب کہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نتھا و لابد فی البائن ان تستمر اهلیتها للارث من وقت
الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیة او مملوكة وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث اور دوسری صورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضرور
ہے طلاق بائن مین کہ اہلیت وراثت کی عورت مین پائی جاتی رہے طلاق کے وقت سے موت کیوقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لاوے
کتابیہ یا آزاد کیجاوے مملوکہ تو وارث نہوگی اسوجہ سے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہین تو دونون مین اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت نہوئی
اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی فکذا لا ترث لو طلقها رجعیا او لم یطلقها فطاوعت او قبلت ابنه لمجئ الفرقة منها چنانچہ عورت وارث نہین
ہوتی اگر زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اوسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اسیکی طرف سے آئی
او ابانها بامرها فقید به لانها لو ابانت نفسها فاجاز ورثت عملا بالاجازة قنیه یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اوسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے
امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اوسکو جائز رکھا اپنے مرض مین تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے
کذا فی القنیه یعنی اس صورت مین زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منه او اختارت نفسها ولو ببلوغ وعتق وجب وعنة لم
ترث لرضاها یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کے مقطوع الذکر ہونے اور نامرد ہونے کے
وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتون مین عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او محبوسا او فی صف
القتال ومثله حال فشو الطاعون اشباه او قائما بمصالحه خارج البیت متشکیا من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث
لغلبة السلامة اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال مین ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر اپنے کاروبار ضروری کرتا ہو
بحالت دردمندی یا کہ زوج کو تپ رہتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات مین مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی مین مرگیا بسبب
غلبہ سلامتی کے ان حالات مین والحامل لا تکون فارة الا بتلبسها بالمخاض وهو الطلق لانها حینئذ کالمریضة وعند مالک اذا تم لها ستة اشهر
اور حاملہ فارہ نہین ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے دردزہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت مین مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہین کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اسکو
چھ مہینے پوری ہوجاوین تب فارہ ہوتی ہے مخاض بمعنی طلق ہے یعنی دردزہ اذا علق المریض طلاقها البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدها
منه او بمجئ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضه او علق طلاقها بفعل نفسه وهما فی المرض او الشرط فقط فیه او علق بفعلها
ولا بد لها منه طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وهما فی المرض او الشرط فیه فقط ورثت لفراره جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن
کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر اوس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر
مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اوسکی بیماری مین ہوئی یا معلق کیا اوسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق
اور فعل ذات مرض مین ہوئی یا فقط شرط ہی مرض مین ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اوس فعل سے عورت کو چارہ نہین یعنی ضروری ہے
خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے باتکرنا اور حالانکہ دونون یعنی تعلیق اور شرط مرض مین ہوئی یا فقط شرط مرض مین ہوئی تو ان سب
صورتون مین عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنه ما فی البدائع ان لم اطلقك او ان لم اتزوج علیك فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات
ورثته ولو ماتت هی لم یرثها اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع مین ہے کہ اگر مین تجھکو طلاق نہ دون یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکرون تو تجھکو طلاق ہے تین بار
پھر زوج نے ایسا نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اوسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت مین عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ

بسبب ترک طلاق اور زوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا۔ وفی غیرھا لا ترث وھو ما اذا کانا فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بُدٌّ اور ان صورتوں کے غیر میں وارث نہو گی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونو صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اوسکو لابدی نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او المرض او احدھما وقد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ سولہ صورتیں ہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنی تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور یا تحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چند صورتوں میں عورت وارث ہے اور دوسری صورت میں نہیں ہے تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یوں ہے پہلی ۱ صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہو گی ۳ صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہو گی ۴ یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں بھی وارث نہو گی ۵ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہو گی ۷ ساتویں یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہو گی ۸ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہو گی ۹ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہو گی ۱۱ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث ہوگی ۱۲ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہو گی ۱۳ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۱۴ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہو گی ۱۵ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہو گی ۱۶ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہو گی کذا فی حاشیۃ الدرر قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان

فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث کما زوج نے زوجہ سے اپنی صحت میں کہا کہ اگر میں چاہونگا اور فلاں شخص چاہیگا تو تو طلاق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیہ اور فرق دونو صورتوں میں پوشیدہ نہیں اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگئی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اوسمین مشیت زوج کی جزو علت کی نہ تمامی علت کی فتصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتھمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوا نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اختیار کرتی ہو تا کہ اقرار یا وصیت اسکو واسطے صحیح ہو تا کہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ زوجہ کی محبت سے زوج اسکا موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہوگیا وتعتد من وقت اقرارہ بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے

ولو مات بعد مضيها فلها جميع ما اقر او اوصى كذا في العمادية اور اگر مرگیا زوج بعد انقضای عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا
یا وصیت کی کذا فی العمادیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نرہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اوسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موتہ
صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ صح اقرارہ کذا فی شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوجہ کے مرض الموت مین نہوا تو صحیح ہوگا اقرار اوسکا اور وصیت
اوسکی اور اگر زوج نے صحت مین دعوی طلاق اور انقضای عدت کا کیا اور عورت نے اوسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اوسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی
صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصولین ادعت علیہ مریضا انہ ابانہا فجحد وحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل الفصولین
موتہ لا لو بعدہ اور فصولین مین ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اوسکی بیماری کی حالت مین کہ اوسنے عورت کو طلاق بائن دی ہے اور زوج نے اوسکا انکار کیا اور قسم لی اوسے
قاضی نے سو اوسنے قسم کہائی طلاق نہ دینے پر پہر عورت نے عدم تطلیق مین زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اوسنے تصدیق زوج کی کی اوسکے
مرنیسے پہلے اور اگر اوسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم
مانند اوس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کہ اپنے امر سے زوج کی بیماری مین بعد اسکے زوج نے اوسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کمتر مال لیگی یعنی اگر وصیت
کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحیح لامرأتیہ احدکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات
فیہ فی احدیہما صار فارا بالبیان فترث منہ کما فی مفاوضہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبتنہ فی احدیہما صار فارا ولم اره نقر کیا
ایک تندرست نے اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے طالق ہے پہر طلاق کی تصریح اور تعیین کردی ایک عورت مین اپنے مرض کے اندر جسمین مرگیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان
کے تو عورت اوسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کہائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت مین اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض مین
پہر تعلیق مبہم کا بیان کردیا ایک عورت مین تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ مین مین نے نہین دیکہا کذا فی النہر الفائق ولا یشترط علمہ ای الزوج
باہلیتہا ای المرأۃ للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیۃ فاسلمت لم یعلم بہ کان فارا فترثہ
ظہیریہ اور شرط نہین علم زوج کا ساتہہ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین اور حالانکہ عورت کے مالک نے
اوسکو آزاد کیا تہا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تہی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اوسکی آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بہی زوج فار ہوگا تو عورت اوسکی وارث ہوگی
کذا فی الظہیریہ بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا بعلمہ لا ترث
بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اوس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجہکو تین طلاق ہے پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا
علم ہو تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اوسکو کلام مولی کا علم نہوا تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اوسکو علم نہتہا تو ابطال
حق کا قصد اوسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہوچکی تہی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بعتقہا او بمرضہ او وکلہ بہ وہو صحیح فاوقعہ حال
مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر
اپنی حالت صحت مین سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج قادر تہا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینون صورتون مین عورت
وارث ہوگی ولو باشرت المرأۃ سبب الفرقۃ وہی والحال انہا مریضۃ وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ
بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او بتقبیلہا او مطاوعتہا ابن زوجہا وہی مریضۃ لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا
اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کی سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تہی اور مرگئی قبل اپنی انقضاء عدت کے تو زوج اوسکا وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع
ہوئی دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ مین اور خیار عتق مین یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اوسکی مطاوعت سے
اپنی بیماری کی حالت مین زوج باوجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کیطرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہین
کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیۃ والفتح

عن الجامع وجزم به في الكافي قال في البحر فكان هو المذهب لانها طلاق فكانت مضافة اليه وقيل قائله الزيلعي هو كالاول فيرثها بخلاف
واقع ہونے فرقت کے دونو مین بسبب مقطوع الذکر ہونیکے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے
اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت
بدار الحرب فان كانت الردة في المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتدہ ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی تو اگر ارتداد اوسکا مرض مین ہوا تھا
تو زوج اوسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین جاری وان ارتدت في الصحة لا يرثها
بخلاف ردته فانها في معنى مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هي ورثته والا لا خانيه اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہین
ہوئی اسطرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجای اوسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر
ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہرطرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھہی مرتد ہوے
پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا في الخانيه قال اخر امراة تزوجها طالق ثلثا فنكح امراة ثم اخرى
ثم مات الزوج طلقت الاخرى عند التزوج ولا يصير فارا خلافا لهما لان الموت معرف واتصافه بالاخرية من وقت الشرط فيثبت
مستندا كمحيط ایکمرد نے کہا کہ پچھلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سو اوسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ
ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنی زوج کی موت سے یہہ معلوم ہوا
کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت
تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کیوقت اور اوسوقت زوج بیمار نتھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک
طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے ابانها في مرضه ثم قال لها اذا تزوجتك فانت طالق ثلثا فتزوجها
في العدة ومات في مرضه لم ترث لانها في عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم يكن فارا خلافا لمحمد خانيه زوج نے طلاق باین دی زوجہ
کو اپنی مرض موت مین پھر کہا اوس سے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تین طلاق کر پھر اوس سے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا اپنی مرض مین تو وہ وارث
نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا في الخانيه یعنی طلاق باین کے پہلے عدت
بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی تو وراثت
کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہہ ممکن نہین کہ عدت ثانیہ مین وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا
تو زوج پر فرار ثابت نہوگا كذبها الورثة بعد موته في الطلاق في مرضه فالقول لها كقولها طلقني وهو نائم وقالوا في اليقظة ولوالجيه
جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اوسکی بیماری کی طلاق دینے مین یعنی زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنی مرض مین اوسکو طلاق نہین
دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور
وارثون نے کہا کہ جاگتے مین طلاق دی کذا في الولوالجيه طلقها في المرض ومات بعد العدة فالمشكل من متاع البيت لوارث الزوج لمصير ورثتها
اجنبية بخلافه في العدة جامع الفصولين طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب
بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اوسکے قبضہ مین ہوگا تو عورت
ہی کا قول اوسوقت معتبر ہوگا کذا في جامع الفصولين مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونو کے مناسب حال ہو جیسے نقد اور توشک اور لحاف
خلاصہ یہہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے

مناسب حال ہوگا اوسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونو کے مناسب حال ہے اوسکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے دارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی +

باب الرّجعۃ بالفتح وتکسر یتعدّی ولا یتعدّی

یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی را کو فتح ہے اور اسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کاہے بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطہ حرف اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے هی استدامۃ الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدۃ ای عدۃ الدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور وہ عدت ہے عدت دخول کی یعنی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا فامسکوھن بمعروف یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین لیکن اگر رجعت مین کچہہ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اوسکا دینا واجب ہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقای عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضای عدت کے رجعت نہین بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اسکے بالعکس مین یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ وھزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھہ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوک کے ھم ہزل نقیض جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہہ کہ زوجہ اور کچہہ کلام کیا چاہتا تھا اور اوسکے منہ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیحہ ہوگی بنحو متعلق باستدامت راجعتک وردتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک کے یعنی مین نے تجہسے رجعت کی اور لفظ ردتک سے یعنی مین نے تجہکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی مین نے تجہکو رکہا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ الفاظ ثلثہ صریح ہین رجعت مین اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میری نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی وانت امراتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراھۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ کمس ولو منھا اختلاسا ونائما ومکرھا ومجنونا ومعتوھا ان صدقھا ھو وورثتہ بعد موتہ جوھرۃ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھہ کراہت کے رجعت فعلی ہر اوس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور چوری یا نیند یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اوسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونیکے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یہ کہے کہ عورت نے مجہکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین مشروط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعۃ المجنون بالفعل بزازیہ اور رجعت دیوانہ کی ساتھہ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جب زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اوسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو مین لائق اعتبار کے نہین وتصح بتزوجھا فی العدۃ بہ یفتی جوھرۃ اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین اسی پر فتوی ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہہ مذہب ہے امام محمد کا خلافا للشیخین ووطئھا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشھوۃ اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنابر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی بشہوت کی مساس سے خالی نہین ان لم یطلق بائنا فان ابانھا فلا رجعۃ صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہیدی ہو اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہوسکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے ولو قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یون کہے کہ مین نے اپنی رجعت کو باطل کردیا یا یون کہو کہ رجعت میری واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہے بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اوسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہوگا ولو سمّی ھل تجعل زیادۃ فی المھر نعم لان اور اگر زوج نے کچہہ مال معین کیا رجعت مین یعنی یون کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہہ مال مسمی مہر

کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہ ہے کہ میان دو قول مین ایک تو لین درست ہے اور دوسرے قول مین نہین وَيَتَعَجَّلُ المُؤَجَّلُ بالرجعي ولا يتأجل
برجعتها خلاصه اور مہر موجل معجل ہوجاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے مرد کے کذا فی الخلاصہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ نکاح کیا عورت
سے مہر موجل پر یعنی مدت والے مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو اونمین قریب تر ہو پہر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت
مہر کی ساقط ہوگئی تو مہر معجل ہوگیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پہر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنی مہر کی مدت پہر عود نکرے گی
اسواسطے کہ مدت ساقط ہوچکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پہر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ مین یون ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اسکی عدت نہ منقضی ہوجاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے
خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونو قولون مین یون ہے کہ خلاصہ کی عبارت اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اوس صورت پر
محمول ہے جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ونُدِبَ اِعْلامُها بها لئلا تنكح غيره بعد العدة فان نكحت فُرِّقَ بينهما وان
دخل شمنی اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنیکی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نکرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی شخص سے سو
اگر زوج نے رجعت کی خبر نکی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونو مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اوسنے وطی بہی کی ہو کذا
ذکرہ الشمنی ہم جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پہر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اوسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت
زوج اول کے پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی ونُدِبَ الاِشْهادُ بِعَدْلَيْنِ ولو بعد الرجعة بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو ونُدِبَ عدمُ دخوله بلا اذنها عليها لتتأهب ان قصد رجعتها لكراهتها بالفعل كما مرّ اور مستحب ہے نہ داخل ہونا زوج کا
عورت کے پاس بدون اوسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کر لے اگرچہ زوج اوسکی رجعت کا قصد رکہتا ہے بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یہ مین نہ
جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اسکو رد کیا کہ بے اذن اجازت جانے مین احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہوا اور مرد اوسکی شرمگاہ کو نظر شہوت
دیکہے اور رجعت فعلی ہوجاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاها بعد العدة فيها بان قال كنت راجعتك في عدتك فصدقته صح
بالمصادقة والا لا يصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنیکا یعنی اسطرح کہا کہ مینے تجہسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت
نے اوسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نکی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وكذا لو اقام بينة
بعد العدة انه قال في عدتها قد راجعتها او انه قال قد جامعتها وتقدم قبولها على نفس اللمس والتقبيل فليحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی
اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تہا عورت کی عدت مین کہ مینے اوس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تہا کہ مینے اوس سے جماع کیا تہا اور فصل
محرمات مین مقدم ہوچکا ہے کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہون گے عدت مین تو بہی رجعت ثابت
ہوگی كان رجعة لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة وهذا من اعجب المسائل حيث لا يثبت اقراره باقراره بل بالبينة یعنی اگر گواہی
سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہے اوسکی برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ
مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اوسکی اقرار کرنے سے بلکہ اوسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے تم بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہہ عجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے
اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچہ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مینے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تہا یہہ مجرد دعوی ہے تو بدون گواہ
کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی كما لو قال فيها كنت راجعتك امس فانها تصح وان كذبته لملكه الانشاء في الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین
کہا کہ مینے تجہسے رجعت کل کی تہی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے بسبب ملک ہونے زوج کو انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار کا
بہی مالک ہے بخلاف قوله لها راجعتك بيانا للانشاء فقالت مجيبة له قد مضت عدتي فانها لا تصح عند الامام لمقارنتها لانقضاء العدة
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اسکے اگر ایسا ہے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مینے تجہسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون انشاء رجعت کے طور پر اس وقت عورت نے جواب مین کہا کہ میری عدت گذر چکی

اما دہ کیا نہ خبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاے عدت سے یہانتک کہ اگر عورت
سکوت کرگئی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام و صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاے عدت
کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کو قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاے عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان وقت
احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاے عدت کی خبر اوسوقت مقبول ہوگی جبکہ مدت
محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینہ سے قبل انقضاے عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیہ
ملمنی کالو نکلت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لی گئی عورت سے انقضاے عدت پر سو اوسنے انقضاے عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ
بعدھا ای العدۃ راجعتھا فیھا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لھا
عند الامام لانھا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اوس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اوسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی
نے اور گواہ زوج کے نہین ہین۔ لونڈی سنکر مدت کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ
لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظھور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ پھر اگر
تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنابر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے
لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اوسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہوگی
اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کرسکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارھا بکذبھا فی حق
علیھا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اوسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر
اوس حق مین جو اوسپر واجب تہا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفھا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ
لم تقبل الا ببینۃ ذخیرۃ فتح پہر تو اعتبار مدت کا اوسی صورت مین ہے اگر انقضاے عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاے عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا
بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین سو اسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق
کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہوجاے اور درصورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اوسکے
بعض اعضا مخلوق ہو چکے تہے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی تاوقتیکہ کچھ صورت نہ بنی ہو اور اگر عورت مدعی انقضاے عدت کی ہو بسبب
ولادت کے تو اوسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعۃ اذا طھرت من الحیض الاخیر لعشرۃ لتمام العدۃ
ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری
ہو اگرچہ عورت نے نہایا نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا نگذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہوگی ولاقل لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر
سے دس دن سے کمتر مین تو مدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدہے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑہے اور نکاح بھی نکرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوۃ فتصیر
دینا فی ذمتھا یا کہ گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہوجاوے عورت کے ذمہ مین مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی اور غسل نکیا تو
عصر کے وقت اوسکی مدت منقضی ہوگی ولو عاودھا ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نکیا تہا
تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا صلوۃ
تامۃ فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونیکے وقت اور نماز پڑہے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح مین یعنی اقل حیض مین عورت طاہر ہوئی اور

پانی غسل کا موجود نہیں ہوا اوسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکفایة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم خطابها قلت مفاده ان المجنونة
والمعتوهة كذلك اور مطلقہ کتابیہ مین بمجرد حیض منقطع ہونیکے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونیکے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب
نہین شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور مدہوش بھی اسیطرح ہے یعنی اوسکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ
بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہین ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول او
ترکته عمدًا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد انقطاع حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے
احتمال جلد خشک ہوجانیکے تو اگر عورت کو پانی نہ پہنچنے کا اوس ٹکڑے مین یقین ہو یا اوسنے اسکو عمدًا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسیت عضوًا لا تنقطع
اور اگر غسل مین پورے عضو کا پانی پہچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پانون کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضة والاستنشاق کالاقل لا نھما
عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونو ملکر ایک عضو ہین بنابر قول صحیح کے تو اگر کلی نہ کی ہو یا غسل
مین تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملاً او منکرًا وطیہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق ای لستة اشهر
فصاعدًا من وقت النکاح صحت رجعته السابقة طلاق دی حاملہ کو یا اوسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر جنا لڑکا چھہ
مہینے سے کم مین طلاق دینے کے وقت سے یعنی چھہ مہینے یا اس سے زیادہ مدت مین جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی ... طلاق کے چھہ مہینے
کے مدت مین حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ یہ عدت مین واقع
ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھہ مہینے سے کمتر مین جنی تو شرعًا تکذیب زوج کی انکار وطی مین ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت صحیح
نہوگی کذا فی حاشیة ... بیان ... کے نسخون مین اختلاف ہے بعضی نسخون مین یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر فصاعدًا من وقت
النکاح ... ظاہر ہے یہ نسخہ صحیح نہین اسواسطے کہ وقت نکاح سے ... چھہ مہینے مین ولادت ہونیسے شرعًا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی ... کا اختیار
کیا ... وقت ظہور صحتہا علی الوضع لا بناء صحتہا قبلہ فلا مسامحة فی کلام الوقایة ... موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر ... بعد
... وضع حمل کے مخالف نہین تو یہ تساہل ... وقایة ... کے کلام مین نہین ... جواب ہے اوس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ ...
... متن ... کا مضمون یہ ہے کہ اگر حاملہ کو طلاق دی یا اوسکی وطی سے منکر ہوکر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ ...
... ثابت نہین ہوسکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی ...
... قبل وضع حمل ... نہین ہوسکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بعد ولادت مذکورہ کے شرع اوسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کیطرف
سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر
ظہور صحت موقوف ہے ... صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر ... ظہور صحت پر تو ایسا اوس کلام مین کچھ تساہل اور مسامحہ باقی نرہا کما صحت لو طلق من
ولدت قبل الطلاق فانه وان ماتت بعده فلا رجعة لمضی العدة منکرًا وطیہا لان الشرع کذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حیث
لم یتعلق باقراره حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہوکر اوس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین
اسواسطے کہ بسبب ولادت کی عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی
بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی با قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا شرعًا تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اسوجہ سے کہ اسکے
اقرار پر غیر کا حق متعلق نہین ولو خلا بہا ثم انکرہ ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعة لان الشرع لم یکذبه اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا
منکر ہوا پھر اوسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اوسکی تکذیب نہین کی ولو اقر به وانکرته فله الرجعة اور اگر زوج نے بعد خلوت کے
وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اوسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم یخل بها فلا رجعة له لان الظاهر شاهد لها

اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اوسکی منکر ہے اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے
کذا فی النہایۃ فان طلقہا فراجعہا والمسئلۃ بحالہا فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعتہ السابقۃ لصیرورتہ مکذبا
خاص پہر اگر طلاق دی عورت کو اور اوس سے رجعت کی اور مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پہر رجعت کی پہر عورت لڑکا جنی دو
برس سے کمتر مین وقت طلاق سے توصحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ کیواسطے ہوجانے زوج کے دروغگو شرعا چنانچہ عنقریب کذا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج
کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر
ببطن آخر یعنی بعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس فہو ای الولد
الثانی رجعۃ اذ یجعل العلوق بوطء حادث فی العدۃ بخلاف ما اذا کان ببطن واحد اور اگر زوجہ سے کہا کہ اگر تو جنی گی تو تو طالق ہے پہر وہ
جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پہر وہ معتدہ ہوئی بعد اوسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھہ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس
سے زیادہ ہوئے جب تک کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرے اسواسطے کہ زمانہ طہر کی کچھ حد نہین سوا ہی بڑہاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد
ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت مین بخلاف اوس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونوں کی ولادت مین چھہ مہینے سے کم مدت ہو مثلا ولد اول کے
بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہین وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ
ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا
بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانہا من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور اس قول مین کہ جب تو جنی گی تو تو طالق ہے
تو پہر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی علوق اوسکا عدت مین وطی جدید
سے ہوا اور ولد ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر ولد ثالث
کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنیسے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنیوالی
عورتون مین داخل ہے جبتک کہ وہ نا امیدی کے سن مین نہ داخل ہو پہر جب بڑہاپے مین داخل ہوگی تو تمام اوسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو کان ببطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء
العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے اسواسطے کہ منقضی ہونے عدت کے اوسکی ولادت سے خواہ اول حمل
دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ
اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل ذکرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن مین اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ
اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب مین حاصل نہین سنگار اسوقت مستحب ہے
جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے ہے چنانچہ مسکین نے اسکو ذکر کیا ہے ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق
مالم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فیحرم واقرہ المصنف اور
زوج مطلقہ رجعیہ کو اوسکے گہر سے نکالے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم
مطلقہ کو گہر سے نکالے جبتک گواہ کرلے اوسکی رجعت پر پہر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا اشہاد
کا رجعت نہونا اوسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نکی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکہا ہے والطلاق الرجعی لا یحرم الوطء خلافا للشافعی فلو
وطئ لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا
اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی کروہ ہے لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ

ولا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہی کراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں ویثبت القسم لها ان کان من قصدہ المراجعة والا لا قسم لها بحر عن البدائع قال وصرحوا بان له ضرب امرأته علی ترك الزینة وهو شامل للمطلقة رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہی اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اوسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحرالرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہی اور یہہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانة بما دون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع اور نکاح کرے زوج مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہی اور بعد عدت کے بھی جائز ہی م لفظ بالاجماع متعلق ہی فی العدة کا تو بہتر یون تھا کہ بلافصل اوسیکے قریب ہوتا اور یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی (لا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله) یعنی نکاح کا قصد نکرو تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہہ خطاب شامل ہی زوج اور غیر زوج دونو کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنیکی کیا وجہ ہی خلاصہ جواب یہہ ہی کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیها لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنیسے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اوسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہہ نطفہ ہی یا ثانی کا م یہہ تعلیل غیر آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہی تو یون کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموما منع ہی اور زوج اوس سے بالاجماع مخصوص ہی کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ کما سنحققه بها اے بالثلث لو حرة وبالثنتین لو امة ولو قبل الدخول نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سی بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد مین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہی تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہی تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں ومافی المشکلات باطل او مأول کما مر اور جو قول مشکلات مین ہی یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہی سو باطل ہی یا مأول ہی باطل اس وجہ سے ہی کہ نص اور اجماع کے مخالف ہی اور تاویل اوسکی یون ہو سکتی ہی کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہوگئی اور دوسری اور تیسری صدق نہوئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین بشرح ہو چکا حتی یطأها غیرہ ولو الغیر مراهقا یجامع مثله وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیة مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہانتک کہ جماع کرے اوس سے غیر اوسکا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کرسکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کر مقرر کیا ہی یا کہ زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اوسکو نوطی نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہی کہ اوسکا ولی اوسکا نکاح کردے مگر طلاق اوسکی بدون ہوش آنیکے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونیکی یہہ صورت ہے کہ کتابیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اوس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اوسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکح عبد بلا اذن سیدہ ووطئها قبل الاجازة لا یحلها حتی یطأها بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اوس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اوس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اوس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہی بدون اجازت کے نافذ نہیں ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوك مراهق بشاهدین فاذا اولج فیها ملکه لها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا یظهر امرها اور زوج اول پر حلال ہونیکی نہایت خوب تدبیر یہہ ہی کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدون کے پھر جب دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نکھلے اور یہہ حیلہ مبنی ہی ظاہر مذہب پر کہ کفاءت نکاح مین شرط نہیں لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الکفاءة الخ

ها او بیع ولا فیحلها اتفاقاً کامر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہی البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا
اور اگر ولی نہوگا تو اوسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء والاولیاء مین گذر گیا تنقضی عدته اور مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اوسوقت حلال ہوگی
جبکہ زوج ثانی نکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جاے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط
الزوج بالنص فلا یحلها وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب شرط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ
لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پہر اوس لونڈی کے مالک نے اوس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال
نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہی زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے
یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسکو دو بار طلاق دی پہر اوس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اوسکی بملک یمین حلال نہین اسواسطے کہ حلت
مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی حتی تنکح زوجا غیره مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلها وطی المولی پر معطوف نہین
اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور [illegible] ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی وحرمۃ بعد ثلث وثنتین
[illegible] بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونیکے بعد یعنی [illegible] واقع [illegible] ہوگئی اور [illegible]
مین گرفتار ہوئی پہر اوسکا مالک نے اوس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہی حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ونظیره
من فرق بینهما بظهار ولعان فارتدت وسبیت ثم ملکها لم تحل له ابدا اور یا مانند مسئلہ مرتد [illegible] بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور
زوجہ مین تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پہر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام مین گرفتار [illegible] اوسکا مالک ہوگیا تو [illegible]
کبھی حلال نہوگی یعنی ظہار مین بدون کفارہ کے اور لعان مین بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی [illegible] یعنی حرمت موبدہ [illegible]
[illegible] الوطی فی المحل [illegible] اور شرط
تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص مین وطی واقع ہو [illegible] اگر عورت [illegible] تو زوج اول پر
حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ [illegible] اور اسکی وطی [illegible] معتبر نہین [illegible] وطی حقیقی [illegible] کذا
فی حاشیۃ المدنی ولا حلت ان افضاها [illegible] وطی [illegible] تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی نے عورت
کو مفضاة کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاة اوس عورت کو کہتے ہین جسکے قبل اور دبر درمیان کا پردہ پہٹ کر ایک ہو جاوین فان مفضاة [illegible]
حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلها جب وطی حقیقیہ [illegible] تحلیل [illegible] تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاة ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہ ہوگی
مگر جبکہ وہ حاملہ ہو تاکہ بالیقین معلوم ہو کہ وطی اوسکی قبل ہی مین ہوئی نہ دبر مین اور [illegible] حمل [illegible] فقط وطی کا یقین نہین ہوسکتا اسواسطے کہ
[illegible] دونون مکان ملکر ایک ہوگئے ہین بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان قبل کی وطی مین شبہ نہین اسواسطے کہ [illegible] مفضاة نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے [illegible]
حالت ہوگئی تو [illegible] تو نہین فرق ظاہر ہوگیا [illegible] مجبوب فانها لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح
فالانحصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول
پر حلال نہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوئی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہر چند یہان دخول حقیقی متصور نہین اسواسطے کہ زوج
ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہین لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع مین یہ حمل زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول
حکمی کے اوس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پہر جب دخول حکمی ہی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر مین
فقط وطی پر قصور ہی عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر ہی وطی حکمی مین داخل رہیگا والایلاج
فی محل البکارة تحلیلها والموت عنها لا کما فی القنیة واستشکله المصنف اور ادخال محل بکارت مین حلال کر دیتا ہی عورت کو زوج اول کو اسواسطے

اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہہ ہے کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہین اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النهر وكانه ضعيف لما في التبيين يشترط ان يكون الايلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانين بلا حائل يمنع الحرارة اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین مین یون ثابت ہے کہ تحلیل مین شرط یہہ ہے کہ وہ ادخال موجود موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون ختنہ گاہونکا ہے بدون حائل ہونے اوس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کی ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول کرنا محل واحد مین محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وكونه عن قوة نفسه فلا تحلها من لا يقدر عليه الا بمساعدة اليد الا اذا انتعش وعمل ولو في حيض ونفاس واحرام وان كان حراما وان لم ينزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نکریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھہ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد ادخال بمساعدت ہاتھ کے اوسکو ہستلدگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان حالتون مین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے قلت وفي المجتبى الصواب حلها بدخول الحشفة مطلقا لكن في شرح المشارق لابن ملك لو وطيها وهي نائمة لا يحلها للاول لعدم ذوق العسيلة وينبغي ان يكون الوطي في حالة الاغماء كذلك شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بمساعدت ہاتھہ کے ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم ذوق عسیلہ کی ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونوکیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کیحالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شرح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہیں ہے کہ اوسکی روایت نقل مذہب مین معتبر ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اوسکو رد کرتا ہے اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکما کیا تو نہین جانتا کہ جنب نائم طراوت کو پاوے تو اوسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی وكره التزوج للثاني تحريما لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك وان حلت للاول لصحة النكاح وبطلان الشرط فلا يجبر على الطلاق كما حققه الكمال خلافا لما زعمه البزازي ع اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے موجب حدیث عبد اللہ بن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنیوالے پر اور اوسپر جسکے واسطے تحلیل ہوئی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونو پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلاق دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسیکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی جائز ہے یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اوس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اوسکو رد کیا کہ یہہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطيف الحيل قوله ان تزوجتك وجامعتك او امسكتك فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کیواسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین راتسے

زیادہ ہو زوج ثانی عورت کو ہرگیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہوجاویگی و لو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا تو اوسکو واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجہسے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھہ مین رہے یعنی طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے ہم فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجہسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھہ مین رہے اور زوج کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجہسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اوسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اوسکی نکاح مین نہتی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونو امر اوس وقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونیکی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل مین رکہا یعنی زبان سے کہا تو اوس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو بچہرے مسلمانون کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہہ ہے جبکہ کچھہ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ھذا کلہ فرع صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ھبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی فیقضی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم ولان لا فی المنقضی بزازیہ پہر یہہ سب کچھہ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر زوج اول کا نکاح صحیح تہا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلونکی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تہا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تہا یا بلفظ ہبہ تہا یا دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تہا پہر زوج نے اوسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اوس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیہ ہم شارح کی یہہ تعبیر ٹہیک نہین اسواسطے کہ یہہ تعبیر اوسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہہ غلط ہے تو عبارت مین قصور ہے یون کہنا تہا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہوا اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ مین تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ انہین مفاسد کا دروازہ کہلتا ہے علاوہ اوسکے تین طلاق کا وجود گاہی متحقق نہوسکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت مشروطہ نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو ہمان آمش درکاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تہا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تہا لیکن مین نے اس عورت سے جماع نہین کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج ثانی کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قنیہ ما دون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اوسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہین گراتا پہر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو بالاتفاق نگرا دیگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعند محمد وباقی الائمۃ بما بقی وھو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق وغیرہ وابی زوج کے نکاح مین پہر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پہر تین طلاق وغیرہ کا اوس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ

زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ کے اور باقی ماندہ کی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علماء نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسفؒ کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ترجیح کا اور اسیواسطے متون میں یہی ثابت ہوا اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کے مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی

ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانیکے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اوسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کرے اگر اوسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدۃ حلہا عندہ بحیض شہران وعلیہا اربعون یوما مالم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے دو مہینے ہیں اور لونڈی کی واسطے چالیس دن ہیں جبتک عورت اسقاط ولد کا دعویٰ نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد مدۃ تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی اولم تتزوج باخر لم تصدق لان اقدامہا علے التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا اور اگر نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اوس مدت کے کہ انقضاء عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہو گی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اوسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت سے حلت کو دریافت نکرلے وفی البزازیۃ قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزویج نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصر علیہ او اکذب نفسہا اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنیکا ارادہ کیا اوسی زوج سے تو عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اوسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اوسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اوس سے درست نہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا بقتلہ لہا قتلہ بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینۃ فالاثم علیہ وان قتلہ فلاشیء علیہا والبائن کالثلث بزازیہ عورت نے اپنی زوج سے سنا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق دی اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون اوسکو مار ڈالنے کے تو عورت کو اوسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اوسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اوسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھاجاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو اب گناہ اوسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اوسکو قتل کر ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیہ وفیہا شہدا انہ طلقہا ثلثا لہا التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتہی قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز قنیہ اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور بعد وطی کے اوس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اوس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے یعنی قضاءً جائز نہیں اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں یعنی دیانۃً بھی درست نہیں جیسے کہ قضاءً درست نہیں کذا فی القنیہ وفیہا لو لم تقدر ہی ان تتخلص عنہا ولو غاب سحرتہ وردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا بجہدہ اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ کو چھوڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اوس سے تو عورت اوسپر جادو کرکے اوسکو پھیر لاوے اپنی طرف تو مرد کو اوسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اوس سے اپنی مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قائلہ الاسبیجابی وبہ یفتی کما فی التاتارخانیۃ وشرح الوہبانیۃ

عن الملتقط وفی الاولی قولہ علیہ کما مر اور دوسرا قول طلقتہ ثلثا میں جو مرد کو نہیں روک سکتی یہہ ہے کہ مرد کو قتل کر دے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہہ فتوی موجود ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی میں مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد طلاقہ ثلثا کان قبلہا طلقت واحدۃ وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو تصادقا علیہ وقیل یصدقان کہا زوج نے تین با طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اوسکی منقضی ہوگئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ تا مجھکو اوس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہوگی بنابر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اوس صورت میں جبکہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہئے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہما واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اوسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دیچکا ہوں غرض اس کلام سے یہہ کہ دو طلاق باطل ہو جاوین اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلی ایک ہی طلاق سے باین ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کا اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہہ باب ایلا کا مناسبۃ البینونۃ مآلا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا یہ باب متصل مذکور ہوا ہو لغۃ الیمین وشرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ ولو ذمیا ایلا لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلا ذمی کا بیان متن میں آگے مذکور ہوگا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشیء مشق یلزمہ الا لمانع کفر اور مُولی بضم میم وکسر لام اوسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ لازم ہوتی ہے اوسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اوسکو قربت اپنی زوجہ کی عمل سے بدون لزوم کفارہ کے ہو رکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو یا التزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونیکے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک اور ایلا مذکور سے یہہ مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہرچند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اوسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ بالقربان ووقع بائن بترکہ اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک وانت طالق یعنی اگر میں تجھسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق باین واقع ہوگی وطی چھوڑنے سے ہم اس مثال میں کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہہ ہے کہ اسمین تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی کیونکر لازم آویگا تو مراد یہہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکی دوسری بار اوس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق باین واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی واہلیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اوسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اوسکا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ ذمی کا ایلا تین طرح ہے ایک یہہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا جیسے عتاق کی دوسری عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہہ بالاتفاق باطل ہے تیسری میں اختلاف ہے یعنی

بنا ہو تو اسقدر کہنا ہمین کذا فی حاشیۃ الہدایہ اگر کوئی کہے کہ جب نفی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اوسکے ایلا کا کیا فائدہ ہوا تو اسکا جواب اگلے قول مین ہے یا وفائدتہ
وقوع الطلاق اور ایلا ہونے کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص عن المدۃ
اور ایلا کی شرائط مین سے یہ ہے کہ مدت معینہ سے کم نہو تا تو اگر کوئی قسم کہاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر فلم یطأ اور حکم
ایلا کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر وہ اپنی قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نکی والکفارۃ او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ او جزا ہو
لازم ہوگی اگر اوسنے قسم توڑی بسبب جماع کے ہم او جزا کا واو یعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہو اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم
ہے اور کفارہ او جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جب کہ حلف بات اور تعلیق معًا ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ کہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون تو مجھپر حج ہے والمدۃ
للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولاحد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل او قلیل مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے
دو مہینے ہین اور زیادہ کی کچھ حد نہین تو وہ جو کم مدت سے قسم کہا نے ایلا نہین ہوتا اگرچہ وہ ... کہ قسم ... لونڈی مین ایک مہینے کی قسم
... ایلا نہ ثابت ہوتا ... وسببہ کالسبب فی الیمین ... ایلا کا سبب ... ہے ... یعنی ... خلاف ... اور نا موافقت خلاق ہین
کا سبب ہونا ... ہی ایلا کا سبب ہے والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم مین صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو نقط جماع میں مستعمل ہو اور کنایہ
وہ جو جماع اور غیر جماع ... مین مستعمل ہو ... محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ فمن الصریح لو قال واللہ وکما ینعقد بہ الیمان
لا اقربک لزوجتہ الحائض ... لعدم اضافۃ المنع الی الیمین ... ایلاء صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج ... زوجہ حائضہ سے کہ مین تجھسے قربت نہ
کرونگا ... اللفظ ... منعقد ہوتی ہے ... واللہ کے ... بعظمۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ ... ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہین اسواسطے کہ
... منعقد نہین ہوتی ... صحت ایلا مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب منع ہونے منع قربت کی طرف یمین کے یعنی حالت حیض مین بازر
رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطأک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو لحائض
لتعیین المدۃ یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے اگرچہ خطاب حائضہ سے
ہو بسبب تعیین کردینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینہ کی یہہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا اور اگر قربت
کرون تیری تو مجھپر حج واجب ہے یا مانند اسکی او اور قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکہنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس قول کے
کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنی ایلا کرنیوالا نہین بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ
وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ واتباع مائۃ جنازۃ ولوادا کا بخلاف اس قول کے کہ اگر مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعتین لازم ہین اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازونکے اتباع سے مولی ہوشارح کہتا ہے کہ اسکو مین نے کتب
مین نہین دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنیمین شرکت مجھپر واجب ہوئی تو
ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس مین نہایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو طالقہ ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے
یہانتک مثالین ایلاء صریح کی تہین ومن الکنایۃ لا امسک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور قسم کنایہ مین یہہ مثالین کہ
مین تجھکو نچہوؤنگا تیرے پاس نہ آؤنگا تیرے بچھونیکے نزدیک جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا لا اغشاک یعنی لا آتیک کے ہے
یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی آیان ہے کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر مجامعت فرو گرفتن وبیہوش شدن ...
المؤبد نحو حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یون کہنا کہ ...
کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا آفتاب اپنی غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث ...

فی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین ... وطی کی اور ... اندر اگرچہ زوج موقت ہو تو موعا ہوگا یہ جہت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم کفارہ دینا ہوگا اور اس لئے کہ جب ... یعنی تعلیق
یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ کفارہ خواہ جزاء سوائے اسکے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوئی تو اب حکم ایلا کا باجماع
... یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع ہوگی وان لم یقربہا فی المدۃ بانت منہ بتطلیقۃ واحدۃ اور اگر مدت میں زوجہ سے وطی نکی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع
ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعد مضیہا لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اوسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہون
کے فیسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا یتکرر اذ مضی الثانیۃ تبین بثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ
توقیت وہ مدت کے ہو اس واسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا
اور چار مہینے اوسنے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر دوسرے اوسنے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب
قسم کا اثر باقی نہ رہیگا یعنی اگر تیسری بار اوس عورت سے نکاح کریگا اور پھر وہ چار مہینے تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے ولو کان
مؤبدا ... قسم ساقط نہوگی ... اگر قسم دائمی اور ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنی ایسی طہر کہ حائضہ نہو عورت قسم کھانیکے وقت
چنانچہ ... گذر گیا ... قرب علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء ای قربان بانت باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی
... کہ اگر زوج نے ... دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن ہوگئی ... سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتین بدون قربت کے گذر گئین تو عورت
پر دو بار طلاق بائن پڑیگی یعنی زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نکی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے
کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہی نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے
اوس سے نکاح کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو
نکحہا بعد زوج اٰخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سو اگر ایلا کرنیوالے نے اوس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے
اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اوس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف
دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت ایلا کا معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف مالو ابانہا بالایلاء
دون ثلث او ابانہا بتنجیز الطلاق ثم عاد بثلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب ایلا کے
کمتر تین طلاق سے یا گر زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو تین
طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی تصریح
باب الرجعت کے اندر مسئلہ ہدم مین ہوچکی یعنی اگر بعد ایلا دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور
چار مہینے تک قربت نکی تو اوسپر ایک طلاق بائن پڑی پھر اوس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نکی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اعظم و ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی
نے طلاق سابق کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کر کے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کر کے قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع
ہوگی اور امام محمد کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہوچکی ہے اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا
کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے
نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار اوسپر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایک بار وان وطیہا بعد زوج اٰخر کفر لبقاء الیمین الحنث

اور اگر قسم والی کہانیوالے نے عورت سے وطی کی بعد دو مہینے گذرنے کے تو کفارہ دیگا بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنی ہر چند بعد مدت طلاق بائن
پڑجانیکے اب جو تھی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذا الشہرین ما لا یتحقق
المدۃ اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلا ہے بسبب متحقق ہونے مدت ایلاکے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوعہ ہے واسطے
جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوے ولو مکث یوما اراد به مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پہر اوسنے
ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکہا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم مین کذا فی البحر الرائق ثم قال
واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین او لا لنقص المدۃ پہر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونون صورتون مین مولی نہوگا یعنی ایلا
ثابت نہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اوسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پہر اوسنے ایکدن توقف کرکے
دوسری قسم کہائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونو یمین کے چار مہینے ہوگئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا
تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پوری چار مہینے ہین لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ ذکر کیا
تو دونو یمین متداخل ہونگی مثلا یمین اول شروع محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول
کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین بھی نہ پائی گئی لکن ان قاله اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچہلے دو مہینون
مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہین اور دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دو
کفارہ لازم آوینگے ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونو یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہین او قال واللہ لا اقربک
سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت
نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کی عورت سے اوسوقت جب کہ باقی رہگئے ہون ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ تو اوسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے تھے مثلا تین مہینے باقی رہے تھے کہ اوسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر
مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرادے الا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پہر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیه لم یکن مولیا
ابدا لانه استثنی کل یوم یقربہا فیه فلم یتصور منعہ ابدا اور اگر اوسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیه کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے
قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبہی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اوسنے ہر ایک اوسدن کو مستثنی کر لیا
جسمین عورت سے قربت کرے تو اوسکا ممنوع ہونا وطی سے کبہی متصور نہین تمام سال او قال وهو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وهی بہا لا یکون مولیا لانه یمکنه
ان یخرجہا منہا فیطاها یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اوسنے یون کہا کہ واللہ مین مکہ مین نجاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے
کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلالیوے پہر اوس سے وطی کرے والی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ ویبطل بمضی المدۃ اگر ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو ایلا صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنیکے بسبب گذرجانے مدت ایلاکے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب متداد
طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلاکے گذر گئی تو بہی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر اور بعض نسخون مین بمضی
العدۃ ہے بجای بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری بات کو شامل تھا لہذا اوسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو الی من مبانۃ او اجنبیۃ ثم نکحہا
بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفه الی الملک کان ترکها لا یصح لفوات محله ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے پہر اوسے

العدۃ

پہر اوسکو بہ نیت نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنی نکاح پر تعلیق نکی چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے
بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین یعنی عدم قربت کی ثابت ہی ولو آلی فابانھا ان مضت مدتہ وھی
فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیہ اور اگر زوج نے ایلا کیا پہر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت مین ہی تو اوسپر دوسری
طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وان عجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کالاحرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض
باحدھما وصغرھا او رتقھا او جبّہ او عنّتہ او مسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ
قولہ لا یخفی ارادۃ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنیوالا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندہنے کے یا اعتکاف کے اسواسطے کہ یہہ عاجزی اختیاری
ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا مرد نہونے
مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے اوسکو قطع نہین کر سکتا اور پہنچ نہین سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت مین یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق پیشتر لکہا تہا اور نہو
عورت کی وطی پر قادر [illegible] کما فی البحر الرائق عن الغایۃ [illegible]
اگر ہو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے عطیبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو قنیہ اور جامع الکبیر مین اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ حبس ناحق
مین رجوع کرنا زبانی معتبر نہین اور حبس ناحق مین معتبر ہے اور ہمنے بہی اس روایت کو قنیہ مذکور مین دیکہا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا حبسہا
ونشوزھا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک وابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاھا بالمنع فیرضیہا بالوعد
اور اسیطرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اوسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا اوسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہی چنانچہ یون کہا کہ
مین نے رجوع کیا زوجہ کیطرف یا یون کہا کہ مین پہرا تیری طرف یا یون کہا کہ مین نے ایلا کو باطل کر دیا یا یون کہا کہ جو مین نے کہا تہا اوس سے مین پہرا اور
مانند اس قول کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کریگا اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی
تہی بسبب منع وطی کے تو اوسکو اب راضی کریگا وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہ لا یکون
فیئا یہہ بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا مین تو اوسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہی سو اگر غیر فرج مین وطی
کریگا جیسے کہ مقعد مین تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی
آلی وھو صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع مستفاد ہوا ہی قول مصنف سے یعنی فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی
مین ایلا کے وقت سے اوسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کیا ہی ملتقی الابحر مین اور حاوی مین یون ہی کہ زوج نے حالت صحت مین ایلا کیا پہر بیمار
ہو گیا تو اوسکا رجوع کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وھو قیام النکاح
وقت الفیء باللسان فلو ابانھا ثم فاء بلسانہ یبقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث
کو بدائع مین مذکور کیا وہ قیام ہے نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہونا بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن
دی پہر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا قال لامراتہ انت علی حرام ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم
او لم ینو شیئا وظہار ان نواہ وھدر ان نوی الکذب وذا دیانۃ واما قضاء فایلاء قہستانی وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث
ان نواھا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجہپر حرام ہی اور مانند اس
کلام کے کچہہ اور بولا جیسے حرام کا لفظ چنانچہ یون کہا کہ تو میرے ساتہہ ہی حرام کے اندر تو یہہ قول ایلا ہی اگر اوس نے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم
حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچہہ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بہی ایلا ہی اور یہہ کلام ظہار ہوگا اگر اوس نے ظہار کا ارادہ
کیا اور یہہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اوس نے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہی اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا

کذا فی القہستانی اور یہہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اوسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اوسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ یہہ کلام یعنی
انت علی حرام طلاق بائن ہی ہو اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سوا ہو مردون کے
تو یہ قسم نہین کہا ولو لم یکن لہ امرأۃ او حلفت بہ المرأۃ کان یمینا کما لو ماتت او بانت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط لم تطلق امرأتہ التی تزوجہا بعدہ لصیرورتہا
یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اوسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجہپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکے بولی
کہ تو مجہپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر حرام ہو اگر مین غلام کو مارون پہر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے
بسبب طلاق قبل دخول کے پہر شرط پائی گئی یعنی مثلا غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اوسکی وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہو کہ زوجہ ثانیہ
پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پہر جب تعلیق یمین ہوگئی تو
یمین منقلب ہوکر طلاق نہین ہوسکتی ومثلہ انت معی فی الحرام والحرام یلزمنی وحرمتک علی او انت محرمۃ او حرام علی او لم یقل علی وانا علیک
حرام او محرم او حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالخمر او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کی مانند مین یہہ اقوال کہ تو ساتھہ میرے
حرام ہے یا اور حرام مجھکو لازم ہوا اور مین نے تجہکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو بہی مجہ سے [illegible] حرام ہے یا کہ اس مثال مین مجہپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہے
یا محرم ہے اور مین تجہپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجہپر حرام کیا یا کہ تو مجہپر حرام ہے مانند گدہے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالون سے طلاق
بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہوگی تو یہہ اقوال یمین ہو جاوینگے تو حانث ہونیسے کفارہ لازم آویگا ولو کان لہ اربع نسوۃ والمسئلۃ
بحالہا وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مر فی الصریح وہو الاظہر والاشبہ ذکرہ الزیلعی
والبزازی وغیرہما وقال الکمال الاشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ
اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجہپر
حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین کا
چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول بہت ظاہر تر اور بہت مشابہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور ان کے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ
وغیرہ ہم نے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا
یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنی فتاوی مین اور جواہر الفتاوی مین بہی اسکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بہی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکہا ہے ہم
منح الغفار مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہے کہ بہت نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو فتاوی مین ہے اسلئے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے
یہہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق [illegible] اور اوسکے تابعین کا کلام حلال اللہ او حلال المسلمین مین ہے نہ کہ انت
علی حرام مین اسواسطے کہ ظاہر صیغہ نافع ہے عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام مین ہے اور ظاہر نظر مین بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ گفتگو انت علی حرام مین ہے لہذا شارح نے
اگلی قول [illegible] لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا الواحدۃ
کما فی المتن بل یجب تقییدہ بان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بحلال اللہ او حلال المسلمین فانہ بعمومہ یحصل التوفیق فلیحفظ
لیکن نہر الفائق مین ہے کہ واجب ہے کہ ہون معنی اس قول زیلعی کے کہ یہہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنی فقط تحریم مین مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب زوجہ
واحدہ کے چنانچہ متن مین ہے یعنی کنز مین لکہا ہے وہ واجب ہے انت علی حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہوگی سوا زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ مین کہتا
ہون یعنی بحلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہہ عام ہے چارون عورتون کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح
شارح سے کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکہنا چاہیئے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ
حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انت علی حرام اور شارح کا یہہ مطلب نہین بلکہ نہر الفائق کی تصریح سے ہم [illegible]

کے دونوں قولوں میں اتفاق ہو گیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف امرأتی علی حرام پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے
ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہ عام ہے اور یہی مراد ہے اصحاب فتاوی
اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی حرام اسمین اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع
مسائل متعلقہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ یقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئی واحد ہے
اسمین تعدد کی گنجایش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا اوس سے
کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کر کے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت
کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہے اگر ایسا
اگر ایسا کیا اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی بہ یفتی وتمامہ فی البزازیۃ
کہا دو عورتوں سے کہ تم دونو مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوسنے ارادہ کیا اسیپر
فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفی کہا کہ تم دونو
مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی سے یعنی ایک عورت کی وطی سے
قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونو مسئلو کی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورتمین ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت
میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورتمین ایلا معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کی ہر ایک
جدی جدی موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی
التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہو یعنی اگر چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہونگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور اگر مجلسیں متعدد ہوئیں یعنی ہر
مجلس میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے
لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

الخلع ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک
چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی
غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ
الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے جنانچہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ
ملک نکاح سے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم
ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ دیا
ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کی قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مینے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے تو یوں
کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت
کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر لم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کانت
قبضت البدل ردتہ خانیہ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اوسکے عوض
میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اوسکو مہر کا پھیر دینا لازم

ہوگا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالۂ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا
اسواسطے کہ طلاق مذکورہ حقوق زوجیت کو ساقط نہین کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ مسقط کما یجیٔ ولفظ البیع
والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہی اوس ازالۂ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اوس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے
اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع مین داخل ہوجاوے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہی چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ
بیع اور شراء داخل رہی خلع مین اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہی چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی فتاوی صغری مین برخلاف خانیہ کے ھم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی
افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہی ازالہ
ملک نکاح سے اور بقا ہی عدت تک طلاق رجعی مین ملک ثابت ہی لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہی ولا باس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق
اور کچھ مضائقہ نہین خلع کرنیمین وقت ضرورت کی جب آپسمین پھوٹ پڑی نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سی چھوڑنیکے بدلے جائز ہی بشرطیکہ نا اتفاقی
مرد کی طرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت عبد اللہ بن عباس ثابت ہی کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر مین پایا تھا اپنی زوج سے راضی نتھی سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہی جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہی کہ جو عورت
کہ بلا ضرورت زوج سی طلاق کی خواہش کریگی تو اوسپر بہشت کی خوشبو حرام ہی لیکن جب بطور موافقت نہوسکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز
ہے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ بما یصلح للمھر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدھا وبطن غنمھا وجوز العینی انعکاسھا خلع
جائز ہی عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت
خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اوس مال کے جو عورت کے قبضے مین ہی اور بعوض اوس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہی اور حالانکہ دس درم سے کم مین اور
عورت کے مقبوضہ شے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کی بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے اس کا انعکاس جائز کہا ہی ثم کلام عینی مین انعکاس سے مراد عکس
انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہی سو یہان صحیح ہی عکس لغوی کیطرح صحیح نہین ہوتا وشرطہ کالطلاق اور شرط
خلع کی مانند شرط طلاق کے ہی یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ما ذکر بقولہ ھو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولھا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولھا علی
مجلس علمھا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہی طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے
اور صحیح نہین زوج کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہی قبول کرنا عورت کا اپنے
علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اوٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبھا معاوضۃ بمال فصح رجوعھا قبل
قبولہ وصح شرط الخیار لھا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہی عوض مال دینے کے تو صحیح
ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کی اور صحیح ہی عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سی زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور
موقوف ہی صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولھا علمھا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ
اسقاط والاسقاط یصح مع الجھل فائدہ مشروط ہی عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلا ہندی عورت سے خلع
بعوض مال عربی زبان مین کرادے تو قول صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہی اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور
تدبیر کی کہ اوسمین علم ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہی اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہی یعنی فقط قضاء صحیح ہی نہ دیانۃ
کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفھا فی الطلاق اور جانب غلام کی آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہے طلاق مین یعنی
اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہی اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے

بجلوا او کیا تو قبولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے ولکن الخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمبارأة ذبعت نفسک منی او طلاقک او طلقتک علی کذا او بارأتک ای فارقتک وقبلت المرأة اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات
کے چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مبارات کی مین نے تجھسے یعنی
تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہو گیا اور خلع بلفظ شرا کی یہہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض
اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمه ان الواقع به ولو بلا مال ولو بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرته فیما لو بطل البدل کما سیجیء اور حکم
خلع یہہ ہو کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہو سو طلاق بائن ہے اگر یہہ خلع بدون مال کے ہوا ہو اگر یہہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اوس صورتین
ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہو یعنی جب کہ بدل خلع مین مال
باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہو تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع هو من الکنایات فیعتبر فیه ما
یعتبر فیها من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونه فسخا نفذ لانه مجتهد فیه وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہو تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس
امر کا جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا او المنتقی مین ہو کہ مال مقرر کرنا خلع مین یہہ
بھی قرینہ ہو طلاق کا کذا فی حاشیة المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہوا اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہو نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی موجب
اپنے مذہب کے خلع کے فسخ ہونیکا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہہ ہو کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذکر بدلا لم
یصدق قضاء فی المشهور والا یصدق اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا
ہے تو قضاء اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور ان صورتوں مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہے طلاق کا اگر باعتبار روایت
المعتبرة تصدیق ہوگی لیکن ان صورتون مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہے کذا فی حاشیة المدنی
لاصلی ونحو ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأة لانهما کنایتان ولا قرینة بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا
تو زوج کی تصدیق ہوگی اوس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود
نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اوسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونو لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ
اوسمین حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہو زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہو وفیه اشارة
الی اشتراط النیة وهو ظاهر الروایة الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیة لانه بحکم غلبة الاستعمال صار کالصریح کما فی القهستانی
عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کے کنایہ ہونے مین اشارہ ہو نیت کی شرط ہونیکی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع
ہوگی اور یہی ظاہر الروایة ہو مگر مشائخ نے کہا ہو کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہو گیا ہو چنانچہ قہستانی
مین یہہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا و
کره له تحریما اخذ شیء ویلحق به الابراء عما لها علیه ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اوسکو خلع کی عوض کچھ لینا
عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مہر ہو یا غیر مہر اور مرد بعوض خلع کے اوسکی معافی چاہے تو
یہہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہو کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہو لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیة المدنی
وان نشزت لا ولو منه نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے
بعوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کیطرف سے بھی ناموافقت ہو گئی ہو تو بھی مال لینا درست ہو اگرچہ خلع مین لینا دیئے

زیادہ ہو تو بھی اگر شوہر نے مثل مہر کے عوض لے تو بھی ہے اور بعض نے کہا کہ مہر سے زیادہ خلع کی عوض لے تو بھی جائز ہو بنابر اس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر کذا صحح الشمنی الکراھیۃ للزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس بہ یفید انھا تنزیھیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کہا ہے اور تعبیر ملتقی یعنی بحر کی بلفظ لا باس ہے کہ اسکا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہو گیا اتفاق دونوں قولوں کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہے مکروہ ہے کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرھھا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر میں نہ مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ھلک بدل الخلع فی یدھا قبل الدفع او استحق فعلیھا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہو گیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ میں یا اوسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر وہ بدل قیمت والی چیز تہا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تہا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تہا تو عورت کو اوسکی مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونیکو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہے خلعھا او طلقھا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوھا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہ وقوعا مجانا فیھما لبطلان البدل وھو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اوسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے امر قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ میں اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ میں دونوں صورتوں میں طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تہا ولو سمت حلالا کھذا الخل فاذا ھو خمر رجع بالمھر ان لم یعلم وان لا شئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تہی سرکہ نہ تہا تو زوج مہر کو پہیر لے اگر ادا کیا ہو اور اگر مہنوز دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونیکا علم نہ تہا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں کما لو خالعتہ علی ما فی یدھا ای الحسیۃ ولا شئ فی یدھا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس میں مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسمیں کچھ نہیں لکن لو کان فی یدہ جوھرۃ لھا فقبلت فھی لہ علمت او لا لاضرارھا نفسھا بقبولھا لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر کے ہونیکا علم ہوا یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اوسکی قبول کر لینے سے وان زادت من مال او دراھم ردت علیہ فی الاولی مھرھا ان قبضتہ والا لا شئ علیھا جوھرۃ او ثلثۃ دراھم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی صورت میں یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پہیرے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر مہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درہم مرد کو پہیرے دوسری صورت میں یعنی درصورت ذکر دراہم کے ہم ہاتھ سے مراد ان دونوں صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدھا اقل کملتھا اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درہم سے کم ہوں یعنی ایک درہم یا دو تو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراھم فبان دنانیر لہ ان لہ او اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پہر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں ہیں شلدح کہتا ہے کہ میں نے اسکا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم ہی واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہیں مصرح نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبدبت والصنف قد ویطن کالدرایۃ اذا الدلالۃ لا قل الغدرۃ ولطمئا لغلو

ہو اگر ایسی کوئی چیز نہ ہو تو مثال یہ ہے کہ اپنی لونڈی کے پیٹ اور کوٹھری او صندوق اور لونڈی کے پیٹ اور بکری کے پیٹ میں سے کم نہ ہو جتنی ہو اور بھیڑ بکری کا پیٹ اور درخت کے پھل حکم میں

مانند صندوق کے ہیں تو کرکا تھوڑا اختلاف ہے بعد میں بطور مثال کے ہے کذا فی البحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی کے

پیٹ کے بچہ یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھ سے خلع کر اور مرد نے مانا اور اسکی کوٹھری او صندوق میں اور لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت

ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم ہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنی تو مرد اوسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو مرد اوسکا

مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ الہندی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم العلم فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا حمل لجاریتہا فیخالعہا فی مہرہا

ویبرئہا لانہا لم تطمعہ فلو بغیر مہر وہذا لو نطقت ان علیہا المہر فقد کرعدم ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ خلاصہ وغیرہ میں مفت

طلاق واقع ہونیکو خلاصہ وغیرہا میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق میں نہیں یا خلع بعوض مہر

ہے ہو جاتی ہے تھا کہ عورت کا مہر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اوس صورت میں عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہیں دلایا تو زوج نے

عورت سے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر مرد نے اپنے اوپر مہر واجب ہونیکا گمان کیا تھا پھر اوسکو یاد آیا کہ اب مہر باقی نہیں رہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے

کہ وہ دوکہ دیگا ہوا علم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تا کہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ الہندی

خالعت علی عبد آبق لہا علی برائتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد اگر کسی

عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونیکے اوسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر سپرد کرنا غلام کی وجہ سے زوج کو

اگر قادر ہوا اوسپر اور اگر غلام نہ ملا اسکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلٰثا

بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا واذا فی الثانیۃ عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق

دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اوسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ

عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف

اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق پہلے دیچکا تھا تو اوسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض

ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ اوس ایک کا مالک نہیں ہوا تھا عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہو گیا

وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ طلقنی علی

الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوگی کہ مال

سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت میں

ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شیئ لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف

بخلاف ما مر لرضاہا بہا بالف فببعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق

دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق

بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کی جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی وقولہ انت طالق بالف

او علی الف فقبلتہ فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیئ الالف لانہ تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت

سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اوسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اوسپر زبردستی

نکی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ قول یا بدلائی ہے یا تعلیق

ہے یعنی بالف کہنے میں بدلائی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لہم امرأتہ احداکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ

دینار فقبلنا طلقتنا بغیر شئ اور یہی ذخیرہ میں ہے تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض سو درہم کے سو قبول کر لیا اوسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم نہیں دینا مگر سو درہم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قوله وعلیک الف جملة تامة وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولهما یفتی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درہم دینا قبول بھی نکر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنی ما قبل سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ہے اب یہی خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا عتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کے کیونکہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا گویا انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوگا کہ تو طالق ہے درحالت وجوب ہزار درہم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول له بیمینه بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لها وکذا لو قال لعبده کذلک کقوله لغیره بعت منک هذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبه وهی تدعی حنثه وهو ینکر اما البیع فاقراره به اقرار بالقبول فانکاره رجوع فلا یسمع ولو برهنا اخذ ببینتها تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تھی ہزار درہم پر سو تو نے ہزار درہم دینا قبول نکیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تیری طلاق کا بیچا تجھ ہزار درہم پر سو تو نے ہزار درہم کو قبول نکیا تھا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور یہی حکم ہے اگر مالک نے اپنے غلام سے ایسا کہا تو ویسا بھی یہی حکم ہے جیسے اگر مالک نے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو ہزار درہم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا قبول نکیا تھا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اگر یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار درہم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ میں نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا جیسے مالک کا یوں کہنا غیر عبد سے کہ میں نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درہم کے کل سو تو نے قبول نکیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مشتری ہی کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہیں اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے یعنی قسم توڑنے کی اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا درصورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہے قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہے بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کی گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہیں نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وهی تنکر یقع الطلاق باقراره والدعوی فی المال بحالها فیکون القول لها لانها تنکر وعکسه لا کیف ما کان بزازیة اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہو جاویگی بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور اوسکی بالعکس میں طلاق نہ واقع ہوگی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع کرنیکی مالک نہیں کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فی قتح مسائل الخبیہ شارح کے انکر الخلع او ادعی الطلاق

استثناء او ان ماقبضه من دینه او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھہ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اوسکو قرض مین سے تہا یعنی زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونو مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اوسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہون گے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تہا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تہا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر ولہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسیکے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقای مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اوسیکا ہے جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کی استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اوسکا منکر ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونو سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مسمیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونو عورتون کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تیس درم اور ایک عورت کا مہر دوسو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دوسو درم والی پر بیس درم لازم ہون گے اور سو درم والی پر دس درم اور جب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اوس صورت مین ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونو عورتونکا ہو اور دونو کی مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتونکا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونو کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلا خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقف علی قبولہا ولو یجب شیء بحر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کی قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدون عورت کی قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما لکل منہما علی الاخر مما یتعلق وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الاول ومثلہ المتعۃ بزازیہ اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شرا کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک کا حق دوسری پر اوس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے کہ جسکے بعد خلع ہوا یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی ہے اور اوس سے دوسری بار نکاح کیا اور دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنی مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہے کذا فی البزازیہ یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنیکے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نتہا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول کے خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع کے نتہا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی السعود وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کیا اس

شرط پر کہ کچھہ دعوی نہین کریگا اپنے ساتھی پر پہر مرد نے دعوی کیا کہ اوسکو یعنی میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے برات کے ساتھہ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہین نہ اور حقوق اِلّا نفقة العدة وسکناها فلا یسقطان الا اذا نص علیها فتسقط النفقة لا السکنی لانها حق الشرع الا اذا ابرأته عن مؤنة السکنی فیصح فتح وهو مستغنی عنه بما ذکرنا اذ النفقة والسکنی لم یجبا وقتها بل بعدها شیٔ فشیٔ متعلق نکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالے نے فرمایا کہ لا تخرجوهن من بیوتهن یعنی نہ نکالو مطلقات کو اونکے رہنے کے مکان سے یعنی تا انقضاء عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلا دونو کرایہ کے مکان مین رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یا یون بولی کہ مین دوسرے گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنی مملوک گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنیکی کچھہ حاجت نہین ہے بموجب ہماری بیان کے یعنی قولہ ثابت وقتها بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہین وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد اونکے واجب ہوتے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتها کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنیکی کچھہ حاجت نہین تی لیکن چونکہ مصنف نے اوس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنیکی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقة العدة استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیة المدنی وقیل الطلاق بمال مسقط للمهر کالخلع والمعتمد لا ذکره ابن الشحنة اور قول معتمد یہہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہہ ہے کہ ساقط نہین کرتا کذا ذکره البزازی [illegible] ذکره البهنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کا [illegible] اسکو ذکر کیا ہے اور اوسکا [illegible] علامہ [illegible] اور خیر الدین رملی بھی اپنے فتاوی مین لیکن قاری ہدایہ نے اسکی خلاف فتوی دیا ہے [illegible] طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور [illegible] اوسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوی مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانہ مین [illegible] سے برات چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ مجھکو بری کرے اور [illegible] نے لکھدیا ہے کہ یہہ برات صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن [illegible] شرط البرأة من نفقة الولد ان وقتا کسنة صح ولزم والا لا بحر وفیه عن المنتقی وغیره لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وتجعل حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کی خرچ سے تو اگر دونو نے کوئی برات کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نکی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ [illegible] لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق اور اوسمین منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برات کی صحیح ہوگی اگرچہ دونو نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اوسکو دودھ پلاوے دو برس اسواسطے کہ شیرخوار ہونا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ مدت رضاعت [illegible] بخلاف اوس لڑکے کی جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اسکی پرورش مین مدت مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم ہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب [illegible] کذا فی حاشیة الطحطاوی ونحوها [illegible] الولد [illegible] بقیة نفقة الولد [illegible] اور اگر [illegible] نفقہ [illegible] نفقہ ولد کے اور [illegible] نکاح کیا یا کہ عورت نفقہ ولد سے بہاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا [illegible] یہہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت [illegible] عورت کا لازم ہوگیا اور یہان اک لڑکے کو بہی اوسکا باپ لے لے کہا ولد [illegible] کہ جسقدر عدت بعد نکاح کی باقی رہی ہے [illegible] مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پہیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور صورت ہرب سے یعنی نفقہ کو زوج پہیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نکیا ہرب سے یا یہہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بہاگی کذا فی النهر الفائق یا یہہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کی اوسکی متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پہیرے کذا فی حاشیة المدنی الا اذا اشترطت براءته [illegible] بصورت موت عورت یا موت ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پہیر لیگا مگر اوسوقت نہ لیسکیگا جب کہ عورت نے [illegible] شرط کرلی ہو یعنی خلع کے وقت عورت نے یہہ شرط کرلی ہو کہ بعد [illegible] یا کہ [illegible]

مرگیا تو مرد بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ابدًا ولو وقتیا فیجی کالطعام اور جس صورتمیں کہ خلع بعوض نفقہ ولد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اوسکے باپ سے طلب کرے مگر اوس صورتمیں مطالبہ نہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اوسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث نہیں اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کھانے اور لباس و نیز ہیں تنگی نہیں کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا مثلا وھی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اوسکی ولد کی ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہو اور اوسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اوسکا خرچ مشتری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اوسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکے بالغ ہونے تک تو یہہ خلع صحیح ہے لڑکی کی صورتمیں نہ پسر کی صورتمیں اسلیئے کہ لڑکا عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ بعد زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بھر لڑکے کو رکھا تو کتنا اوسپر خرچ ہوا تو اوسیقدر مال عورت سے زوج اول لیوے خلع الاب صغیرتہ بمالہا او مہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت وھی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیر بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہے اوس صورتمیں کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کرلیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت کے ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کرسکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیر کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اوسکا نائب بھی نہیں ہوسکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت المرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وھی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہما شرح الوھبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت رشیدہ نہیں یعنی امور دنیاوی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی در صورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوھبانیۃ

فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرہا لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہوکر بسبب واجب نہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت میں داخل نہیں وحسن حیل سقوطہ ان یحیل الاب بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبضہ فتح الک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرا دیں بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اوسکو جسکو زوج سے مہر لینیکی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانی اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج

ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شیء لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اوسکو لیاقت تھی قبول کرنیکی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اوسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اوسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا اور خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اوسکے باپ نے قبول کرلیا ہو اوسکی طرف سے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اوسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر در المنتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ الدر

قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکر المال طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ وان لم یکن علیہ من المؤجل شیء ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لانہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا سو قبول کرلیا عورت نے اور دونوں نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل ہنوز اوسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دیگی اوسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اوسکو دے چکا ہے اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوچکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہے اوسکی تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا سو زوج اوسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر ہوگا سو زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاویگا یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت میں مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو لازم ہوگا اوسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اوسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی مفت مال دیکر اوس نے اپنی گلو خلاصی نہیں کی لہذا اوسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمہما المال للحال فتباع الامۃ وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو اون دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونیکے مال دینا اونپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اوسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع قرار دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اوسکا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک ہوجاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور بعدم ملکیت [illegible] ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اوسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اوسکی ام ولد ہوجاویگی اگر اولاد ہوگی اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اوسکی لونڈی بن جاویگی تو یہہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہوجاویگی یہہ اوس صورت میں ہے جبتک وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فیبطل الخلع فکان فی تصحیحہ ابطالہ اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ

اگر وہ لونڈی کا مالک ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی
الاختیار اور حال آنکہ یہ باطل ہے لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ بات نہ لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی ف ۶ مسائل لمحۃ شارح نے کہا قال خالعتک علی
الف قالہ ثلثا فقبلت طلقت بثلثۃ الاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی
بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو تو مختلعہ ہے ہزار روپیہ پر
جب اسکو تین بار کہا اور اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی فی المنتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا باذاء الاربع در المنتقی میں ہے کہ زوج نے
کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے
تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر
تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جبتک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول
وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو
موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط
پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونو صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کیا جاتا ہے اسواسطے کہ ان اور اسکے
بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے [illegible] پہلی صورت میں تو قبول پر معلق ہوتی
ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسمیں جواب میں غور اور تامل کرو [illegible] صریح ہے اور مصدر تاویلی [illegible]
شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار [illegible] محشی نے
یعنی انت طالق علی اقرارک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف
ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے انت اما ان تدخلی وانما الا ان تدخلی اسواسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر
مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے [illegible]
اس لفظ کا اور التزام دخول مجاز ہے اور ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہیں [illegible] دخول حقیقۃ مدلول ہے
سألتہ الثلث فالت ثلثہا فالعوض لہا [illegible] واحدۃ بالف وقالت انما
کیا تھا تو مجھکو ہزار کی تہائی چاہیئے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا [illegible]
صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کا مہر [illegible]
وہ کسی [illegible] تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع [illegible]
کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش
ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنیسے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بائن وقیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں
تجھسے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی پر
فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کی ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق
دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی
طلقہا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالالف لہما وہما بائنان لکن یقع غدا بغیر شیء ان لم یعلم

اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اوسکو رجعی طلاق دی بعضون نے کہا اس صورت مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دو نو طلاق کا ہوگا اور دو نو طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی پس زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ مین کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین سو اوسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کر دے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اوسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اوسکا ساقط نہوگا اور یہہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما وکذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اوسکو بیس درم دے اور کوئی اتنے من چانول دے تو یہہ خلع صحیح ہے اور شرط نہین ہے کہ ان چیزون کے ادا کرنے کا مکان بیان کرے اسواسطے کہ خلع بیع سے وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع مین شرط نہیں۔ قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ اشارہ کہتا ہے مین کہتا ہون کہ روایت مذکورہ سے مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوا لیکن یہہ ... صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اوسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہہ بدل خلع نہوگا بلکہ ... بدل خلع سے ... خلع کا ... مختلف فیہ ہے فقہا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا اقمشتہا فقبل لم یحرم ویشترط کتبۃ الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی اس شرط پر کہ اقرارنامہ کی یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ ہے یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اوسکو قبول کر لیا تو مجرد قبول کرنے سے عورت مرد پر حرام نہو جاویگی بلکہ حرام ہونے مین لکھ دینا زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اوسی مجلس مین مشروط ہے یہہ ... کہ جب ... ساقط ہے ... کا تو عورت کا مہر اوس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ۔۔۔

باب الظہار

باب ظہار کے بیان مین ۔۔۔ اس باب مین ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد ... اور ... غالب ... ہوتی ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اوسکی حرمت زائد ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت مین مصدر ہے ظاہر کا عرب ظاہر من امرأتہ اوسوقت بولتے ہین جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ یہہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت مین ہر چند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسیکو خصوصیت سے ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تفسیر قہستانی کے یہہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار ہے من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور عرف مین نساء رجال اوسکی زوجات کو کہتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ ...

مجنونہ فلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کذا فی
فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے | وتشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء
شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہی تشبیہ دینے سے عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہی جیسا کہ سر اور گردن یا ظہار عبارت
ہے عورت کے جز شائع کی تشبیہ سے ساتھ اوس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہی ایسے وصف کر کہ ممکن نہیں زوال اوسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ گاہی زوال
پذیر نہیں خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جز شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہو کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اوسکے عضو کی تشبیہ دینا جو کہ جا کے کل واقع ہوتا ہی یا جز شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسی میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ وخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بمطلقتہ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز الا
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد
پر حرام ہو لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مر جاوے یا بعد طلاق کی اوسکی عدت گذر جاوے تو اوسکی بہن سے نکاح جائز ہوا اور مطلقہ ثلثہ
سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اوسکے اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ
مسلمان ہو جاوے تو مرد پر حلال ہوگی تو اوسکی بھی حرمت دائمی نٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او
قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کی جو شامل ہو مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہی تشبیہ
زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر … حکم
اوسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہو نسا سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا …
میں بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق میں اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من … الظہار ان یکون
المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء … بحر الرائق کے قول کو
نہر الفائق میں رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نسا سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ
سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہیں اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتوں میں وارد ہی نہ مردوں میں نعم یرد ما فی الخانیۃ
انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا فطلاق او ظہارا فکما نوی علی الصحیح بان …
کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا اور ربا اور
رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہی بنا بر قول صحیح کے خانیہ … ہوا
کہ غیر نسا کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہی تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ
ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان … اوسکی عبارت ساکت ہی جواب ثانی یہ کہ بدائع میں
ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار
کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اوسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوے قاضیخان میں مذکور
ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہی اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہی کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہوا اور اگر طلاق
کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہی خانیہ کے اور موافق ہی بدائع کے واللہ اعلم
کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینی میں اوسکی پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو

اوسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہو گئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہی محیط کیطرف منسوب کرکے وصحح اضافتہ الی الملک او سببہ کان نکحتک فلذا حتی لو
قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیہ اور صحیح ہی اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے
مراد یہہ کہ منکوحہ ہونیکی حالتمین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یہانتک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون
تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماکی پیٹھ سوبار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو فلا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ وصحح ابن الشحنۃ تجب
کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میری باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسے تیری ماکی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہی کفارہ یمین کے واجب ہونیکی یعنی اگر عورت ظہار کریگی تو اوسپر کفارہ
یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہی اور یہی روایت ہی ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وذا ای الظہار کانت علی کظہر امی
او امک وکذا لو حذف علی کما فی النہر او راسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی
او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن
او فرج ابی بالباء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہہ یعنی ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماکی پیٹھ یا تیری
ماکی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماکی پیٹھ کی مانند ہی اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی
ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جز شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماکی پیٹھ کی
مانند ہی یا مانند اوسکی پیٹ کی ہے یا مانند اوسکی ران کے ہی یا مانند اوسکی شرمگاہ کے ہی یا میری بہن کی پیٹھ کی مانند ہی یا میری عمہ کی پیٹھ کی مانند ہی یا میری ما
یا بیٹی کی شرمگاہ کی مانند ہی شارح نے کہا اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہی اور اسمین جو تکرار ہی سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون
مین ہے سو بجای فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہی اور تجھکو اوسکا مردود ہونا معلوم ہوچکا ہی نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے
صحیح نہین خلاصہ یہہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دی محرمات ابدیہ کی اون اعضا سے جنکا دیکھنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہی تو اگر ہاتھ یا پانو یا پہلو کے ساتھ تشبیہ
دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہی بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے یصیر بہ مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح
فیحرم وطیہا علیہ ودواعیہ للنہی عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا
للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہوجاتا ہی بدون نیت کی اسواسطے کہ یہہ صریح ظہار ہی اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہی وطی
منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل
ان یتماسا اور یہہ شامل ہی وطی اور اوسکی دواعی کو سب کو اور محمد سے ایک روایت یہہ ہی کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہی اوسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور نہ
باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قید سفر کی اس روایت مین تحریف ہی اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہی کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عاد
الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اوسکی دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دیوے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ
حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہی لعان کا ملک یمین کی یہہ صورت ہی کہ
لونڈی سے نکاح کیا پھر اوس سے ظہار کیا پھر اوسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان سے گرفتار ہو آئی اور زوج اوسکا مالک
ہوا اور زوج ثانی کی یہہ صورت ہی کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اوس سے ظہار کیا پھر اوسکو تین بار طلاق دی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت
کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اوس عورت کی حلال نہین
فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ
ظہار کا ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود

لو وطیہا ثانیاً قبلہا قبل الکفارۃ . اور دوبارہ عود نکرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے وعودہ المذکور
فی الآیۃ عزمہ عزماً مؤکداً فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای ثم یعودون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود الرجوع
واللام بمعنی عن۔ اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا میں سو مراد اوس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہے عورت کی وطی کی
استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اوسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو پھر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نرہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے قول
سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سو ارادہ وطی کا کریں فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ
واجب ہونیکا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثابتہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی وللمرأۃ
ان تطالبہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعلیہا
ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعاً للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہے
عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم پکڑنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی
پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ میں
کفارہ ظہار کا دیچکا ہوں تو اوسکی تصدیق کرنا چاہئے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہوں کے تصدیق کرنا نچاہئے
ولو وقتہ بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہے اوس وقت کے گذرجانے سے مثلاً ایک مہینے کیلئے ظہار کیا تو
مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی یبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق
کرنا ظہار کا حق تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یوں کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار مشیت زید یا عمر کریگا تو اوسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خیرا نیۃ برّا
او طلاقاً او ظہاراً صحت نیتہ ووقع مانواہ والا لغا ای لانہ کنایۃ . اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کی مانند ہے یا بجائے مثل امی کے کامی بولا اور
اسیطرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کردیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے
نیت اوسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور
طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار ولاینو شیئاً او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اوس
قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یوں کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کم درجہ یعنی تعظیم و تکریم
مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام [illegible] انت امی [illegible] اور
مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور [illegible] جیسے خالہ وغیرہ کہنا جیسا کہ [illegible] اس قول سے
ظہار ثابت نہیں اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع
اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الہدایہ وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت
الادنی وھو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کی مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا
ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اوسمیں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار
قول اصح میں وبانت علی کظہر امی یثبت الظہار لاغیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق
نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر نیت طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من
امتہ اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے ورنہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نسائکم جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف

میں نسا رجل اوسکی زوجات کو کہتی میں نہ کہ بیوی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا فتوطاہر منہا ثم اجازت لعدم
الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہیں اوس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اوسکے امر کے پہر اوس سے ظہار کیا پہر عورت نے نکاح کو جائز رکہا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہتی اسواسطے کہ اوسکو نکاح کی خبر بہی نہتی فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا تہا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک و
احمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجہپر ایسی ہو جیسی میری ماکی پیٹہ تو یہہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دیگا مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے
قسم کہائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نکرونگا پہر اونمیں ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا
فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان بمجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما عن
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اوسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پہر اگر مرد نے ارادہ تکرار و تاکید کا
کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاء اوسکی تصدیق نہوگی
لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح تاتارخانیہ سے اسی باب میں
ہو چکی ہے مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بہی اوسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اوسکے اوستاد کی روایت کے مخالف
ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اوسپر عوض ہر ظہار کے
کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق
کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہے ملخصا اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہے حالانکہ
اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بہی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ الحموی فی ۶
مسائل المتفرقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو فی کل یوم تعدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن تو یہہ
تو ایک ہی ظہار ہے تو اوسپر آور نا وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجہپر ایسی
ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن میں تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پہر جب دن گذر جاویگا تو اوس دن کا ظہار باطل ہوگا پہر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا
ظہار شروع ہوگا لیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دنکو ظہار ہوگا انتہی
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجہپر ایسی
جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہے آجکے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسرے ظہار سے یعنی ہر روز جدا جدا ظہار
ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے لکہا کہ یہہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے مضمون سے کہ اگر مرد کہیگا انت علی کظہر امی الیوم
کلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آجکے دن عورت سے اور جب دن گذر جاویگا تو ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار ہے پہر جب کل کا دن آویگا تو دوسری
بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہہ جو شارح نے ظہار اول کی بقا کو ذکر کیا سو وہ اوس صورت میں ہے جب
کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول
باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علقہ بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بہی متکرر ہوگا
مثلا یون کہا جب کہ تو گہر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماکی پیٹہ کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گہر میں داخل ہوا وتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ
لازم آویگا ہر بار داخل ہونیکے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا وصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن
ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا جاز تاتارخانیہ اور اگر یون کہا کہ تو میری نزدیک ایسی جیسی میری ما

بیچ میں رمضان پھرا اور رجب پھر تو یہ ایک ہی ظہار رہا باعتبار استحسان کے اور یہی سوا اسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا جب تک شعبان میں ادا کرے کفارہ رجب سے ظہار رمضان ساقط نہیں ہوگا بسبب تجدید ہونے ظہار کے
چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنیٰ کر لیا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز ہوگا اور
اگر روز استثنا کے سوا کسی اور روز کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ
دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں

باب الکفارۃ

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار
والعود اختلاف علما ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور
عود اسکی شرط ہے اور بعضوں نے اسکا بالعکس کہا ہے وھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یعنی اوسوقت بولا
جاتا ہے جب حق تعالیٰ نے گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ واجب ساقط ہوجاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب
کے سبب محو ہوجاتے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوئی اول وقت قدرت سے تو گناہ
نہوگا اور تا حیات بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کفارہ مرجاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی اے
اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ مملوکہ رقبہ آبادہ تا وہ یا الکفارۃ نحو تحریر اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے
اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر کسی نے باپ کو وراثت میں پاکر اوسکے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا
خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہوجاویگا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا ذمیا او مباح
الدم اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہوگیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص میں اوسکو قتل کا حکم دیا پھر اسکے مالک
نے کفارہ ظہار میں اوسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اوسکے جواز اعتاق میں اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہے کہ یہ جائز
نہیں اور شرح مبسوط میں کرخی سے منقول ہے کہ یہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرھونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو
پھر اوسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار میں درست ہے لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا وہ مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا
او … استسعت حیوۃ … یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہو یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد … سبیلہ
اور غلام … غلام حربی … جسکو مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر میں ہے کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور
تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اوسکو دار الحرب میں مطلق العنان کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ای صحیح یہ لیسمع والا لا
یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اوسکی آزادی کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا
او رتقاء او قرناء یا غلام خصی یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جسکی شرمگاہ میں ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق
کفارہ ظہار میں جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونوں کان کٹے ہوں او ذاھب الحاجبین وشعر اللحیۃ والرأس یا غلام کی دونوں ابرو کے
بال اور داڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع الانف او الشفتین ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اوسکے دونوں لب کٹے ہوں بشرطیکہ
کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نسکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ واحدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندھا یا اسکا
ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ تو داہنا پاؤں اور اگر ایک ہی طرف سے ہاتھ اور پاؤں
کٹا ہوگا تو اوسکا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اوسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے
بدل کتابت کا ہنوز کچھہ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اوسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون
ادا کے مرگیا پھر اوسکے وارث نے مکاتب کو مورث کی طرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہیں وکذا ایضا عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ
یصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بنیت کفارہ مثلا مظاہر کا بھائی کسی کا غلام تھا اور اوس نے بہ نیت

اور اسکو کفارہ ظہار اوسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اوسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کسی اپنی قرابت والیکو ارث میں پایا اور نیت ادای کفارہ کی تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو بوجہ اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عتق میں گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجئ اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اوسکا ذکر آویگا لا یجزئ فائت جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اوس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے چلنے کی اور عقل کی فوت ہوگئی ہو تو اوسکے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہہ ہی کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا ادای کفارہ مین ضرر نکریگا کالاعمی ومجنون لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچہ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت مین اور ایسا بیمار جسکی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ بیمار مر جائے والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید ورجل من جانب اور جائز نہین وہ غلام جسکے دونو ہاتھ یا دونو ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونو پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف کے کٹے ہون اسواسطے کہ ان صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہی ومعتوہ مغلوب کافی او جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی و لا یجزئ مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداۂ شیئا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اوس مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچہ بدلا ادا کیا ہی اور وہ عاجز نہین ہوگیا ادای باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اوسکو مالک نے اوسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہی اور یہی عاجزی کا حیلہ ہی اعتاق مکاتب کا بعد کچہ ادا کرنیکے یعنی جس مکاتب نے کچہ مال ادا کیا ہو اوسکا مالک بہ نیت کفارہ اوسکو آزاد کیا چاہی تو اوسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اوسکی قیمت کے بوجہ جم جانے نقصان کے نصف آخر مین یعنی ایک غلام دو مالکون مین مشترک تھا ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف آخر کی ملوکیت مین نقصان آ گیا یعنی دوسرا مالک اب اوسکو بیچ نہین سکتا لہذا اگر آزاد کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہوکر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ ادا نہوگا ہان اگر اول اپنا حصہ آزاد کیا اور نصف باقی کا ضامن ہوکر کل عبد کو آزاد کیا تو صحیح ہوا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا للامر قبل التماس اور کفایت نہین کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج الخدمۃ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر نہ پائے ظہار کرنیوالا وہ جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اوسکو بیچ کر اپنا قرض ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہی غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین یون ہی کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اوسکو ادای کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اوسی غلام کو آزاد کرے مگر اسوقت غلام کا آزاد کرنا اور روزہ رکھنا درست ہی جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اوسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہہ بھی احتمال ہی کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھرے تو مطلب یہہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی حاجت ہوگی یعنی تا وقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس باب مین ثابت نہوگی احتمال اخیر مقبول نہیں چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اوسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے ولا یعتبر مسکنہ اور گہر اوسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گہر ہو جسمین وہ رہتا ہو تو اوسیر اوسکا بیچنا اوسکی

قیمت سے اور کفارہ ظہار کیوسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہیں اسواسطے کہ مکان ضروریات مین داخل ہے تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال و علیہ دین مثلہ ان ادّی الدین
اجزاءہ الصوم والا فلا لان اور اگر مظاہر کے پاس مال موجود اور اُسپر اوتنا ہی قرض ہو تو اگر اول قرض کو ادا کردے تو اوسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ اعتاق پر
اب قادر نہین اور اگر قرض کو نہو ادا نہین کیا تو اوسمین دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ
اور اگر اوسکا مال غائب ہو یعنی مثلاً سفر مین ہو تو اوسکے حصول کا منتظر ہو جب آوے تو غلام خریدکر آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام
عن احدٰہما ثم اعتق عن الاخریٰ لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر دو کفارے ہون یعنی دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اوسکی ملک مین ایک ہی غلام ہو
سو اوسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارہ سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن
کفارہ اعتاق بلاشک صحیح ہے اور بالعکس اسکے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہے اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم
کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ
دو مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور ... مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس دن کا ہوا تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے
ہین اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہین کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے ... فی اخر الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام
آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن مین تو لازم ہوگا اوسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھوین دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے
کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہان پایا گیا تو یہہ صوم اوسکا نفل ہوگیا اوسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء
لو افطر لانہ صار نفلا اور ... اوس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالی تو اوسپر قضا واجب نہین اگرچہ یہہ
... صوم نفل ہے قضا واجب ہے لیکن اس صورت مین یا وجود نفل ہونے کے قضا واجب نہین اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہتھا بلکہ
... قضا واجب ہے ... اتمام لیکن یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کردیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت
صوم ... رکھا تو یہہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہوگیا اب اوسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم
مین مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام نہی عن صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے
رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینو کا صوم ہو جنمین رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہون اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان مین
آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان مین کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ مین تتابع
نرہا انقطاع ہوگیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اور جسطرح درمیان مین آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا
اوسیطرح ایام منہیہ کا درمیان مین پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح جس صوم مین لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان
اور ایام خمسہ کا درمیان مین آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل مین اور کفارہ ... اور کفارہ یمین مین اور نذر معین جسمین تتابع مشروط کر لیا ہو
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض لا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب
سفر و نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہین کفارہ قتل اور کفارہ افطار مین اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہین پا سکتی جو
حیض سے خالی ہون مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہوگیا ہو اور اوسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع
ہوگا تتابع کا تو اوسکو سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا ثم کفارہ ظہار مین حیض اور نفاس کا ذکر بجا نہین اسواسطے کہ یہہ کفارہ سوا مرد کے عورت پر
واجب نہین ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کردیا او بغیرہ او وطیہا ای المظاہر منہا اما لو وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یضر کما
انفاقا ... وطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا خواہ عذر ... اوسی عورت سے جس سے ظہار کرچکا ہے وطی کرے لیکن اگر اوس عورت کے سوا اور کسی سے
ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات مین یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کے کفارہ کو مضر نہین باتفاق طرفین اور اگر اوسکے ... جیسے وطی

کرنا کفارۂ قتل مین مضر نہین فیہما ای الشہرین مطلقاً لیلاً او نہاراً عامداً او ناسیاً کما فی المختار وغیرہ وتقییدہ ابن ملک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کری ظہار والی عورت سے اسیطرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہہ اطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ مین اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب مین ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہین سو یہہ قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً اسکا مطلقاً مضر ہے اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین تصریح ہے کہ یہہ قید اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا ہم قہستانی نے یون کہا ہے کہ اگر مظاہر منہا سے شب کو عمداً وطی کری ہے تو استیناف صوم کری چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ مین اور انکے سوا اور کتابون مین یون ہی ہے اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی ہے مین یون کہا گیا ہے کہ وطی لیل مین عمداً و نسیان برابر ہے لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ صاحب کفایہ اور اوسکے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی سیّد رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتین قید اتفاقی پر محمول ہین اون سے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ مین مصرح ہے کہ عمداً و نسیان دونو برابر ہین چنانچہ مختار اور حسب اشباہ اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسیر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استأنف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارۂ ظہار مین بیچ بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کری صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگرچہ درمیان اطعام کے وطی عورت سے کی ہو بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حق تعالیٰ نے کفارۂ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور دونون نص ظہار مین اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہے تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتباً او مستسعیً ولذا لم یجز عتقہ علیہ بالسعی علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلاً نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کو خلاصی کیواسطے اوس سے محنت مزدوری کروانا ہو اور اسیطرح وہ حر جسکے تصرف مالی کو اوسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے درپے روزے رکھنا کفارۂ ظہار مین واجب ہے غلام اور مکاتب اور محجور علیہ کو اور اوس غلام کو جو بعد آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے ان پر اعتاق اور اطعام نہین ہم اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے قاعدہ یہہ ہے کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے تو لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینہ کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا ولم ینتصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہو اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہے یعنی ہر چند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونو ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہے اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوٰۃ مین اسیطرح کفارت مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنیکا اسواسطے کہ یہہ منجملہ حقوق نکاح کے ہے سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اوسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیۃ اعتق سیدہ عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل ندباً وقیل وجوباً کفارۂ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کو کفایت نہین کرتا اگرچہ اوسکا مالک اوسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اوسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مولیٰ حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نجا سکے تو مولیٰ اوسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اوسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضی علما نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولیٰ پر مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ واجب ہے ہم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہے فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی

بجزوہ آزاد کیا الطعموا ستین مسکینا ولو علما و لا یجزیہ غیر المراہق ہدایہ سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہیں
اوسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کردے ساٹھہ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھہ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھہ
دن دیا کرے تو گویا ساٹھہ محتاج کو دیا اور کفایت نہیں کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی طعام اوس صغیر کا جو قریب البلوغ نہو کافی نہیں
کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دیوے مانند صدقہ فطر کے مقدار میں اور مصرف میں کما مر فی الزکوۃ
یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کہجور سے دے تو پورا صاع دے یا اوسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کہجور اور جو کے سوا اور
کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کہجور
کے تو درست ہے اوسیطرح کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کہجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے
کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہون اور کہجور تو دونو منصوص میں انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہیں وان اراد الاباحۃ غداہم وعشاہم او غداہم
او غداہم فیہ العشاء او عکسہ او اطعمہم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا او اشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ کالبر
اور اگر کفارہ دینیوالا محتاجون کو تملیک طعام نکرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو اونکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دو دن چڑھتے
کھلاوے اور دو دن ڈھلتے وقت کی کھانیکی نیت دیوے یا اسکا بالعکس کرے یعنی اول وقت کی کھانیکی نیت دیوے اور آخر وقت کھلاوے یا اونکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے
یا دو روز دن ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے یا پیٹ اونکا بہردے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ساٹھہ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کھلاوے
تو جائز ہے بشرطیکہ سالن موجود ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھہ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھہ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھہ سالن کی حاجت نہیں کہ اوسمین بدون
سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جو اور جوار کے کہ اونمین بدون سالن کے پیٹ نہیں بہرتا فصل تملیک طعام اور اباحت طعام میں یہہ فرق ہے کہ تملیک طعام
مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا تو جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھہ اوسمین تصرف نہین کرسکتا فقط کھا سکتا اوسکو اختیار ہے اور
اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھہ ضرور نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم
واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دے ایک محتاج کو ساٹھہ دن یہہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانیکا محتاج ہے
سے تو گویا ساٹھہ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اباحۃ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر
ایک محتاج کو ساٹھہ محتاج کا سب کھانا مباح کرے گا ایک دن مین تو فقط اوسی ایک ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر انسٹھہ 59 محتاج کا طعام دینا اور
واجب رہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جب ایک محتاج
کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن مین بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص کو ساٹھہ بار دینا کفایت نہیں کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی
اور حکمی کے نہ ساٹھہ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہو نہ ساٹھہ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہو فلو امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک
صح وہل یرجع ان قال علی ان یرجع علیہ یرجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذہب اگر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی
سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اوسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہوگیا اور یہہ غیر آدمی
بقدر طعام کے مظاہر سے لے سکتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانیکے وقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو
دین مین یعنی ادائے قرض مین بالاتفاق پہیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے وصحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوائے کفارہ قتل کے اسواسطے
کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک
مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور جنایت بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اوس قصور کے عوض جانور ذبح کرے یا نصف صاع

محتاج کو دو دیا اوسکو مبیٹ بہر کہلادیا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین الاباحة والتملیک اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب
گذرا کہ ساٹھہ محتاج کو ایک وقت کہلا دیا اور دوسرے وقت کی روٹی کی قیمت دی یا تیس ۳۰ محتاجون کو بطور اباحت کے کہلا دیا اور تیس ۳۰ کو نصف نصف صاع گیہون
تملیک کرے دون الصدقات والعشر صدقات اور عشر مین یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اونمین ضرور ہے والضابط
ان ما شرع بلفظ الاطعام وطعام جاز فیه الاباحة وما شرع بلفظ الایتاء والاداء شرط فیه التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت
کا یہہ ہے کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہو تو اوسمین اباحت جائز ہو اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہو تو اوسمین تملیک مشروط ہو تو کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور اطعام عبارت ہے تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کر دینا
خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہے اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہے لہذا اونمین تملیک شرط ہے اباحت کافی
نہین حرر عبدین عن ظهارین من امراة او امراتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنهما ومثله فی الصحة الصیام اربعة اشهر والاطعام
مائة وعشرین فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہارسے خواہ دونو ظہار ایک عورت سے کئے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے
معین اور مقرر نکیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہہ غلام اول ظہار کے واسطے ہے اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لئے ہے تو یہہ اعتاق دونو
ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی کی مثل ہے صحت مین روزے رکہنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور طعام ایک سو بیس ۱۲۰ فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونو
ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھہ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے بخلاف اختلافه الا ان ینوی بکل کلا
فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ ایسے شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب
کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہہ کفارات مختلف الجنس ہین یہہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھہ ایک کفارہ
کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند اسمین بسبب ابہام یعنی ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے
کہا کہ یہہ متبادر ہوتا ہے کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہے جو ہم کو ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہے
کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیة المدنی وان حرر عنهما رقبة واحدة او
صام عنهما شهرین صح عن واحد بعینه وله وطی التی کفر عنها دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ
رکہا تو یہہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اوس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے
اور مظاہر کو وطی اوس عورت کی درست ہے جسکی ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظهار وقتل لا یصح لما مر ما لم یحرر کافرة فتصح عن الظهار
استحسانا لعدم صلاحیتها للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام
کو نہ آزاد کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ
قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونو کا درست ہے ہم کفارہ ظہار اور
کفارہ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہہ دونو کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہو چکا
اطعم ستین مسکینا کل صاعا بر دفعة واحدة عن ظهارین صح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنهما خلافا
لمحمد ورجحه الکمال طعام دیا ساٹھہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون ایکبار گی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کئے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ
سابق مین مذکور ہو چکا تو یہہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کی نسخون مین اور اوس متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین
لم یصح کا لفظ ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کی طرف سے صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہے برخلاف امام محمد کے کہ انکے
نزدیک دونو ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین ہم ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف گیہون

اور محمد کا ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں سے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں
دوبار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونو ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلاً عن الکافی لیکن دوبار دو تین دسے اسواسطے کہ ایک میں چند بار دینا
ایک محتاج کو کفایت نہیں کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا وعن افطار وظهار صح عنهما اتفاقاً والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببه لغو وفی المختلف
سببه مفیدۃ اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں دیا ایکبار گی کفارہ افطار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونو کفارہ سے باتفاق شیخین اور صحیح اور
اصل اسمیں یہ ہے کہ جنس میں کہ متحد سبب ہے اسمیں تعیین کی نیت لغو ہی اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اسمیں تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف
جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اسواسطے کہ اونکا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہی
تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرلے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب
مختلف ہے تو اسمیں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا دونو صحیح ہیں **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور
اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہیں بلکہ اگر کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت
وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اوسکو مقدور تھا اطعم واحداً ستین یوماً او د
عشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء او عشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھلایا ایک محتاج
محتاج کو ایک دن میں ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے اونہیں ساٹھ محتاج کو خواہ اوسی دن خواہ کسی دوسرے دن ٹھیک
اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ اطعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی باعتبار اطعام میں ساٹھ محتاجوں کا شمار
اور دو وقت کھلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھ محتاجوں کا شمار ایک ہو ہی ہے ضمن میں تو البتہ پایا لیکن مقدار اطعام نہیں وہ وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا
ساٹھ محتاج کو ایک بار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کھانا کھلانا اوس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہی
اور شکم سیر کا قسم یہ مضمون ظاہر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب میں بدائع سے مذکور ہے کہ اطعام فقیر کا جائز نہیں تو نہیں دودھ چھوڑا ہو اور اوسکا کھانا بھی اسمیں
تھا اور یہ بھی مذکور ہوچکا ہے کہ محتاج کا پیٹ بھر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہ اصل نہیں تو اوسکا کھلانا بھی جائز نہیں **باب**

باب اللعان

اللعان یہ باب ہے لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وهو الطرد والابعاد سمی به لابعاد الغضب اللعنة نفسه قبلها والسبق
من جانب الرجل یہ لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے
ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان نام رکھا یہ لعان ہوا نہ غضب کا لانکہ لعنت اور غضب دونوں لعان
میں مذکور ہوتے ہیں بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کے اسباب سے ہے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اوترا
حق تعالے فرماتا ہے سورہ نور میں کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگا دیں اور کوئی گواہ نہو سوا اونکی ذات کے تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی
چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے مار یوں ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی
گواہی دے کہ مقرر اوسکا زوج جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعاً شهادات اربعۃ کشهادت
الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند مشہود زنا کی ایسی گواہیاں جو موکد اور مستحکم ہوں قسموں سے
اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشهادۃ میں مذکور کیا ہے اور در المنتقی میں کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہیں
جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت میں کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شهادته باللعن وشهادتها بالغضب لانهن یکثرن اللعن
فکان الغضب اردع لهن اور پانچویں گواہی مرد کی مقرون ہے لعنت ہوا اور عورت کی پانچویں گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے
مخصوص ہوا کہ عورتیں اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اوس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہے

تو غضب کا لفظ اوسکو واسطے زیادہ ترزجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حدّ القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حدّ الزنا فی حقہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حدّ القذف وعنہا حدّ الزنا لان الاستشہاد باللہ مُہلک کالحد بل اشدّ مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد
قذف کی اوسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام ہین حدّ زنا کی اوسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت لگانے
کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ کرنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح
حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹی قسم ملک کو اُجاڑتی ہی بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت
دونون مین تکلیف ہی وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا لا فاسدًا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ
ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا
یوجب الحدّ فی الاجنبیۃ خصّت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتتم لہا شروط الاحصان اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ
کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگا دی تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر
گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سی عورت مخصوص ہی شرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اوسی پر لگی ہے تو شروط احصان کی اوسکے واسطے پوری چاہئین
ورکنہ شہادات مؤکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو مؤکد بقسم ولعن ہون وحکمہ حرمۃ الوطء والاستمتاع بعد التلاعن
ولو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین
کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سی وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا
بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنیوالے جب جدا ہوئے تو مجتمع نہونگے حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی سند مین کچھ
مضایقہ نہین یعنی حدیث قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبد الرزاق نے روایت کی کہ یہی سنت
جاری ہو کہ لعان کرنیوالے کا جو مجتمع نہون یعنی جبتک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق اونمین اتفاق کا ہو نہین ہوسکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی
تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہو اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت رہیگی ہمیشہ
کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینیکا اہل ہی یعنی حر مسلمان بالغ عاقل تو غلام اور
کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن
فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطأ حرامًا ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب جو شخص عیب لگا یا صریح زنا کا دار الاسلام مین اپنی زندہ
زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہو بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہی فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح سے
کہ اوس سے کسی نے حرام وطی نکی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کی اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا ایسا ہو کہ باپ نہو ہم قید مذکورہ سے معلوم
ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہو وصلحا لاداء الشہادۃ علی
المسلم فخرج شرط حرّیۃ وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون غرض مسلم پر شہادت دینیکی
تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہوگیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونون اہل ہین ادائے شہادت کے اونفی نسب
الولد منہ او من غیرہ یا اپنے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنی غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اسکے زوج سابق کا
وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد التقادم فان تقادم الزمان لا یبطل
الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اوس ولد منفی النسب نے اوسکا جو قذف سے واجب

ہوتا ہے یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے
عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور حد قصاص اور حقوق عباد میں
کذا فی الجوہرہ م لعان میں مطالبہ اسواسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہے اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع
عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرھا بہ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہئے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو
پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لہا لم یستحلف وسقط
اللعان لفظ لاعن کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اوسکا قذف گواہی سے
ثابت ہوگیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کتاب الدعوی
میں آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی
ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اوسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی
فلو بدأ بہا اعادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اوسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے
تو اوسیکو تقدیم چاہئے پھر اگر قاضی پہلی عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر
قاضی تفریق کردے دونوں میں قبل اعادہ عورت کی تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی ملاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار وان ابت
حبست حتی تلاعن او تصدقہ فیندفع بہ اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے
یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کریگی تو اوس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت
پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق [illegible] کہ اوسکو
لعان نکرنا پڑے ولا ینتفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب
ولد کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہوگی اوسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحملہ
فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد ثالث کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونو قید کئے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق
میں اوس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی کے دونو محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا
واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب
نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اوسوقت میں یعنی جب زوج لعان سے انکار کرتا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اوسوقت میں اوسکو حبس کیا کیا وجہ [illegible] اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ
بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے [illegible] حبس زوجہ کی کیا وجہ [illegible] لعان زوج کے زوجہ پر لعان جب نہیں [illegible]
یوں جواب [illegible] کہ امتناع زوجین سے یہہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد میں امتناع کیا تا دونو کا حبس [illegible] لازم آوے [illegible] مذکور [illegible]
اور ہر وحد عند الطلب لعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج
شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد لان الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی من جہتہ فلو القذف صحیحا حد
والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نرکھتا ہو شاہد ہونیکی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو تو اوسپر
قذف کی حد ماری جاویگی اور اصل اسکی یہہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو زوج کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد
پر حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو نہ حد ہے نہ لعان وان صلح شاہدا والحال انہا
ہی لم تصلح ومن لا یحد قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا تصریح بما فہم اور

اگر زوج لیاقت شاہد ہونیکی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانیکی مار کھا چکی ہو اور ایسی زوجہ نہیں جسکو عیب لگانیسے قاذف پر حد ماری جاوے یعنی عفیفہ نہیں ہے کیونکہ اگر ایسی عورت کے عیب لگانیسے زوجہ پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگا دیگا تو اوسپر بھی حد نہیں اور زوج پر بھی چنانچہ حد نہیں ویسی ہی لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوجہ کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے یعنی تعزیر اسواسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہے اوسکی جو اوسکے قول سابق سے مفہوم ہوچکا تھا یعنی من قذف زوجته العفیفة الخ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها وهي امة او كافرة ثم اسلمت او اعتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان بعد وجوبه بالطلاق البائن ثم لا یعود ان تزوجها بعده لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پھر لعان عود نکریگا اوسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہوگئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اوس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان نہ عود کریگا وکذا یسقط بزناها او وطیها بشبهة وبردتها ولا یعود لو اسلمت بعده اور ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اوسکی دھوکے کی وطی سے اور اوسکے مرتد ہونیسے اور نہیں عود کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہوجاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاهد القاذف وغیبته اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اسکے غائب ہونیسے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مرجاوین یا غائب ہوجاوین تو لعان ساقط ہے لا یسقط لو عمی الشاهد او فسق او ارتد اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہوجاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہوجاوے ولو قال لزوجته زنیت وانت صبیة او مجنونة وهو ای الجنون معهود فلا لعان لاسناده لغیر محله اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تونے زنا کیا جب کہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اوسکا معلوم ہے تو لعان نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کو بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیة او امة منذ اربعین سنة وعمرها اقل حیث یتلاعنان لاقتصاره فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تونے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تونے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے اوتار کرنے زوج کے قذف کو وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقةً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہی موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیة المدنی وصفته ما نطق النص الشرعی من کتاب وسنة اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہیں طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم رو برو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بارون کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ خدا کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹھا ہو اوسکی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹھا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں لعنت کی دریافت کرنا چاہیئے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کافر کو مخصوص ہے مسلمان کے حق میں ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیة المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقه الذی وقع اللعان عنده ویفرق وان لم یرضیا بالفرقة تطلیقة ہے اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار میں سے اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی اسواسطے دونو

ہم وارث ہوتے ہیں کے قبل تفریق اوس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا ہی اور حاکم جدائی کر دا دے اگرچہ دو نو جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہو کہ لعان کرنیوالوں میں ملاپ نہیں کذا فی الشمنی ولو زالت اهلية اللعان فان بما يرتجى زواله كجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہوگئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہو کہ اوسکا دور ہونا متوقع ہے جیسا کہ جنون تو حاکم دونو کو جدا کر دیگا اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہیں جیسا کہ زوج نے اپنی تکذیب کی یا دونو میں سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اوسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہوگیا تو ان صورتوں میں حاکم زوجین میں تفریق نکرے کیونکہ باقی نہیں اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدهما وكّل بالتفريق فرق تاتارخانيه ومفاده انه اذا لم يوكل ينتظر اور اگر دونو نے لعان کیا پھر ایک ان میں سے غائب ہوگیا قبل تفریق کے اور کسیکو اپنا وکیل کر گیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیه اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل نہ کر گیا ہو تو واسطے حکم تفریق کے انتظار کیا جاویگا [illegible] کہ قضاء علی الغائب درست نہیں [illegible] کذا فی حاشیة المدنی [illegible] حتی تعزل [illegible] استقبله الحاکم [illegible] اختیار [illegible] اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نکی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مرگیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کرا دے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاكم ففرق بينهما بعد وجود الاكثر من كل منهما صح ولو بعد الاقل اي مرة او مرتين لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اوسنے تفریق کر دی دونو میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل کے ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اوسنے کر دی تو یہ تفریق صحیح نہیں اسواسطے کہ قلیل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فيه تاتارخانيه وقيده في البحر بغير القاضي الحنفي اما هو فلا ينفذ اور اگر تفریق کر دی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیه اسواسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہو یعنی حضرت امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمیں قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر غیر حنفی مذہب کے [illegible] قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی بھی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ نفاذ قاضی کا حکم اپنے مذہب کے مخالف نافذ نہیں وتحرم وطيها بعد اللعان قبل التفريق لما مر ولها النفقة والعدة اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بسبب اوس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا [illegible] لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفى الحاكم نسبه عن ابيه والحقه بامه بشرط صحة النكاح وكون العلوق في حال يجري فيه اللعان حتى لو علقت وهي امة او كتابية فعتقت واسلمت لا ينفى لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زنا سے ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو اوسکے باپ سے نفی کرے اور زوجہ کی ماں سے اوسکو ملا دے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اوس حال میں جسمیں لعان جاری ہو سکتا ہے یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہوگی بسبب عدم تلاعن کے ؎ صحت نکاح و حریت و اسلام لعان کی شرطیں ہیں نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیة المدنی نقلا عن النهر والبحر واشتراط النفي فستة مبسوطة مذكورة في البدائع وسيجيء اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں بتفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں عنقریب آویں گی ؎ شروط مذکورہ کا ذکر اجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحة یا دلالة چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ میں اسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اوسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹے یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیة المدنی فان اكذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفي عن مال فادعى نسبه حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحة تکذیب نکی دلالة کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو اوسکا چھوڑ کر

مرگیا سو اوسکے نسب کا اوسنے دعوی کیا تو اوسکو حد قذف کی ماریجاویگی وله بعد ما اکذب نفسه ان ینکحها حدّ اولا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی
تکذیب کے یہہ کہ نکاح کرے اوس عورت سے حد قذف کی اوسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہیں تو جو حرمت کہ لبسبب لعان کے
طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وکذا ان قذف غیرها فحدّ او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له تزوجها اذا خرجا او
احدهما عن اهلية اللعان اور اسیطرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اوسپر حد قذف کی ماری گئی یا عورت نے
قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اوسپر حد زنا نہوئی ہو نکاح جائز ہوگا لبسبب زوال عفت کے خلاصہ یہہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا بعد لعان
کے جائز ہے جبکہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسين او احدهما وکذا لو طرأ ذلك الخرس بعده ای اللعان قبل التفریق
فلا تفریق ولا حدّ لدرئه بالشبهة مع فقد الركن وهو لفظ اشهد ولذا لا تلاعن بالكتابة اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک اونمین
سے کوئی گونگا ہو اگرچہ یہہ گنگی پیدایشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد اسواسطے کہ ٹل جانے حد کے لبسبب شبہہ کے
ساتھہ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے
جائز نہیں ہم جب زوج گونگا ہوگا تو اوسکو حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ اوسکی قذف مین شبہہ ہے کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنه عند القذف
چنانچہ لعان نہیں حمل کی نفی سے لبسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنه بولادته لاقل
المدة یصیر کانه قال ان کنت حاملا فولدك ليس مني والقذف لا يصح تعليقه بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا لبسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی وقت
قذف سے کمتر چھہ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہیں غایۃ الامر یہہ ہے کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یون کہا
کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہیں حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقوله
زنيت وهذا الحمل منه للقذف الصريح اور دونو لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہہ حمل زنا کا ہے لعان کرین لبسبب صریح قذف
کے یعنی اس مسئلہ مین صریحا زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اوسمین حمل کی نفی تھی نہ زنا کی نسبت ولم ينفِ الحاكم الحمل لعدم الحكم عليه قبل ولادته
اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے لبسبب عدم حکم حمل پر قبل اوسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو
ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داود مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ
زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونو مین تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پھر جب حضرت
نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ونفيه عليه الصلوة والسلام ولد هلال لعلمه بالوحي اور
نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا لبسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد
ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں نفى الولد الحي عند التهنية ومدتها سبعة ايام عادة وعند ابتياع آلة الولادة صح وبعده لا لاقراره
دلالة ولو غائبا فحالة علمه كحالة ولادته اگر مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی کی سات دن مین باعتبار
عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خریدکرنے سامان ولادت کی تو یہہ نفی صحیح ہے اور بعد اسکی نفی کرنا صحیح نہیں لبسبب اوسکی قرار
کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اوسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو
اور لڑکا اوسکی غیبت مین پیدا ہو تو اوسکے علم کی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسی ہی غائب کو بعد
دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الهدایه ولاعن فيهما
فيما اذا صح او لا لوجود القذف فعد تحقق اللعان بنفي الولد ولم ينتف النسب وفقولهم فيما مرّ ونفى نسبه ليس على اطلاقه اور لعان کرے
دونو نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہو یا نہیں صحیح لبسبب پائی جانے قذف کے دونو صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو لبسبب نفی ولد کے

ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہو۔ تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اوسکا نسب نفی کردیگا سو اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہے تقیید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقاً نفی اول التوأمين واقر بالثاني حد ان لم يرجع لتكذيبه نفسه مرد نے نفی کی اول توأم کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توأم کا تو اوسکو حد قذف ماریجاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ہم توأمان اون دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اوسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہین اسلئے کہ اقل مدت پورے حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانیکی نفی متصور نہین شارح نے حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماریجائیگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہہ قید شارح کی بے موقع ہے اسواسطے کہ ولد ثانیکے اقرار سے اوسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونو ایک نطفہ سے ہین تو وہ قاذف ہو چکا اب رجوع کرنا اسکا اس قول سے مسقط حد نہین اور اسیواسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُرر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید کہ یہہ لفظ کاتب کی اغلاط سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ الدنی وان عکس لاعن ان لم يرجع لقذفها بنفيه اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنے اول توأم کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہو گا بسبب قذف عورت کے ثانیکی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانیکی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہو گا والنسب ثابت فيهما لانهما من ماء واحد اور نسب دونو لڑکون کا دونو صورتون مین ثابت ہو اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرکی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلثة في بطن واحد فنفى الثاني واقر بالاول والثالث لاعن وهم بنوه اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانیکی نفی کی اور اول اور ثالث ولد کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کی نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر لعان ہی کو ثابت کیا ہو اور نہر الفائق مین جو کہا ہے کہ اسمین حد ہی سو لائق اعتماد کے نہین کہ قول مذہب کے مخالف ہو کذا فی حاشیۃ الدنی ولو نفى الاول والثالث واقر بالثاني يحد وهم بنوه لكون احدهم شهيئا اور اگر ولد اول و ثالث کی نفی کی اور ولد ثانیکے نسب کا اقرار کیا تو اوسپر حد ماریجاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اوسیکے بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اوسکا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہو گا مات ولد اللعان وله ولد فادعاه الملاعن ان ولد اللعان ذكرا يثبت نسبه اجماعا وان انثى لا لاستغنائه بنسب ابيه خلافا لهما ابن ملك مرگیا ولد لعان کا اور اوسکا ایک ولد ہو لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کی نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تہا تو اوسکا نسب ملاعن سے ثابت ہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہرچند میت نسب سے مستغنی ہی لیکن اوسکا لڑکا البتہ محتاج ہی نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہو گا واسطے اثبات نسب ولد میت کو اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اوسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہو گا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنی جبکہ اوسکی ثابت النسب نہین لیکن اوسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اوسکی ماکے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب کا باپ ہی سے ہے نہ ماسے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکی نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہو گا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا وادعا الولد الذي ليس منه حرام كالسكوت لاستلحاق نسب من ليس منه بحر اقرار کرنا اوس لڑکے کے نسب کا جو اوسکے نطفہ سے نہین حرام ہے مانند سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اوسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اوسکو اوسکا بیٹا کہنے لگین تو یہہ اقرار اور سکوت حرام ہے واسطے ملانے نسب اوس شخص کے جو اوسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو اوسکی صاف نفی کر دے تاکہ خلط نسب نہو جاوے تم سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم مین اوسکو ملا دیگی جو اوس قوم سے نہین یعنی ولد الزنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اوسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے

کو نفی کریگا خدا اوسکو اور ہین رو آخرین مین فضیحت کریگا و فیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدًا اور بحر الرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل مین اوسکا نسب کبھی نفی نہین ہو سکتا فلو نفاہ و لم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد و لا ینتفی بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کو لڑکے کا عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہہ لڑکا اوسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعًا تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اوس لڑکے کا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنًا ثابت ہو گیا ام یہہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمین ثم مات احدہما عن توأمہ و امہ و اخوین لام فالارث مثلاثا فرضًا و ردًا للام السدس و للاخوین الثلث و الباقی یرد علیہم و بہ علم ان نفیہما یخرج عن کونہ عصبۃ اور بحر الرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اونمین سے مر گیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو ان تین وارثونکا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد وبار دینے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دو نو بھائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو انہین تینونکو پھر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونو توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا ہونے دیا ہر چند دونو توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو دو تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن البحر قال و قد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کر دی ہے فقہا نے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنے ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہین بسبب قائم رہنے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم مین اوسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پا سکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اوسکی باپ پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنیوالے کے سوا کسیکو اوس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اوس غیر کے دعوے کی تصدیق بھی کرے تو بھی اوسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ م فتاوی عالمگیری وغیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضی احکام مین ثابت النسب ہے چنانچہ اوسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اوسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور ولد کے فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضی احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ مین قلت قال البہنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کتاب بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اس صورتمین صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والیکا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہئے م ملحوظ رہے کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہہ باب ہے عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام مین غیر عنین مثل خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بوزن شداد اوسکو کہتے ہین جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول و جمعہ عنن و یعنی عنین بوزن سکین لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول ہو یعنی محبوس اور ممنوع جماع اور جمع اوسکی عنن ہے و شرعًا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خاص اور اصطلاح شرع مین عنین اوسکو کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص کہ وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے

نفیہ

باب العنین وغیرہ

قولہ بعنی ... (handwritten margin note, partly illegible)

یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے ہو جیسا کہ زیادہ بڑا یا جاڑہ و اسواسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اوسکو اختیار تفریق کا نہین
اسواسطے کہ اس صورت مین نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوباً او مقطوع الذکر
فقط او صغیرا جداً کالزر ولو قصیرا لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر عجب کہ پاوے عورت اپنے زوج کو
مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا زوجہ کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر یعنی قمیص کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا
چھوٹا ہو کہ اسکو اندرونی فرج مین نہ داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث او گفتگو ہے یعنی جب بسبب
کوتاہی کے ادخال پر قادر نہوا تو وہ شخص مقطوع الذکر کی برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض
کی صاحب بحرالرائق سے ہے بعد نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التأجیل ومجئ الولد
اور بحر الرائق مین ہے کہ مجبوب مثل عنین کے ہے مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنی عنین کی فرقت مین مدت ہے اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے مین
یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہو گی او عنین مین تفریق باطل
ہوجاویگی هم بحر الرائق مین یہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف
عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء وقرناء وغیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ
اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کرا دیگا حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع
نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اوس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اوسکو
نہین بلکہ اوسکے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو
تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اوسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اوسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما
فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اوسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فورا جدائی کرا دیگا اگرچہ مجبوب
نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا
بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنیکے بعد اوسکے آلات تناسل کاٹ گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنیکے بعد تو دونو صورت
مین تفریق نکیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنیسے اور ایکبار سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی
البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضیخان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولو تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ
اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اوس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوگا
نسب اوسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اوسکو جدائی مین اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد
التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس
تک لڑکا جنی تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنیسے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقای
مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق
لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اوسکی لڑکا جنی دو برس
کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اوسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے
گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق

نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب مجبوب کا باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہے اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے کہ اسمین عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اسواسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اوسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **ولو وجدته عنینا هو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود** وهبانیه اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نساء پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور بالفعل عرب مین اوسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **او خصیا لا ینتشر ذکره فان انتشر لم یخیر** بحر **وعلیه فهو من عطف الخاص علی العام لخفائه و امکان یا و کلات الفقهاء بینما محون فی ذلک** نهر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اوسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ بل ڈالنے سے خواہ قطع کرنیسے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اوسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اوسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اوسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی ہونیکے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہے اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق م نہر الفائق مین یہہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او م **اجل سنة لاشتمالها علی الفصول الاربعة** یعنی اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے اسواسطے شامل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی پیدائشی نہو گی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ **ولا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة** اور سوای قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین م تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان **قمرية بالاهلة علی المذهب وهی ثلثمائة واربع وخمسون یوما وبعض یوم** یعنی عنین کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینون کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اوسکی تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھہ تھوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی اور واقعات ولوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار **وقیل شمسية بالایام وهی ازید باحد عشر یوما قیل وبه یفتی** اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہو نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھہ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوای سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تاوقتیکہ تصریح اسکی خلاف پر نہ ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اوسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اجل**

فی اثناء الشھر فبالایام اجماعاً اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی خلاف
سال قمری یا شمسی کا اوس صورت میں ہے جب کہ تاجیل شروع چاند سے ہوا اور اگر مثلاً دسوین یا پندرہوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب
سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام
حیضھا منھا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجھا وغیبتھا ومرضہ ومرضھا مطلقاً وبہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کی ایام حیض
سال ہی مین داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اوسکو سفر کرنیکے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اوسکی سفر کی مدت اور نہ
مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اوتنی مدت سال پر
زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑہائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویؤجل
من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیاً او مریضاً او محرماً فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر
کیجاوے جبتک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی
احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاھراً لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشھرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے
غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو اوسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کئے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اون مین روزہ رکھکر کفارہ
ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطی مرۃ فیھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا یتعلق بالجمیع فیعم
امراۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار
بھی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اوسکی طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے پہلی درخواست سے تا ایک
سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح
مذکور کر چکا ہے م درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے تفریق کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اوس پر تسریح بالاحسان
واجب ہے پھر جب اوسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اوسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیھا او من نصبہ القاضی
اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اوسکو ولی کی طلب سے یا اوس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار
لمولاھا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اوسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اوسکے مالک کی مملوک
ہے وھو ای ھذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنیناً او مجبوباً ولم تخاصم زماناً طویلاً لم یبطل حقھا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ
فلھا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھہ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے
زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اوس سے جھگڑا نکیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہین ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ
ہو رہی تو بھی اوسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان روزوں مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونو منزل بھی ہو جاتے ہوں
کذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زماناً زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی
قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اوسنے مطالبہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ
الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجھا مح بیضۃ
خیرت فی مجلسھا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اوسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتوں کا کہنا قریب تر باحتیاط
ہے کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اوسکی ران پر بہے
تو وہ باکرہ نہین یا اوسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالی اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور اگر داخل نہو تو باکرہ ہے بہرصورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو

بمعروف زن ... [illegible] بین علم و فارسی بمعروف [illegible] باحسان [illegible] دینا احسان کے ساتھہ

تو عورت کو اختیار دیا جاوے اوسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوجہ سے یا کھڑی ہو گئی قبل طلب تفریق کے تو اختیار باطل ہو گیا ہم یہہ مسئلہ مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہان مجلس تک منحصر ہے اوسکا جواب یہہ ہو کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے ہو کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ھی ثیب وکانت ثیبا صُدِّق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اُجّل وفی الانتہاء خُیّرت ۔ اور اگر مستقی عورت نے کہا کہ یہہ عورت ثیبہ ہو باکرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تہی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھہ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنی قبل تاجیل کے تو سال بہر کی مدت مقرر کیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے کما یُصدَّق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر الوطی کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب اخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بہی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سواے وطی زوج کے یعنی مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت کا زوج نے اپنی اونگلی سے کردیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہو گی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہے نہ اونگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہو سواے جماع کے اور قول اوسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہو اور ظاہر حال اوسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی ۔ اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اوسکا چنانچہ اوسطرح بہی اوسکا حق باطل ہو جاتا ہے اگر اوس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اوسکو مددگار قاضی کی کہڑا کرین یا قاضی خود کہڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کہڑے ہونے سے اسواسطے اوسکا حق باطل ہو گیا کہ کہڑے ہونے کے ساتہ بھی اوسکو خیار فرقت کا ممکن تہا پہر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی سو اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل و بعد تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تہی یا نکاح دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہو کہ اوسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہے تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن ۔ اور زوجین مین سے کسیکو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونوکو شامل ہین اور پچہلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کی اوسکے پاس نہ ٹہہر سکے عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح ۔ اور اختلاف کیا ہے باقی تینون اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اوسکا حکم کذا فی فتح القدیر شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہے کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہہ ہے کہ اونکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونوکو اختیار ہے اور پچہلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہہ خلاف واقع ہے تیسرا خلل یہہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین یہہ

اس صورت کو تلاش کیا نہ پایا شاید کہ تحریف ہو کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہو کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونون یعنی عنین اور اوسکی عورت راضی ہوگئی دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے وله شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وهل تجبر الظاهر نعم لان التسلیم الواجب علیها لا یمکن بدونه ظهر اور مالک کو جائز ہو اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور ایسا ہی زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہی اور اگر زوجہ مانع ہو تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہی ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہو کہ درست ہی واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہی وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی النهر الفائق قلت وافاده البهنسی ایضا لو تزوجته علی انه حر او سنی او قادر علی المهر والنفقة فبان بخلافه او علی انه فلان بن فلان فاذا هو لقیط او ابن زنا کان لها الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ بہنسی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سی اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہے یا قادر ہی مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اوسکی برخلاف ہے یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج کہ اوسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہو اور ناگہان وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل مین اختیار ہی فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہوا اور والدین اوسکی نہ معلوم ہون م عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ بسبب نقدان کفاءت کے ہوا اول مین رقیت کے سبب سے اور ثانی مین کفاءت دینی نہین اور ثالث مین کفاءت مالی نہین اور رابع مین کفاءت نسبی نہین

باب العدة

یہ باب ہی احکام عدت کے بیان مین هی لغة بالکسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت مین عدۃ بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہین اور اسی ال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المرأة او الرجل عند وجود سببه اور عدت بالکسر شرع مین اوس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہین کہ جو موانع ہین وطی کے اور ہرچند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہو عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصه عشرون مذکورة فی الخزانة وحاصلها یرجع الی من امتنع نکاحها علیه لمانع لزم زواله کنکاح اختها واربع سواها اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہو اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اوس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط کیا ہو کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اوسکی عمہ اور خالہ اور اوسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کر کے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا چوتھی عورت سے بنکاح فاسد یا بشبہ نکاح وطی کر کے پانچوین سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہ نکاح مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہی اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اوس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس لونڈی سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانیکے یا ایک مہینہ گذر جانیکے اگر صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجزی ہونیکے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہے کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص یلزم المرأة او ولی الصغیرة عند زوال النکاح فلا عدة لزنا او شبهته کنکاح

فاسِدٍ وَمِنْ فُرْقَةٍ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَيَنْبَغِي زِيَادَةُ اَوْ شُبْهِهِ لِيَشْتَمِلَ عِدَّةَ اُمِّ الْوَلَدِ اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہو اوس انتظار سے جو عورت کو لازم ھے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ھے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ھے واسطے زنا کی اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دین اور کہین کہ یہہ تیری زوجہ ہو اور وہ مرد وطی کرے تو اوسپر عدت واجب ہو شارح کہتا ھے کہ تعریف عدت مین لائق یہہ ہو کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہوجاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اوسکو چہوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہو مانند زوجہ کے بسبب ہمبستری مولی کے کذا فی البحر الرائق ف شبہہ بکسر اول وسکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہو یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ یہہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ھے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہو کہ عدت نام ہو اوس مدت کا جو کہ واسطے انقضاء بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اوسمین سب افراد عدت کی داخل ہوگئی یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی اور صغیرہ کا اعتراض رفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین کچھ لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بہائیون کا جنکا نکاح ہوا تہا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اوسکی زوجہ اوسکے پاس کر دی اور اوسکی اوسکے پاس آخر شب صبح یہہ حال کہلا اور فقہاء مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہو بعد عدت کی ہر عورت اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بہائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر دینا واجب ھے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میری نزدیک اس سے آسان تر حکم ہوسکتا ہی علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہی بیان کرو امام اعظم نے دونو بہائیون کو بلایا اور پوچہا کہ تم دونو کو یہہ پسند ہو کہ ہر ایک کے پاس رہی رات والی عورت بنی رہی دونو نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہمبستر عورت سے نکاح کرلے تو اوسمین عدت لازم نہوگی اسواسطے کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علمانے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہمبستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وَسَبَبُ وُجُوبِهَا عَقْدُ النِّكَاحِ الْمُتَأَكِّدِ بِالتَّسْلِيمِ وَمَا جَرَى مَجْرَاهُ مِنْ مَوْتٍ اَوْ خَلْوَةٍ صَحِيحَةٍ فَلَا عِدَّةَ بِخَلْوَةِ الرَّتْقَاءِ اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہو جو متاکد تسلیم وطی یا قائم مقام وطی ہو قائم مقام وطی عبارت ہو موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین وَشَرْطُهَا الْفُرْقَةُ اور شرط عدت کی جدائی ہو وَرُكْنُهَا حُرُمَاتٌ ثَابِتَةٌ بِهَا كَحُرْمَةِ تَزَوُّجٍ وَخُرُوجٍ وَصِحَّةِ الطَّلَاقِ فِيهَا اي في العدة اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گہر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونیکی صحت عدت کے اندر شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تہا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ جو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تہا اسواسطے کہ حکم اوسکو کہتے ہین جو شی پر مبتنی ہو اور یہہ طریقہ صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بہی حکم مین داخل ھے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ھے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہو یعنی جنکو یہان رکن کہا ہی اونکو حکم عدت مین مذکور کیا ہو وَحُكْمُهَا حُرْمَةُ نِكَاحِ اُخْتِهَا اور عورتکی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہو عدت کا وَاَنْوَاعُهَا حَيْضٌ وَاَشْهُرٌ وَوَضْعُ حَمْلٍ كَمَا اَفَادَهُ بِقَوْلِهِ اور اقسام عدت کی حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا وَهِيَ فِي حَقِّ حُرَّةٍ وَلَوْ كِتَابِيَّةً تَحْتَ مُسْلِمٍ تَحِيضُ لِطَلَاقٍ وَلَوْ رَجْعِيًّا اَوْ فَسْخٍ بِجَمِيعِ اَسْبَابِهِ وَمِنْهُ الْفُرْقَةُ بِتَقْبِيلِ ابْنِ الزَّوْجِ نَهْرٌ اور عدت حرہ کے حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اوس حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ

کتاب النکاح مین اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہوچکی اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر
منح الغفار مین مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق کہا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور
عدم کفارت کو بعد الدخول حقیقۃً او حکماً اسقطہ فی الشرح وجزم بانّ قولہ الاتی ان وطئت اجمع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے
کہ وطی یا دخول حکمی چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین حقیقۃ او حکما کو ساقط کر دیا ہے اور یہہ یقین کیا ہے کہ اوسکا آیندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل
ہے یعنی عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہان حقیقۃ او حکما کہنا کچھہ ضرور نہین اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے ثلث حیض کوامل
لعدم تجزی الحیضۃ حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہین بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کی تین حیض کامل ٹھہرے
تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تہا کہ اوسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق
نہین لہذا کل حیض رابع تک عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہے فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح و
الثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہین تو اب اوسکی مشروع ہونیکی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی
رحم کی ہے اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اوسکو حاصل
تھی اور کھانے کپڑے کا کچھہ اوسکو فکر نتہا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہین تو واسطے امتیاز اور عزت
حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط شارع نے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے
کہ استحاضہ مع حمل کبھی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہر احتمال کا کن عدۃ ام ولد مات مولاہا او اعتقہا لان لہا فراشا کالحرۃ ما لم تکن
حاملا او آئسۃ او محرمۃ علیہ اور اسیطرح عدت اوس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہین جسکا مالک مرگیا یا اوسکو اوسنے آزاد کردیا اسواسطے کہ ام ولد
کو بھی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یہہ عدت ام ولد کی اوسوقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل
اوسکی عدت ہے اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اوسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھہ عدت نہین اور مالک پر حرام ہونیکی یہہ صورت
ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت مین ہو یا مولی کے فرزند کی بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ولو مات مولاہا و زوجہا ولم یدر
الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بابعد الاجلین بحر اور اگر مولی ام ولد کا اور زوج اوسکا مرگیا اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت
چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتون مین بعید تر ہے اوسکو عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق م اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت نہین
اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اوسکے دو مہینے پانچ دن عدت ہین اور اگر مولی زوج کی عدت مین مرگیا تو کچھہ عدت نہین اور اگر مولی بعد عدت
زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اوسکی عدت ہے اور اگر مولی کے اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اوسکی تفصیل بحر الرائق مین یون ہے
کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونو کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت مین ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہے احتیاطاً
بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونو کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اوسکی عدت چار مہینے اور دس
دن ہین باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونون کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور نہ یہہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرگیا تو امام کے نزدیک چار
مہینے دس دن کی عدت ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال
حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجہا لعدم تحقق حریتہا یوم موتہ
اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سب صورتون مین بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کان
یطأہا لعدم فراشہا جوہرۃ اور عدت نہین لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تہا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور
مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکے ولد کا نسب ہوتے

سے ثابت ہو بدون اقرار کے بھی وکذا الموطوءۃ بشبہۃ کمن زفت لغیر بعلہا او بنکاح فاسد کموقت فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور
اسیطرح تین حیض کامل کی عدت ہو اوس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہو گئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس بھیجائی گئی یا اندھیری
رات مین زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ ہو اور نکاح بلا شہود ہو تو یہی عدت مذکور لازم ہے
مرد کی موت مین بھی اور جدائی مین بھی شارح کہتا ہو موت اور جدائی دو نو صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہے
اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہو ان صورتونمین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوگی کہ عدت وفات
واسطے اظہار غمناکی کے ہو زوج کے فوت ہو جسکا ویسے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ اسمین اصل زوجیت ثابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعًا او کبر بان بلغت سن الایاس اور عدت اوس عورت کے حق مین جسکو حیض
نہین آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہین پہونچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن ۵۵
برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ الطہر بان حاضت ثم امتد طہرھا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ
حد الایاس جوھرۃ وغیرھا یا بالغ ہو گئی عورت بسبب سن کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس
مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت لنبی طہر والی جسکو حیض آگیا پھر اوسکا طہر ممتد اور دراز ہو گیا تو اوسکی عدت باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اوسکی
عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ نا امیدی کی حد کو پہونچی یعنی پچاس یا پچپن ۵۵ برس اگر حیض نہ آویگا تو اوسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر نہوگی اور
جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اوسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرۃ وغیرہا وما فی شرح الوھبانیۃ من انقضائھا بتسعۃ اشھر
غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ مین ہو کہ لنبی طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہو جاتی ہو سو نادر روایت ہو مخالف
ہے جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اوسکا فتوی نہ دے م یعنی کوئی ظاہر عبارت شارح سے نسمجھے کہ اوسکی عدت نو مہینے کی ہو بلکہ مطلب یہ
ہے کہ جب جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھہ اور تین ملاکر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ
مین کہا کہ اگر جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اوس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اوسپر حکم دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ
ہے اور یہہ یاد رکھنے کے لائق ہے اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہو امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی
مین کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور اوستاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح
منظومہ مین بھی انقضای عدت نو مہینے مین مذکور ہے لیکن بحر الرائق مین یون ہو کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہو تو لائق فتوی کے
نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہو کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے
فیصل کردیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہے مثلاً بخارا اور ہندوستان مین اور
وہان قاضی مالکی نہین پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہہ عین تقلید ہے اور اسکے جواز مین کسیکو نزاع اور گفتگو نہین بشرط عدم تلفیق
کے کیف وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ
کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہو کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے
کہ امام شافعی کا مذہب ایسے امر مین کیا ہو تو حنفی مذہب پر واجب ہو کہ یون کہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس امر مین یون کہا ہے ہان اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے
کی عدت کا حکم کردے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اوسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہوجاتا ہے کذا فی البحر الرائق
والنہر الفائق م حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعی کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہو کہ تکلم بصواب کرے نہ بخطا
اور حنفی کے اعتقاد مین غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہو لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہو اور غیر کے قول کو

خطأ محتمل الصواب اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہانے تصریح کر دی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہے وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال لممتدۃ طہر تسع اشہر * وفا عدۃ ان مالکی یقرر * ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا * یقال بلا نقل علیہ فینظر * شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو یون فرمایا ہو کہ واسطے اوس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کر دیوا اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنیکی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اوٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیئے بلا نقل جسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا م وفا عدۃ اصل مین وفاء عدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخون مین یقدر بجای یقرر کے ہی طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہے یہہ ہو کہ اوسکے طہر کا انداز دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اوسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے م اور یہہ قول حکم کا ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہے کہ اوسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہوا ور اوسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرلے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجای ممتدۃ الحیض کے مستحاضۃ کا لفظ کہتا تو خوب تہا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا دنون سے ہوگا یعنے ہر مہینہ تیس ۳۰ دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکور مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدای باب العدت مین فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا سو موافق قدوری کے قول کے ہو جو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیۃ اور اگر زوج شیرخوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیۃ صورت فراق شیرخوار کی یہہ ہو کہ شیرخوار کے باپ نے اوسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والعدۃ للموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوجہ کی موت کی چار مہینے ہین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرطیکہ باقی رہنی نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پہر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اوسکی زوجہ پر عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب ادا ہونے مکاتب کے ادای بدل کتابت سے پہر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقا وطئت او لا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہین سوای حاملہ کے کہ اوسکی عدت وضع حمل ہے قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر کالمرضع وہی واقعۃ الفتوی ولو ادرجہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات مین ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہو ممتدۃ الطہر کی مثال جیسے دودہ پلانیوالی عورت کہ اوسکو اکثر حیض نہین ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا

اور مین نے اسکو کسی کتاب فقہ مین مصرح نہین دیکھا سوائے دیکھنے والے در المختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجئے کتب فقہ مین ہم طالبون نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوا حاملہ کے تو اوس قاعدہ کلیہ مین ممتدۃ الطہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفی حق اَمَۃٍ تحیض للطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہی تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اوسکے حق مین دو حیض کی عدت ہے بواسطے عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑہ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف اور ثلث متصور نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض للطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبول التنصیف اور اوس لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا بسبب خوردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اوسکا زوج اسکو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی صورت مین آدھی ہو سکتی تھی لہذا لونڈی کی عدت یہان آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ لاحیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑہ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفی حق الحامل مطلقًا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلٰی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقًا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلا زید نے نکاح کیا اوس عورت سے جسکو زنا کا حمل تہا پھر وطی کی اوس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تہی پہر زید مر گیا یا اوسکو طلاق دی تو اوسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوے وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلا آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اوسکی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطًا اور بحر الرائق مین ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام مین مگر عورت کے حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجاے کل نہین بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہوگئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہین ہوا ولا عبرۃ بخروج الرأس ولو مع الاقل ولا قصاص بقطعہ اور کچھہ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھہ سر نکلا ہو تو اوسقدر نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اوسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہوگا بلکہ بیسوان حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھہ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتہڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ لو لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پہر اوسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق و ولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اوسکا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھہ مہینے سے ابتداے موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضاے عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالے نے فرمایا کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہوگئی اور یہہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ اونکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعا لعدم الحمل حین الموت اور اوس عورت کے حق مین جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھہ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اوسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالتیہ اذ لا ماء للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دو نو صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پہر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا فتح ان لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے

کو کہتے ہین چنانچہ مذکور ہوچکا ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس فتح اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ مین مرگیا تو اوسکی بقای عدت اوسکے گرنے تک سزاوار ہے یا کہ عورت نا امیدی کو پہنچی کذا فی النہر الفائق مترجم یہہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہین ہیہ تجویز ہو صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت نا امیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پوری کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ مین نہین ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونو کو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وھی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا بان تتربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت منہا ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیہ قصور لانہا لو لم ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح بلعہ اور زوجۂ فار کے حق مین طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت مین تو ابعد الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق مین جو بعید تر ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنابر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دنمین تین حیض بھی گذر جاوین شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان مین قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہین کہ سب صورتون کو شامل نہین اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دنمین حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کریگی اگر چہ وہ طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اوسکی عدت باقی رہیگی نا امیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہے کہ اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی ہو گئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہو چکین تو جبتک تین حیض نہوگا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکین تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی **فائدہ** عدت ابعد الاجلین چار صورتون مین ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی تھا دوسری صورت یہہ کہ زوج کی دو عورتین ہین اور اوسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونو سے وطی کر چکا ہو اور دونو حیض والیان ہون پھر زوج مرگیا اور یاد نرہا کہ دونو مین سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت مین پھر مرگیا بدون بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت مین پھر اپنے مرض الموت مین بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضا عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب مین مذکور کر چکا یعنی جبکہ ام ولد کا مولی اور زوج دونو مر جاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان المطلقۃ الرجعی مالموت اجماعا اور فار کی زوجہ کی ابعد الاجلین تفسیر مین مصنف نے طلاق بائن کی قید لگادی اسواسطے کہ اوسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اوسمین تین حیض ہون یا نہون والعدۃ فیمن اعتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تکمل کعدۃ حرۃ اور عدت اوس لونڈی کے حق مین جو آزاد ہو گئی طلاق رجعی کی عدت مین نہ طلاق بائن کی عدت مین اور نہ موت کی عدت مین یہہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کے عدت کی یعنی لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی تو اوسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینا لیکن ہنوز اوسکی عدت منقضی نہوئی تھی کہ اوسکو مولی نے اوسکو آزاد کر دیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہو گئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ تو تین مہینے کی عدت ولو اعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت مین تو اوسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی مین نہ بائن اور موت مین یعنی چونکہ رجعی مین نکاح قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستا کامۃ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر

ونصفين فحاضت تصير حيضتين فاعتقت تصير ثلثا فامتد طهرها بلا اياس تصير بالاشهر فعاودها تصير بالحيض فمات زوجها
تصير اربعة اشهر وعشرا اور کبھی بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اوسکی عدت ہو ڈیڑھ مہینہ پھر اسکو
قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضاے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اوسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل
تین حیض کے طہر اوسکا دراز ہوگیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض نہ آیا تو اب اوسکی عدت تین مہینو کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا
تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضاے تین حیض کے زوج اوسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دنکی عدت ہوگی تو یہہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھٹے
کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ اوسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها على جاري
عادتها او حبلت من زوج آخر بطلت عدتها وفسد نكاحها واستأنفت بالحيض لان شرط الخلفية تحقق الاياس عن الاصل
وذلك بالعجز الدائم الى الموت وهو ظاهر الرواية كما في الغاية واختاره في الهداية فتعين المصير اليه قاله في البحر بعد حكاية
ستة اقوال مصححة واقره المصنف آئسہ نے مہینونکی عدت کی پھر عود کیا اوسکے حیض نے بکثرت جاری ہوکر موافق عادت قدیمی کے یا کہ اوسکو
حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کے عدت کی اوسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونیسے مہینونکی عدت باطل
ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ عین عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلف
تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونیکی یہہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہے موت تک اور اس
صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونیکی ناامیدی نرہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایت
ہے کذا فی الغایہ اور اسیکو پسند کیا ہے ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہوگیا ایسا کچھہ کہا ہے بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چھہ قول کے جنکی
تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایت کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح مین ھم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول مین
لیکن ترجیح مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہے کہ معراج الدرایہ مین اسی قول پر فتوی ہے لكن اختار البهنسي
ما اختاره الشهيد انها ان رأته قبل تمام الاشهر استأنفت لا بعدها قلت وهو ما اختاره صدر الشريعة وملا خسرو والباقاني واقره
المصنف ثمه في باب الحيض وعليه فالنكاح جائز وتعتد في المستقبل بالحيض كما صحح في الخلاصة وغيرها وفي الجوهرة والمجتبى انه الصحيح المختار
وعليه الفتوى وفي تصحيح القدوري وهذا التصحيح اولى من تصحيح الهداية وفي النهر انه اعدل الاقوال وتمامه فيما علقته على الملتقى
لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تو عدت مہینونکی باطل ہوئی پھر
سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض دیکھا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نکرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعہ
نے شرح وقایہ مین اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہے اور بموجب اس قول مختار کے بعد
تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمان مستقبل مین اگر زوج ثانی طلاق دے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے
خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبے مین کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے اور اسی پر فتوے ہے اور تصحیح قدوری مین یون ہے کہ تصحیح اس قول کی
بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین لکھا ہے کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہے اور پوری تقریر اسکی شارح کی اوس شرح مین ہے جو ملتقی الابحر
پر لکھی ہے والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستأنف الا اذا حاضت في اثنائها فتستأنف بالحيض كما تستأنف العدة
بالشهور من حاضت حيضة او ثنتين ثم ايست تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اوسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع
کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہوگئی یعنی پچپن برس کو پہنچ گئی ان صورتون

مین پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا حکم اسواسطے ہوا تاکہ جمع ہوجانے اصل اور بدل سے بچاؤ ہوے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہو تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل یہہ جائز نہین ولا یاس ستة للرومية وغيرها خمس وخمسون عند الجمهور وعليه الفتوى وقيل الفتوى على تفسيره بھر اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنیوالی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہو نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہہ ہو کہ پچاس برس پر فتوی ہو کذا فی النہر الفائق امام محمد سے روایت ہو کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اوسکے سوا مین ساٹھہ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی البحر الرائق وفی البحر عن الجامع صغيرة بلغت ثلثين سنة ولم تحض حكم باياسها اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہو کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اوسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا فلا عدة في باطله وكذا موقوف قبل الاجازة اختيار لكن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہو تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اوسمین عدت نہین نکاح باطل یہہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور ایسطرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہہ ہے کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجيء وللموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه في العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطي حتى تلزمه نفقتها وكسوتها بحر يعني اذا لم تكن عالمة راضية كما سيجيء اور عدت اوس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہے اوسمین عدت نہین اور جسکی وطی بشبہہ ہوگئی اوسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اوسکی اجازت سے عدت مین لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے دونو قیدین یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اوسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کر دیا ہوا اور مرد سے کہا ہو کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور وقت وطی ہر چند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اوسنے اعتبار نکیا ہو اور مار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اوسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیة الدر وام الولد لا عدة على مدبرة ومعتقة غير الآيسة والحامل فان عدتهما بالاشهر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین درانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینون سے ہے اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے الحيض للموت اي موت الواطي وغيره كفرقة او متاركة لان عدة هؤلاء ليعرف براءة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنیوالی کی موت مین بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینونکی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہہ دریافت نہین ہوسکتا مگر حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہوجاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحيض طلقت فيه اجماعا اور اوس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اوسکے سوا تین اور حیض حرہ مین اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے واذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة اخرى لتجدد السبب وتداخلتا والمرئي من الحيض

منهما وعليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہوگی معتدہ پر دوسری عدت بسبب دوسرے سبب عدت کے اور دونو عدتین متداخل ہوجاوینگی یعنی ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دیگا وہ دونو عدتون مین شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اوسکو ایکبار حیض آیا اور اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو دو بار حیض آیا تو یہہ تینون حیض دونو عدتون مین محسوب ہونگی تو زوج اول کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت مین فقط وہی حیض ہین تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونو عدتون مین مشترک اور متداخل ہین ہم معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بشبہہ مین اور اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وكذا لو كانا بالاشهر او باحدهما ان معتدة وفاة اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینونکی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت مین وطی بشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوگئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینون کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنے ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دنکی عدت مین تھی کہ اوسکی وطی بشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دنمین تین حیض بھی ہوگئے تو دونو عدتین منقضی ہوگئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حاضت قوله والمرئي منهما يعمهما وعن الحامل لو حبلت فعدتها الوضع الا معتدة الوفاة فلا تتغير بالحمل كما مر وصححه في البدائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتونکا جیسا حیض کی عدتونمین ہوتا ہے ویسا ہی مہینونکی عدتونمین بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف ایسے قول المرئي منهما کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اوس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہوگئی تو اوسکی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتین وضع حمل سے منقضی ہوجاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی پھر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہے سو اوسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان زوجہ صغیرہ مین جب کہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہوجاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع مین ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضي العدة وان جهلت المرأة بهما اى بالطلاق والموت لانها اجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق او انكر اور آخر ہوجاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنے زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہوگئے یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے کہ عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اوسکے گذر جانیکا علم شرط نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأته ثم انكر واقيمت عليه بينة وقضى القاضي بالفرقة كان ادعت عليه في شوال وقضى به في المحرم فالعدة من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہوگیا اور گواہون نے اوسکو ثابت کیا اور قاضی نے حکم جدائی کا مثلا عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اوسکو شوال مین طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم مین تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم مہینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفي الطلاق المبهم من وقت البيان اور طلاق مبہم مین ابتدای عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شهدا بطلاقها ثم بعد ايام عدلا فقضى بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدای عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان العدة انما من وقت الاقرار مطلقا نفيا لتهمة المواضعة بخلاف اس صورت

سکے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتوی اسپر ہے کہ ابتداء عدت اقرار کے وقت
سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اوسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہین یہہ فتوی ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے
کہ خلاف واقع اظہار انقضاء عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرلے اور عورت
کی یہہ غرض ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرلے تو اس تہمت کے مندفع ہونیکے واسطے فتوی یہہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لكن ان كذبته
في الإسناد او قالت لا ادري وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى وان صدقته فكذلك غير انه ان وطيها الزمه
مهر ثان باختيار ولا نفقة ولا سكنى ولا كسوة لها لقبول قولها على نفسها خانيه لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج نے
جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف منسوب کیا تھا اوسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور
سکنے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوائے اسبات کے
کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد اوس وقت کے جسمین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار
اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اوسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل
ہو چکی کہ میری عدت گذر گئی تو اوسکا حق ساقط ہوگیا وفيها ابانها ثم اقام معها زمانا ان مقرا بطلاقها تنقضي عدتها وان منكرا لا اور خانیہ
مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اوسکے پاس رہا کیا مدت تک اگر مقر ہے اوسکی طلاق کا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے
طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفي اول طلاق جواهر الفتاوى ابانها واقام معها فان اشتهر طلاقها فيما بين الناس تنقضي والا لا و
كذا لو خالعها ان بين الناس واشهد على ذلك تنقضي والا لا هو الصحيح وكذا لو كتم طلاقها لم تنقض زجرا انتهى وينبغي
فمبدأها من وقت الثبوت والظهور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اوسکے
ساتھہ رہا کیا سو اگر اوسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہوگیا تو عدت اوسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضا سے عدت نہین اور
اسیطرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہوگیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اسپر تو عدت منقضی ہوگی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہے
اور اسیطرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم
شہرت طلاق مین ابتداء عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأها في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما
ثم لو وطيها حد جوهره وغيرها وقيده في البحر بحثا بكونه بعد العدة لعدم الحد بوطء المعتدة اور ابتداء عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق
کر دینے قاضی کے دونو مین پھر اگر مرد وطی اوس عورت سے کریگا تو اوسکو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کر کے مخصوص
کیا ہے وطی کو ساتھہ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اوس صورت مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او
المتاركة اى اظهار العزم من الزوج على ترك وطيها بان يقول بلسانه تركتك ونحوه یا ابتداء عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے
ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑ دیا اسیطرح کچھہ اور کہے ومنه الطلاق وانكار
النكاح لو بحضرتها والا لا بمجرد العزم لو مدخولة والا فيكفي تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر
عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہو اور اگر عورت سے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین ہے تو فقط تفرق
ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اوسکے پاس آنیکا ارادہ نہو والخلوة في النكاح الفاسد لا توجب العدة اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو
خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فيه لا ينقص عدد الطلاق لانه فسخ جوهره ولا تعتد في بيت الزوج بزازيه اور
نکاح فاسد مین طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہین کرتا یعنی اگر دوسری بار اوس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد مین عورت زوج کے گھر مین عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع مین وہ زوج ہی نہین کذا فی البزازیہ
قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاہر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش
رکھتی ہے انقضای عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہو تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھہ قسم کہانے عورت کے اور اگر مدت مین انقضای عدت کا احتمال
نہین تو قول عورت کا مقبول نہیں اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بات مین امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہو لیکن امین کے قول کی اوسوقت تصدیق
ہوتی ہے جب ظاہر حال اوسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت مین گنجایش انقضای عدت کی نہوی تو ظاہر حال اوسکا مخالف ہوا لہذا اوسکا قول مقبول نہوگا ثم
لو بالشہور فالمدۃ بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پہر اگر عدت عورت کی مہینونکی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی
تو تقدیر اوسکی مذکور ہو چکی یعنے طلاق اور فسخ مین تین مہینے اور موت مین چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدہی اسکے اور اگر عدت حیضون کی ہو
تو کمتر مدت انقضای عدت کی حرہ کے حق مین ساٹھہ دن ہین اور لونڈی کے حق مین چالیس دن ہم ساٹھہ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر مین طلاق
واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنتی ہے مذہبی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط کے پندرہ دن تو سب
ساٹھہ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہہ مذہب امام اعظم کا ہو بروایت امام محمد کے
اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہین اس حساب سے کہ گویا اوسکو آخر طہر مین طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض
کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چہہ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو موجب امام
اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھہ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اوسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم مین مقبول نہوگا
ما لم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ وما لم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرون للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل
مدت کا اعتبار اوسوقت تک ہو جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہین کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ مین مذکور ہو چکی اور جبتک کہ طلاق
عورت کی اوسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھہ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ بیان باب الحیض
مین ہو چکا خلاصہ یہہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھہ اعضا بن گئے ہون تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج
نے یون تعلیق کی کہ اگر تو جنیگی تو تو مطلقہ ہو تو اس صورت مین کمتر مدت انقضای عدت حرہ کے پچاسی دن ہین ساٹھہ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن
نفاس کے ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہین لیکن عدت کی تعیین مین پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہین نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد فا
طلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ لانہا مقبوضۃ بیدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح
صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اوسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اوسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہوگا
مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو مین ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقای اثر وطی کے وہ اثر
وطی عبارت ہو عدت سے تو جب اوسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجای قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبض مین ہو اور وہ اوسکے مالک سے
اوسکو خرید کرے تو بمجرد خریدکے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچھہ حاجت نہین وہذہ احدی المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی
النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہہ ایک مسئلہ ہو اون مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہو کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کے وطی کے
ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یون ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پہر اوسی عدت مین نکاح صحیح کیا اور
قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہو ۳ نکاح کیا اور بعد دخول کے
صحت مین طلاق بائن دی پہر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پہر حالت مرض الموت مین قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی
کی نالش سے تفریق کر دی وہ دونون پہر عدت کے اندر اوس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پہر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق

دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ بالغ ہوئی پہر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے
نکاح کیا پہر بعد دخول کے اوسکو طلاق دی پہر وہ مرتدہ ہوگئی پہر مسلمان ہوئی پہر عدت مین زوج نے اوس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷
بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ مرتدہ ہوگئی پہر مسلمان ہوئی پہر اوس سے عدت مین نکاح کیا پہر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد
نکاح اور دخول کے طلاق دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اوسنے
اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پہر عدت مین اوس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی
پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ آزاد ہوگئی اور اوسنے فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سوان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اوّل بجای دخول نکاح ثانی کے ہے امام
اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی
حاشیۃ المدنی نا قلاعن البحر وقول زفر لا عدۃ علیھا ابطلہ المصنف بما یطول وجزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذھبہ لا ینفذ
حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشھور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وھذا التوفیق بل الواقع خلافہ
فلیحفظ اور زفر کا یہہ قول کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اوسپر عدت واجب نہین سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے
بکلام طویل اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنی مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اوسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم
کریگا جاری نہوگا مگر یہہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا
حکم سلطان کا ہنوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین مین
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقھا ذمی او مات عنھا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکھم وما
یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چہوڑ کر ذمی مرگیا تو اوسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے
معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہین اونسے اور اون کے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت
الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقیل انّ لا تجب بما اذا اعتقدوھا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین
کے اسواسطے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور دو لوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھہ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب
عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقھا مسلم او مات عنھا فتعتد اتفاقا مطلقا
لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دیوے یا اوسکو زندہ چہوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے
کہ مسلمان عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد
والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجھا لا لانھا معتدۃ بل لان فی بطنھا ولدا ثابت النسب اور اسیطرح مثل ذمیہ کے
وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہے
تو واسطے محفوظ رکہنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھہ بہائم اور جماد کے سوا ہے حاملہ حربیہ کے کہ اوس سے نکاح کرلینا صحیح نہین
یہہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہو بلکہ اس وجہ سے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ
او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چہوڑ کر
ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پہر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتہر مین داخل ہے
سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی حربیہ اوسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اوس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج
امرأۃ الغیر ووطیھا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بھا ولا بد منہ وبہ یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی

له اگرچه عدت نہین ... لیکن ... ذمیہ ... اوسپر عدت نہین ... مسلمان ... حیض

بِهَا لَا تَحْرُمُ عَلَى زَوْجِهَا وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لَوْ زَنَتِ الْمَرْأَةُ لَا يَقْرُبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَحِيضَ لِاحْتِمَالِ عُلُوقِهَا مِنَ الزِّنَا فَلَا يَسْقِي مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ فَلْيُحْفَظْ لِغَرَابَتِهِ اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اوس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخون مین دخول بہا داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہی اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر یعنے عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد ماری جاویگی ساتھہ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر کی منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچہہ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج اوس سے قربت نکرے یہانتک کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زناکے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کہیتی کو سو اس روایت کو یاد رکہنا چاہئے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچہہ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے، طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیئے نہ وجوب پر تو کچہہ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ حَيْثُ تَحْرُمُ عَلَى الْأَوَّلِ إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ وَلَا نَفَقَةَ لِعِدَّتِهَا عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهَا صَارَتْ نَاشِزَةً خَانِيَّةٌ قُلْتُ وَلَوْ عَالِمَةً رَاضِيَةً كَمَا مَرَّ فَتَدَبَّرْ بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم نہو کہ یہہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے اسواسطے کہ یہہ زنا نہین شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان اسوقت ہوگی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اوسکو غور اور تامل کر

فروع مسائل ملحقہ شارح کے أَدْخَلَتْ مَنِيَّهُ فِي فَرْجِهَا هَلْ تَعْتَدُّ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا نَعَمْ لِاحْتِيَاجِهَا لِتَعَرُّفِ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ وَفِي النَّهْرِ بَحْثًا إِنْ ظَهَرَ حَمْلُهَا نَعَمْ وَإِلَّا لَا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اوسپر عدت لازم ہے بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہی واسطے دریافت ہوجانے صفای رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین م دونو جوابکا ثمرہ اختلاف یہہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفای رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تہا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہوا اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین تنبیہ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنے بہائی یعنے صاحب بحر سے بلا وجہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وَفِي الْقُنْيَةِ وَلَدَتْ ثُمَّ طَلَّقَهَا وَمَضَى سَبْعَةُ أَشْهُرٍ فَنَكَحَتْ آخَرَ لَمْ يَصِحَّ إِذَا لَمْ تَحِضْ فِيهَا ثَلَاثَ حِيَضٍ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضَتْ قَبْلَ الْوِلَادَةِ لِأَنَّ مَنْ لَا تَحِيضُ لَا تَحْبَلُ اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی پہر زوج نے اوسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اوس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اوسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اوسکی عدت حیضونکی ہوگی نہ مہینونکی وَفِيهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَيَقُولُ كُنْتُ طَلَّقْتُهَا وَاحِدَةً وَمَضَتْ عِدَّتُهَا فَلَوْ مُضِيُّهَا مَعْلُومًا عِنْدَ النَّاسِ لَمْ يَقَعْ وَإِلَّا تَقَعْ اور قنیہ مین ہے طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اوسکو ایک طلاق دیچکا تہا اور اوسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم بقای ملک کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اوسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر لوگون کو انقضای عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اوسکو حلال نہوگی وَلَوْ حُكِمَ عَلَيْهِ بِوُقُوعِ الثَّلَاثِ بِالْبَيِّنَةِ بَعْدَ إِنْكَارِهِ فَلَوْ بَرْهَنَ أَنَّهُ طَلَّقَهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِمُدَّةٍ طَلْقَةً لَمْ تُقْبَلْ بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب

شہادت کے بعد انکار زوج کی پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق مدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہے تو یہہ گواہی مقبول نہوگی
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہون سے نہین ہوسکتا وفیہ عن الجوهرۃ اخبرها ثقۃٌ ان زوجها الغائب مات او طلّقها
ثلثا او اتاها منه کتابٌ علی ید ثقۃٍ بالطلاق ان اکبر رأیها انه حقٌّ فلا بأس ان تعتدّ وتتزوّج اور بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول
ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اوسکے غائب زوج نے اوسکو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتمد
شخص کے ہاتھہ سو اگر عورت کو ظن غالب ہو کہ خبر اور خط حق ہے تو کچہہ مضایقہ نہین کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے وکذا لو قالت امرأۃٌ
لرجلٍ طلّقنی زوجی وانقضت عدّتها لا بأس ان ینکحها اور اسیطرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق
دی ہے اور اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچہہ مضایقہ نہین کہ مرد اوس سے نکاح کرلے ھم لا باس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اولے ہے تا
تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکّت فی وقتِ موته تعتدّ من وقتٍ تستیقن به احتیاطًا اور بحر الرائق مین کافی حاکم سے منقول ہے
کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت مین تو عدت کرے اوسوقت سے کہ جسمین یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط
کذّبه فی مدّۃٍ تحتمله لم تسقط نفقتها وجاز له نکاح اختها عملاً بخبرهما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف
حولٍ ثبت نسبه ولم یفسد نکاح اختها فی الاصحّ فترثه لو مات دون المعتدّۃ اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا
کہ عورت اپنی انقضاء عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت اوسکی تکذیب کرتی ہے اوس مدت مین جو انقضاء عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد
سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اوسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے دونو کی خبر دن پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ مین عورت کی خبر پر عمل
کیا اور اوسکی بہن کے جواز نکاح مین مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھہ مہینے سے زیادہ مدت مین تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور
نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح مین تو اوسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ۔

فصلٌ فی الحداد

یہہ فصل ہے حداد مین یعنی سوگ مین حداد مصدر ہے من باب اَحَدَّ ومَدَّ وفَرَّ وزن مَدَّ بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم کیسی
سے بجای حاء مہملہ بمعنے قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وهو لغۃً کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدّۃ
اور حداد لغت مین چنانچہ قاموس مین ہے عبارت ہے ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی
عام ہے معنی شرعی سے وشرعًا ترک الزینۃ ونحوها لمعتدّۃ بائنٍ او موتٍ اور اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ
سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تُحِدُّ بضمّ الحاء وکسرها کما مرّ مکلّفۃٌ مسلمۃٌ ولو امۃً منکوحۃٌ بنکاحٍ صحیحٍ ودخل بها بدلیل
قوله اذا کانت معتدّۃ بتٍّ او موتٍ وان امرها المطلّق او المیت بترکه لانه حقّ الشرع اظهارًا للتأسّف علی فواتِ نعمۃِ النکاح
سوگ کرے عورت عاقلہ بالغہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اوسکی وطی کرچکا ہو سوگ اوسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور
موت زوج سے عدت مین ہو بتہ یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے
سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کے فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہین شارح
کہتا ہے کہ نکاح مین دخول کی قید لگائی ہے مینے اس قول مصنف سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہین مگر بعد دخول کے
ھم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے
مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلیٍ او حریرٍ او امتشاطٍ بضیّق الاسنان والطیب وان لم یکن لها
کسبٌ الا فیه والدهن ولو بلا طیبٍ کزیتٍ خالصٍ والکحل والحنّاء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغٍ بمغرۃٍ او ورسٍ الا بعذرٍ

راجعٌ للجمیع اذ الضرورات تبیح المحظورات۔ سوگ کرے عورت ترک زینت سو خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتو نکی کنگھی کرنے سو تو کشادہ دانتو نکی کنگھی منع نہین اسواسطے کہ وہ سنگھار کی چیز نہین دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سو اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنو اور ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن مین ہوتی ہے اوس سے کپڑے رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سو اسواسطے کہ ضرورات مباح کردیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوون کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھو نکی بیماری مین درست ہے لیکن بہتر یہہ ہے کہ شب کو لگاوے اور صبح کو دہو ڈالے اور اگر اور کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا بأس بأسود وأزرق ومعصفرٍ خَلَقٍ لا رائحة له اور کچھ مضایقہ نہین سیاہ اور نیلے کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو باقی نہین لا حداد علی سبعةٍ كافرةٍ وصغيرةٍ ومجنونةٍ ومعتدةِ عتقٍ كموته عن أمّ ولدٍ ومعتدةِ نكاحٍ فاسدٍ او وطيٍ بشبهةٍ او طلاقٍ رجعيٍ سوگ نہین سات عورتون پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیون پر م کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید مملوکیت سو چھوٹی تو اوسکو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ سو نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سو خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اوسکو آرایش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اوسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابةٍ ثلثةَ ایامٍ فقط وللزوج منعها لانّ الزينةَ حقّه فله وينبغي حلّ الزيادةِ على الثلثةِ اذا رضي الزوج او لم تكن متزوّجة فهو اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنیسے اسواسطے کہ آرایش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لایق یون ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق م صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین اوس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم مین سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر مین اسیقدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت مین اور یہہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن مین بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہہ وہم پڑگیا ہے اوسکو یہہ فتح القدیر کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہہ عبارت ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے بشرط رضای زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد سے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا ہی باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماکی موت مین یعنی تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیة المدنی وفی التاتارخانیة ولا تُعذر فی لبسِ السّوادِ وهي آثمةٌ الّا الزوجةَ في حقّ زوجها فتُعذر الى ثلثةِ ايامٍ قال في البحر وظاهرهُ منعُها من السوادِ تاسّفًا على موتِ زوجها فوقَ الثلثِ اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہنو مین بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کی تاسف پر تین دن سے زیادہ م شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش مین کچھ مضایقہ نہین اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہین تو مطلب یہہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہین چنانچہ یہہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے وفی النهر لو بلغت في العدّة لزمها الحدادُ فيما بقي اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اوسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت مین والمعتدةُ اى معتدةٍ كانت عيني فيعمّ معتدةَ عتقٍ ونكاحٍ فاسدٍ

واما الخالیۃ فتخطب اذا لم یخطبھا غیرہ وترضی بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتھا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد کو بھی یہہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اوس سے پیام دینا درست ہوا اوسوقت جبکہ دوسرے نے اوسکو پیام نہ دیا ہوا اور وہ راضی نہو گئی ہوا اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اوسمین دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہہ کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ لایخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا ندیوے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعض اہل لغت بضم اول بھی قائل ہین وصح التعریض کاریدان اتزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطی بشبہۃ نھر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدۂ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالے مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے کی عداوت کی نوبت پہنچتی ہے اور اس تعلیل سے استفادہ ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد اور معتدۂ وطی بالشبہہ کے اسواسطے کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القھستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہین اور سوا معتدۂ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوا معتدۂ وفات کی پھر جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہوا تو تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا تخرج

معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظھیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتھا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمھا ان تکتری بیت الزوج معراج لو حرۃ او کمۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدۂ رجعیہ اور بائن کسی طرح جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے اپنی عدت کی عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت مین زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اوسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اوسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق

مکلفۃ من بیتھا اصلا لا لیلا ولا نھارا ولا الی صحن دار فیھا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدۂ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کی رہتی تھی اصلاً نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اوس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اوسکو باطل نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن یعنی عدت والیونکو اونکے گھر ون سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اوسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج

فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دنمین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا اوسی سے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی اوسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاویگی پھر اوسکو بھی باہر نکلنا جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجھا لاصلاح مالا بد لھا منہ کزراعۃ ولا وکیل لھا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی

درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے اوس حالت مین جب کہ کوئی اوسکا کارندہ نہو طلقت او ماتَ و ھی زائرۃٌ فی غیرِ مسکنِہا عادت الیہ فوراً لوجوبِہ علیہا مطلقہ ہوئی یاکہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تہی اور کسی مکان مین اپنے گہر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فوراً اپنے گہر مین پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے، و تعتدّانِ ای معتدّۃُ طلاقٍ و موتٍ فی بیتٍ وَجبتْ فیہ ولا تخرجانِ منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کرین اوس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکالی جاوین اوس سے الّا ان تُخرجَ او ینہدِمَ المنزلُ او تخافَ انہدامَہ او تلفَ مالِہا او لا تجدُ کراءَ البیتِ و نحوَ ذٰلکَ من الضروراتِ فتخرجُ لِاقربِ موضعٍ الیہ و فی الطلاقِ الی حیثُ شاءَ الزوجُ معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اوسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا وارثہ یا گہر منہدم ہوجاوے یا ڈر ہو گہر کے گر پڑنیسے یا اپنے مال کے تلف ہونیسے ڈرہو یا گہر کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرور تو نہین نکلے اور رہے اوس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جاوے یہہ حکم تہا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے و لو لم یکفِہا نصیبُہا من الدارِ اشترت من الاجانبِ مجتبٰی و ظاہرُہٗ وجوبُ الشراءِ لو قادرۃً او الکراءِ بحرٌ و اقرّہٗ اخوہٗ و المصنّفُ قلتُ لکن الّذی رایتُہٗ فی نسختی المجتبٰی استترتْ و سلّانا ستّا فلیحرّرْ اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نکرے اوسکا حصہ جو زوج کے گہر سے بطور وراثت کے اوسکو ملا تو خرید کریگی غیر لوگون سے کذا فی المجتبٰی اور ظاہر کلام مجتبٰی کا دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اوسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اوسکو صاحب بحر کے بہائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکہا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ مین نے مجتبٰی کے دو نسخون مین دیکہا ہے بجای اشترت کے استترت ہے جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبٰی کا یہہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے لوگون سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخون مین شارح نے استترت دیکہا سو غلط نسخے تہے اسواسطے کہ صورت تو یہہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہے کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پہر جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبٰی کی یون ہے کہ اشترت من الاجانب و الاولاد الکبار یعنی عورت خرید کریگی غیر لوگون اور زوج کی اولاد کبار سے تو در صورت استتار کے مطلب یہہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بہی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد پر اوس سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی و لا بدّ من سُترۃٍ بینہما فی البائنِ لئلا یختلیَ بالاجنبیۃِ و مُفادُہ انّ الحائلَ یمنعُ الخلوۃَ المحرّمۃَ اور طلاق بائن مین ضرور ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑا کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی و ان ضاقَ المنزلُ علیہما و کانَ الزوجُ فاسقًا فخروجُہٗ اولٰی لانّ مکثَہا واجبٌ لا مکثُہٗ و مفادُہٗ وجوبُ الحکمِ بہ ذکرہ الکمالُ اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچہہ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اوس مکان سے بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اوس مکان مین تا عدت واجب ہے مرد کا رہنا اوس مکان مین کچہہ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہر چند فقہانے زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہے اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولی بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر و حَسُنَ ان یجعلَ القاضی بینہما امرأۃً ثقۃً تُرزقُ من بیتِ المالِ بحرٌ عن تلخیصِ الجامعِ قادرۃً علی الحیلولۃِ بینہما اور مستحب یہہ ہے کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کر دے جسکی روزی بیت المال سے دیجا وے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ تا دم مرد و عورت مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کر کے لوگون کو بلا سکے و فی المجتبٰی الافضلُ الحیلولۃُ بستْرٍ و

بسترۃٍ

لو فاسقا فبامرأة قال لهما ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الازواج ولم يكن فيه خوف فتنة انتهى
اور مجتبے مین یون ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کردی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونون مین
کہا مجتبے کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت کے بشرطیکہ دونون زوج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہون مثلا عورت سر
اور ہاتھون کو برہنہ نکرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونون کے یکجا رہنے مین کچھ فساد کا خوف نہو انتہے کلامہ وسئل شيخ الاسلام عن
زوجين افترقا ولكل منهما ستون سنة وبينهما اولاد تتعذر عليهما مفارقتهم فيسكنان في بيتهم ولا يجتمعان في فراش
ولا يلتقيان التقاء الازواج هل لهما ذلك قال نعم واقره المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق
وغیرہ سے جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونو کے اولاد ہے کہ اونکا چھوڑنا دونو پر سخت مشکل ہے
سو وہ دونو اولاد والے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کیطرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو
درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہان درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ابانها او مات عنها في سفر
ولو في مصر وليس بينها وبين مصرها مدة سفر رجعت ولو بين مصرها مدته وبين مقصدها اقل طلاق بائن دی عورت کو یا
اوسکو چھوڑ کر سفر مین مرد مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور ہنوز درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت
کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دنکی راہ نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرے اور اگر عورت کے شہر مین
اور اوس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اوسکی مسافت وہان سے تین منزل سے کم ہے تو وہین چلی جاوے وان كانت
ثلث اي مدة السفر من كل جانب منها ولا يعتبر ما في ميمنة وميسرة فان كانت في مفازة خيرت بين رجوع ومضي معها
ولي اولا في الصورتين اور اگر اوس جگہ سے دونو طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا زیادہ اور مکان مقصود
بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود کیطرف چلی جانے مین
اور داہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اوسکا کچھ اعتبار نہین عورت کے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو یا نہو دونو صورتون مین یعنی جب وطن
تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اوسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونو طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلی جانے
مین اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد في منزل الزوج اور جبکہ دونو طرف مدت سفر کی ہو تو ہرچند عورت مختار ہے
لیکن وطن مین پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولكن ان مرت بما يصلح للاقامة كما في البحر وغيره وزاد في
النهر وبينه وبين مقصدها سفر او كانت في مصر او قرية تصلح للاقامة تعتد ثمه ان لم تجد محرما اتفاقا وكذا ان وجدت
عند الامام ثم تخرج بمحرم ان كان ولیکن اگر عورت کا جانے یا پھرنے مین ایسے مقام پر گذار ہوا جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گانو نہ جنگل
کما في البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ اوس محل اقامت مین جہان گذار ہوا اور عورت کے مکان مقصود مین سفر
کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گانو مین ہو جو لائق رہنے کے ہے تو وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق
امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام کے پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن
کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اوسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہانتک کہ اوسکا محرم آوے یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح
کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اوسکے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت وہین کرنا واجب نہین
بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا في حاشية الطحطاوي وتنتقل المعتدة المطلقة بالبادية مع اهل الكلاء في محفة او
خيمة مع زوجها ان تضررت بالمكث في المكان الذي طلقها به فله ان يتحول بها والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی جسم

طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اونکا دستور ہے کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان چارہ
اور پانی اونکے جانورون کو ملتا ہے وہان ٹھہرتے ہین پہر جب چارہ ہو چکا تو پہر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت اونہین
چارہ پانی تلاش کرنیوالون کے ساتھ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اوس
مکان مین جسمین زوج نے اوسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہے کہ اوسکو ساتھ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی
یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرة
بالمعتدة ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والیکا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت
کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہین والمطلقة الرجعیة کالبائن فیما مر غیر انها تمنع
عن مفارقة زوجها فی مدة السفر لقیام الزوجیة بخلاف المبانة [ف] اور مطلقہ رجعیہ بائن کی مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر
سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹے آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو ادہر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور
رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو تو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے
زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اوسپر مفارقت لازم ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے طلب الزوج من القاضی
ان یسکنها بجواره لا یجیبه وانما تعتد فی مسکن المفارقة ظهیریة زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو
قاضی اوسکو نہ قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجها فلها السکنی لا النفقة تتارخانیة زوجہ نے
ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیة
لا تمنع معتدة نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیة خلافه لکن فی البدائع له منعها لتحصین مائه ککتابیة
ومجنونة وام ولد اعتقها فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی پہلے مخالف گذر گئی
لیکن بدائع مین ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولے
نے آزاد کر دیا ہے روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا تخالف مٹایا
یعنی مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا حق الدین میں نہین اور روایت ظہیریہ کی اسپر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی
حفاظت کیواسطے ہے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکی مخالف ہے سو یہہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ

فصل فی ثبوت النسب

یہہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہے اور کس مین نہین اکثر مدة الحمل
سنتان لخبر عائشة رضی الله عنها کما فی الرضاع وعند الائمة الثلثة اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عائشہ رضی الله
عنہا کے جو باب الرضاع مین مذکور ہو چکی اور تینون امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین ہم سنن دارقطنی
اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عائشہ رضی الله عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ
چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہہ کنایہ ہے کمال عسر سے اور ہر چند یہہ اثر ہے حدیث مرفوع نہین لیکن
چونکہ تعیین مدت داخل اجتہاد مجتہد نہین تو بالضرور یہہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عائشہ صدیقہ
کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اونہون نے کہا سبحان الله یہہ کیو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین جنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہہ استدلال
تمام نہین اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پہولنا دلیل نہین ہو سکتا اسواسطے کہ استحاضہ طرح طرح کا
ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پہول جاتا ہے یہانتک کہ ہوا اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کذا فی فتح القدیر

ف ای فی نسخة من الباینة بعد ای المعتدة بدلا من المبانة

وَاَقَلُّهَا سِتَّةُ اَشْهُرٍ اجماعًا اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ
شَهْرًا یعنی حمل ولد کا اور فصال اوسکا تیس مہینے ہیں حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دو برس ہیں تو معلوم ہو گیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہیں اور یہ جو علما ر نے آیت مذکورہ سے باب الرضاع میں امام اعظمؒ کے مذہب کیواسطے استدلال
کیا ہے کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ
حمل کی مدت نہیں ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہیں اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد میں رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے دو برس
مہینے ارادہ کرنا یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں علاوہ اسکے تحقیق یہ ہے کہ عدد میں گنجایش مجازیت کی نہیں کذا فی فتح القدیر

فَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ مُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيِّ وَلَوْ بِالْاَشْهُرِ لِاِيَاسِهَا بَدَائِع وَفَاسِدُ النِّكَاحِ فِيْ ذٰلِكَ كَصَحِيْحِهٖ قُهُسْتَانِي وَاِنْ وَلَدَتْ
لِاَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ وَلَوْ لِعِشْرِيْنَ سَنَةً فَاَكْثَرَ لِاِحْتِمَالِ اِمْتِدَادِ طُهْرِهَا وَعُلُوْقِهَا فِي الْعِدَّةِ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ
عدت اوسکی مہینوں کے حساب سے ہو بسبب یاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب میں برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی
اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو گو کہ بعد بیس برس یا زیادہ کے جنی تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا بسبب احتمال دراز
ہونے اوسکے طہر کے اور باحتمال اوسکے حاملہ ہونیکے عدت میں یعنی احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اوسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت
ہنوز قائم ہے پھر عدت میں زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس میں لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا مَالَمْ
تُقِرَّ بِمُضِيِّ الْعِدَّةِ وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهٗ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اوس صورت میں ہوگا جب کہ عورت اقرار نکر چکی ہو انقضاے
عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے
بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب نہو گا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہیں اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں تو آٹھ
مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہیں اور اگر انقضاے عدت کا اوسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد
ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نتھی تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا تو معلوم
ہوا کہ عین عدت میں حمل رہا تھا ہم ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ میں بھی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر میں عورت جنی گی تو
ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ میں بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وَكَانَتِ الْوِلَادَةُ رَجْعَةً لَوْ فِي الْاَكْثَرِ مِنْهُمَا
اَوْ لِتَمَامِهِمَا لِعُلُوْقِهَا فِي الْعِدَّةِ لَا فِي الْاَقَلِّ لِلشَّكِّ وَاِنْ ثَبَتَ نَسَبُهٗ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں جنی
بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت میں جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر میں بھی ثابت ہوگا
ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت میں حمل رہا تھا اور اگر دو
سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے میں مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہیں ہو سکتی
لیکن نسب بہر صورت ثابت ہے كَمَا يَثْبُتُ بِلَا دَعْوَةٍ اِحْتِيَاطًا فِيْ مَبْتُوْتَةٍ جَاءَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْهُمَا مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِجَوَازِ وُجُوْدِهٖ وَقْتَهٗ چنانچہ ثابت
ہوتا ہے نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ میں یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ میں جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر میں طلاق کیوقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز
وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی جب مبتوتہ دو سال سے کمتر میں جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب میں شارع کو اہتمام
زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اوسکے ثبوت میں احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہیں بخلاف ثبوت رجعت کے کہ اوسمیں احتمال کافی نہیں یقین چاہیے

وَلَوْ لَمْ تُقِرَّ بِمُضِيِّهَا كَمَا مَرَّ یعنی ولد مبتوتہ کا نسب دو سال سے پیدا ہونے میں اوسوقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نکر چکی ہو بشرط احتمال
عدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر میں جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر مین جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہوگی اور وقت
فرقت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے
تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ البرجندی واعلم انما لا یثبت النسب لانہ قیل یثبت المتصور العلوق
فی حالۃ الطلاق وذکر فی الجوہرۃ انہ الصواب۔ اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس مین تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے
کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت مین ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع
ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق مین تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے
قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت مین سہو ہے بحرالرائق مین کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ مین دو
روایتین ہین اور عدم ثبوت نسب مین متون متفق ہین چنانچہ کلام صاحب کنز اور وافی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور
یہ علما روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہین کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوۃ لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضاً پوری دو سال کی ولادت سے
ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور یہان شبہ عقد کا بھی ہے ہم
یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت مین فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہین ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت
ہوگا بحرالرائق مین جواب دیا کہ یہان فقط شبہۃ الفعل ہی نہین کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت نسب کا ہوگا اور تفسیر
شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود مین معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اذا ولدت توأمین احدہما لاقل من سنتین والاخر
لاکثر پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکون کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر مین
جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ مین جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے مین جنی اور دوسرا ستائیس مہینے مین جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط
دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے ہین ولا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ
اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے
اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کیوقت سے چھ مہینے سے کمتر مین جنی اگرچہ
طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بلا ایم اور مانند طلاق بائن کے ہین سب
باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور خیار عتق اور عدم کفاءت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ مین مانند طلاق بائن کے
ہین لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہما لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب مین
دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت مین یعنی پوری دو سال مین ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا ظاہر اسکا یہی روایت
ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا موافقت متون وان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وہو الاوجہ یعنی پوری دو
سال کی ولادت مبتوتہ مین دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر
نہر الفائق مین ہے کہ دعوی زوج مین یہان دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ دعوی مین تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہین اور
اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقۃ ولو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخول بہا ان ولدتہ لاقل من
لاقل اقوال یعنی نسب مراہقہ مطلقہ کی ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت مین ہم کمتر مدت چھ مہینے ہین اور اوس سے
کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے یا پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ
اوس لڑکی کو کہتے ہین جو وطی کے لائق ہو پر نشانیان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہین نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اوسکی ولادت متصور نہین اسواسطے

که اوسمین نطفه نهین کذا فی غایة البیان غیر المقرة بانقضاء عدتها وکذا المقرة ان ولدت لذلك من وقت الاقرار اذا لم تدع حبلا فلو ادعته فکبالغة
جس مراہقه نے که اپنی انقضاء عدت کا اقرار نهین کیا اوسکا ولد ثابت النسب ہے اور اسیطرح اوس مقره کا ولد ثابت النسب ہے جو چھ مہینے سے کمتر مین جنی اقرار کے
وقت سے یہه اوسوقت مین ہے جب که مراہقه نے اپنے حامله ہونیکا دعوی نهین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغه کی مانند ہے لاقل من تسعة اشهر
من طلاقها لکون العلوق فی النکاح او العدة والا لا لکونه بعدها لانها لصغرها یجعل سکوتها کاقرارها بمضی عدتها مراہقه غیر مقره کا مذ طلقها
ولد ثابت النسب ہے جبکه جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین تو اسواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین نه جنی بلکه پورے نو مہینے
یا زیاده مین جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے که بسبب کم عمری مراہقه کو اوسکا سکوت بجاے اقرار انقضاء عدت قرار دیا جاویگا
م یہه جواب ہے اس سوال مقدر کا که جب مراہقه مدخوله نو مہینے یا زیاده مین جنی تو احتمال ہے که اوسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا ہو پھر کیا وجه عدم ثبوت نسب
کی اور مسئله مفروض ہے عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاء عدت کا کرتی اور اوسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیاده مین لڑکا ہوتا تو البته نسب ثابت نہوتا خلاصه
جواب کا یہه ہے چونکه انقضاء عدت مراہقه کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینون سے جیسے که یه تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب
کم عمری کے اوسکا سکوت کرنا یہه قائم مقام اقرار کے ہے تو جب که بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیاده مین جنی تو معلوم ہوا که حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لهذا
نسب نه ثابت ہوگا فلو ادعت حبلا فهی ککبیرة فی بعض الاحکام لاعترافها بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقه نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغه کے
ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے م بحر الرائق مین کہا که اگر مراہقه نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس
مہینے سے کمتر مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایة البیان پھر مراہقه اس حکم مین تو کبیره کی برابر ہوئی لیکن اور احکام مین برابر نهین مثلا
طلاق رجعی مین اگر مراہقه مذکوره ستائیس مہینے پورے مین یا زیاده مین جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیره کے که اوسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت
ہوگا بسبب تمادی طہر کے کذا فی حاشیة المدنی ویثبت نسب ولد معتدة الموت لاقل منهما من وقته ای الموت اذا کانت کبیرة ولو
غیر مدخول بها اور ثابت ہوتا ہے نسب معتده موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکه کبیره ہو اگرچه وہ مدخوله نہو اسواسطے که فراش عقد
ثابت ہوتا ہے نه دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچه اسکا ذکر آویگا اما الصغیرة فان ولدت لاقل من عشرة اشهر وعشرة ایام ثبت والا لا اور معتده
موت کی اگر صغیره ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے که اس سے ثابت ہوا که حمل موجود تھا قبل انقضاء عدت وفات
کے کیونکه چار مہینے دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیاده مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے که
حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیها بعد اربعة اشهر وعشر فولدت لستة اشهر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیره یا مراہقه نے
انقضاء عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآیسة فکالحائض لان عدة الموت بالاشهر للکل
الا للحامل زیلعی اور عدت موت مین آیسه برابر حائضه کے ہے اسواسطے که عدت موت کی مہینون کے حساب سے ہے ہر معتده کیواسطے سواے حامله کے کذا ذکره الزیلعی
وان ولدت لاکثر منهما من وقته لا یثبت بدایع ولو لهما فکذا لاکثر بحر بحثا اور اگر معتده موت کی جنی دو برس سے زیاده مدت مین ابتداے
موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اوسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہه ہے که معتده موت کو معتده
مبتوته کے ساتھ لاحق کیا ہے کذا فی حاشیة المدنی وکذا المقرة بمضیها لو لاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اکثرها من وقت البت
للتیقن بکذبها اور اسیطرح ثابت ہوتا ہے نسب اوس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار
کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے دروغگوئی عورت کے یعنی
جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنے تو معلوم ہوا که اوسوقت اوسکے رحم مین نطفه تھا اور اوسکا اقرار انقضاء عدت کا محض غلط تھا اسواسطے که چھ مہینے
سے کمتر مدت مین تو لد ہونا ممکن نهین خلاصه یہه که ولد مقره کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہه که چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی وقت اقرار سے دوسری شرط یہه

وقت فراق سے دو سال سے کمتر مین جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی گی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر
بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اوس نے اقرار انقضاے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ
شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار و الّا لا یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا
زیادہ مین یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ مین مقرہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا بواسطہ احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاے اکثر مدت حمل کے
وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قبل و برجل اور ثابت ہوتا ہے
نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہوگیا ہو یعنے زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہین
جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہے اور ایک روایت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی
بھی کافی ہے او حبل ظاہر وھل تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت
مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابوسعود نے کہا کہ حمل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور
کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تہا بحر الرائق مین بدلیل کہا ہے کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت
اور انکار زوج کے حمل موجود نہین تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج بہ ای بالحبل
یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولا بد لکن تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین
لا لاقل اور اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہین تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی
ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنی نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم مین جنی گی تو ثبوت مین درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتونکی گواہی لازم
ہوگی او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنی بعضے وارثون سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور
مرگیا اوسکے بعد بعضے وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثون کے حق مین نہ سب وارثون کے حق مین یعنی ورثہ
مقرین ولد کو اپنے حصون سے ورثت دینگے نہ ورثہ منکرین وانما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان
شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وہو من اہل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفعہ الرجوع اور ثابت ہوجاویگا نسب
غیر مقرین کے حق مین یہانتک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پوری ہوجاوے نصاب شہادت کی اونہین سے اسطرح پر کہ گواہی دی وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد
اور اسیطرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہون تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا
اور نفع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہوجانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا ولا بتم نصابہا لا یتشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنے
دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نکرین وارثون سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ
مقرین سے حصہ لیگا وھل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم لا الاصح لا نظر الشبہۃ الاقرار وشرطوا العدد نظرا لشبہۃ الشہادۃ اور
وارثونکی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہین برعایت شبہہ اقرار اور شرط کیا ہے فقہانے شمار مقرین کا
بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کے دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت اور مجلس
حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہین اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہے تو تصدیق مین بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزیلعی
ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر

الا ان یقال لاجل السرایۃ فتأمل ولیراجع اور نقل کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہو اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے اوستاد یعنی صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہے شارح کہتا ہو کہ اشتراط عدالت مین بحث ہو اور کیونکہ مشروط ہو گی عدالت اقرار کرنیوالے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت اوسپر حجت ہو خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہو کہ عدالت مشروط ہو غیر پر حجت ہونیکے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کر اور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیو م حلبی محشی نے لکھا ہی جواب ٹھیک ہو جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف وبہ یفتی کما سیجیئ فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تونے مجھسے نکاح کیا ہو چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام رحمہ اللہ کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وہو ای الولد ابنہ بشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ مین نکاحہ حملا لہا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اوسی مرد کا بیٹا ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہو بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کرکے قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ نکحہا لزمہ نسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اوس عورت سے تو اوسکو طلاق ہے پھر نکاح کیا اوس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتدا نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب اور قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور ختتام نکاح اور انزال ساتھی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنیگی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چھ مہینے سے زیادہ مین عورت جنیگی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہو اور اوسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہو م فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہو تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہو احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا نہایت بعید ہے اسواسطے کہ عادت اکثری ولادت کی نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولہا مہرہا بجعلہ واطئا حکما ولا یکون بہ محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہو جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہو قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہین علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما کما مر تعلیق کیا مرد نے طلاق عورت کو اوسکی ولادت پر تو طلاق نہ واقع ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل او کان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک واما النسب ولوازمہ کامومیۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنیوالے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کرنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اسکے جیسے اوس عورت کا ام ولد ہونا اوس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کے شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد فہو منی فشہدت امرأۃ طاہرۃ یعم غیر القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسبہ الی

سَنَتَیْنِ حَتّٰی یَنْفِیَہ غایہ کہا مولے نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اوسوقت موجود تہا تو وہ میرا لڑکا ہو پہر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی بحکم ام ولد ہو باتفاق اگر وہ جنی کمتر چہ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر
چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو ام ولد نہو گی بواسطے احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولے
نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہہ لونڈی حاملہ ہو مجہسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اوسکی نفی کرے مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام
ھو ابنی ومات المقر فقالت اُمُّہ المعروفۃ بحریۃ الاصل وبالاسلام وبانّھا امّ الغلام انا امرأتہ وھو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے
ایک لڑکے کو کہ یہہ میرا بیٹا ہو اور مرگیا مقر سو کہا اوسکی مان نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماہونا مشہور ہے کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا
اوسکا بیٹا ہو تو یہہ دونو وارث ہون گے اوس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اوس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب
اور مرد کی تکذیب بہی نکرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جھلت حریتھا او اُمومیّتھا لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت اُمّ ولد ابی فیکذا تفاق
ھذا الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم اسلامھا وقتہ او قال وارثہ کانت
زوجۃ لہ وھی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ وھل لھا مھر المثل قیل نعم پہر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماہونا معروف اور مشہور نہو
تو عورت وارث مقر کی نہو گی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہو یہہ قید اتفاقی ہو نہ احترازی
اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا یہی حکم ہے اگر وارث کچہہ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تہی وقت مرنے مقر
کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تہی اور یہہ عورت لونڈی ہو تو ان مسائل مذکورہ مین وارث
نہو گی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا ہم تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین
اور اتقانی نے اوسکو رد کیا ہو کذا فی النہر الفائق زوّج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادّعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح
وھو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کردیا اپنی لونڈیکا اپنے غلام سے پہر لونڈی لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہو تو اوسکا نسب
مالک سے ثابت نہو گا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب لدکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہو کہ نکاح غلام فسخ ہوجاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین
ہوتا بعد تمام ہونیکے ہم ترجمہ مین تمام ہونیکی قید لگائی تاکہ فسخ بعد کفارت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل
از تمام ہو اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بہی نکاح فسخ ہوتا ہو اوسکا جواب یہہ ہو کہ یہہ فسخ نہین بلکہ انفساخ ہو یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کسی
اور فسخ عبارت ہو توڑنے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ امّ ولد لہ لاقرارہ ببنوّتہ وامومیّتھا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہوگی
بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونیکا اور لونڈی کے ماہونیکا ولدت امتہ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ
لضعف فراشھا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لدکا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب
نہو گا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا ولد بدون دعوی مولی کے بہی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاویگا
اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہو اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولدھا واحد عبارۃ الدرر استولدھا
ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بدونھا لحرمۃ وطیھا کام ولد کاتبھا مولٰھا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ ازانجملہ
ایک شخص طلب ولد کی یعنی اوسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہہ عبارت ہے کہ دونو نے خواہش اولاد کی پہر وہ مشترک لونڈی ایک
لڑکا جنی تو نسب ثابت نہو گا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اوسکو مکاتبہ
کیا تو اوسکا ولد بہی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولی کے وسیجیٔ فی الاستیلاد انّ الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد
مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتب پر ہو ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈیکا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا

کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اونکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے
اور اوسکی نفی نہین ہوسکتی بدون لعان کے چوتہا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اوسکے ولد کی نفی نہین ہوسکتی کیونکہ
اسواسطے کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کو ولد کی نفی نہین
ہوسکتی بسبب عدم ہونے شروط لعان کے یعنی نکاح صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ
بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصور کرامۃ واستخدام فتح اور البتہ کفایت کی ہے فقہا نے قیام فراش بلا دخول
پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہے ملت وطی سے بعد عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچہہ بہی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد
منتہای مغرب اور عورت منتہای مشرق مین اتنی فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونوکے درمیان سال بہر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پوری چہہ مہینے مین جنی ابتدا
نکاح سے تو بیہ ولد ثابت النسب ہے بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا
بطور استخدام جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ بعد نکاح کے چہہ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت
ہونی کی عادت تاکہ اوس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس ہونچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ
لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت
تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ و
لا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ و
من لولی قال طی مسافۃ * یجوز جہول ثم بعض یکفر * واثباتہا فی کل ما کان خارقا * عن النسفی النجم یروی وینصر * اہ
بقصر ہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہے کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر
انحصار کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین تفتازانی
نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہہ حکایت
ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تہا یہہ کہنا جائز ہے یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز
ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچہہ التباس نہین کرامت مین ساتہہ معجزے کے یعنی بہہ کوئی نہ سمجہے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہین تو کیا فرق ہے
کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعای رسالت سی فوراً کافر ہوتا ہے ولی پہر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہے
اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پہر بعض علما اوسکو کافر
کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکے نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام
محمد کی اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ھم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتہہ پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتہہ پر ہو وہ کرامت
ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتہہ پر ہو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہے کہ طی مسافت
بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکہتے اور اوسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیای میت
اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرنا پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کردینا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور
حق یہہ ہے کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہے اور اوسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت
کے جائز ہین سوای اوس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کی برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہے جو مذکور ہو چکا انتہی

کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امرأتہ فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجحہ الکمال

الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتملہ الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی بما اعتمدہ المصنف وعللہ ابن ملک بانہ للمستفرش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اوسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہنچی سو اوسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنابر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم رحمہ اللہ نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیہ والجوہرہ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقای نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ مین جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یون ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اوسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھہ مہینے مین لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت مین ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی مین اس مسئلہ مین چار قول نقل کیے ہین پھر فتوی اوسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین مین یون بیان کی ہے کہ حقیقت مین زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اوسیکے تحت تصرف مین ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین مین ہے سو اوسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی کے ثبوت نسب مین یہہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اوسکی تصریح ہو چکی اور یہہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب مین ہے نہ عورت مین اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اوسیکو دلائی جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی۔ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول منذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو مول لیا پھر وہ جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین ابتداے خریدسے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اوسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اوراسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے والا لا الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتین فمذ طلقہا اور اگر وہ لونڈی بعد خرید کے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت مین ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے اقل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہان اعتبار مدت ولادت کا ابتداے طلاق سے ہوگا نہ ابتداے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا اشتراط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت مین یعنی جسکو دو بار طلاق بائن ہوئی تو اوسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت مین یعنے اس صورت مین بعد طلاق کے چھہ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہین بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت مین جنی گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اوسکی وطی نہین ہو سکتی لہذا اوسکے حمل کو بعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنی ما قبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا فی المسئلتین اور طلاق رجعی مین ولد ثابت النسب ہوگا اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت مین پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتداے خرید سے چھہ مہینے سے کمتر مدت ہو دونو صورتون مین پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اوسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت امہ

طلاق مین چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت ہو اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت مین تو نسب ثابت نہین اور اگر
ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق مین دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر ولادت اور
خرید مین پوری چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو دو برس او سکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق مین پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی
دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو بہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی
خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی فلو باعہا فولدت
لاکثر من الاقل منذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا پھر اوسکو بیچ ڈالا پھر
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتدای بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہے نہین بیان دو قول ہین
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خریدنے کے نکاح باطل ہوگیا
اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لاقل من سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان
یدعیہ مولی مر گیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر
دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اوسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا فلو تزوجت فی العدۃ
فولدت لستۃ اشہر من عتقہا وموتہ ولنصف حول فاکثر منذ تزوجت وادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدۃ بخلاف ما
لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پورے دو برس یا آزاد کرنے مولی سے
یا اوسکی مرنے سے اور پوری چھ مہینے یا زیادہ مین ابتدای نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہے یہ میرا لڑکا ہے اور زوج
ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن
مولی کے پھر وہ پوری چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتدای نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا
شارح کے قول مین موت کا ذکر بے معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل
من سنتین منذ بانت ولاقل من الاقل منذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الاخیر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ
جنی دو سال سے کم مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے
اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہما منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو
برس سے زیادہ مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور پوری چھ مہینے مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت
ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول و
لا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدای طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس لڑکا کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور
نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم ہوا کہ نسبت اوسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے
اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ
مدت مین ولادت ہونا یہ دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تہا تو حاملہ ثابت نہ ہے نکاح کرنا لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی و لو
لاقل منہما ولنصفہ ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء
عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات

اور اگر نکاح کیا معتدہ مبانہ سے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدت میں بحث کر کے کہا ہے کہ یہ ولد زوج اول کا ہے اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ بچہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اوسکی انقضاے عدت پر اور بعد عدت کی زوج اول سے ملحق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے نہیں اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اوس صورت میں ہے جبکہ اوسکو بقاے عدت اول کا علم نہو ہیاں تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاے عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو ثبات اوسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں ابتداے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت میں اور نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکحت امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح الکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اوسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہ مسائل بحر الرائق سے منقول ہیں پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہیں ہوتی مگر ایک سو بیس دن میں تو چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ میں اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت میں واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوے نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجموع الفتاوی میں ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اوس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہیں اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اوسکی وطی بشبہہ ہے لہذا اوسمیں نسب ثابت ہوتا ہے م اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اوس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو نسب ثابت ہوگا مگر دعوی کرے پس اسیطرح ثابت ہوگا بشرطیکہ یوں کہتا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اوسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب شہادہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں کذا فی الذخیرۃ فی العالمگیریۃ باب الحضانۃ بفتح الحاء وکسرھا تربیۃ الولد یہ باب حضانت میں حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکے کی پرورش کے احکام اس باب میں مذکور ہیں صراح اور قاموس میں حضانت کو بکسر اول کہا ہے اور شارح نے باتباع مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کی پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کی یہ ہیں کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہو اور اگر پرورش کرنیوالی مرد ہو تو اوسمیں بھی یہی شروط ہیں سواے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ او بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانہا تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور گو بعد جدائی زوج کے مگر یہ کہ ماں ولد کی مرتدہ ہو گئی ہو تو اوسکو حق پرورش نہیں یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ارتداد میں حق پرورش نہیں کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس میں پرورش کیونکر ہو جو سبب ہونے کے شرط کہ ولد کے ماں باپ دونو مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اوسیکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاق کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور مالم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے جیسا کہ یہ تفصیل بحر اور نہر

باب الحضانۃ

ونہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنیکی اوسکو خو پڑی تو گھر میں نہ ٹھہریگی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جو امر کہ عمل یا طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہو چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے وہ یہ ہو کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اوسکو حق پرورش نہیں اور قنیہ میں ہے کہ ناسزاوار تر ہے پرورش ولد میں اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکا کو بدکاری کا شعور ہو انتہے کلام المصنف م اکثر کتب فقہ میں وارد ہو کہ فاجرہ ماکو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہو جو پرورش ولد سے غافل ہوجاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوٰۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولیٰ ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیون نے لکھا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت میں کچھ مفید نہیں مفتی ابوسعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہیں تاوقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونیکا نہو عزمی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ الدر او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبیٰ بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعاً یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اوسپر اطمینان نہو مجتبیٰ میں تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہو کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلاضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولیٰ لکن ان کان الولد رقیقا کان الحق بہ لانہ للمولیٰ مجتبیٰ یا کہ ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہو بسبب مشغول رہنے ان عورتون کے خدمت مولیٰ میں تو اونکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولیٰ کا تو یہی عورتین اوس ولد کی پرورش کیواسطے لائق نہین اسواسطے کہ وہ ولد مولیٰ کا ہو تو اوسکی پرورش کرنا گویا مولیٰ کی خدمت ہو کذا فی المجتبیٰ م تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہیں آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولیٰ کی خدمت واجب نہیں تو نفی حضانت کی یون علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہو اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولیٰ ولایت نہوگی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھہ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اوسکی ماں نے اوسکے محرم کے ساتھہ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھہ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور مراد محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او ابت ان تربیہ مجانا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذہب وفی ھل یرجع العم والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبیٰ والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور تنخواہ کا نہیں اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہو اور ماں کو بیٹی کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکیکو مفت اپنے پاس رکھے یا کہ اوسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہو بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہو اوسکو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہو یا نہیں بعض علما نے جواب دیا کہ ہان پھیر لینا پہونچتا ہو کذا فی المجتبیٰ اور ظاہر ذکر عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہو کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الدر و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ لہ واراد وصیہ تربیتہ بھا دفع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مرگیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے اوسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتمس ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی میں ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم

کری جو شرالکی صفت اوربا لاکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہو ولا تجبر من لها الحضانة علیها الا اذا تعینت لها بان
لم یاخذ ثدی غیرها او لم یکن للاب ولا للصغیر مال به یفتی خانیه وسیجیئ فی النفقة اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہو اوس پر جبر کرنا
پرورش کیواسطے نہیں ہو سکتا کہ شاید اوس سے نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا اوس عورت کی یا کہ باپ اور صغیر کا مال
نہوں تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورت مین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ
اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ مین آویگا م ہدایہ اور تبیین اور درر الحبیہ اور درر انعامات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہین اور ظہیریہ
مین ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہ ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقها صارت کمیتة
او متزوجة فینتقل للجدة بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش کا ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کی ہو گئی تو اس صورت مین حق حضانت کا نانی کیطرف
منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا تقدر الحاضنة علی ابطال حق الصغیر فیها حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل
الشرط لانه حق الولد فلیس لها ان تبطله بالشرط وان لم یوجد غیرها اجبرت بالاخلاف فتح وهذا یعم ما لو وجدوا متنع من القبول
بحر وحینئذ فلا اجرة لها جوهره اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہے یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت
نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں
کہ اوسکو باطل کرسکے شرط کر کے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی غیر ام کا نپایا جانا شامل ہے اسصورت کو
کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبول نکرے کذا فی البحر اور اسوقت مین یعنے سوا ماں کے کوئی حاضنہ نہ پایا ہو مگر قبول نکرے تو ماں کو کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسلیے
کہ واجب کرنے پر کچھ اجر نہین کذا فی الجوہرہ م معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہین ہے پرورش مین چنانچہ قبل اسکے تفصیل اوسکی
مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہے فقہائے ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر
مین کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہائے ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی
نے کہا کہ کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہوئے پر مطابق ہو گئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت
سے عدول کر کے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہے لہذا اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہوئی اور لازم یون تہا کہ ایک قول کو
پسند کرتے اور دوسرے پر جاتے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تکن منکوحة ولا معتدة لابیه
وهی غیر اجرة ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیة خلافا لما نقل المصنف عن جواهر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت
کی جب کہ وہ منکوحہ اور معتدہ اوسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق
ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودہ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئین اجرت حضانت
اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اوس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی
سے نقل کیا م منح الغفار مین جواہر الفتاوی مین یون منقول ہے کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہنچتی ہے بعد ایام شیرخوارگی کے
جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت مین تحریف یا سقوط
ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس ہے ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط
ہو اور شرح النقایة للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لها امساک الولد ولیس لها مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناهما
جمیعا وقال نجم الائمة المختار ان علیه السکنی فی الحضانة وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب اور باقانی کی شرح نقایہ مین
بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اوس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہے اور اوس عورت کا کوئی مکان نہین جہان صغیر کو

علیہ مسطور بودہ از سہو نسخہ اوسے کہیں تحریر ادیا جا ۳۸

ساتھ لیکر رہے تو جواب مین کہا باپ پر دونو کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا کہ قول مختار یہہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین واجب ہے، اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیة مؤنة الحضانة فی مال المحضون لو له مال والا فعلی من لزمه نفقته قال شیخنا وقواعدنا تقتضیه فیفتی به ثم حرر ان الحضانة کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اوسکو مال وراثت سے ملا ہو ورنہ اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرفہ اوسپر واجب ہے جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیون کے قواعد بھی اسیکو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنی بنا بر قول راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہے ویسے ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اسمین تصریح روایت کی نہین ہے لیکن نظر فقہی اسکو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہو بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا من فتاوی خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلیة القربی پھر بعد ماکے اسطرح کہ ما مر گئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہو یا اوسنے حضانت قبول نکی یا اوسنے اپنے حق کو ساقط کردیا یا اجنبی سے نکاح کرلیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بچند واسطہ نانی بعیدہ ہو مثلا نانی کی ما یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلا منکوحہ ہوگی تو اوس صورت مین حق پرورش صغیر کا نانی کو پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بچند واسطہ بعیدہ ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام اب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالة ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے مؤخر کیجاویگی بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم الاخت لاب وام ثم لام لان هذا الحق لقرابة الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اسواسطے کہ یہہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماکی قرابت والیون کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ہم سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان وبحر الرائق یہہ روایت غیر صحیح ہے جو شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آیندہ مین خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہین اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بہائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپھیان اوسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالة الام کذلک پھر پھوپھیون کے بعد ماکی خالہ اوسیطرح پر یعنی پہلے ماکی سگی خالہ پھر مادری خالہ اوس کے بعد سوتیلی خالہ ثم خالة الاب کذلک پھر ماکی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اوسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامهات والاباء بهذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماکی پھوپھیان پھر باپ کی پھوپھیان اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماکی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی کذا یفهم من فتح القدیر م اس ترتیب مذکور کی وجہ یہہ ہے کہ ولایت پرورش کی اصل استفادہ ہے ماکی جانب سے لہذا ارباب حضانت قرابت ماکے مقدم ہین باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داود مین عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تہا اور میری چہاتی اسکو دودہ کی مشک تہی اور میری گود اسکا گہوارہ اور جہولا تہا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھسے چہین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکو رکہنے مین تو احق ہے جبتک کہ تو دوسرا نکاح نکرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور ولد کو لینا چاہا تو دونو مین جہگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی رال لڑکے کیواسطے بہتر ہے تیری شہد سے پہر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے انتہی ماحصل اس روایت کی امام مالک کی مؤطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے

کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد مین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ مین تو جعفر طیار نے کہا کہ مین اسکو پالونگا مین احق ہون میرے چچا کی بیٹی ہی اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضے نے کہا کہ مین احق ہون کہ میری چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اسکی احق ہے پہر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لے آیا ہون پہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کی سات رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماکی برابر ہے ثُمَّ العَصَبَاتُ بِتَرتِیبِ الاِرثِ فَیُقَدَّمُ الاَبُ ثُمَّ الجَدُّ ثُمَّ الاَخُ الشَّقِیقُ ثُمَّ لِاَبٍ ثُمَّ بَنُوہُ کَذٰلِکَ ثُمَّ العَمُّ ثُمَّ بَنُوہُ پہر بعد نساء مذکورات کی عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہی پہر دادا پہر سگا بہائی پہر سوتیلا بہائی پہر بہتیجے اوسیطرح یعنی سگے بہائی کا بیٹا سوتیلے بہائی کے بیٹے پر مقدم ہی پہر چچا پہر اوسکے بیٹے اوسی ترتیب یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر وَاِذَا اجتَمَعُوا فَالاَورَعُ ثُمَّ الاَسَنُّ اختیار سوے فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وھو غیر مامون اور اگر مستحق حضانت چند شخص کئی درجہ جمع ہون جیسے سگے بہائی یا سگے چچا تو اونمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری مین دونو برابر ہون تو پہر زیادہ عمر والا مقدم ہی کذا فی الاختیار شرح المختار سواے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنے عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اوراسیطرح چچا کا بیٹا جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کی حضانت کیواسطے منزاوار نہین ثُمَّ اِذَا لَم یَکُن عَصَبَۃٌ فَلِذَوِی الاَرحَامِ فَیُدفَعُ لِلاَخِ لِاُمٍّ ثُمَّ لِابنِہٖ ثُمَّ لِلعَمِّ لِاُمٍّ ثُمَّ لِلخَالِ لِاَبَوَینِ ثُمَّ لِاُمٍّ برھان وعینی وبحر پہر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو اوری بہائی کو صغیر دیا جاویگا پہر اوسکے بیٹے کو پہر ماوری چچا کو پہر سگے ماموں کو پہر ماوری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرھان والعینی فَاِن تَسَاوَوا فَاَصلَحُھُم ثُمَّ اَورَعُھُم ثُمَّ اَکبَرُھُم وَلَا حَقَّ لِوَلَدِ عَمٍّ وَعَمَّۃٍ وَخَالٍ وَخَالَۃٍ لِعَدَمِ المَحرَمِیَّۃِ پہر اگر چند ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون تو جو زیادہ ترکار ساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہی پہر جو زیادہ متقی ہو پہر جو عمر مین زیادہ تر ہو اور چچا اور پہوپہی اور ماموں اور خالہ کے بیٹون کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونیکے وَالحَاضِنَۃُ الذِّمِّیَّۃُ وَلَو مَجُوسِیَّۃً کَمُسلِمَۃٍ مَا لَم یَعقِل دِینًا یَنبَغِی تَقدِیرُہٗ بِسَبعٍ سِنِینَ لِصِحَّۃِ اِسلَامِہٖ حِینَئِذٍ ... اَو یُخَافُ اَن یَألَفَ الکُفرَ فَیُنزَعُ مِنھَا وَاِن لَم یَعقِل دِینًا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہی جبتک ... کہ دین کو نہ سمجہے ... مناسب یون ہے کہ دین سمجہنے کی عمر سات برس کی مقرر کیجاے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین ... کہ ڈر ہو مانوس ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ ماکی صحبت سے جب اوسکو مانوس ہونے کفر کا کہٹکا ہو اگرچہ صغیر دین کو نہ بوجہتا ہو تو اوسکے پاس سے لیا جاویگا کذا فی البحر وَالحَاضِنَۃُ یَسقُطُ حَقُّھَا بِنِکَاحِ غَیرِ مَحرَمِہٖ اَی الصَّغِیرِ وَکَذَا بِسُکنَاھَا عِندَ المُبغِضِ لَہٗ لِمَا فِی القُنیَۃِ لَو تَزَوَّجَتِ الاُمُّ بِآخَرَ فَاَمسَکَتہُ اُمُّ الاُمِّ فِی بَیتِ الرَّابِّ فَلِلاَبِ اَخذُہٗ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہی صغیر کے غیرمحرم سے نکاح کرلینے سے اوراسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اوس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکہتا ہی اسواسطے کہ قنیہ مین ہی کہ اگر مانے نکاح کیا اجنبی سے پہر صغیر کو اوسکی نانی نے رکہا اوسی اجنبی کے گہر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہنچتا ہی اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کی پہلی شوہر کی اولاد سے غالبا خوش نہین ہوتا وَفِی البَحرِ فَقَد تَرَدَّدَتُ فِیمَا لَو اَمسَکَتہُ الخَالَۃُ وَنَحوُھَا فِی بَیتِ اَجنَبِیٍّ عَازِبَۃً وَالظَّاھِرُ السُّقُوطُ قِیَاسًا عَلٰی مَا مَرَّ لٰکِن فِی النَّھرِ وَالظَّاھِرُ عَدَمُہٗ لِلفَرقِ البَیِّنِ بَینَ زَوجِ الاُمِّ وَالاَجنَبِیِّ اور بحر الرائق مین ہے مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اسکی کسی نے اجنبی کے گہر مین رکہے حالانکہ خالہ مجرد ہی بلا زوج ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہی کہ حق حضانت ساقط ہی بقیاس اوسکے کہ مذکور ہوچکا یعنے جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہوگیا دوسرے داماد کے گہر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بہی ساقط ہوا اجنبی کے گہر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہی اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق صریح ہی اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے قَالَ وَالرَّحِمُ فَقَط کَابنِ العَمِّ کَالاَجنَبِیِّ صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کی برابر ہی یعنی اگر صغیر کی ماں صغیر کے ابن عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہوجاویگا اوراسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَتَعُودُ الحَضَانَۃُ بِالفُرقَۃِ البَائِنَۃِ لِزَوَالِ المَانِعِ اور پہر آتا ہی حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تہا پہر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کرآویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقولُ لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تونے دوسرا نکاح کرلیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوی کے گواہ موجود نہین تو اسوقت مین عورت ہی کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہا ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اوسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اوسکو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مینے کسی شخص سے نکاح کیا تہا سو اوسنے مجھے طلاق دیدی تو اس صورت مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اوسنے کہا کہ مینے زید سے نکاح کیا تہا سو اوسنے مجکو طلاق دیدی تو اس صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ بیان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اُمًّا او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے مین یہانتک کہ اوسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر سات برس کے حصول استغنا مین غالب ہے ہم یہہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتہہ سے کہانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرلے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونو قولون مین کچہہ تفاوت نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس لڑکا خود کہا لیتا ہے اور استنجا کرلیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دُفع الیہ ولو جبرًا والا لا اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہو کہ چہہ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا خود کہا تا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کرلیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکہانا واجب ہے اور اگر لڑکا کہانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکرسکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکہنے مین سزاوار ترمین یہانتک کہ اوسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہہ ہے کہ بالغ ہوجاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سو خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایت ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کہانا پکانا اور ایسی امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے مرد سے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحرًا بحثًا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول منکر کا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اختلاف والدین مین لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہہ قول صحیح صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علما کی کچہہ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیرہ اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو اونکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اس امر مین ماں باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام ویتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج وہی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین اپنے پاس رکہنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اوسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقًا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے

مشتہاۃ کی یہہ تقدیر ہے فقیہہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہو باتفاق علما کذا فی الزیلعی ھ ما یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکہنے کا حکم ہوا اور اونکے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانیکے بدون خدمت لینے کی نہیں ہو سکتی اور ما یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ اونکی طرح خدمت نہیں لی سکتی وعن محمد انّ الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایت یہہ ہو کہ ما اور نانی مین بھی یہی حکم ہے یعنی ما اور نانی کے پاس بہی صغیرہ نو برس سے زیادہ نرہے اور اسی روایت پر فتوی ہو بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق مین بہی اسی روایت پر فتوی معترم ہے نقایہ مین کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہو موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ھ صغیرہ کو بعد نو برس کے ما کے پاس نہ رکہنا ظاہر اوس صورت مین ہے جب کہ باپ نے اوسکو طلاق دی ہو اور وہ کہین جدی رہتی ہو اور اگر ما مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اوس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہو یہہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہین صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت مین ابو یوسف سے یون ہو کہ جب صغیرہ لائق موانست زوجہ ہوا اور زوج اوسکے رکہنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہو اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیہ موانست سے یہہ مراد ہو کہ زوج کا تنہائی مین صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے لکہا کہ یہہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہو کہ مذہب معتمد کے مخالف ہو یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ھذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وھی فی منزلی واراد اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ھذہ ابنتک وھذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ما ھذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ھذا فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہہ تیرا بیٹا ہو میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہے تو مجکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ما کے نانی پرورش کی مالک ہو سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہو یہہ میرا بیٹا ہو لیکن ما اسکی نہین مرگئی اور وہ میرے گہر مین ہے اور ارادہ کیا اوس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اوسکی ما کو جانے اور لڑکے کی ما قاضی کے پاس حاضر ہو پہر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اوس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونیکا اقرار کیا پہر دعوی کیا حقیقت غیر کا یعنے نانی اور ما دونو کو حق پرورش ثابت ہو لیکن مجتے ما کی نانی سے احق ہے پرورش مین اور یہہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہہ تیری بیٹی ہے اور یہہ میرا بیٹا ہو اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہہ میری بیٹی نہین اور میری بیٹی اس لڑکے کی ما تو مرگئی ہو تو اس صورت مین قول مرد کا اور اوس عورت کا جو اوس مرد کے ساتہہ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہین دونو کو دلایا جاویگا اس واسطے کہ فراش دونو کا ثابت ہو تو ظاہرا یہہ لڑکا انہین دونو کا ہو کذا حین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ھو ابنی لا منہ یحکم بکونہ ابنا لہما اقتنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہو پہر دعوی کیا زوج نے کہ یہہ لڑکا میرا بیٹا ہو نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور ہسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اوسنے یون کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہو اور مرد سے نہ اس سے اور دونون گواہ کسیکے پاس نہین تو حکم کیا جاویگا کہ یہہ لڑکا دونو کا بیٹا ہو اوسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونو کا بیٹا ہو وکذا لو قالت الجدۃ ھذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ھذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ھذا ابنی من ھذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وھی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہہ لڑکا

تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اوس عورت سے
اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اوس عورت نے مرد کی تصدیق
کی تو باپ ہی سزاوار تر ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اوسنے نانی ہونیکا انکار کیا تو اوسکے حق حضانت
کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اوسکا بیٹا کہکر آخر ہو گیا بیان اک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہوکر لا خیار للولد عندنا
مطلقاً ذکراً او انثیٰ خلافاً للشافعی قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فیخیر بین ابویه وان اراد الانفراد له ذلک مؤید زاده معزیاً
للمنیة اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقاً لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہو چاہے ما
کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونیکے تو اوسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس
رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اوسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا
مشروط ہے اوسکے رشید ہونے پر اور اگر اوسکی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہیگا کذا فی الدر لوجیہ ھم امام شافعی کی دلیل ترمذی
کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لئے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا
ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اوسنے ماں کا ہاتھ
پکڑ لیا سو وہ ہی اوسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا
اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا ناسمجھ ہے وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پہرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی
وافاده بقوله بلغت الجارية مبلغ النساء ان بكراً ضمها الاب الى نفسه الا اذا دخلت في السن واجتمع لها رأي فتسكن
حيث احبت حيث لا خوف عليها اور حکم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ جبکہ لڑکی عورتونکی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری
ہے تو اوسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اوسکو فاسق مردون کے مکر وفریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو جاوے
تو رہے جہاں اوسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں رہا ھم دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ ثیبہ اور رنڈ ہی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن ابو حیز رکفایۃ المتحفظ وان ثیبا لا یضمها الا اذا لم تکن مأمونة على نفسها فللاب والجد ولاية الضم لا لغيرهما كما في الابتداء
بحر عن الظهيرية اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اوسکا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اوسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی
خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتداء میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسے
ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظهيرية والغلام اذا عقل واستغنى برأيه ليس للاب ضمه الى نفسه الا اذا
لم يكن مأمونا على نفسه فله ضمه لدفع فتنة او عار وتاديبه اذا وقع منه شيء ولا نفقة عليه الا ان يتبرع بحر اور لڑکا جب
عاقل ہوا اور رہا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نہ رہے سکھانیکا تو باپ کو اوسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اوسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنی
امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہے اوسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے رفع فتنہ اور دفع عار وننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اوس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اوسکا نفقہ واجب نہیں اگر بالغ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی
حاشیۃ بحر الرائق وحاشیۃ المدنی والجد بمنزلة الاب فيه فيما ذكر اور دادا باپ کی برابر ہے اسمیں جو مذکور ہو چکا وان لم يكن لها اب ولا جد
ولكن لها اخ او عم فله ضمها ان لم يكن مفسداً وان كان مفسداً لا يمكن من ذلك وكذا الحكم في كل عصبة ذي رحم محرم منها اور اگر بالغہ
کا باپ اور دادا نہو اور اوسکا بھائی یا چچا ہو تو اوسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد ال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اوسکو بالغہ کے پاس کا اختیار نہوگا اور اسیطرح حکم ہے ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا

اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ

پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا اور بھائی اور چچا اور انکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اوسمین حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اوسکو چھوڑ دے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اوسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اوسکی حفاظت پر کچھ فرق نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانون کی دیکھ بھال رکھے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو کان الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ بیٹے لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب کار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب مال پیدا کرین یا اون سے نوکری اور مزدوری کراوے اور انکی اجرت سے انپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ انکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اوسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ تمامی املاک صغیر کے امین کے پاس سپرد رہین گے اگر باپ فضول خرچ ہوگا چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے لیس للمطلقۃ

بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونو شہرونمین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اوسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونو شہرونمین اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایک دن مین جانا اور آنا متصور ہے تو اوس شہر مین جانا ایسا ہی ہے جیسے شہر کے ایک محلے سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی

الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثمۃ ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دو شہرون کے مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اوس صورت مین جائز ہے کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانون مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اوس صورت مین شہر سے دوسری بستی مین بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہے اوسکا اور حالانکہ وہین زوج نے اوسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونو کافر مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا

کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا ما بقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو سو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونو مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کے رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہو فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر

ان یعود حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وھو ظاہر سو اگر طلاق
دیدی ولے زوج نے اپنا دوکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہو باپ کو سفر مین ساتھ لیجانا صغیر کا یہان تک کہ عود کر آوے حق اوسکی ماں کا یعنی جب
صغیر کی ماں کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماں کے پاس پہچانا چاہئے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا حق حضانت عود کیا
کذا فی السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہو اوس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت کسی طرف انتقال نکیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہے
مقام تردد اسمین نہین یعنے ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہو گا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر مین
لیجانا نہ جائز ہو گا اسواسطے کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہو ہم شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہو جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا
لیجانا محل اقامت سے قبل استغنا ہو صغیر کے جائز نہین اگرچہ ماں کے حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی
وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی مین ہے کہ بعد نکاح کر لینے ماں کے باپ کو صغیر
کا لیجانا باہر شہر کے اوس مکان تک درست ہو کہ ممکن ہو ماں کو دیکھ آنا اپنے ولد کا ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارہ مین لیجانا بھی اسی شرط کر مشروط
ہے یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہئے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ
لہا بل ھی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وافتی شیخنا الرملی بان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات
کالاب وعزاہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہو اور سراجیہ مین ہو کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی
نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نجاویگی اور فتوے دیا ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی دیا ہو کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے مین
مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ فرع مسئلۃ ملحقۃ شارح کا خرج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ
بردہ ان اخرجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا فعلیہ ردہ بحر الرائق بزیادۃ
ظہیریۃ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت
نے صغیر کے پھیر دینیکا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اوسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہچا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے
کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اوسکی لیگیا تھا تو صغیر کو پہچا دینا ماں کے پاس لازم ہو گا باپ پر چنانچہ اگر صغیر کو ساتھ
اوسکی ماں کے لیگیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اوسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہے پہچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی باب

النفقۃ

النفقۃ ھی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہے نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل
عیال پر وشرعا ھی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول
ہین کذا فی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہو اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہے کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شئی کا عبارت ہے
اوس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شئی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا درر فاھی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہے کو کہتے
ہین لہذا اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنے کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا ھم وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے
حق تعالی نے ایک آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون کو
جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اوسکو دیا ہے
اونمین سے خرچ کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ
کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تمہر رزق واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے کذا فی فتح القدیر ونفقۃ

الغیر فتجب علی الغیر باسباب ثلثۃ زوجیۃ وقرابۃ وملک بدأ بالاول لمناسبۃ ما مر ولانھا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر
شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسفؒ کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنفؒ نے
پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا واسطے مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہانتک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آئے ہین لہذا باب النفقہ
مین بھی پہلے اوسیکا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقۂ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقۂ ولد سے نفقہ زوجہ کا
مقدم ٹھہرا فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے
سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہو اسطرح پر کہ وہ معتدہ تہی کسی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پہیر لے مرد اوس نفقہ کو جو
عورت نے لیا ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہین تو اوسکا نفقہ بہی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہے اور نکاح باطل
مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین نفقہ پہیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شبلی نے البتہ نکاح
فاسد مین نفقہ پہیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقرر ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بہی
مذکور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی علی زوجھا لانھا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہے احتباس کا یعنی زوجہ زوج
کے گہر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جا سکتی لہذا زوج پر اوسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی
وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت وقاض وعامل ووصی زیلعی
ومقاتلۃ قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کیواسطے تو غیر پر اوس محبوس کا نفقہ لازم
ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ اونکا بقدر کفایت انکی اور انکے اہل وعیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور
قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین مصروف اور محبوس ہین اپنی تلاش معاش نہین کرسکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال مین واجب
ہے اوس مدت تک کہ صغیر کی مہمات مین مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہے کہ دفع اعداء دین پر وہ قائم
اور مستعد ہین اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اوسکی روزی واجب ہے ولا یرد الرھن لحبسہ لمنفعتھما اور
اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونو کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہہ قاعدہ ہوا
کہ جب کوئی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس ہو تو غیر پر اوسکی روزی واجب ہے تو لازم یہہ ہے کہ اگر غلام یا گہوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب
ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونو کو
فائدہ ہے راہن کو یہہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونو کی منفعت
ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئی لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اوسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا
کما مر فی المھر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اوسکے مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اوس صورت مین باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ
ضامن ہوا ہو نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا لا یقدر علی الوطی لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہو نفقہ زوجہ کا واجب ہے
اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بہی صغیرہ لائق وطی کے نہو گی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ
مین مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بہی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتھی للوطی
فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع منھا فلا نفقۃ کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہو کہ زوجہ مسلمہ
یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے
بہی لائق نہو گی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت مین نفقہ اوسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم جیساکہ اسطرح بہی نفقہ

واجب نہیں جبکہ زوج اور زوجہ دونو نہایت صغیر ہون ہرچند صغیرین مین دونو طرف سے مانع موجود ہی لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہی تو با وجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ م مصنف کو مناسب تہا کہ بجای ولو کانت مسئلہ کے سوا رکانت کہتا کما لا یخفی علی الماہرین ہذا مترجم نے ترجمہ کو کانکیا **فقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ او لا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء** خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہو اسطرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ وبند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے م اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب بادی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع کے نہوئی تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہی کہ اوسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہین کہ زوج ایسی صورت مین تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہی اور نفقہ واجب ہوتا ہی احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص بادم وطی **او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطأ وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ** خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اوس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور موانست کی ہو اگر زوج اوسکو اپنے گہر مین رکہے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہی صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق **ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا او لا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع بحق فتستحق النفقۃ** نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہین اگرچہ تمام مہر موجل ہو توبہی منع نفس سے نفقہ ساقط نہین ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچہہ تہوڑا مہر بہی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہی اور اشباہ کے محشی نے بہی اسکو پسند کیا ہی اسلئے کہ مہر دینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق ہے اجبی ہو تو باوجود روکنے کے بہی نفقہ کی مستحق ہوگی **نفقہ بقدر حالہما ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب** نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونو مقدور والے ہین تو نفقہ فراخی کے ساتہہ واجب ہے اور اگر دونو مفلس مین تو تنگی نفقہ کی لازم ہو اور اگر زوج کم مقدور ہو اور زوجہ مقدور والی ہی تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اوسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہی اور زوجہ محتاج ہی تو لازم نہین زوج پر کہ کہلاوے اوس کو جس سے آپ کہاتا ہی بلکہ اپنا سا کہانا کہلانا مستحب ہے خلاصہ یہ ہی کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہان متوسط نفقہ واجب ہی یعنی مالدار عورتون سے کم اور محتاجون سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایت ہی اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرآنی ہی کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اوسکے موافق اور سے تمام ایمن قول مفتی بہ کیواسطے اوس حدیث سے استدلال کیا ہی جو صحیح بخاری مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہی کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجکو اوسقدر نہین دیتا جو مجکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اوسکی نادانستگی مین لیلون تو مجکو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت نے عورت کے حال کو بہی معتبر رکہا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بہی موافق ہی کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہی اوسکے مقدور ہونے تک اوسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا **ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی** نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گہر مین ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ اپنے گہر مین اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال مین دونو مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے **وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا**

ما امتنعت وعليه الفتوى كما حرّره في الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اوسنے آنے سے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو مگر مہر معجل لینے کیواسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس کے آنے سے منع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اسکو تحریر کیا ہے وفی الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم تمكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة والا لا كما لا يلزمه مداواتها اور خانیہ میں ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہوا اوسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں آسکتی ہو اور نہ آوے تو اوسکا نفقہ لازم نہیں جیسا کہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریہ لا

نفقة لاحد عشر مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة موت ومنكوحة فاسد وعدته وامة لم تبوّء وصغيرة لم توطأ والخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعي زوج پر نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اوس عورت کا جسنے زوج کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور معتدۂ موت کا اور منکوحہ نکاح فاسدہ کا اور منکوحہ عدت فاسدہ کا اور اوس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اوسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب نہیں اوس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہانتک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اوسکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اوسکا واجب نہوگا تاوقتیکہ زوج گھر میں نہ آوے کذا فی حاشیۃ الرملی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور علماء فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تعریف خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر واقول انما عدم النشوز بتمكينها وتسقط به المفروضة لا المستدانة في الاصح كالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج میں ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اسپر قسم کھائی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اوسپر گذر گئے اور اوسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اوسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حکم ہے موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قيد بالخروج لانها لو مانعته من الوطی لم تكن ناشزة اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر میں وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی كان كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهی كالخارجة مالم تكن سالته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس آنے سے روکے تو یہ عورت بمنزلہ خارجہ کے ہے اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو اپنے مکان میں لیچل میں یہاں نرہونگی اور زوج نے اسمیں توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اوسکا ساقط نہوگا ولو كانت فيه شبهة كبيت السلطان فامتنعت منه فهي ناشزة لعدم اعتبار الشبهة في زماننا بخلاف ما لو خرجت من بيت الغصب او ابت الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة اور اگر اوس گھر میں جسمیں زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بیدیانتی کے اس لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اسکے [illegible]

مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے جنون ہو بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھہ غصب کے گھر مین رہے پہر معلوم ہوا کہ یہہ گھر غصب کا
ہے سو وہ وہان سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی ہے یا زوج غصب کے گھر مین رہتا ہے اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان جانیسے اوسنے انکار
کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین ساتھہ لیجاوے اور اوسنے ساتھہ جانیسے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر مین لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہین یا زوج سفر مین ہے اور اوسنے ایک اجنبی نامحرم کو بہیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھہ لے آوے اور اوسنے اوسکے ساتھہ جانیسے
انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھہ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہو یعنی ایک دو
منزل ہو اور نامحرم کے ساتھہ جانیسے انکار کریگی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف ولو تحرج
وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اوسنے نوکری کرلی لڑکیکے دودہ پلانیکی اور زوج اوسکا شریف ہے کہ اوسکو عار آتی ہے دودہ پلانے
کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گہر سے باہر نہین نکلی بلکہ گہر مین دودہ پلاتی ہے تو ناشزہ نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ یہہ عورت بہی ناشزہ ہے اور اسی قول کو
جسکو شارح نے ضعیف کہا ہو محشیون نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پہر کیون وہ ننگ اور عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو
سلّمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو
تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم
کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی اور رات کو
اپنی ضروریات کیو بہطو جاتی ہو تو اوسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوگیا جواب اوس واقعہ کا
جو ہمارے زمانہ مین پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین اور
رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو اونکا نفقہ ازواج پر لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ اس جواب مین اعتراض
ہے ہم شارح نے اعتراض کو بیان نہین کیا ملا محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اوسکے جو بلا عذر رات
یا دنکو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہے طحطاوی
نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونیکے بہی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہوسکتی و
محبوسۃ ولو ظلماً الا اذا حبسہا ھو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرہ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ تحبسہ مطلقاً
قیدی عورتکا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کی احتباس اور قابو مین نہین مگر جبکہ زوج ہی نے اوسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اسکو
نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ مین اوس تک پہنچکر اوس پر قادر رہتا ہو کذا فی الصیرفیہ قیدخانہ زوج کے
قید ہونیمین نفقہ اوسپر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو یا حق پر عورت اوس تک پہنچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورتکی
طرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گہر مین وہ موجود بہی ہے اور وہ نکل جانیسے راضی بہی نہوگا تو فی الحقیقت احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبس
فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری مین یون ہے کہ اگر زوج قیدخانہ سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی
محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین اسکا مخالف ہے تو خطا نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے
یا صاحب نہر سے جہان سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب او توجیہ مذہب کے مخالف ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ
عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہوگا ہم فتاوی قاضیخان اور عالمگیری کو ہمنے خود دیکہا فی الواقع تصحیح قدوری کی مخالف
ہے عبارت قاضیخان کی یہہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلماً اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج محبوس ہو قیدخانہ سلطانی مین بظلم تو اسمین
فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین بہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم وفی البحر عن مآل الفتاوی انہ لو

خِيفَ عَلَيْهَا الْفَسَادُ تُحْبَسُ مَعَهُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ اور بحر الرائق میں آل الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجاوے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اوسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہوں کذا فی حاشیۃ المدنی وَمَرِيضَةٍ لَمْ تُزَفَّ أي لا يمكنها الانتقال معه أصلاً فلا نفقة لها وإن لم تمنع نفسها لعدم التسليم نقل عن البحر اور اوس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر میں نہیں آئی یعنی ایسی بیمار ہو کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اوسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ زوج کے گھر میں آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے تقدیراً کذا فی البحر وَمَغْصُوبَةٍ كَرْهاً اور اوس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا اور ابی یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَحَاجَّةٍ وَلَوْ نَفْلاً لَا مَعَهُ وَلَوْ بِمَحْرَمٍ لِفَوَاتِ الْاِحْتِبَاسِ اور اوس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تہا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضاً کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے میں سقوط اور عدم سقوط نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے وَلَوْ مَعَهُ فَعَلَيْهِ نَفَقَةُ الْحَضَرِ خَاصَّةً لَا نَفَقَةُ السَّفَرِ وَلَا الْكِرَاءُ اور اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنیکو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر امْتَنَعَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الطَّحْنِ وَالْخَبْزِ إِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَخْدُمُ أَوْ كَانَ بِهَا عِلَّةٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَهَا بِطَعَامٍ مُهَيَّأٍ انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہان غور کرنا چاہیئے اگر زوجہ اون لوگون میں سے ہو جو ایسی کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ رئیس امیر زادی نہیں لیکن اوسکو ایسی بیماری ہو کہ اپنا کھانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اوسکو پکا پکایا کھانا طیار دیوے وَإِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَخْدُمُ نَفْسَهَا وَتَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ اور اگر زوجہ اون عورتون میں سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کھانا دینا واجب نہیں بلکہ اوسکو اناج دیوے وہ اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اوسپر جبر نہیں کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اوسکو دال اور سالن نہ دیو کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہیں کہ پکایا ہوا سالن نہ دیو بلکہ دودھ یا گھی دیوے تاکہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى ذَلِكَ لِوُجُوبِهِ عَلَيْهَا دِيَانَةً وَلَوْ شَرِيفَةً لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ قَسَّمَ الْأَعْمَالَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ فَجَعَلَ أَعْمَالَ الْخَارِجِ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالدَّاخِلَ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَعَ أَنَّهَا سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ اور جائز نہیں زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا میں بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ پر کر دیئے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کر دیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں یہانتک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہیں اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سید الخلق ہیں اجمعین ہیں جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی میں گفتگو کرتی ہیں کہتے ہیں کہ ان کامون کو سیدہ بنابر عادت عرب کے کرتی تہین نہ بحکم رسالت اور اسمین بھی تامل ہے کہ صحابی عورتیں کاروبار خانگی بنابر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تہین یا بنابر حکم شرعی کے لہذا مجتہدین نے دیانۃً واجب کہا نہ قضاءً اسواسطے کہ جنکو کاہی عادت نہیں ایسے کامون کی اونکی سخت مصیبت ہے لہذا قاضی اوسپر جبر نہیں کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وَيَجِبُ عَلَيْهِ آلَةُ طَحْنٍ وَآنِيَةُ شُرْبٍ وَطَبْخٍ كَكُوزٍ وَجَرَّةٍ وَقِدْرٍ وَمِغْرَفَةٍ وَكَذَا سَائِرُ أَدَوَاتِ الْبَيْتِ كَحَصِيرٍ وَلِبْدٍ وَطِنْفِسَةٍ وَمَا تَتَنَظَّفُ بِهِ وَتُزِيلُ الْوَسَخَ كَمُشْطٍ وَأُشْنَانٍ وَمَا يَمْنَعُ الصُّنَانَ وَمَدَاسِ رِجْلِهَا وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل لوڑھا اور پانی پینے اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی

اسیطرح اور باقی سامان گہر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کو بدنکی صفائی ہو اور بیل جو تے جیسے
کنگہی اور اُشنان جو مدینہ مین گہاس ہے بال صاف ہوجاتے ہین اوس سے یا کہلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل گندگی
کو دور کردے اور زوجہ کے پانون کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق مین ہے حاشیہ مدنی مین باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول
ہے کہ لذت اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اوسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو
بھی زوج پر واجب نہین مگر اُسقدر کہ بساہند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اتنا
پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دہولے اور اپنے بدنکا میل چہوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہہ ہے کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان
جلانیکی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہہ جو خلاصہ مین ہے کہ وضو کا پانی زوجہ کا
فرض نہین سو ضعیف روایت ہے وفیہ اُجرۃُ القَابِلَۃِ عَلیٰ مَن اسْتَأْجَرَھَا مِن زَوجۃٍ او زَوجٍ ولو جَاءتْ بِلا استیجارٍ قیلَ علیہِ وقیلَ علیہا
اور بحر الرائق مین ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اوسپر ہے جسنے اوسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی
تو دونو پر اوسکی مزدوری محتمل ہے وتُفرضُ لھا الکِسوۃُ فی کلِّ نصفِ حولٍ مرّۃً لِتجدُّدِ الحاجۃِ حرًّا وبردًا اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا
ہر نصف سال مین ایکبار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے
مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہے لہذا سال بہر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پہٹ گئے
تو اگر ویسے ہی موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پہر پہٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے ہین
تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ ولِلزّوجِ الانفاقُ علیہا بنفسِہ ولو بعدَ فرضِ القاضی خلاصہ
الّا ان یَظھرَ للقاضی عدمُ اِنفاقِہ فیُفرِضُ ای یُقدِّرُ لھا بطلبِھا مع حضرتِہ ویأمرہ لیُعطیَھا ان شکَت مَطلَہ ولم یکن صاحبَ
مائدۃٍ لانّ لھا ان تاکلَ من طعامِہ وتتّخذ ثوبًا من کرباسِہ بلا اذنِہ فان لم یُعطِ حبسَہ ولا تسقطُ عنہ النفقۃُ خلاصہ
وغیرھا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اوسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے
قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کردیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہراوے دو شرط سے ایک شرط
یہہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کردینے نفقہ
کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے یا زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو
اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہو کہ بہت لوگ اوسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اوسکے دستارخوان پر کہاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اوسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ
عورتکو بھی اختیار ہے کہ اوسکے کہانے مین کہالے اور اوسکے کپڑے مین سے کپڑا لیلیا کرے بے اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنی جود اور سخاوت کے غیرون کو
بلا وجوب کہلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کی نفقہ واجب مین کیونکر کمی کریگا پہر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اوسکو
قید کرے اور اس قید ہونیسے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا قولہ فی کلِّ شھرٍ ای کلِّ مدّۃٍ مناسبۃٍ کیومٍ للمحترفِ
وسنۃٍ للدھقانِ اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی ہر مہینہ کا نفقہ معین کردے مراد اسکی یہہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب اوس شخص کے چنانچہ
پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بہر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور بڑہئی اور مزدور ہر روز
محنت کرکے کماتے ہین سو کہاتے ہین تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ مقرر شدہ روز ادا کرین اسواسطے کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہو سکتا
بخلاف زمیندار کہیتی والے کے کہ وہ سال بہر کا خرچ دیسکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اوسپر مہینے بہر کا خرچ معین کرے
کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کلّ شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولھا الدّفعُ کلَّ یومٍ کما لھا الطلبُ کلَّ یومٍ عند المساءِ للیوم

الآتی اور زوج کو اختیار ہو ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنیکا شام کیوقت دے اگلے دنکا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہے کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اوسکا ترک جائز نہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہون کہ ہر روز دیا لیا کرین تو بھی جائز ہے و لہا اخذ کفیل بنفقة شهر فاکثر خوفا من غيبته عند الثانی وبه یفتی رفقا بها و الدیون علیه و به یفتی بعضهم جواهر الفتاوی من كفالة الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہے مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہوجانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہین چلا جاویگا اور وہ زوج مہینہ یا سال کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کہ بحر میں ضمانۃ لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کرے تو جس مدیون کے غائب ہونیکا خوف ہو تو اوس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتوی دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب مین یہ مذکور ہے فتح القدیر مین ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا یا بقاء نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل له کل شهر کذا ابدا وقع علی الابد و کذا الو لم یقل ابدا عند الثانی و به یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے مین اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوجہ کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نکہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ مین ہر مہینے مین اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفیه علیها دین لزوجها لم یلتقیا قصاصا الا برضاه لسقوطه بالموت بخلاف سائر الدیون اور بحر الرائق مین ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تہا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا نہونگے بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں سے حساب کرے تو البتہ برابر ہوجاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اوسکے دین مین نہ مجرا ہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہوجاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہین ہوتے تو وہ باہم حساب مین مجرا ہوجاتے مین خواہ دونو شخص باہم مجرا دین یا نہ دین کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر وفیه اجرت دارها من زوجها وهما یسکنان فیه لا اجر علیه اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گہر زوج کو اور وہ دونو اوسمین بستے ہین تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع مین حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہے کہ فتوی اس روایت کی مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اس صورت مین واجب ہے چنانچہ وہان معلوم ہوگا ولو دخل بها فی منزل کانت فیه باجر فطولبت به بعد سنة فقالت له اخبرتک بان المنزل بالكراء علیک الاجر فهو علیها لانها العاقدة بزازیه اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کی اوس گہر مین جسمین وہ بکرایہ رہتی تھی پہر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے اوسنے زوج سے کہا کہ مین تجکو خبر دے چکی ہون کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیری ذمہ پر ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازیہ و مفهومه انها لو سکنت بغیر اجارة فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرة علیه فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونیکا یہ ہے کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم مین یا اوس مکان مین جو غلہ رکہنے کیواسطے تیار رہا زوجہ رہے تو اوسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہین کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہے لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے و یقدرها بقدر الغلاء و الرخص و لا تقدر بدراهم و دنانیر کما فی الاختیار و عزاه المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درا ہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح مین اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہے لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضها اصنافا او قومها بالدراهم ثم یقدر بالدراهم لیکن بحر الرائق مین محیط پہر مجتبے سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلا گیہون اتنے اور گوشت اتنا اور کبھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المرتب یا قسم ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے درا ہم سے پہر مجموعہ کا اندازہ درا ہم سے کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیه لو قترت علی نفسها فله ان یرفعها للقاضی لتاکل ما فرض لها خوفا علیها من الهزال فانه یضره کما له ان یرفعها للقاضی للبس الثوب لان الزینة حقه اور بحر الرائق مین ہے جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا پہر اگر زوجہ اپنی ذات پر تنگی کرے اور جمع کرنیکی طمع سے کم کہاوے تو زوج

له سہو ہے بہم ذکر تعبیر یون ہونا اور نہ اندازہ کیا جاوے نفقہ مجہول ۱۲

جائز ہے کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھانا پکاوے اور یہی ہے جو اوسکے لئے مقرر ہو گیا ہے مبادا کہ نہایت نحیف اور دُبلی ہو جاے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی
زوج کیواسطے مضر ہے کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور
کپڑا میلی کچیلی رہتی ہے اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہے ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے
... یعنی حجامت بنوانا اور موچھونکا کترانا اور موی زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اسواسطے کہ جب عورت یا مرد
... سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرونکی طرف نظر جانے لگیگی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین عورتونکی
... ترک کرنے سے انواع مفاسد درپیش ہوے بلکہ عورت کے حقوق سے یہہ بھی ہے کہ مرد رعایت انزال سے اوسکو بچاے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ
عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ علوم ہمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیساکہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہہ مطالب اوس
قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالے نے فرمایا کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورتونکا حق مردون پر ویسا ہی ہے جیسا مردونکا حق عورتون پر
... بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتزاد فی الشتاء جبۃ وسراویل اور زیادہ کیا جاے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ ہم یہہ اون عورتون کے
... مین ہے جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہے چنانچہ شرفاء ہند مین تو اونکو
... اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ مین منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یون بیان کی ہے کہ دو درع اور دو خمار اور ایک
... اور درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن چھپ کر عورت
... نکلتی ہے اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہے
... اتنا ہے کہ درع وہ ہے جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونو مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین
... سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیساکہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر
... کے مختلف ہے تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہے کہ سر
... پیٹ بالکل کھلا رہتا ہے حق تعالے اونکو حیا نصیب کرے وما یدفع بہ اذی حر وبرد اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا
... لحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ايام حيضها ومرضها اور زیادہ دیا جاے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا
لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہے زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنونمین
... حدیث مین وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک واسطے زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے إن الملبثة لبا...
... اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہہ حق ہے زوجہ کا بدون اوسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا
... نہیں ویختلف ذلك يسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہے یہہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنابر موسم
... کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اوسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اوسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی
... اوسکے موافق جیسی جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو وليس عليه خفها بل خف امتها يجب اور واجب نہین مرد پر
... دینا عورت کا بلکہ اوسکی لونڈیکا موزہ واجب ہے اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی التبیین اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
... قد يستفيد من هذا انه لو كان لها امتعة من فرش ونحوها لا يسقط عن الزوج ذلك بل يجب عليه قد رأينا ها من يأمرها
... استعماله ولا ضيافه جبرا عليها وذلك حرام كمنع كسوتها انتهى اور بحر الرائق مین ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور
... ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان و اسباب ہوا از قسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اوسکا دینا ساقط نہو گا بلکہ واجب ہوگا اوس پر اور مقرر دیکھا ہمنے
... لوگ عورت کو فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہہ زبردستی کیگئی نا روا ہے حرام

سے جیسے اوسکی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المھر عنہ عن المبتغی لو زفت الیہ بلا جھاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المھر لکثرۃ الجھاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النھر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر زوجہ بیاہی جاوے زوج کے پاس بدون اوس قدر جہیز کے جو اوسکو مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اوس صورت میں مطالبہ نہیں جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقدیر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز میں زوجہ کے ساتھ فرش اور ظروف آئی تو زوج پر اون سے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کی برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنیکے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہیں کذا فی النھر الفائق مترجم صاحب نہر کے کلام پر محشیوں نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اوسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جہاں بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کمہ دیتے ہوں مثلاً مہر وہاں کا سو درم ہوا اور زوج نے دو سو درم دئے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اوسکا جہیز دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت میں زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف میں لانا زوج کو جائز نہیں بدون خوشی زوجہ کے اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہاں زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لیچکا ہو وجہ سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر ہل تقدیر القاضی للنفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم میں داخل ہے یا نہیں میں کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر قاضی کی حکم ہے اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اوسکی شرط کے موافق یعنے زوج کے حضور میں یہہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسیکا نام حکم ہے پھر جب یہہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اوسکو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہوگیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہہ حکم قضا بقائے نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینہ تک میں کہتا ہوں کہ ہاں یہہ حکم تا بقائے نکاح زوجین میں جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے کہ ابراء کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل اسواسطے کہ ابراء نہیں ہوتا مگر دین میں اور دین ہونا نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابراء کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اسواسطے کہ ابراء بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمنحۃ ولو شرط فی العقد ان النفقۃ تمون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما یہاں تک کہ اگر زوج نے نکاح میں یہہ شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس میں شرط کی کہ ایک ہی لباس بنا دیگا گرمی اور جاڑے میں تو یہہ شرط لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس میں قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم قاضی نہیں اور اوس امر میں شرط کی ہے کہ ہنوز واجب نہیں ہوا اور یہہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یرے ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پائے جانے دعوی اور حادثہ کے مترجم صاحب بحر الرائق نے لکھا کہ میں نے یہہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا میں یوں منقول ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہیں مٹاتا اگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ میں تو یہہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی

مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ اوس صورت میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اوسکی صحت کا حکم کیا تو بیان خصومت اور دعوی پہلے نہیں واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہوکر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرض دراہم ھل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وعلیہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کی نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اوسکے مخالف جائز نہیں اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اوسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونو بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھا وے تو باطل ہو جاوے گی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اوسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور بیان صادق آئی کہ جورو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہو گی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر کسوتھا دراہم ورضیت وقضی ھل لہا ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ میں ہے کہ عورت کی پوشاک میں درم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور موافق اوسکے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اوس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وھلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اوسکو اور نفقہ قاضی دلا دیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی سے دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اوسکی مالک عورت ہے ماہ شوال میں یہ درم باقی ماندہ مجرا نہ ہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کی یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دنوں میں اوڑا دیا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہو گا اور اگر اقرباء محرم کا نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ میں مجرا ہو گا دوسرا نفقہ دینا لازم نہو گا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار یا پانچ مہینے میں سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلا دیگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاوے گی یا عورت نے اوس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونو پوشاکیں سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اوسکو واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاوے گی اسواسطے کہ ان دونو صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اوتنی مدت میں عورت کیواسطے کافی نہتی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا یشتغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوا اسکے اوسکی خدمت کی تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپا دیگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اوسکا نفقہ نہیں اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ولو جاءت بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد علیہ [illegible] لو حرۃ لانہ جوھرۃ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم مقبول ہو بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اوسکو نکال دینے پر زوج کو اختیار ہو گا کذا فی البحر تحقیقاً لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہو گا اگر زوجہ حرہ ہو [illegible] کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول لہ فی الاعسار ولو برھنا فبینتہا اولی خانیہ زوجہ کے خادم

کا نفقہ اوسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح مین اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس مین اور اگر دونو گواہ گذرانین زوجہ گواہون سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہون سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانیۃ ولو کان اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کے چند لڑکے ہون جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیۃ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ نأخذ قال وفی السراجیۃ ویفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادمون کے ساتھہ تو سب خادمون کی نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پھر مصنف نے کہا اور بحرالرائق مین غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہین کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ مین ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ مین نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہین کہ اوسکے واسطے خادم نوکر رکھدے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لادینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیۃ ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونون مین بسبب عاجز ہونے زوج کے تینون قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکو عدم ایفا حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر مین ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونون مین تفریق نہین کرسکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہین ہوتا ہان اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحرالرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہین ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض بعض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہون افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدون کے سفر مین زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہین ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک ہان جائز ہے جہان شہود پر ثابت ہوگیا ہو سو یہان ثابت نہین ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما ادون لا امر فیرجع علیہا وہو علیہ ان صرحت بانہا علیہ او نوت ولو انکر نیتہا فالقول لہ مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادای قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اس سے کہے کہ مین تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہون تو اپنا قرض میرے زوج سے پھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ مین زوج پر قرض لیتی ہون یا اپنے دل مین اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یون کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہین کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبی ویجبر الا دانۃ علی من تجب علیہ نفقتہا ونفقۃ الصغار لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ہذا من المعروف زیلعی والاختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اوسپر جسپر عورت اور اوسکے چھوٹے لڑکون کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکی مانند ہے جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہہ معروف امر مروج ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہہ واضح ہوگا فروع مین ہم

زیلعی نے لکھا کہ اختیار شرح مختار مین ہے کہ اگر عورت اور اوسکا زوج مفلس ہین اور اوسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہی یا بہائی مالدار ہی تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہی اور حکم کیا جاویگا عورت کی بہائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دی عورت کو اور جب اوسکے زوج کو مقدور ہو تو اوس سے اپنا قرض بہر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہی اور اگر بہائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کری تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسی حال مین بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہے تو اس روایت سی معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کی نفقہ کی واسطے جب کہ عورت اور اوسکا زوج مفلس ہون واجب ہی اوس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اوسکو اونکی خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اوسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر اونکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بہائی اور چچا پہر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اونکو کہلایا پہنایا ہو اوس سے بہر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل قاضی نے حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوج کے پہر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس بنی رہی پہر جہگڑا کیا عورت نے زوج سی نفقہ مین تو پورا کردیگا قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کو اسواسطے کہ زمانہ گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سی مراد بیان نفقہ متوسط ہی اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہی اور اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہی جیساکہ قول آیندہ مین ہی تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی او بالعکس وجب الوسط کا حاصل یا اسکی بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونو مالدار تہی سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تہا پہر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سی کم اور مفلس عورت سی زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اوسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت مصالحہ کرلیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پہر عورت نے کہا مجہکو اسقدر درم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ دلائے جاوینگے ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتا ہی کہ مجرد دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کریگا سو اگر دراہم متبین ہون تو اوسکے دعوی کو نہ سنیگا لا بقدر کفایت زیادہ کردیگا چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اوسقدر پر کہ اوسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پہرنا اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب قاضی عورت کا نفقہ معین کردے پہر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اوسکو بدلدے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پہر زوج نے کہا کہ مجہکو اسقدر درم دینے کی طاقت نہین تو یہ صلح لازم ہے تو کچہ التفات نکیا جاویگا اوسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کری یا نکری اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اوسکے قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک المصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ للمصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ بالسؤال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جب بدلجاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہی اوس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہی تو اسوقت مین قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہی مگر یہ کہ معلوم کرلے قاضی زوج کی ہمیقدوری لوگون سے پوچہکر تب ٹہراوے نفقہ کو بقدر اوسکی طاقت کی وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ مین ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سی ہر مہینہ کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہی تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچہ اعتبار نہوگا والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضای طرفین یعنی دونو کے مصالحہ کرلینے سے قدر معین پر خواہ درمون پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلا گیہون اتنی اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچہ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ گذر گئے اور پہر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونو قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاضی اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اوسکو زوج سے بہر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول

له والبينة لها ولو انكرت انفاقه فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونوں مین خلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہو اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اوسکی قسم کھانیکے کذا فی الذخیرة وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى والفتوى عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتامل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظهيرية والخانية اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتی ہے جیسے ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہو جاتا ہے اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہو طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہو کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تا کہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کرلین تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا بڑا نقصان ہے، اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہو شارح کہتا ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہو یعنے مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اوس قول کی تصحیح کی ہو جسکی بحث بحر الرائق مین کی ہو یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہو کہ عدم سقوط ہی اصح ہے اور رد کیا ہو اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہو واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہو سو تامل اور غور کیجیو مفتی اس مسئلہ مین فتوی دینے وقت یعنے اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہئے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دیوے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے رمز مین کہا ہے کہ یہی قول اعدل ہے اور طرطوسی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره يعني مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحيط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذاتہ خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یون ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے شمس حلبی نے لکھا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشیۃ المدني ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود و موصوف مین ثابت ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہو کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح ويباع القن ويسعى المدبر والمكاتب لم يعجز المأذون بالنكاح وبدونه يطالب بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولے نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب کہ اوسپر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور اسکا مالک اوسکی عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرة اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اوسکو واسطے بیچا جاویگا لا امته ولا نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکی ولد کا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہو اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہو اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہو امہ اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقتہ علی ابیہ جوھرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونو مکاتب ہون تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اوسکی کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردیا پھر دونو کو مکاتب کیا پھر دونو کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ جو شرح مین ہے کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ الکنز اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونو کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ عبارت شرح کی بیان غلط ہوگئی ہے مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ او لم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا وکذا المشتری الثالث وھلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فافی الدرر تبعا للصدر سھو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ مین بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اوسکو معلوم تھا پھر خرید کرنیکے بعد اوسنے جانا اور راضی ہوگیا یعنی یہہ نقصان جانکر رد بیع نکیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچوین بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوتنی بار اوسی نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہین ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون مین ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اور ابن کمال نے ایضاح مین اور اصلاح مین سو جو کہ درر غرر مین باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے م شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام پر مقرر کردیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اوسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہے تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر مین ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ مین جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے سو اوسکی علت یہہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہین ہوئے تو اونکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اوسکیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار وحاشیۃ الدرر وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونیسے قول صحیح مین ویباع فی دین غیرھا مرۃ لعدم التجدد م اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین مین ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہین ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا ہے تو اوسکواسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجیء فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لھا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد ماذون مین کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اوسکی اجرت لینا درست ہے اپنے دین مین تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اوس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہے اگرچہ ہر روز کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وھل یباع فی کفنھا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتھا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہین جواب یہہ کہ ہان کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے م یہہ جواب روایت مذہب نہین بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ الدر فی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہین واجب ہوتا ہے زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کردے مالک اور اوس سے خدمت نلے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کار بار مین رکھیگا تو زوج پر نفقہ

نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اوسکو نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بہر لونڈی سے خدمت لیوے اور رات کو زوج کے پاس بہیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت مین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی فلو استخدمہا المولی ولہ بعدہا او بوّأہا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ ای لو لم یکن بوّأہا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اوسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو نہ دیا تہا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گہر سے نکل گئی پہر وہ مطلقہ ہوئی پہر زوج کے گہر مین پلٹ آئی تو اسواسطے عدت کی تو اوسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر بحثا فرضُ النفقۃ قبل التبوئۃ باطل ونفقاتُ الزوجاتِ المختلفۃِ مختلفۃٌ بحالہما اور بحر الرائق فرضہا

مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین بمناسبت حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر مثلا زوج غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجۂ غنیہ کا نفقہ بحیثیت ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجۂ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لہا السکنیٰ فی بیتٍ خالٍ عن اہلہ سوی طفلہ الذی لا یفہم الجماع وامتہ وامّ ولدہ واہلہا ولو ولدہا من غیرہ بقدر حالہما کطعامٍ وکسوۃٍ اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بہی واجب ہے یعنے زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹہری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اوسمین زوج کی ماں بہن یا بہائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچہ حرج کا موجب نہین اسواسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور چنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی چاہیئے ویسیہی زوجہ کے لوگون سے بہی خالی چاہیئے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے وبیتٌ منفردٌ من دارٍ لہ غلقٌ زادَ فی الاختیار والعینی ومرافقٌ ومفادہ لزوم کنیفٍ ومطبخٍ وینبغی الافتاءُ بہ بحرٌ کفاہا لحصول المقصود ہدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گہر سے ایک کوٹہری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹہری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹہری کے ساتھ ضرورت کے مکان بہی عدہ ہو لازم ہین تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہوا کذا فی البحر الرائق ہدایہ مین ہے کہ کوٹہری مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے یعنے اسباب محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹہری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین لیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹہری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اوسمین نہ جاتے ہون خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ھم جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصا جسکے گہر مین فقط ایک دالان یا ایک چہپر ہے اوسمین سب گہر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چہپر مین ایک کپڑیکا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہہ مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمین صریحا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار رہنا متصور ہے تو اسکو ننگا نہ سمجہنا چاہیئے علیحدہ مکان مقفل کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیۃ یُشترط ان لا یکون فی الدار احدٌ من احماء الزوج یؤذیہا اور بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہہ ہے کہ گہر مین کوئی زوج کے اقربا سے جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو نہ ھم لغت عرب مین احما اونکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار ہون جانب زوج سے جیسی عورت کا سسرا جیٹہہ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گہر مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹہری مقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسرا اور دیور کا گہر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہونچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایۃ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکلٍّ من زوجتیہ مطالبتہ ببیتٍ من دارٍ علیٰ حدۃ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گہر کا ساتہہ سسرا یا دیور کے نہ ساتھ سوتون کے تو دو زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹہری کا علیحدہ علیحدہ گہر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف

ہوتی ہے اوتنی سسر یا دیور سے نہین ہوتی ہے علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کو سوت سے نہایت رنج ہوتی ہین بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علحدہ علحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے ولا یلزمہ اتیانہا بمونسۃ ویؤمر الزوج بان یسکنہا بین جیران صالحین بحیث لا تستوحش سراجیۃ اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اوسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبراے اور اوسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ بیان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ سے ہو وہ فتاوی کہ سراجیہ کر کے مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اونکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اسمین عورت کو ضرر ہے کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ فلیتامل الذی ذکرہ المشتی لا یدل امتزاز والجیران لیس خیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنیوالی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے خصوصا جب کہ زوجہ ڈرتی ہو اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمین اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اوس قول سے جو ہم ذکر کر چکے یعنی جس مکان کے پڑوسی نہون اوسکو شرع مین مکان ہی نہین گنتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیونکا اعتبار ہے تو جہان پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہین ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی ہفتہ مین ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ آسکتے ہون یہ حکم بنا پر اوس روایت کی ہے جسکو اختیار مین مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اوسکو ہو اور وہ اوسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اوسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اوسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اوسپر خبرگیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وفی غیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اسکے پاس آنیسے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنیسے منع نکرے تو عورت کو اونکے پاس جانا اور اونکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ من البیتوتۃ لکن عبارۃ منلا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیہ اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے کا ہے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ مین بیتوتت ہے بجای کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کے لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہوگیا ہم فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور رعایۃ سرخسی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانیسے اور اوسکو اوسکے پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایک بار مفتی بہ ہے ہان یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ اونکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتین کرین اور اوسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اونکا منع کرنا نہین پہنچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا بحر الرائق مین ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایک بار اور محارم کے ملنے کیواسطے سال مین ایکبار باجازت وبلا اجازت دونون طرح کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور اونکی بیمار پرسی کو اور اونکی ماتم پرسی کو یا اون دونون مین سے فقط ایک کے

ملنے کو یا ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان
اذن کانا عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور اونکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانے سے اجنبی لوگون
سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے چنانچہ
اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اوسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے
خالی نہین اور اوسمین انواع فساد محتمل ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ
لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے کرتی ہو یا اجنبی
کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بلا اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا
اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اوس پر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اوسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر
اوسکے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہین ہوسکتا ہم خلاصہ مین روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے قرض کی
نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنے جب تک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا تب تک زوجہ
بے اجازت نکل سکتی ہے یا اسپر محمول ہے کہ اوس جگہ سوا اوس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اوسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو
اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور قرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہے
تو اوسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اوسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا
من سؤالہا اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اوس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت
زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اوسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کردیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اوسکو بتا دیگا تو پھر عورت کو نکلنا
جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہو اسنے چاہا کہ مجلس علم مین جاؤن کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھون تو اگر زوج مسئلہ
جانتا ہو تو اسکو بتا دیوے اور ورنہ جانیسے روادار ہو اور اگر جاہل ہو تو بہتر یہی ہوگا کہ اوسکو مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسلئے کہ کسی مسئلہ خاص دریافت کرنیکی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر ومن الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزیین وکشف عورۃ عنہ احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف
بعضہن وکذا فی الشرنبلالیۃ معزیا للکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین
جانا عورتونکا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط
ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ
ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہے بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقت اختلاف نہین اسواسطے کہ اونکی
عادت ہے کہ بدون آرایش اور زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ کا یہ ہے
کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مشروط ہے بشرط عدم کشف عورۃ تو فی الحقیقت اب کچھ اختلاف دونو قولون مین نرہا اور منع کرنا عورتونکا
متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نسا مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور چند احادیث مؤید ہین فقیہ کے قول کی یعنے منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت
اور مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر صیرفیہ واستحسنہ
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الصیرفیہ
اور اسیکو بحر الرائق مین پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ ٹہرانے مین مدت سفر مشروط نہین کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ
عن قاضیخان والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن وانثی مطلقا اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیان صغیرہ

ہون یا کبیرہ و اَبَوَیْہِ فقط فلا تُفرض لمملوکہ و اخیہ ولا یُقضی عنہ دینہ لانہ قضاءٌ علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے فقط تو اسکے
غلام اور بھائی کیواسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اوسکی طرف سے دین ادا کروانا یہہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز
نہین فی مالٍ لہ من جنسِ حقہم کتبرٍ و طعامٍ اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یُباع مالُ الغائب اتفاقاً غائب کے اوس مال مین نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور
طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اون کے لباس کے مناسب ہو مال کہ اونکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین
تو اسمین بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ اوسکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین عندہم وعلی من یقرّ بہ عندہ
امانۃً وعلی الذی دیناً ویبدأ بالاول غائب کے اوس مال سے نفقہ مقرر ہوگا جو اُن لوگون کے پاس یا اوس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو ماتن کے
کلام مین لفظ عند کا واسطے امانت کے ہے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہین ہوتا
بلکہ دین عبارت ہے وصف سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ
وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت مین ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اوسپر لازم ہے
کہ پہلے امانت کو صرف کرا دے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر مین تو بہتر یہہ ہے کہ قاضی اول اوسیکو صرف کرا دے
پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرضٍ ضَمِنا بلا رجوعٍ اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ یا طفل اور والدین کو نفقہ
دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونو ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویُقبل قولُ المودَعِ فی الدفع للنفقۃ لا
المدیونِ الا ببیّنۃٍ او اقرارِھا بحر وسیجئ یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول
ہوگا اور مدیون کا قول اسمین مقبول نہوگا بدون گواہون کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا ویالُوْ بزوجیّۃٍ وبقرابۃِ الولادِ اور زوجیت
اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری
شرط یہہ کہ اقرار کرین اسکا کہ ہان یہہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہہ دو شخص غائب کے والدین ہین وکذا الحکم ثابتٌ اذا علم قاضٍ
بذلک ای بمالٍ وزوجیّۃٍ ونسبٍ اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم
باحدِھما احتیج للاقرار بالاخرِ ولا یمینَ ولا بیّنۃَ ھنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیز دنین سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار
کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو
جانتا ہو تو اوسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا یہان کام نہین دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم کے
یعنی غائب یا اوسکا وکیل نہین جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفّلھا ای اخذ منہا کفیلاً بما اخذتہ وجوباً فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اوس مال کا
جسکو زوجہ نے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب کے قول اصح مین ہم قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور
صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحلّفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطاً وکذا کلُّ آخذِ نفقۃٍ فلو ذکّر الضمیر کابن الکمال لکان
اَولٰی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھہ ضامن کے یعنی دونو سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لڑکی
ولد سے اور جوان بیٹیون سے سوای صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجای مؤنث کے یعنی بجای کفلہا و حلفہا کے کفلہ و حلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو
مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا ہر آخذ یعنی ہر لینے والیکو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی
انّ الغائبَ لم یُعطِہا النفقۃَ ولا کانت ناشزۃً ولا مطلّقۃً مضت عدّتُہا زوجہ اور کفیل سے قاضی یہہ قسم لے کہ زوج غائب نے اوسکو نفقہ نہین دیا
اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو ہم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہین ہے کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب
واقعی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرھن انہ اوفاھا

النفقة فطولبت هي اوكفيلها بردّ ما اخذت وكذا لو تبرهن ونكلت پہر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اوسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہو تو زوجہ
یا اوسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اوسکے پہیر دینے کا جو وہ لیچکی ہے بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے
مطالبہ ہوگا پہیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکے گا اور زوجہ قسم کہاویگی کہ مجکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا
یہ عبارت صحیح نہیں ہے اسمین کاتبون کی تحریف ہو کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہو کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہون اور عورت قسم کہا وے
کہ مین نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونو بجالذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجکو نفقہ پہلے
دیگیا تہا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہو کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجای اقرت کے حلفت
لکہدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہو کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہو فاذا رجع وبرهن انه خلفها
مالا او ملكها فنكلت رجع على الكفيل او الزوجة وان اقرت باخذها اي النفقة رجع عليها فقط كما في القهستاني عن شرح الطحاوي انتهى لا تفرض على غائب بقلم
الزوجة بينة على النكاح او النسب نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلا نسب پر یعنی اگر عورت گواہ
لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا مدیون یا امین اسکا اقرار کرین تو قاضی نفقہ نہ دلائیگا
ولا تفرض ايضا ان لم يخلف مالا فاقامت بينة ليفرض عليه ويأمرها بالاستدانة ولا يقضى به لانه قضاء على الغائب اور اس صورت مین
بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو
اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہے اور حالانکہ یہہ صحیح نہیں وقال زفر يقضى بها اي بالنفقة لا به
اي بالنكاح وعمل القضاة اليوم على هذا للحاجة فيفتى به وهذا من الست التي يفتى بها بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نکاح کے گواہ
گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہہ مسئلہ ایک ہے ان چہ مسائل سے
جنمین زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضیخان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے چند مسائل مفتی بہا قول زفر کے ثابت کئے ہین نظم
مین کہ تحصیل انکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب وله زوجة وصغار تقبل بينتها على النكاح ان لم يكن عالما به ثم تفرض لهم
ويأمرها بالانفاق او بالاستدانة لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اوسکو ایک زوجہ اور چہوٹے لڑکے ہین تو مقبول ہونگے گواہ اوسکے
نکاح ہونے کے واسطے نفقہ شوہر نہ کہ نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پہر قاضی انکو کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اوسکے
پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوجہ کے اوس سے بدلے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصية
كخيار عتق وبلوغ والتفريق بعدم الكفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور ایسی جدا شدہ عورت
کے واسطے بلا قصور ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہو نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اوس صورت مین واجب ہوگی
جب مدت عدت کی دراز ہوجاوے تو یہہ جواب ہے سوال مقدر کا زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی مین
لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنے کے مذکور کیا ہے کیا وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہوجاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اوسکو مذکور
نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقة المفروضة
بمضي العدة على المختار بزازية اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنا بر قول مختار کے کذا فی البزازیہ معتدہ نے جب کہ نفقہ لیا یا زوج
نے اوسکو دیا اور عدت گذر گئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہہ ہو کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازیہ ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقة
ما لم يحكم بانقضائها بالتربص او بالحيض فلها النفقة الى سنتين منذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اوسکو واسطے نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ
قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج کے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرچکی ہے پہر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم

له یعنی اگر زوجہ اقرار کرلی کہ شوہر نے نفقہ دیدیا ہے تو اسی سے مطالبہ ہوگا ۱۲ له جب شوہر پہر آوے اور گواہ گذرانے کہ میں نے نفقہ دیدیا ہے یا عورت قسم سے انکار کرے یا قسم کہا لے تو شوہر کفیل پر رجوع کرے یا زوجہ پر اور اگر عورت نفقہ لینے کا اقرار کرے تو صرف اوسی پر رجوع کرے ۱۲

دیگا تو بعد اسکے دعویٰ مستدا و طہر کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہو ہی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعویٰ کیا تو اوسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک ابتدای طلاق سے ہم یہہ ترکیب اوسکو مقتضی ہے کہ جب عورت دعویٰ حمل کا بعد حکم انقضای عدت کے کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہہ صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضای عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل مین پہر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت النسب نہوگا پہر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو اگر شارح اوعا طفہ لاتا یعنی یون کہتا وما لم تدع الحبل تو یہہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعای حمل کا مسئلہ جدا ٹہرتا ماقبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فلو مضتا ثم تبین ان لا حبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعویٰ کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پہر ظاہر ہوا کہ حمل نہتا تو عورت سے نفقہ پہیر لینا نہین پہنچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بہی کر لیا ہو یعنے کہا ہو کہ اگر حمل کا دعویٰ جہوٹ نکلا تو مین نفقہ پہیر لونگا اسواسطے کہ یہہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنے جینہ درم مقرر کر لئے تو اگر عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اوسکی حیض سے ہوگی تو یہہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اوسکی مدت معین نہین ہوسکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہین تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹہرنا معتدہ موت کا زوج کے گہر مین باعتبار حق زوج کے نہین بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت مین معرفت صفای رحم ملحوظ نہین لہذا اوسکی عدت حیض سے نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اندک اندک زوج کی ملک مین واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اوسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اوسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی مین بہی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمین اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ الدر الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرۃ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنے اوس عدت والی کے واسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گہر سے نکل گئی تو اوسکو واجب ہونا سکنے بہی نہوگا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہوجانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت لینا سوای سکنے کے طعام اور لباس واجب ہوگا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہہ ہے کہ سکنے حق ہے اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف ہو اگر بلا معصیت ہو جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت مین تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی بمعصیت ہے چنانچہ ارتداد اور تقبیل ابن زوج کے اصول یا فروع کی تو اسمین نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور اسیطرح تو شدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریۃ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونیسے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گہر سے نکل گئی ہو اور اگر گہر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پہر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد کے سبب سے نہین بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گہر مین رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اوس ارتداد کے جو قبل طلاق ہو کہ اوسمین مطلقا نفقہ ساقط ہے لا بتمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اوسکا نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب محبوس ہونے زوجہ یعنی حاکم کے پاس اوسکا مقید ہونا لازم نہین جو اوسکا نفقہ ساقط ہوجاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہو یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس ہوئی یا حاکم نے اوسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت تائبۃ
لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وھو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقھا والا تعود نفقتھا بعودھا فلیحفظ مگر جبکہ عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں
چلی گئی پھر وہان سے آئی اور توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ اوسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب
کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر اور یہہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہے کہ سقوط نفقہ میں حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتدہ کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ
دے تو لحوق مرتدہ کا موت حکمی میں نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر آویگی تو اوسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنیکے
ساتھہ سو اوسکو یاد رکھنا چاہئے تو اس تقریر سے تناقض سہ روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع میں روایت یہہ ہے کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور
عود کے تو وہان مراد یہہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہہ ہے کہ عود کرتا ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعھا علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینون قسم کا حر پر اوسکے طفل کا شامل ہے مونث اور جمع کو یعنی بیٹا اور
بیٹی چند ہون یا ایک سبکا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور معلوم ہوا قید سے غلام نکل گیا کہ اوسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہے طفل عبارت ہے صغیر سے جب سے کہ اپنی ماکے پیٹ سے
پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونوکو شامل ہے کذا فی المغرب اور کہا ہے طفل واحد و جمع بھی ہوتا ہے مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک
علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشھد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل
مملوک کا نفقہ اوسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اوسکے موجود مال میں ہے جو اوسکو بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اوسکے باپ پر
نفقہ ہے پھر اوسکا باپ اوسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بدلے اگر نفقہ دینے کے وقت اوسنے رجوع پر گواہ کر لئے ہون نہ رجوع کرسکیگا اگر اوسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار
دیانت کے البتہ رجوع کرسکتا ہے نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکفف وینفق علیھم ولو لم یتیسر انفق علیھم القریب ورجع
علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اوسکا ولد صغیر دونو محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اوسکو طاقت نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے
اور اگر کسب میسر آوے یا کفایت نکرے تو قرابت والا چچا ہو یا ماموں اونکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے بدلے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ
الام فی نفقتھم فرضھا القاضی وامرہ بدفعھا للام مالم تثبت خیانتھا فیدفع لھا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیھم اور اگر اولاد صغار کی
ماں نے باپ سے جھگڑا کیا اونکے نفقہ میں تو قاضی اونکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ اونکا نفقہ ماکو دے جبتک کہ ماکی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اوسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماکو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اونپر خرچ کیا کرے م صباحا ومساء اکا واو بمعنی او ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحھا عن نفقتھم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی مالا یکفیھم زیدت بحر اور صحیح ہے صلح
کر لینا ماکا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہوسکتی ہے مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ اونکو
آٹھہ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنیوالے لوگ آئے تو کوئی اونمین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین
اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہوتی مثلا سب اندازہ کرنیوالے آٹھہ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی
ماں نے مقدور پر صلح کر لی کہ اونکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتھم دون
حصتھا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوا ماکے پاس سے تو اونکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی المنیۃ ابن معسر لہ ام موسرۃ تؤمر الام بالانفاق وتکون دینا
علی الاب وھی اولی من الجد الموسر وفیھا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ
المسلم کالعکس بحر اور منیہ میں ہے کہ باپ مفلس ہو اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے گا کہ اولاد کا نفقہ دیگی اور یہہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اوسکو مقدور ہو
تو ادا کرے اور ماں مالدار مقدم ہے دادا مالدار سے یعنی اگر ماں اور دادا دونو مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب جزئیت اور زیادہ شفقت
کے اور اسی کتاب میں ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اوسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اوسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

بیٹی ہوں بلکہ اونکی ماں پر نفقہ لازم ہے اور کمانے والے باپ پر اوسکی سواے ولد کا نفقہ لازم ہو چنانچہ ہم نے ذکر کیا کذا فی البحر پھر بعد اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب
بحر کا ہو اپنی کتاب مین نہ غایۃ ہو کذا فی حاشیۃ السنی وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کالانثی مطلقا والزمن ومن یلحقہ العار
بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسیطرح سے واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ پاؤن سے لولا ہو یا
جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اوس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام
کے اور اوس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہوتی ہو پیشہ وری کی واسطے کذا فی الزیلعی والعینی ہم یہہ کہتے ہیں کہ اشراف اولاد
کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ اور اہل بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہہ ہے کہ اونکی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہون اور اونکو نوکر رکھتے ہون
مزدوری نہ لگاتے ہون چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر ولد انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اوسکو مزدوری مین نہ لگاتے ہون تو وہ عاجز ہے اوسکے باپ پر نفقہ اوسکا
واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الوجیز وکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا للطلبۃ فی زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ
فی الخلاصۃ بذی رشد یعنی اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علمون کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اوسکو خوب
واضح بیان کیا ہے قنیہ مین اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ مین رشد کے ساتھہ یعنے جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم مین آخرت مطلوب
ہو نہ منصب دنیای ناپایدار اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے ہم فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہون بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے
تو اونکا نفقہ اونکے باپون پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ مین مشغول ہون نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ مین اور اونمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم
ہوتے ہون اور اگر ایسے نہون تو اونکا نفقہ بھی واجب نہین لا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ما لم یکن
معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا لام موسرۃ بحر نہین مشارک ہو کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ
باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیون کے نفقات مین باپ کا کوئی شریک نہین اوسی پر واجب ہے نہ اوسکی غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند
پر ہے نہ اوسکی چچا یا دادا یا ماموں زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا وقتیکہ نہایت تنگدست نہو
اور جب کہ تنگ دست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہے تو اس صورت مین باپ کے سوا اوس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ ہونے باپ
کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے بدون اسکے کہ باپ سے پھیرلے بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں مالدار اولاد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پھیرلے کذا فی
البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ
یعنے جب مذہب صحیح یہہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگ دست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ
طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہین تو موجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہے خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہے کہ اصحاب
متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اوسکی اولاد کے نفقہ مین کوئی شریک نہین خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگ دستی مین
اوسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پھیرلے متون اور شروح مین اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے
اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون ہی مخصوص ہین شیخ رملی نے کہا کہ تعجب
ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اوسکی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب آتا
ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اوسکے استاد خیر الدین رملی نے اوسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل یہہ کہ شارح
کی عبارت مین یہہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرۃ لکھا اگر نسخہ در المختار مین موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت
نقل کی حالانکہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے علاوہ محشی نے کہا کہ اگر اوسکا یہہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے
کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہہ روایت کی ہو سو بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ بحر مین یہہ روایت جوہرہ سے منقول نہین محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ در المختار

کا دیکھا جسکو شیخ محشی نے محشی کیا تھا اوسمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہے اور باقی
نسخ سب غلط ہین **فروع** مسائل لمعۃ شارح کے لو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا نادار ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قدرت رکھتا ہو اور ماں باپ دونون کو
نفقہ نہیں دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہین تو خدمت گذاری مین ماں مقدم ہو جاتی ہے تعظیم اور
توقیر مین باپ مقدم ہے اور روایت ضعیف یہہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما
اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بہوک پر اوسکو صبر نہین اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ نفقہ کو دونون مین تقسیم کرے ویجب علیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل وعلیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنی باپ کی زوجہ کا اور اوسکی
ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب یوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی
زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اونپر وہ تقسیم کر دے بقدر انکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان
کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہے کہ نفقہ بہو کا خسر پر ہے اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی واقعات المفتین لقدری آفندی ویجبر
الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری آفندی کے واقعات المفتین مین ہے اور باپ زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ
اور بہو نیکے ولد کا نفقہ قدری آفندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ مین مذکور ہے اور یہہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے
رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی آفندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ماں پر زبردستی
دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ اوسکے باپ سے نفقہ پہیرلے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لترجع علی زوج امہ اور اسیطرح ولد سے زبردستی
ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پہیرلے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بہا علی الاب
وکان الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بہائی دوسرے بہائی کی اولاد کے نفقہ پر مجبور کیا جاویگا تاکہ پہیرلے انکے باپ سے جب سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد پر نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جب کہ
اقرب غائب ہو پہر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اوسکو اس سے پہیر لے انتہی کلام الواقعات وفی القنیۃ وباب من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی
واقرہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی لو المنفق علیہ صغیر انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہے کہ ایک
مرد اجنبی نے میت کے بعضی وارثون کو نفقہ دیا پہر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثون کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اوسکا وصی نے بہی اقرار کیا اور اوس
نفقہ وغیرہ کا حال معلوم نہین ہوتا بعد خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت مین قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہو صغیر ہو انتہی
کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی عیالی واولادی
ففعل قیل یرجع بلا شرطہ وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن مالیۃ
ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح بہ یفتی
اور فصولین مین ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میری عیال اور اولاد کو نفقہ دے پہر اوسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہہ ہے کہ اوس سے پہیرلے بلا شرط
رجوع اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بدون شرط کے پہیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اوسکے کہنے سے تو پہیرلے اگرچہ پہیر لینے کی شرط نکی ہو اور
اسیطرح سے بلا شرط پہیر سکتا ہے جمیع مصارف مین جنمین امر کرنیوالے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے
جنایت یعنی قصور کی صورت یہہ ہے کہ مثلا زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد کو کہ تو میری طرف سے خون بہا دے
اور اوسنے دیا تو اگرچہ شرط پہیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اوسقدر مال اپنا پہیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اوسکو
بہی پہیر لیگا بلا شرط پہر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اوس نے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک سے کہ مجھکو چھڑا دے

سو مردا مو نے اپنا مال دیا سوا وسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھوڑا یا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہ پھیر لے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنے نہ پھیر لیوے ولیس علی امّہ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہین صغیر کی ماپر دودہ پلانا اوسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے ہم بالسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجکو دودہ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اوسپر جبر نہین کرسکتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا لا تضارّ والدۃ بولدھا یعنی والدہ کو اوسکو ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودہ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اوسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ (والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین) یعنی مائین دودہ پلاتی ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو مو دودہ پلانا ایسا ہو جیسے اور گہر کے کام ہین چنانچہ کہانا پکانا یا جہاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنے اگر وہ انکار کرے کہ مجہسے نہین ہوسکتا تو اوسپر کوئی زبردستی نہین کرسکتا کہ شاید عاجزی سے قبول نکرتی ہو الا اذا تعینت فیجب علیھا کما مرّ فی الحضانۃ مگر جب ماہی متعین ہو جاوے دودہ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودہ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماکے یا کوئی دائی دودہ پلائی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونو محتاج بے مال ہون تو ایسی صورتون ماپر دودہ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اوسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونیسے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانت مین مذکور ہو چکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکہنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکہا اور بعد مہینے کے اوسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا لڑکا اوسسے نہایت ہلگیا ہو تو نوکری باقی رکہنے مین اوسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ولیستاجر الاب من ترضعہ عندھا لان الحضانۃ لھا والنفقۃ علیہ اور دودہ پلانیوالیکو باپ نوکر کرکے صغیر کی ماکے پاس رکہے اسواسطے کہ حق پرورش ماکیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اوسکی ماکا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ما نہو تو جسکو حق حضانت پہنچا ہو اوسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام ما لم یشترط فی العقد اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا ماکے پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماکی رضامندی سے صغیر کو اپنے گہر لیجاوے یا گہر مین نہ داخل ہو ڈیوڑہی مین دودہ پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماکے پاس رہنے کی تو اس صورتمین اوسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امّہ لو منکوحۃً ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ کرے باپ صغیر کی ماکو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اوسکو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبے کے کہ اونمین مال صغیر سے نوکر رکہنا منکوحہ ماکا جائز رکہا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماکو نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے جائز ہے طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبے کا قول مفتی بہ ٹہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ما منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اوسکو نوکر نہ رکہے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرہ کاستیجار منکوحتہ لولدہ من غیرھا اور صغیر کی ماکو طلاق بائن مین نوکر رکہنا جائز ہے قول اصح مین یعنی [illegible] اوسکو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اوسکا نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکہنا منکوحہ کا اوس ولد [illegible] جائز ہے جو اوس منکوحہ کے پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اوسکی دوسری زوجہ کریمہ ہو تو کریمہ کو نوکر رکہنا حلیمہ کے لڑکیکے واسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اوسکا دودہ پلانا واجب نہین جو نوکری نہ درست ہو وھی احق بارضاع ولدھا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منھا زیلعی ای فی الارضاع اور ما زیادہ تر حقدار ہے اپنے ولد کے دودہ پلانیکی نوکری مین بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ما زیادہ نہ مانگتی ہو اوس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہو اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ما اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودہ پلانیوالی زیادہ تر سزاوار ہے دودہ پلانیمین اوس ماسے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مرّ اور پرورش کی اجرت تو ماہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہو چکا یعنے اگر باپ نے صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکہا تو مطلقہ ماکا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہین اوسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودہ صغیر کو کفایت نہین کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کہیر یا کہچڑی مثلا تو قاضی اسکو بھی مقرر کردے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ الہدایۃ الخ وللام اجر الارضاع بلا عقد اجارۃ اور مطلقہ اسکے واسطے اجرت دودھ پلانیکی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر صغیر کو ماں دودھ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اوسکو نوکر نہ کیا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کی برابر ہے احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم پر میں لیا کرونگی اور دودھ پلاؤنگی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اوسکو واسطے واجب ہے تو اوسکے دودھ پلانیکی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب دَین والوں کے یعنی جیسے اور قرض والوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی الموسر ولو صغیرا ایسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جس پر صدقۂ فطر واجب ہے بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول اپنے کو ولد کے فاضل کسب سے نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اوسکی اور اوسکی عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہر روز چار پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اوسکی عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اوسپر واجب ہے کہ دو پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول محمد کا ذکر نا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ بیٹا کمانے والا اپنے ماں باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کرلے خواہ اوسکی کمائی اوسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالی نے والدین کا فریق کے حق میں فرمایا ہے صاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی الملتقی للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ ولا اثم اور ملتقی میں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چرا لینا بقدر کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہاں قاضی نہو اور اس چوری میں اوسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو ابا امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں مراد اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اوسوقت فرض ہوگا جب باپ مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اوس صورت میں نانی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد مالدار پر اونکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے اونکو کسب کی مشقت میں ڈالنا والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجہپر اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنی مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی مدعی نے تو گواہ اوسکے ثابت ہوں گے اور منکر بھی تو جو مدعی ہوگا مقدور کا اوسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اوسپر واجب ہے اور آدھا اوسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصہ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو دونوں میں برابر ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصہ دے

اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا ہو اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہو کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرہ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثہما الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا ناتی ہو اور بھائی تو نفقہ اوسکا پہلی صورتین بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتی پر اور دوسری صورتین ناتی پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہان ارث معتبر نہیں ہان مگر ارث وہان معتبر ہے جب قرب مین دونو برابر ہون جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اوسکا نفقہ دونو پر بقدر اونکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسلیے کہ دونو کی قرابت بیک واسطہ برابر ہے تو یہان ترجیح نہوگی مگر بجہت ارث کے اور ہر صورت تساوی قرابت کی ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہون تو اوسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونو کی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہان اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر باین ہمہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضای اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا بھی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے م بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر شارح کا ان مثالونمین اور آیندہ مثالون مین بھی بے محل ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہان ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ الدر وفی الخانیۃ لہ ام وآب آب فکارثہما اور خانیہ مین ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اوسکا نفقہ بقدر اونکی ارث کے ہے جیساکہ اوپر ترجمہ مع اوسکی مثال گذری اسواسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام وآب ام فعلی الام اور قنیہ مین ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہے پس ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولو لہ عم وآب ام فعلی آب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہان اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکل فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثہما اور بحرالرائق مین فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہے اور چچا تو اسکا نفقہ دونو پر بقدر انکے ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہہ ہے کہ وجوب نفقہ مین ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کی اعتبار کرنیکی کیا وجہ قال ولو لہ ام وعم وآب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہان دونو کا احتمال ہے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہہ ہے کہ یہان دو روایتین ہین ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونو روایتون کو ذکر کیا اور ایک کو دوسری سے متناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ مین جسمین صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے بموجب روایت قوی کے یہہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر ملخصا وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو م وجوب نفقہ کا مسبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہین لیکن قرابت نسبی نہین محرم سے مراد وہ ہے کہ جسکو ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم قرابت مین خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہین انکا نفقہ واجب ہے صغیر ہون یا بالغہ تندرست ہون یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہون اور غیر منکوحہ اسواسطے کہ منکوحات کا نفقہ اونکی ازواج پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا وہ قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن الکسب سے عاجز ہے بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غاتر العقل یا فہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لحرفتہ

او لکونه من ذوی البیوتات او طالب العلم زیادہ کیا ہی ملتقی اور مختار مین یا بانع بحولی پیشہ کر سکتا ہو سبب ہو حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اوسکا
نفقہ بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان او ر طالب علم کے نفقہ ولد کبیر مین عنقریب مذکور ہو چکی فقیراً حال من المجموع بحیث تحل له الصدقة ولو
له منزل وخادم علی الصواب بدایع لفظ فقیر حال ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور عاجز جب کہ ایسے محتاج ہون کہ اونکو صدقہ لینا
حلال ہو تب اونکا نفقہ واجب ہے اگرچہ اونکی ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنا بر قول درست کے کذا فی البدایع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت
کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہین تو اوسکا وجود بجای عدم ہی بقدر الارث لقوله تعالی وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیه محارم نسبیه کا نفقہ
واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالی کے کہ وارث پر ہو مثل اسکے یعنی جنکا نفقہ مورث پر واجب ہو تو مورث کے بعد وارثون پر ویسا ہی نفقہ واجب ہو تو اس آیۃ
شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہی تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا
مال چہوڑ کر تو اوسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اوسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اوس فقیر کا کل نفقہ اوس قریب پر واجب ہوگا اور اگر بعض کا وارث ہوتا تو اوسیقدر
اوسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہی اور جبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ دینے مین یعنی اگر
قریب نفقہ اپنے قریب محرم کو نہ دیگا تو قاضی زبردستی اوسکے مال سے دلاویگا بسبب کہ وجوب کے کذا فی السراج وحاشیۃ الشلبی المتوفی علی اعتبار الارث بقوله ففقة
من ای فقیر له اخوات متفرقات موسرات علیهن اخماساً یعنی سب سے بڑی دلیل اوپر وارث پر ہونے اس قول سے کہ نفقہ اوس فقیر کا جسکی چند قسم کی
مالدار بہنین ہین بحساب پانچ حصون کے اونپر واجب ہی یعنی اگر اوسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے
اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کے ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اوسکے نصف مال کی سگی بہن وارث
ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چہہ سے ہوتا لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ
ہوتا تہا لہذا اوسکو پانچ حصون کیطرف پہیرا ولو اخوۃ متفرقون فعلی الاخ لام والباقی علی الشقیق کارثه اور اگر اوس فقیر کے چند قسم کے
بھائی مالدار ہون تو اوسکے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اوسکا
مادری بھائی ششم حصہ اوسکے مال سے پاتا اور باقی مال اوسکا سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے
اور مادری بھائی پر بقدر اونکی ارث کے نفقہ واجب ہوا وکذا لو کان معهن او معهم ابن معسر لانه یجعل کالمیت لیصیروا ورثة اور اسیطرح حکم
سابق بحال رہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھ یا متفرق بھائیون کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کی مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا
بھائی اوسکے وارث ہوجاوین اور موجب ارث کے اونپر نفقہ اوسکا واجب ہو اور اگر اوسکو زندہ قرار دیجئے تو بھائی اور بہنین اوسکے ہوتے وارث نہونگے پہر نفقہ اوس فقیر کا
کسپر واجب ہو ولو کان مکانه بنت ففقة الاب علی الاشقاء فقط لارثهم معها اور اگر بجاے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اوسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی
بہنون پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگے بھائی بہن وارث ہوتے ہین میت کے بیٹی کے ساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن
سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہی تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے
کالمیت ہی لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگے بہن کے سبب سے
ساقط ہی لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعند التعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزمهم الکل کذی ام واخوات متفرقات
والام والشقیقة موسرتان فالنفقة علیهما ارباعاً اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسون کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالدارون کے لزوم مین یعنی
مفلسونکا زندہ اعتبار کرنیکا یہہ فائدہ ہی کہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہی اسکے بعد وراثت قدر لزوم کے نفقہ اوسکا فقط مالدارون ہی پر لازم ہوگا
تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ما اور متفرق بہنین ہین اور ما اور سگی بہن کو مقدور ہو اور سوتیلی اور مادری بہن دونو مفلس ہین تو نفقہ اوسکا ما اور سگی
بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ما پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایک مرد ما اور تین متفرق بہنین چہوڑکر مرگیا تو وارث اوسکی یون ہے کہ

ماں کا چوتھا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھہ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنیں مفلس تہین انکو بعد دریافت کرنے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی ہو چار سہم لہذا یہہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہو اور سگی بہن پر تین ربع سو یہہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا والمعتبر فیہ ای فی الرحم المحرم اهلیة الارث لا حقیقته اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہونی ہے یعنی کہ وہ وارث ہونے کے لائق ہو محض یہہ نہیں کہ حقیقت ارث ثابت ہو اسواسطے کہ حقیقتہ ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے فنفقة من له خال و ابن عم علی الخال لانه محرم سو نفقہ اوس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہو اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہوگا اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر وان استویا فی المحرمیة کعم و خال یجب علی الوارث للحال ما لم یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیة یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہے کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جب کہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلادیگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اوتنا اوس سے بھر لے کذا فی حاشیة المدنی عن القنیة وفی السراج معسر له زوجة و لها اخ موسر یجبر اخوها علی نفقتها و یرجع به علی الزوج اذا ایسر انتهی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اوس زوجہ کا ایک بھائی ہے مالدار تو جبر اوس سے اوسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اوسکا زوج مقدور والا ہو تو اوس سے پھیر لے انتہی کلامہ و فیه ان النفقة انما هی علی من قرابته کاملة و لذا قال القهستانی قولهم و ابن العم فیه نظر لانه لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافهم اور سراج میں یہہ جو ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اوسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت با محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور بیان گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح میں سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اوسکو ماموں کے ساتھہ ذکر کرنا مناسب نہین ولا نفقة بواجبة مع الاختلاف دینا الا للزوجة والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھہ خلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پڑپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سنی کا نفقہ شیعی مالدار پر اور شیعی کا سنی مالدار پر لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر یعنی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اوسکا تبرا ثابت ہو تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیة المدنی لا لحربیین و لو مستامنین ان اصول و فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربی ہوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہیں کہ انکے ساتھہ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں لانقطاع الارث اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے اسلئے یہہ تعلیل ہے نفقہ اختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا وہیں مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا نفقة مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیة الحلبی والمدنی بیع الاب لانه له ولایة التصرف لا الام ولا بقیة اقاربه ولا القاضی اجماعا عرض ابنه الکبیر الغائب لا الحاضر بیچا باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اوسکا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقاره فبیع عقار صغیر و مجنون اتفاقا نہ بیچے اسکے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچنا بالاتفاق للنفقة

ولزوجته ولاطفاله كما في النهر وانما بقدر حاجته لا فوقها ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اوسکی اطفال کے
نفقہ کیواسطے کذا فی البحر وانما یعنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ ۔ م ۔ شیخ رحمتی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو یعنی الفاظ نہین یعنی باپ اپنے نفقہ
اور اپنی زوجہ اور اپنی اطفال کے نفقہ کیواسطے اوسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اوسکی اطفال کا نفقہ ولد
ولد پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا في دين له عليه سواها لمخالفة دين النفقة لسائر الديون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین مین جو
اوسپر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون مین بیچنا درست نہین اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے
کہ وہ واجب ہوچکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا اسطرح ہے کہ اعانت ہے وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاءً
لا ديانة مودع الابن كمديونه ان انفق الوديعة على ابويه وزوجته واطفاله بغير امر المالك او قاض انكان ثم قاض والا فلا ضمان استحسانا
تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اوسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم
مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہان ہو اور اگر قاضی وہان نہوگا اور امانت دار غائب کی عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اوسپر تاوان نہین بدلیل استحسان کے
وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اوسنے مال مستحقین کو دیدیا تو وہ مصلح ٹہرا نہ مفسد کالا مر جنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہین بعد تاوان دینے کے جو واسطے
کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹہرا اپنا مال صلوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وكالو يخص ادته في
المدفوع اليه لانه وصل اليه عين حقه اور اسیطرح پھیر لینا جائز نہین امانت دار کو اگر مثلا شخص مورث غائب کی اوس شخص مین جسکو اوسنے نفقہ
دیا اسواسطے کہ اوسکو بعینہ اوسکا حق پہنچ گیا مثلا زید نے کچھہ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مرگیا اور خالد نے وہ امانت زید کے وارث کی
اور حالانکہ سوا اوس وارث کے زید کا کوئی وارث نہین تو اب خالد اوس امانت کو وارث سے نہین پھیر سکتا ولابوين لو انفقا ما عندهما للغائب من ماله
على انفسهما وهو من جنسه اى جنس النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الولاد والزوجة قبل القضاء حتى لو ظفر بجنس حقه فله
اخذه ولذا فرضت في مال الغائب بخلاف بقية الاقارب اور ماں باپ اگر بیٹے ولد غائب کے اوس مال کو جو انکے پاس ہو اپنے اوپر خرچ کرین
وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک
کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہین پاجاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اوسکو لینا اوسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضا غائب کے
ولہذا مال غائب مین اونکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اونکو غائب کے مال سے لینا جائز نہین بدون حکم قاضی یا بلا رضا غائب کے
ولو قال الابن انفقته وانت موسر وكذبه الاب حكم الحال يوم الخصومة فلو معسرا فبينة الابن خلاصه اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ
لینے باپ کے اور اوسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اوسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع
اور خصومت کے دن اوسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اوسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونو اپنے دعوے کے
گواہ گذرانین تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہین نہ نفی کے قضى بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعي
والصغير ومضت مدة شهر فاكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى دار القضا سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی
ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ مین یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت
کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھہ صغیر بھی زیادہ کیا ہے ۔ م ۔ زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے
قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہے اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان
کرتے ہین اسواسطے کہ ذخیرہ مین حاوی سے التصریح ثابت ہے کہ قضاء قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اوس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے
قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصاً ولما دون الشهر فنفقة

الزوجة والصغير فتصير دينا بالقضاء اور مہینہ سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے م مہینہ کی مدت پر بل ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقۂ صغیر کی قول سابق مین مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجة بامر قاضٍ فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہے مگر یہہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرة لو اکل اطفاله من مسألة الناس فلا رجوع لامهم بلکہ ذخیرہ مین ہے کہ اگر غائب کی اطفال نے لوگون سے سوال کرکے کھایا بعد حکم استدانت کے تو اونکی ماکو پھیر لینا نفقہ کا اونکے باپ سے جائز نہین اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شيئا واستدانت شيئا او انفقته من مالها رجعت بما ازادت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ اوسکی ماں نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے خرچ کیا تو اونکے باپ سے پھیرلے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ وتنفق منها عزاه فی البحر للمبسوط لکن نظر فيه فی النهر بانه لا اثر لاذنه فيما استدانه حتى لو استدان وانفق من غيره ووفى مما استدانه لم يسقط ايضا انتهى نفقہ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط انفاق کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہے لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اوسیکا مملوک ہے تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو اسی کا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اوسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب او من عليه النفقة بعدها ای بعد الاستدانة المذكورة فهی ای النفقة دين ثابت فی تركته فی الصحيح بحر ثم نقل عن البزازية تصحيح ما يخالفه ونقل المصنف عن الخلاصة قال ولو لم ترجع حتى مات لم تأخذها من تركته هو الصحيح انتهى ملخصا فليتأمل سو اگر باپ مرجاوے یا وہ شخص مرجائے جسپر نفقہ دینا واجب ہے بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ نہ کہ مال میت سے لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اوسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہے انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تأمل کرنا چاہئے م حلبی نے کہا کہ یہہ امر تأمل کرنیکا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تأمل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے وفی البدائع الممتنع من نفقة القريب يضرب ولا يحبس لفوتها بمضی الزمن فيستدرك بالضرب وقيده فی البحر بحثا بما فوق الشهر لعدم سقوط ما دونه كما مر اور بدائع مین ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اوسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مار سے ہے اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا م عدم حبس سے یہہ مراد نہین کہ حبس اوسکا مطلقاً جائز نہین بلکہ مراد یہہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا يصح للام ان تستدين لترجع عليه بعد بلوغه اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تاکہ ماں قرض لیکر اوسکو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیرلے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر مین نہو دوسری صورت یہہ ہے کہ جب صغیر کا نفقہ واجب ہو کسی پر جو زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقة بانواعها للمملوكه منفعته وان لم يملك رقبته كموصی بخدمته اور واجب ہے تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیلئے

واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اوسکا کہانا کپڑا واجب ہے **مسئلہ** لونڈی غلام کا کہانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اوس شہر کے واجب ہے یعنی اوس شہر کی اکثر خلق جیسا کچہ کہاتے اور پہنتے ہون ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تہوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہین اور اگر مالک عمدہ کہانا کہاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اوسپر واجب نہین کہ غلام کو بھی ویسا ہی کہلاوے اور پہناوے بلکہ یہہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخیل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس مین بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کیلئے غالب عادت شہر کی رعایت رکہنا چاہیئے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہون تو اونکو کہانے کپڑے مین برابر رکہنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کہانا پکاکر لاوے تو انسانیت اور ایمان کی شان یہہ ہے کہ اوسکو ساتھ کہلاوے پہر اگر وہ بنابر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کہاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اوس طعام سے اوسکو بھی کچہ کہانیکو دیوے اور پاس بٹہلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف مین ہو تو اوسکی امتیاز چاہیئے کہانے اور کپڑے مین بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ السراجی اور صحیحین مین ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بہائی ہین جیسے بنی آدم ہین حق تعالی نے اونکو تمہارا زیردست کیا ہے سو جسکے پاس اوسکا بہائی زیردست ہو تو اوسکو کہلاوے جیسا آپ کہاتا ہو اور پہناوے جیسا آپ پہنتا ہو اور نہ لیوے تکلیف کا کام جو اوپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بہی اونکے مددگار ہو یعنی کام مین شریک ہو اس حدیث کا یہہ مطلب نہین کہ غلام کا کہلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ یعنی غلام کا کہانا کپڑا واجب ہے اسمین یہہ نہین فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اونکو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ اور نینسُک پہنے اور غلام کو گاڑہا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہین کہ غلامون کو اپنا سا پہناتے ہون اگرچہ بعضے صحابہ انکے بطور استحباب برابر کرتے تہے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فلینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ مین ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جبتک کہ وہ اوسکے ہاتھ مین ہے اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق والے نے اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچہ ملکیت نہین نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یون جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اوسکی ضمان مین ہے تو اوسپر نفقہ بھی دینا ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اوسکا مالک نہین نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع فہو فی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیؤجر نفسہ کمعین البناء بحر پہر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دیوے تو اوسکا نفقہ اوسکی کمائی مین ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نجانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے کہ مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے فان عجز کزمن وجاریۃ لا یؤجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نکر سکتا ہو جیسے لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اوسکی مزدوری مین فساد کا احتمال ہو تو قاضی اوسکے مالک پر جبر حکم کرے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اوسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچہ حاجت نہین اور اسی پر فتوی ہے ان محلالہ والا کمدبر وام ولد الزم بالانفاق کا تفسیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اوسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اوسکا بیچنا جائز نہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اوسکے مالک پر اوسکا نفقہ قاضی لازم کر دیگا بجز مت اسکے سوا اور کچہ نکرے حینئذ لا یبقی علیہ مولاہ اکل واخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عجز عن الکسب جاز اولو یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اوسکا مالک اوسکو نفقہ نہین دیتا سواوس نے کہا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اوسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اوسکا مالک کسب کی اجازت ندیتا ہو تو اوسکو کہانا اور لینا جائز ہے ولا لا کما لو قتر علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر بحر اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولا کے غلام کو اوسکا مال کہانا اور لینا جائز نہین جیسا کہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کہانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی

سکے کھانیکو نہ کہ کوئی کرے اگر اوسکو طاقت ہو کذا فی المجتبی وفیہ تنازعا فی عبد او دابة فی ایدیہما یجبران علی نفقته اور مجتبی میں ہے کہ دو شخصوں نے جھگڑا
کیا غلام یا جانور میں جو اُن دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں پر جبر کیا جاویگا اوسکو نفقہ میں یعنی دونوں سے زبردستی اوسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایکا دعویٰ ثابت ہو نفقة
العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہانتک کہ اوسکو مالک کے پاس اوسکو پہنچاوے فان طلب الغاصب
من القاضی الامر بالنفقة او البیع لا یجیبه لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب
وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ ۔ اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت میں قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت
مانگے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب پر تاوان ہر صورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مر جاوے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اوسکو
قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اوسکی قیمت کو قاضی اوسکے مالک کے واسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اوسکو دیوے کذا طلب المودع او الآبق او احد شریکی
عبد غاب احدھما من القاضی الامر بالنفقة علی عبد الودیعة ونحوھا لا یجیبه لئلا تاکلہ النفقة بل یؤجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ
ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر ۔ طلب کیا امانت والے نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم
امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اسکی یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلاموں کے نفقات کے
واسطے نہ دے تا کہ نفقہ نہ اوسکو کھا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اوسمیں مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اوس غلام کو اجارہ دے اور اوسکی مزدوری سے اوسکو کھلادے یا
اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو اوسکے مالک کیواسطے رکھ چھوڑے تا کہ مولی کا ضرر نہو ھم اجارہ غلام گریختہ کا یہہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی تو شارح پر
اسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیة المدنی والنفقة علی الآجر والراھن والمستعیر واما کسوته فعلی المعیر وتسقط بتقدم لو یسیرا وتلزم بیت المال
خلاصہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو کرنیوالے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس تو عاریت دینیوالے
پر واجب ہے اور ساقط ہو جاتا ہے نفقہ غلام کا اوسکو آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہے کذا فی الخلاصہ اور اسیطرح شیخ کبیر
اور دور بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اوسکو اپنا مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریة عن المضمرات دابة مشترکة بین اثنین امتنع احدھما من
الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرة جانور چارپایہ مشترک ہو دو آدمیوں میں ایک مالک اوسپر کچھ صرف نہیں کرتا تو قاضی اوسپر زبردستی کرے
اور اوس سے بھی صرف کراوے تا کہ اوسکے شریک پر ضرر نہو کذا فی الجوہرة وفیہا ویؤمر اما بالبیع واما بالانفاق علی دابته دیانة لا قضاء علی ظاهر
المذھب للنهی عن تعذیب الحیوان واضاعة المال اور جوہرہ میں ہے کہ جانوروں کے مالک سے کہا جاوے کہ یا اونکو بیچ ڈالے یا اپنے جانوروں کو چارہ و پانی
دے یہ امر دیانةً کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاءً یعنی حکومت جبر کیساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ میں
کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث میں نہی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے میں دونوں
ممنوع کام مجتمع ہیں تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحه الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمة الثلثة اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانور
کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہ اگرچہ یہاں کوئی مدعی نہیں لیکن مالک کے ترک واجب میں تامل
نہیں تو قاضی ترک واجب پر جبر کرے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر
الحیوان وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک کما مر اور سوا جانور کے اور مال پر صرف کرنیکا جبر نکیا جاوے چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ
مکروہ ہو مال کا ضائع کرنا جبتک کہ اوسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اوسکا دوسرا شریک ہو گا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہو گا چنانچہ مضرت شریک کا
مسئلہ مذکور ہو چکا قلت وفی الجوهرة فان کان العبد مشترکا فامتنع احدھما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصة
انفق الشریک علی العبد فی غیبة شریکه بلا امر الشریک او القاضی فهو متطوع وکذا النخل والزرع والودیعة واللقطة والدار المشترکة
اذا استرمت شارح کہتا ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور ایک شریک اوسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اوسکو نفقہ دے اور اپنے شریک

سے بقدر اوسکے حصہ کے پھیر لے برابر ہو کہ اوسکو قاضی نے صرف کرنیکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین باتباع بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک
نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اوسنے احسان کیا یعنی شریک غائب بقدر اوسکے حصہ کے پھیر نہین سکتا
اور یہی حکم ہو نخلستان اور کھیت اور ودیعت اور لقطہ اور مشترک گھر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزونکی صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو انکے
مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا ام حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہو اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا ہے
بسبب رارت اور سرکشی کے لہذا اوس سے پھیر لینا صرف کا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہو لہذا اوسکی سرکشی ثابت نہین تو
پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہو کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اوسکا دودھ نہایت نچوڑ کر دوہنا مکروہ
ہے اور اگر دودھ کی کثرت ہو تو دوہنا بھی مکروہ ہو کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو اوسکے پینے سے زیادہ بچے تو اوسکو دوہے جبتک کہ بچہ چارہ کھاتا ہو
اور مستحب ہے کہ دوہنے والا ناخن بڑھنے نہ دے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنیکا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اوسپر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل
نکرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے
مذکور کیا کہ دونون مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہو رفع قید غلامیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الاحرار
رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع مین ترسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور ترسٹھ ہی برس اس عالم مین رہے
اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جئے اور اتنے ہی غلام آزاد کیے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ المدنی ۳۰۰۰۰ متنوّعۃ الاسقاطات
یا سماء اختصار اسقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقون کے اسقاط شرع
مین چند ہین ممتاز ہر ایک جدا جدا کئی کئی ہین بنا بر اختصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہی اور اسقاط دین کا نام
ابرا ہی اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہی اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہی مناسب یون تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہے
اور اعتاق متعدی ہی تو عتق سقوط حق ملک ہی اور اعتاق اسقاط حق ہے وحقوقہ باب الاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا
عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ
استیلاد اور ملک قریب عتق ہو نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہو ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہو نہ ایقاع عتق اور یہ تفریع شارح کی
مخالف ہو قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہو اور اسقاط مولی کا فعل ہی اور اوسیکا نام اعتاق ہو اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر
تعبیر کیا ہو نظر بغالب احکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ مین باب ضرب مصدرہ عتق وعتاق وعتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین
کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر مین ہم ہیہ لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور
قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو
نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت اتحاد ہو بخلاف اور معانی کے کہ انمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اوسکو عتیق اور معتق اور محرر کہتے
ہین وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق
عبارت ہو اسقاط حق مالکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ اوسکا مملوک اوس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو
یعنے آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادا بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور ہبہ
کرنا اور رہن کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریحا لفظ عتق کا کہنا
یا کنایۃ بہ نیت عتق مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اوسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ عنقریب آئیگا ان
وجوہ کی مسائل سے معلوم ہو گی دعکس للفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا

وہ منقطع ہو یا آزادی پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اوسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہوا حربی کا دار الاسلام میں بامان پھر غلام مسلمان کو خرید
کرکے دار الحرب میں لیگیا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہوجاویگا بدون آزاد کرنیکے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر
دار الاسلام میں آویگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر حربی غلام دار الحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ
ولجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالیٰ الحدیث عتق الاعضاء اور صفت عتق کا یہ ہے
کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارہ قتل اور ظہار اور فطار اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلانیت ہو عتق
میں نیت شرط نہیں اسواسطے کہ وہ عبادت نہیں یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضاء حق تعالیٰ
کے آزاد کریگا تو اوسوقت عتق البتہ عبادت ہوجاویگا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالیٰ کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اوس حدیث کے جسمیں عتق اعضا کا ذکر ہے
ہم صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالیٰ اوسکے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنیوالے کا ہر
عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاھر نعم اور کیا یہ ثواب یعنے عتق اعضا مدبر کرنیمیں اور اپنے
قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں اونمیں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہو اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک
کے ہو اور شراء قریب میں دوہرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے
ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اسکو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہرا کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی
وحرام لو للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور
ہو تو صاف کفر ہے بہر صورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب میں چلا جاویگا یا مرتد ہوجائیگا یا چوری
یا قطاع الطریقی کریگا تو اوسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرھا او مخطئا او مریضا او لا یعلم
بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ھذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنے عاقل بالغ سے
اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اوس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلا اوسکے غلام کا نام صالح تھا سو اوسنے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا
سالم سو اوسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی اے آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ سمجھتا ہو کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری
سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اوسنے اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہوجاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب
کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کرے سو مالک نے نادانستہ اوسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہوجاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع
کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہہ معلوم نہیں کہ یہہ میرا غلام ہے سو بائع نے اوسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد
ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اوسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اوسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر اور مستی اور اکراہ اور خطا اور بیماری کی مانع
عتق کی نہیں اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور درستگی اسمیں شرط نہیں چنانچہ اسکی تقریر کتاب النکاح
اور کتاب الطلاق میں مذکور ہوچکی لا من صبی ومدھوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنون ونائم فلا یصح اطلاقہم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر
کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نرہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سوتے ہوا کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں و
لو اسندہ لحالۃ مما ذکر او قال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یوں کہا کہ
میں نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دار الحرب میں اور یہہ حال لوگوں کو معلوم بھی تھا
تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب فیخرج عتق الحمل اذا ولدت لستۃ اشہر
فاکثر ولو بالعلق صح عتق صحیح ہے عتق حر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جبکہ لونڈی بوے

چھ مہینے یا زیادہ مین جنی اور اگرچہ مہینے سے کمتر مین جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ مین موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اگر پوری چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے ہو یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہین ولو باضافتہ الیہ کان ملکتک وان سببہ کان اشتریتک فانت حر ہو عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہوجائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یون کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہے تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ عتق صحیح نہین مگر ملک سے یا تعلیق ساتھ ملک کے یا تعلیق سبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہین اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہین اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنیسے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہین پہنچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہوجاوے یا کہ وہ غلام مورث کی قبل از موت اوسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر مین تجکو ارث مین پاؤن تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعہا ابیہ ثم نکحہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک ثبت مقارنا لہما بالموت فتأمل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے یہ مسئلہ ہے کہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اوس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجکو دو بار طلاق ہے پھر اوسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہونگی کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معاً پائے گئے اسواسطے کہ وارث نہین ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینون دفعۃً پائی گئی تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونیکے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق اسواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہین ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق مین تقدم نہین بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تأمل اور غور کر بصریحہ بلا نیۃ عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغت اور شرع مین مستعمل ہوتا ہو مگر عتق مین تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اوسوقت مشروط ہے جب مراد متکلم مین اشتباہ ہو اور صریح مین تو اشتباہ نہین لہذا نیت کی بھی حاجت نہین کذا فی منح الغفار سواء وصفہ بہ کانت حر برابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لادے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اوس ذات کو کہتے ہین جسمین حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہرچند لفظ عتق کا مصدر ہے اوسمین ذات کے معنی نہین لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زید عدل مین عدل بمعنی عادل مشہور ہے او عتیق او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الخبر فقط کان کنایۃ اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ڈالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نکہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اوسوقت مین عتق صریح نہ ہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اوس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا اوس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اوسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او عتقتک او اعتقک اللہ فی الاصح ظہیریہ ویا عتیق بحر اور اوس کو بصیغہ خبر لادے اگرچہ جملہ خبریہ یہان فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجکو محرر کیا یا معتق کیا یا مین نے تجکو آزاد کیا یا اعتقک اللہ قول اصح مین عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہین کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف مین مستعمل نہین مگر انشاء عتق مین جیسے مدیون سے ابراک اللہ کہنا ابرا کے واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او ناداہ نحو یا مولای او یا مولاتی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہے یا غلام کو سطر

بکارا کہ یا مولای یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی ھم مولی کا لفظ مشترک ہی معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہین از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور غلام آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوای آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلانیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح
من الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہہ کلمہ لطف اور مہربانی کا ہے نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حر من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک
نے کہا کہ مین نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تہا نہ عتق تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کی مخالف
ہے الا اذا سماہ بہ واشھد وقت تسمیتہ خانیہ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا مگر جب کہ مالک نے اپنے
غلام کا حر یا عتیق نام رکہے اور نام رکھنے کیوقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کر دے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہو گا جب تک کہ ایجاد عتق کا
ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق
کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ بازاد وناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ
پہر غلام کو مسمی بحر کرنیکے بعد جب اوسکو زبان عجمی مین بلفظ مترادف پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکو بالعکس کرے یعنی اوسکا آزاد نام رکہے اور زبان عربی مین اوسکو
بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت مین اوسکا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت مین اوسکا آزاد نام
ہے نہ حر وکذا راسک حر ووجھک حر ونحوھما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اسیطرح غلام آزاد ہوگا یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا
تیرا چہرہ آزاد ہے اور مثل ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ الی جزء شائع کثلثہ عتق ذلک
القدر لتجزیہ عند الامام کما سیجیئ اور اگر عتق کو جز شائع کیطرف مضاف کیا مثلا یون کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا
مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تجزیہ پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ ولامتہ انت حر خانیہ اور منجملہ صریح کی قسم سے یون کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ
تو حر ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقامون مین اعراب اور تذکیر و تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وھبتک او بعتک نفسک فیعتق مطلقا وکذا
بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے
غلام آزاد ہوجاویگا مطلقا خواہ ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نکرے اگرچہ اوسنے عتق کی نیت نکی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کر کے کہا کہ مینے تیری ذات تجکو بخشی
دس درم کے عوض یا بیچی ہزار درم کے عوض مثلا تو غلام کا آزاد ہونا اوسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ھم ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین
ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اسکو صریح مین داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے
نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہہ ہے کہ یہہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکہا تو یہہ عبارت تہی وتلحق بالصریح قولہ لعبدہ وھبتک نفسک وبعتک
نفسک الی آخرہا واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لم یعتق لجواز وجوبہ لکفارۃ
ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجپر لازم ہے یا تیرا عتق مجپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون کہے کہ تیرا عتق مجپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد
ہوگا اسی احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریہ پہر جب احتمال کی گنجایش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدایع قیل لہ
اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لم یعتق امداد بدایع مین ہے مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان
اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کی بخلاف گونگے کے کہ اوسکا اشارہ کافی ہے عتق مین ولو زاد من ھذا العمل
عتق قضاء اور اگر اسکے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ ھم یہہ عبارت شارح کی
مسئلہ ایاد اور اس سے متعلق نہین کا ہو التسیا ور بلکہ اصل کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی والذی نقلاہ عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

قولہ بعوض ۱۲ یعنی کہا ... غلام کو کہ مین نے تیری ذات ... [illegible]

انت حرٌّ ولا نیۃ له عتق المجیب لو قال عنیت سالمًا عتقا قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب یا غانم نے
سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصدًا ایسا کہنا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر
مولی نے کہا کہ انت حر سو میں نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونو آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ
کیا وفی الجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حرٌّ فقال له عتق قضاءً اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اوس سے جو عربی زبان خوب نہیں جانتا
کہ تو اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اوسنے اپنے غلام سے یوں ہی کہا تو قضاءً اوسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد
کے ولو قال رأسک رأس حرٍ بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے اگر رأس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہوگا
اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہوگا وبالتنوین عتق لانه وصف
لا تشبیہ اور اگر رأسک رأس حرٌّ میں لفظ رأس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوس صورت میں حر صفت ہے رأس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہے
کہ تو حر ہے وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک ولا سبیل ولا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات
عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونو کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہیں یا میری کوئی
سبیل نہیں تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو میں نے چھوڑا تمام یہ اقوال کنایات ہیں کہ انمیں عتق اور غیر عتق دونو محتمل ہیں
اسواسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پس جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال مندفع ہو کر
تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدرر کقوله لامته قد اطلقتک وانت اعتق او لزوجته انت اطلق من فلانۃ وهی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی
کتہجیتهما اور جیسا کہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے
زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال میں زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی
بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تہجی میں نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یوں کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت ط
ال ق نہر الفائق میں محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ عتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الدر
وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لی لا یعتق بل یثبت له احکام الاحرار حتی یقر بانه مملوکه ویصدقه فیملکه وکذا لیس هذا
بعبدی لا یعتق وقاس علیه فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعه فی النهر اور خلاصہ میں ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہوگا
بلکہ ثابت ہونگے اوس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اوسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب تناقض کے اور اوس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے
تو مولی بطریق ولا اوسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اوسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اوسکی
عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوے کو ثابت کرے تو اوسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کی بعد اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اوسکا اور مولے
بھی اوسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہے تب اوسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہوگا لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور
بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہیں تو وہ آزاد نہوگا لیکن
احکام احرار اوسپر ثابت رہینگے تاوقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے تب اوسکا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق میں صاحب
بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک میں متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے
غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ ہنا فرق کچھہ معتبر قیاس میں نہیں جب کوئی دوسرا مالک
اوس غلام کا نہو تو مولی کی ملکیت نفی کرنے سے نفی علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونو قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس هذا العبد ولا ملک لی
علیک بلا تکلف یکسان ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ الدر ویعتق ایضا بهذا ابنی وبنتی للاصغر سنا من المالک والاکبر

وكذا هذا ابي او جدي او هذه امي وان لم يصلح لذلك او لم ينو العتق لانها صرائح لا كناية ولذا جاء بالباء وفسرها بالتفصيل مملوک یون کہنے سے کہ یہہ میرا بیٹا ہی اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہہ میری بیٹی ہی خواہ مملوک عمر مین چہوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو یہہ میرا باپ یا دادا ہی یا لونڈی سے یون کہنا کہ یہہ میری ماں ہی اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہہ الفاظ صریح عتق مین نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون ولہذا ماتن ان الفاظ پر باء جارہ لایا تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی جب یہہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہی کہ انکو صریح کے ساتھہ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہوا ۔م مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہی بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہی اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہی اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق بطریق مجاز ہی فان صلح او جهل نسبه في مولده وليس للقائل اب معروف ثبت النسب ايضا ثم ان قال ابني من الزنا فيعتق فقط پس اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکہتے ہون مولی کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلامون کا نسب بھی اونکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہی اوسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہی تو عتق کے ساتھہ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نکہا ہو مولی نے کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہہ غلام میرا بیٹا ہی زنا سے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ۔م تفصیل اس مسئلہ کی یون ہی کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہی اور اوسکا غلام بیس برس کا ہی مجہول النسب پہر زید نے غلام کو کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہی تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اوسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب نہ ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان اور اسیطرح کی تفصیل ہی غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہی چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہی وهل يشترط تصديقه فيما سوى دعوة البنوة قولان اور کیا مشروط ہی ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہہ ہی کہ تصدیق غلام کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہی بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہہ ہی کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہی اسواسطے کہ اسمین تحمیل ہی نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے کہ اوسمین تحمیل نسب ہی اپنی ذات پر کذا فی حاشیة المدنی عن البحر ولا تصير امه ام ولد اور نہین ہوجاتی ماں غلام کی ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اوسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبده هذه بنتي او لامته هذا ابني افتقر للنية اور اگر کہا اپنے غلام کو یہہ میری بیٹی ہی اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہی تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین تذکیرا و تانیثا کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفي هذا خالي او عمي عتق وفي اخي لا ما لم ينو من النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہہ میرا ماموں یا چچا ہی غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ یہہ میرا بہائی ہی آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہی نسبی اور دینی مین قال الله تعالى انما المؤمنون اخوة اور مشترک بدون نیت کے متعین نہین ہوسکتا بخلاف عم اور خال کے ولا يعتق بيا ابني ويا اخي ويا اختي ويا ابي غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ ای میری بیٹی اور ای میری بہائی اور ای میری بہن اور ای میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنیسے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہی بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کے اسواسطے کہ یا حر عتق مین صریح ہی اوسمین معنی قصد کرنیکی حاجت نہین کذا فی منح الغفار ولا سلطان لي عليك اور غلام سے یون کہنے مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت تجہپر نہین اسواسطے کہ باوجود بقای ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد مین متصور ہی چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق صريحه وكنايته بخلاف عكسه كما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہی بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق مین مذکور ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہی کہ تجہکو طلاق ہی یا تو مجہپر حرام ہی تو آزاد نہوگی وان نوى قيد للاخيرة لتوقفه في النداء على النية كما نقله ابن الكمال وكذا في السلطان كما رجحه الكمال واقره في البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے کہ نیت وہان مفید ہوتی ہی جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اوسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہی باوجود نیت کے عتق نہوا یہہ عبارت

اخیرہ کی قید سے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب سے موقوف ہے عتق منادی مذکور کے نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لاسلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح وہی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور اسلم کہا ہے اسکو بحر الرائق میں ھ فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ لاسلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی اور احمد کا اور اپنے قول کو دلیل منعقد سے وکذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ الدر عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو لعبدہ فنحو امرک بیدک او اختاری فانہ یعتق مع النیۃ فہو من کنایات العتق ایضا ولا یتوقف علی القبول فی المجلس بدایع وبتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان دونوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بیدہ اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونو متقارب المعنی بھی ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بیدہ اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختاری میں عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اوسی مجلس میں عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اوسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک وان لم یحتج للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہی ہوگا اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہیں ولا یعتق بقولہ انت علی حرام وان نوی لکن یکفر بوطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وتصح ایضا بقولہ عبدی او حماری او جملی حر او عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدہا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے کیونکہ گدہا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبہیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دو میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اوسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ الحیۃ والمیتۃ جوہرہ عہ کہ نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ ھ بہتر یوں تہا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمیتۃ یعنے مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اوسنے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ الدر وتصح ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابدا اور یہی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہے تو اگر ایک شخص نے اپنی ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا خریدکنیوالا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہے یعنی اگر ان دونو مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپسمیں کاہے کو نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بہائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اوسپر آزاد ہوگا ہرچند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں

ھ یعنی بغیر نیت کے آزاد نہیں ۱۲

عہ اکیلی زوجہ یا اکیلی لونڈی پر ۱۲

موجود ہے تو یہہ مدت ہے حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول و فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصًا فیعتق
بقدرہٖ عندہٗ او حملًا کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اوسیقدر آزاد ہوگا نزدیک
امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اوسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اوسکو بیٹے
اوس حاملہ کو خرید کیا تو یہہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اوسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنے گی تو ولد اوسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو
المالک صبیًّا او مجنونًا او کافرًا فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عبدہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافًا
للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام مین ہو اور اگر کافر حربی دار الحرب مین اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد
ملک سے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہان جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب مین اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اوسکے آزاد کرنیسے آزاد
نہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی
اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ اونکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب مین صحیح ہے کذا
فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہٗ مسلمًا او ذمیًّا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب مین مسلمان ہو
یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وصح ایضًا بحر یولی وجہ
اللہ تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنیسے وہ گنہگار ہوگا صنم اوس بت کو کہتے ہین جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اوسکو وثن کہتے ہین کذا فی
غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوھرۃ ولو قال للشیطان او للصنم
کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے مسلمان کافر ہوجاویگا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ مین یہہ عبارت ہے کہ اگر یون کہیگا کہ
مین نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہوجاویگا وصح ایضًا بکرہ ای اکراہ ولو بغیر ملجئ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے
اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جسمین جان یا عضو تلف ہونیکا خوف ہو ہرچند اکراہ مین رضای مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں
اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل مین رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
الدر عن الحموی وسکر بسبب محظور یشیر الی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شرب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اوس مستی اور نشے مین
جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد تقوی
اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہون کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ مین امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہے حرام ہے اور مسکر کا
قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ مین سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوای شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق مین
لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہان نہیں تو اوس وقت لقمہ اتارنے کے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اوسکو بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اوس مستی
مین عتاق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجون کو نشہ ہو جاتا ہے تو اس مستی سے
بھی عتق صحیح نہوگا وصح ایضًا مع ھزل ھو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازًا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت
اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہون وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی مین حقیقت اور مجاز کلام اکثر مراد نہیں ہوتا وان
علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا
جب گھر مین داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اوسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر مین داخل ہوا پھر اوسکو مالک اول نے خرید کیا اور
دوسری بار گھر مین غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وھو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدي فانت حر لا يعتق لقصور الاضافة ظهيريه ٭ او معلق كرنا عتق كا اوس امر پر جو حاصل اور موجود
منجز ہے نہ تعليق يعنے في الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولى نے اپنے اوس غلام سے کہا جو اوسکی ملکیت مین ہے کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی
الحال آزاد ہوجاویگا بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظهيرية
پورا غلام وہ ہے جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار ہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نپائی گئی لهذا آزاد نہوگا وفيها
تصحيح حر تعليق اور ظهيريہ مین ہے کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعليق ہے عتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کیوقت مین
داخل ہوگا تو آزاد ہوگا و تقوم حرا و تقعد حرا تنجيز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کہڑا ہوتا ہے آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہے آزاد ہو کر یہہ في الحال اعتاق ہے اسواسطے
کہ مقصود اس کلام کا یہہ ہے کہ تو ہر حال مین آزاد ہے قال ان سقيت حماري فذهب به للماء ولو يشرب عتق لان المراد عن الماء عليه کہا مولی نے
اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدہے کو پانی پلاوے تو تو آزاد ہے سو غلام اوسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اوسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام
کی یہہ ہے کہ گدہے کے سامنے پانی ہوجاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہہ مراد نہین کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اوسکو لازم ہے قال عبدي الذي هو قديم الصحبة
حر عتق من صحبته سنة هو المختار مرد نے کہا جو میرا غلام قديم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اوسکو ساتہہ سال بہر رہا اور یہی قول مختار ہے
ولو قال انت عتيق ونوى في الملك دين اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتيق ہے اور لفظ عتيق سے یہہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانة البتہ اوسکی
تصديق ہوگی اسواسطے کہ عتيق لغت مین معنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصديق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہین ولو زاد في السن لا يعتق اور
اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتيق في السن یعنے تو عمر مین بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً نہ دیانةً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نرہا وعتق بما
انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہین مگر حر ہے اسواسطے استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے چنانچہ کلمہ توحید مین لا بما انت الا مثل الحر
وان نوى اس قول سے کہ تو نہین مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحيط ولا بكل مالي حر اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے
اسواسطے کہ حر سے مراد یہان صاف اور خالص ہے تو مطلب یہہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی حاشية الدر عن البحر ولا بكل عبد لي
في الارض او كل عبيد الدنيا او اهل بلخ حر عند الثاني وبه يفتى اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہین کہ زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے
آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ مین داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیرية عن فتاوى قاضيخان
بخلاف اهل هذه السكة او الدار حر بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گہر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق ظاہر
کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان دونو قولون مین ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق مین حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت
ظهيريہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہے کہ اوسمین بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اوسمین مذکور نہین لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہا
کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اوسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشية
المدنی اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہین اور اہل دار مین بالاتفاق عتق ہے تو معلوم
ہوا کہ یہان یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح والله اعلم حرر حاملا اعتقا اصالة وقصدا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا
حاملہ لونڈی کو اپنی تو لونڈی اور اوسکا ولد دونو بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جب کہ بعد عتق اپنے کے اوسکو کمتر چہہ مہینے سے جنے گی ماکا بالاصالت
آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس واسطے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تہا اوس وقت اپنی ماکا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت
حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اوسکے پیٹ مین موجود تہا ولو لاكثر عتق تبعا وثمرته الجر والارث اور اگر بعد
عتق کے پورے چہہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اوسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متيقن الوجود نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماکے آزاد
ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونو صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالة اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد الحر مین ہے یعنی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی ورثت اوسکے مال کی اوسکی ماکے مالکون کو ملیگی اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اوسکے مال کی ورثت اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور ما انتقال ولا کی یہہ صورت ہو کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا اپنی ماکی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی ورثت اوسکی ماکے مالکون کو جنہون نے اوسکو آزاد کیا تھا پہنچیگی پہر جب زید نے اس غلام کو آزاد کر دیگا تو یہہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو پہنچا دیگا پہر اگر اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مرگیا اور اوسکے بعد اوسکا ولد مرگیا تو ولد کے مال کا اوسکا مولی یعنے زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و حسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ و مضغۃ ان حملت بولد فہو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ اور مضغہ آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتہڑا تیرے پیٹ مین ہے سو آزاد ہے یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اوسکی ما اور بیع ماکی جائز نہیں جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اوسکا جائز ہے اسواسطے کہ بیع مین استثنا کر لینا حمل کا جائز نہیں اور ہبہ مین جائز ہے لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہو لیکن اگر لونڈی کو بیع کر دیگا تو بطلان ثابت نہوگا تاوقتیکہ اقل مدت حمل مین نہ جنی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم تجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد یہہ حمل آزاد ہے تو اوس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کی مانند ہے اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے زائل نہین ہوتی پہر جب بعد مدبر کرنیکے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ہبہ مشاع کی معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست نہین ویبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اور اسیطرح اوسکی ما پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اوسکی ما کا قبول کر لینا مشروط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادی الی الفا تعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے سو آزاد ہے جبکہ وہ مجکو ہزار درم دیوے تو یہہ قول تعلیق ہے عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسیطرح سے ہزار درم ادا کیے تو اوسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ ومات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہے کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلا زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مرگیا پہر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کی وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اوسکی ٹھہرے سو زید کو وارث دیوینگے [illegible] کہا اعتاق حمل سے مراد یہہ ہو کہ اوسکی ما کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بہی آزاد ہو گیا اور یہہ ظاہر مطلب نہین ہو سکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ تہا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولہما خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پہر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد ما دام جنینا یتبع الام ولو بہیمۃ فیکون لصاحب الانثی ویتبع ویضحی بہ لو امہ کذلک اور بچہ جبتک کہ ماکے پیٹ مین ہے تو احکام مین اپنی ماکا تابع ہے بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ ماکے نطفہ مین مستہلک ہو تو ماہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہیں اور ماکے نطفہ مین کچہہ تردد نہین بالیقین ثابت ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنۃ کا نسب فقط ماکو ثابت ہے ما اوسکی وارث اور وہ ماکا وارث ہے کذا فی البحر بالجملۃ بچہ ماکا تابع ہے اگرچہ ما جانور ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنی تو اوسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اوسکا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اوسکی ما ماکول اللحم ہے اور بچہ بہی قربانی کیا جاوے اگر اوسکی ما قربانی کے لائق ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اوسکا کہانا درست ہے اگر اوسکی ما ماکول اللحم ہو اور قربانی بہی درست ہے اگر ما قربانی کے لائق ہو مثلا اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہوا نیل گاو اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اوسکی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہین سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور فیتبع ماکا ملک مین جمیع اسباب ملک کے ساتھ جیسے خرید اور

ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اوسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہوتا ماکا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماکا رق مین نہین مغرور وہ مرد جسنے نکاح کیا
اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اوسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اوسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط
کرلی تو اوسکی اولاد تابع ماکی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا تم متن عبارت ہو اوس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر بعوض سرکشی اور
نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تکبر کیا تو اوس ملک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اونکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا اونکا
کفر ہے یا اون کے اصول کا کفر خلاصہ یہہ ہے کہ رق اوس عجز حکمی کا نام ہے کہ جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہو اور چونکہ
بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ اونمین مغایرت ہے لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آیندہ مین اوسکی تصریح فرمائی وصورۃ
الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فان کلھم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاذا اخذ الاسیر یوصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا
فاذا اخذت ومعھا ولدھا یتبعھا فی الرق قھستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب مین کہ وہ سب رقیق مین پر کسیکے مملوک نہین تو اسیر
حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ جبکہ دار الاسلام مین پہونچا یا قابو مین آجاوے تب مملوکیت اوسپر صادق آویگی تو کافرہ
اسیر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھہ تو ولد اوسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی تم تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح
نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولد تابع اپنی ماکا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اوسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو
حمل تابع ہوگا اوسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہے اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی بہر صورت ملک اور رق مین فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شے
کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہوجاتی ہے نہ رق اور
عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمناً اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق
قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونو کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ مین اوسکا اعتاق
صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ مین اوسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اوسمین ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف مین نہین اور
اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدرر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفروعہ ککتابۃ وتدبیر
مطلق واستیلاد اذا لم تشترط الزوج حریۃ الولد کما مر اور جنین تابع ہے ماکا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کی فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق
اور استیلاد مین تا وقتیکہ لونڈی کے زوج کی حریت کی مولی سے نہ شرط کرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اسکا حکم مذکور ہوچکا تم حریت اصلیہ کی
مثال یہہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اوس سے تو اوسکا بچہ بھی ماکا تابع ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین
اور کتابت کی یہہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادای بدل کتابت کے ما اور بچہ ساتھی آزاد
ہونگی اور تدبیر مطلق یہہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونو ساتھی آزاد ہونگی اور اگر مولی تدبیر مقید اسطرح پر کریگا کہ اگر مین اس
بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہے تو اسمین ولد تابع ماکا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولے
کے دونو آزاد ہونگی وفی رھن اور رہن مین تابع ہے ماکا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اوسکو مرتہن سے نہین
لے سکتا ودین اور دین مین تابع ہے ماکا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنیکی اجازت دی پھر وہ مقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اوسکا تابع ہوگا
یعنے قرض دینے والے ولد کو بیچ لین گے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ مین ماکا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانیکے واسطے گای یا بکری کا جن خریدی اور اوسکو بچہ پیدا
ہوا تو ماکے ساتھہ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے بچہ زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع مین ماکا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گای یا بکری کی
بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا ماکا وسرایۃ ملک اور سرایت ملک مین تابع ہے ماکا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اوس تک پہونچ جاتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اوسکا حمل بھی ماں کے وال کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہہ بارہ مواضع مین جنمین حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہی یعنی ملک
عتق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن دین حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک ولا یتبعہا فی کفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا اپنی ماں کا کفالت
مین یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مال ضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہہ ولد
ضمانت مین ماں کا تابع نہین ولا اجارۃ اور اجارہ مین ماں کا تابع نہین یعنی دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پہر وہ جنی تو یہہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماں کی طرح
خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا وجنایۃ اور جنایت مین تابع ماں کا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھہ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر ماں کا فدیہ
دیگا تو فقط اسکا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماں کی طرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر وحد
وقود اور حد اور قصاص مین تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وزکوۃ سائمۃ اور
زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماں کا نہین ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پہیر لینے مین بچہ تابع ماں کا نہین یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے
اوسکے پہیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز کہا ہی چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ مین آویگا ووصیۃ
بخدمتہا اور اوسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اوسکا بچہ وصیت مین تابع ماں کا نہین و
لا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنیسے تو پورا بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابہن گای یا بکری کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اوسکی ماں کا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اوسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین
کا مانند ذبح کرنے اوسکی ماں کے ہی بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو کہانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے
نزدیک اگر بچہ پورا ہوچکا ہی تو اوسکا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے اوسکی ماں کے فہی تسع کما بسطہ فی نوع الاشباہ تو یہہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع
ماں کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو صراحۃً بیان کیا ہی اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ رقیق
کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہی کہ ولد تابع نہین اپنی ماں کا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اوسکا
بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے نہیں تو اوسنے لونڈی کے نکاح
پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپکا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہی تو مرد کیجانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردونکا حال مشہور
ہوتا ہی نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہہ نص صریح ہی کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اوسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت
ہے اور شیخ ابراہیم دمشقی کے مفتی حنفیہ نے لکہا ہی کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو اوسکا ولد سید شریف ہی اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر و
مشرف کی ابتدا اسی ماں کیطرف سے آئی ہی یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہہ مسئلہ
پوچہا اوس نے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو
نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت مین فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی وجیز مین ہی کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہہ ہی کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی مین ہے
کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اوسکے سید ہونے مین اختلاف ہی شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہہ ہی کہ وہ سید ہے اور بعض علما نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو
اوسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہہ قول اختلاف بین القولین کی توفیق کیواسطے صالح ہی تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو
اوسکی شرافت اوسکی برابر نہین جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر المختار ولا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ
واذا بیعت البہیمۃ ومعہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلونمین ایک تو یہہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹہہری بگواہی گواہون
کے اور دوسری یہہ کہ جب جانور بیچا اور اوسکا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماں کا ہوجاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہی کہ شیرخوار بچہ گای اور بکری اور اونٹنی اور گہوڑیکا بیع مین تابع ہی لما انہ

بچہ کہ وہ و وہ نہیں بتیا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا لتبعا لہا اور ولد لونڈی کا اوسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اوسکے مولی کا
تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتدا علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلے اللہ
علیہ وسلم تھے مگر حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من رقیقین
بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریہ اور کا ہے دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنیکے چنانچہ نکاح غلام نے
اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اوسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریہ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنابر
قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ دونو قول قریب محرم کی ملک مین یکسان ہین **فرع** مسئلہ
متعقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یؤمر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ
لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو
لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اس وجہ سے کہ حمل دین مین خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم
کیا جاویگا اشباہ مین کہا کہ مین نے اسکا حکم کلام فقہا مین مصرح نہین دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع
مین جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا خانیہ مین کہا ہے
کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اوسکے پیٹ مین بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل مین جنی اوس دن سے تو وصیت
صحیح ہے اور اگر پورے چہ یا زیادہ مین جنی تو وصف باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن النہر

باب عتق البعض

یعنی باب ہے عتق البعض کے
احکام مین جب پورا اعتق مذکور ہوچکا تب ادھورا اعتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہے اور ثواب مین کمتر ہے پورے سے اعتق بعض عبدہ
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کردینا بعض مبہم کا امام
اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ ... آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے جیسا کہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے
مثلا یون کہے کہ مینے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اوس سے بیان کراویگا کہ بعض یا جزو سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یون
کہے کہ مینے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی مین
اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کردے یعنی اگر مثلا سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام اسقدر
مولی کو پہنچا دے تو پورا آزاد ہو جاویگا لیکن اوسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہین بلکہ اگر مالک باقی کو بھی آزاد کردیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وھو معتق البعض
کالمکاتب حتی یؤجر کلا او ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہما ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف
المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کی مانند ہے یہانتک کہ باقی کو ادا کرے یا سعی کرکے مگر تین امر مین مکاتب کی مانند نہین ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق
کی طرف نہین پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے
بیع مین یعنے دونون کو ساتھی بیچے تو دونون مین بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور
خالص غلام کی ساتھہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر باقی
ادا ہو تو اوسکے قاتل پر قصاص واجب نہین اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اوسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو
مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو اوسکا وارث مدعی ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادای بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اوسکی ثابت تھی تو بلاشبہہ اوسکے
خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوای مولی کے تو ظاہر اسے مقتضا تعلیل یہہ ہے
کہ اس صورت مین اوسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہوجاویگا تو سعایت اوسپر لازم نہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی
عن المضمرات ہم صحیحین مین موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمرو سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ غلام مین سے آزاد کرے
اور اوسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اوسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکون کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کریگا اور غلام اوسکی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر
اوسکا مقدور نہو تو غلام سے اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا اوسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق
یوجب زوال الملك عندہ وهو متجزّ وعندهما زوال الرق وهو غیر متجزّ اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا
موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر
نہین تو عتق بھی قسمت پذیر نہین ہم معلوم ہوا کہ اختلاف ہر دو مین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام کے مذہب کے یہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہین
جیسا کہ صاحبین کہتے ہین بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہین مگر اپنی ازالہ ملک مین اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اوسکا ازالہ
بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا مثبت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی هذا الخلاف
التدبیر والاستیلاد لاخلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے اور صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو اپنے مولے
مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہوگا اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف مین
استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین مین اختلاف نہین عتق اور رق کی قسمت پذیری مین اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اوس
قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہین ہوسکتی تا وقتیکہ اسکی ضد نہ زائل ہو یعنی رق اور رق عبارت
ہے اوس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ایک انسان مین عتق اور رق جمع نہین ہوسکتے کہ آدھا آزاد ہو
اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسی ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر اعتاق کی قسمت پذیری
مین ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیهما عندہ لان الامام لو ظهر علی جماعة من الکفرة وضرب الرق علی انصافهم ومن علی الانصاف
جاز ویکون حکمه بقاءً کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع مین ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہین اسواسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافرون
کے کسی گروہ پر اور ان مین سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم کرے اور نصف نصف پر احسان کرکے بلا بدل آزاد کرے تو یہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس
فعل کے مانند معتق البعض کے جا ہے امام اونکو آزاد کردے اور چاہے باقی کیواسطے سعی کراوے ہم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک
قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہین بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہین کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر
مین اوسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبه فلشریکه ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبه منجزا او مضافا الی مدة کمدة الاستسعاء
فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہون اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر مین اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کریا آزادی
کی کچھ مدت مقرر کردے مانند مدت سعی کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت نکرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہوجاویگی بلکہ یون کہے کہ
برس یا دو برس مین تو آزاد ہوگا نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت مین وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اوتنی مدت کیطرف اوسکی عتق کو مضاف
کرے او یصالح او یکاتب علی الاکثر من نصف قیمته لو من النقدین ولو بعرض استسعی فان امتنع آجرہ جبرا یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب
کرے غلام کو بشرطیکہ اوسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت چاندی سونیکی قسم سے ہو اور غیر نقدین مین زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام
عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو اوسپر سعایت کرادے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اوس سے مزدوری کراوے او یدبرہ وتلزمه السعایة للحال فلو مات
المولی فلا سعایة ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنیسے فی الحال اوسکو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد
ہوجاویگا سو اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہین اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او یستسعی العبد کما مر یا شریک سعایت

کرا دے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہے م سعایت بالکسر عبارت ہے اوس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرکے اپنی ذات کی طرف سے تاکہ باقی آزاد ہوجاوے کذا فی
القاموس والولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں بعض شریکوں کے واسطے ہے پہلا شریک جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک جسنے اپنا حصہ آزاد کیا
یا مال پر صلح کرلی یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اوس سے سعایت کی درخواست کی ہر صورت اس آزاد غلام کی بھی دونو شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اوسکو آزاد کرنیوالے
بھی یہی دونو ٹھہرے او یضمن المعتق لو موسرا وقد اعتق بلا اذنه فلو به استسعاء على المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے
اپنے حصہ کا ضمان لے اگر معتق دولتمند ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اوس نے آزاد کیا ہو اور اگر اوسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے
سعایت کرا دیگا بنا بر ظاہر الروایت کے م درصورت اجازت ضمان کی نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا
فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء له کله لانه لعتق کله من جهته حیث ملکه بالضمان اور آزاد کرنیوالا
پھیر لے غلام سے اوتنا مال جتنا اوس نے ضمان دیا یعنی اوسقدر مال کے واسطے سعایت کرا لے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنیوالے کو ملیگی بسبب اوسکے کہ کل عتق کے
اوسکی جہت سے ہوا اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہوگیا ضمان دیکر وهل یجوز الجمع بین السعایة والضمان ان تعدد الشرکاء نعم والا لا اور کیا جائز ہے
جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا
تو دونو شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کراوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البدایع والمبسوط ومتی اختار امرا تعین الا السعایة فله الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور متعین
ہوجاتا ہے یعنی اوسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہیں کرسکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک نے معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اوسکو آزاد کردینے کا
اختیار ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصيبه لم يجز لانه كمكاتب اور اگر شریک اپنا
حصہ آزاد کرنیوالے کے ہاتھ بیچا یا اوسکو ہبہ کردیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کی مانند محل تملیک باقی نہ رہا ویسارہ بکونه مالکا قدر قیمة
نصیب الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسه وقوت یومه فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنیوالے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کا مالک ہونے سے عتاق
کے دن سوا ہو لباس اور اوسدن کے کہانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اوسکا مقدور ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبے ولو
اختلفا فی قیمته ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانکاره الزیادة وکذا لو اختلفا فی یساره واعساره اور اگر معتق اور شریک نے اختلاف
کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اوسکی قیمت ٹھہرائیگے اور اگر مرگیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں ہوگا منکر کا اور اسیطرح اگر دونو میں اختلاف ہوا معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهد
ای اخبر لعدم قبولها وان تعدد واخبرهم معنا بل ایمہ کل من الشریکین بعتق الآخر حظه فانکر کل منهما اور اگر گواہی دی ہر شریک
دوسرے شریک کے آزاد کرنیکی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کریگا دونو کے حصہ ادا کرنیکے واسطے شارح کہتا ہے شہادت سے یہاں
بمعنی خبر دینے کے ہے اسواسطے نامقبول ہے شہادت کی اگر چہ چند شریک ہوں اور اونمیں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نامقبول ہوگی اسواسطے
کہ دونو اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اوس سے لیں کذا فی البدایع مالم یحلفهما القاضی
فحینئذ یسترق او یستسعی فی حظهما دونو شریکوں کیواسطے غلام سعایت کریگا جبتک قاضی نے دونو سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونو سے قسم لی تو بموجب قول
مین غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے م درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف متن کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونو شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں سوا سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی سے دونو نے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونو نے انکار کیا اور قاضی نے دونو کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کہائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو
غلام پر رقیت نہ ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اوسکو شریک نے جہوٹی قسم کہائی مقرر اوس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی جہت دعوی کہ غلام کا

حرام ہے اسواسطے کہ معتق البعض بمنزلہ مکاتب ہے اور اوسکا استرقاق صحیح ہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا و کذا فی حاشیۃ الدر من البحر ولو شہد کل بعتق صاحبه سعی لهما صار معترفاً فلا استرقاق
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اوسکو واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم
کھانیوالا سعایت کریگا ولو مات قبل ان یسعیا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونو مالک ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولا بیت المال
کی ہوگی نہ مالکوں کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر ھم یہہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام
کے مذہب میں اسکو ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا منہ لقا ولو موسرین او مختلفين والولاء لهما سعایت کریگا غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں
شریک مالدار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس مدد لا دونو کا حق ہوگا لا یسعیٰ للمعسرین لا الموسرين ولو مختلفا یسار اً سعیٰ للموسر
لا لصاحبه وهو المعسر والولاء موقوف في الكل حتى يتصادقا قال في البحر والملتقى وعامة الكتب قلت ففي المتن خلط لا یخفی فتنبه ثم رأیت
شیخنا الرملی نبه على ذلك كذلك اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کیواسطے سعایت کریگا نہ مالداروں کیواسطے اور اگر دونو مقدور میں مختلف ہوں
یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کریگا مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب لداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب ہے نہ سعایت کا اور ولا
یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص عتاق کو دوسری پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونو شریک متفق ہوں ایک شخص کے
اعتاق پر تب معتق ولایت ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اوسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق
اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں اور شارح کہتا ہے تو متن میں خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں سوا ئے ملاحظہ کرنیوالے ہوشیار رہو پھر میں نے
اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اونسے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کردیا ہے ھم فی الحقیقت ماتن سے خلط دونو
مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی مخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کیواسطے اسلئے کہ امام کے نزدیک مطلقاً
سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ
سے بھی اسمقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ درصورت تحلیف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ یہیں ہرگز استرقاق نہیں دوسری خطا یہ کہ
خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اوسمیں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اوسکو امام کے مذہب کے ساتھہ کمال سہل کرکے بلا تنبیہ
مذکور کردیا انسان ہرچند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں و لہذا ماخوذ اور معاتب نہیں فع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین
للآخر بعتُ منك نصيبي وان لم اكن بعته منك فهو حر وقال الآخر ما اشتريته وان كنت اشتريته منك فهو حر فالقول للمنكر الشراء
بيمينه فان حلف ولا بينة للبائع عتق بلا سعاية لمدعى البيع بل للآخر فحظه بكل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا
کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھہ بیچا الا انہا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھہ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے
تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اوسکو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اوسیکا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے پھر اگر
اوسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہوجاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اوسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجاویگا
اسواسطے کہ اوسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت
کریگا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وكذا حصة ها لو البائع معسرا ولو موسرا لو نسيته لا حق في الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت
فقط منکر شرا کی واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسیکے واسطے سعایت نکریگا قول اصح میں
اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں ہوتی تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدهما عتقه بفعل غداً
مثلا كان دخل فلان الدار غداً فانت حر وعكس الشريك الآخر فقال ان لم يدخل فمضى الغد وجهل شرطه ادخل ام لا عتق نصفه وحنث
اسعيا لهما بقين وسعى في نصفه لهما مطلقاً والولاء لهما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یوں کہا کہ اگر داخل

ہوگا زید گہر مین کل تو تو آزاد ہے اور اسکی بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گہر مین داخل نہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گہر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کریگا غلام اپنے نصف باقی مین دونو شریکون کے واسطے اسلیے کہ ہر شریک یہہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونو شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقا خواہ دونو مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونو کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین کل واحد منہما لاحدہما لتفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اپنے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گہر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گہر مین نہ داخل ہو پہر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گہر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلہ مین مسئلہ سابق کے دونی جہالت ہوگئی غلام مین بہی اور حانث مین بہی یعنی معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بہی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث مین جہالت ہے معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونو کا ایک ہی غلام ہے حتی لو اتحد المالک کان لمشتراہما من علم بحلفہما اعتق علیہ احدہما وامر بالبیان فتح یعنی اگر دونو غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہوجاوے اسطرح کہ دونو غلامون کو وہ شخص خرید کرلے جو دونو مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تہا تو اسکو بس ایک غلام آزاد ہوجاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنی دونو مین سے ایک غلام کو معتق کیواسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تہی اور اب بسبب اتحاد مالک کی جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تہی لیکن چونکہ مشتری دونو مالکونکی تعلیق کو جانتا تہا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا الحالف بان قال عبدہ حر ان لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث والاخرے بخلاف مالو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذبہ والاخرے یا قسم کہانیوالا ہوا ایک اسطرح پر کہ مثلا زید نے کہا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر اس گہر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پہر زید نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گہر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم توڑنے کا گمان کریگا یعنی پہلے یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسرے یمین مین شرط عتق کے موجود ہونیکا اقرار کیا برخلاف اسکے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گہر مین داخل نہین ہوا پہر یون کہا کہ اگر مین اس گہر مین داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمین نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہے تو کچہ ہے نہین اور اگر عمدا کذب بولا ہو تو یہہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کی تحت مین داخل نہین ہوتی تاکہ اوسکو سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کرسکے ملحوظ رہنے کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بہی غموس ہوگی تو بہی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ملک قریبہ بسبب مع رجل اخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ ولا علی الظاہر لانہ رضی بما یکون علۃ للسبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتہہ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والیکا بدون ضمان کے شریک کو اوسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کی اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین وللشریک ان یعتق او یستسعی اور واسطے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اوس سے سعایت کراوے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع اخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتہہ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا پہر اوسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتہہ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا ظاہر واسطے کہ یہہ ضمان ہے مالک ہونیکا وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فلہ ان یضمن المشتری موسرا او یستسعی العبد ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پہر باقی کو غلام کی قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مالدار

ہو اور جاہے غلام سے سعایت کرا دے یہہ مسئلہ متن کے نسخ مین داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہے وان اشترى نصف قريبه ممن يملك كله لا يضمن لبائعه مطلقا لمشاركته في العلة اور اگر خریدا اپنے قرابت دار کے نصف کو اوس شخص سے جو اوسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کو علت مین یعنی ملک مشتری مین دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو اوسمین بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید ممن يملك لانه لو اشتراه من احد الشريكين لزمه الضمان اجماعا للشريك الذي لم يبع لو المشترى موسرا اور عدم ضمان مشتری مین مصنف نے بائع تمام ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خریدکریگا تو اوسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ نہین بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع مین اپنا شریک نہین کر لیا ضمان مشتری پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کراویگا کذا في الهندية عبد بين ثلثة دبره واحد وبعده اعتقه اخرهما موسران ضمن الساكت الذي لم يدبر ولم يحرر مدبره ان شاء ثلث قيمته قنا ويرجع بها على العبد لا معتقه لان التدبير ضمان معاوضة وهو الاصل ایک غلام ہے جسکے تین مالک ہین اونمین سے ایک مالک نے اوس غلام کو مدبر کیا اور بعد اوسکے دوسرے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا اور وہ دونو مالک مالدار ہین تو تیسرا ساکت مالک جسنے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنیوالے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنیوالا اوسقدر غلام سے پہیر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنیوالے سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان مین خلاصہ یہہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونو شریکون کے حصون مین نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصہ مین تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عتق کا اختیار تہا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان عتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان عتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور رہن اور استخدام درست ہے اور عتاق مین یہہ امور جائز نہین لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنیوالے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنیوالے سے کذا في حاشية المدني وضمن المدبر لمعتقه ثلثه مدبرا لا ما ضمنه المدبر من ثلثه قنا لنقصه بتدبيره اور ضمان لے مدبر کرنیوالا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان جو لے مدبر کرنیوالا اوسقدر جسقدر آپ ضمان دیچکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکو مدبر کرنیسے وسيجيء ان قيمة المدبر ثلثا قيمته قنا اور باب التدبیر مین آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمین ہین ایک تو آزاد دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کردینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلا اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہون تو شریک ثالث مدبر کرنیوالے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چہ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹہارہ درم ہو گئے اور اٹہارہ کا ثلث چہ ہے والولاء بين المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاه للمدبر وما بقي للمعتق لعتقه هكذا على ملكيهما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے مین تین تہائی ہوگی دو تہائیان مدبر کرنیوالے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے کی ہو اسواسطے آزاد ہونے غلام کے اسطرح پر دونو کی ملکیت پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تہا تو میراث بہی اوسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تہا ایک تہائی کا تو خود مالک تہا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال هي ام ولده شريكه وانكر شريكه ولا بينة تخدمه يوما وتتوقف يوما بلا خدمة يوما عملا باقرادهما اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اوسکے شریک نے انکار کیا کہ یہہ میری ام ولد نہین اور گواہ اس عورت کے نہین تو یہہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کریگی اور ایکدن کسیکی خدمت نکریگی اوسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اوسکی ام ولد ہونیکا قائل ہوا تو اپنے حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تہی تو نصف لونڈی مین اوسکا حق موجود ہے ونفقتها في كسبها وان لم يكن فعلى المنكر اور نفقہ لونڈی کا اوسکی محنت مزدوری مین ہے اور اگر کسب نکر سکے تو شریک منکر پر اوسکا پورا نفقہ ہے کذا في المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر مین کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا في حاشية المدني واما جنايتها فموقوفة اور جنایت لونڈی کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے اور لونڈی کی نصف میراث اور اوسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہو گی اور بقدر حصہ شریک کے اوسکو وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام ولد اوسکی کچھ قیمت نہین ام ولد کی امام کے
نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی ما یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت
نے فرمایا کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث
مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا
فی حاشیۃ السندی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وقوماہا بثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت
یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اوسپر سعایت لازم ہو گی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور
مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اوسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی
ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما
یثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ
مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونو مالکون نے اوسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونو کی ام ولد ہو گئی پھر ایک مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنیوالا
ضمان نہ دیگا اور اسیطرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اوسکا دعوی کیا تو اوسکا نسب ثابت ہو گا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی
پر یا اوسکے ولد پر سعایت لازم ہو گی اسلیئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اوسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اگر مدعی نسب
مالدار ہے تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہو گی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی سبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان
جنایۃ لا ضمان غصب لذا یضمن الصبی الحر کذا فی الزیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تو اگر ایک مالک
نے ام ولد کو مثلا شیر کے پاس کر دیا اور شیر نے اوسکو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیئے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا
تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمان غصب کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکو کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کر ڈالے تو اوسپر ضمان
جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین ولو قال لعبید عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ ہکذا
ثم فمادام حیا یؤمر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سو اوسنے اگر مثلا سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک
آزاد ہے پھر ایک غلام مثلا سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اوسپر
بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تونے آزاد کیا
ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہو گا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور
اگر مالک بلا بیان مر گیا تو جو غلام کہ دونو قول مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہو گا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہو گا اور نصف النصف یعنی
چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہو گا اھ تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسیکی مالک کے قول
سے ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک
نے وہی کہا کہ ایک تم دونو مین آزاد ہے تو یہ ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت ہین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہ بھی دونو مین نصفا نصف ہو گیا نصف
مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہنچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا
اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر نصف آزاد کو پہنچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہنچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو
حصہ پہنچے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدر
وعامۃ الکتب وعتق من کل من غیرہ نصفہ اور سوای مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور

ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سو فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سو جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزے عتق کے قائل ہیں نہ اسکے سوا اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا لِثُبُوتِهٖ بِطَرِيقِ التَّوزِيعِ وَالضَّرُورَةِ فَلَا يَتَعَدّٰى یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے تو سوا محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہو گا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوا اپنے محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی و شرح الکارم عن المختصر وَاِنْ صَدَرَ ذٰلِكَ الْمَذْكُورُ مِنْهُ فِي مَرَضِهٖ وَضَاقَ الثُّلُثُ عَنْهُمْ وَلَمْ يُجِزِ الْوَرَثَةُ وَقِيمَتُهُمْ سَوَاءٌ قُسِمَ الثُّلُثُ بَيْنَهُمْ كَمَا مَرَّ بِاَنْ جُعِلَ كُلُّ عَبْدٍ سَبْعَةَ اَسْهُمٍ كَسِهَامِ الْعِتْقِ لِاحْتِيَاجِ الْمَخْرَجِ لَهٗ نِصْفٌ وَرُبُعٌ كَمَا قُلْنَا اَرْبَعَةٌ فَتَعُولُ لِسَبْعَةٍ هِيَ ثُلُثُ الْمَالِ اور اگر یہی دونو قول مذکور صادر ہوں مالک سے اوسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد ہو سکیں اسلئے کہ سوا ان تینوں غلاموں کے کچھ اور متروکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونیکو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہو تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیئے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئی تھی۔ تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسلئے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اوس مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار میں گنجایش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال سے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اوسکا جواب یہہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع نصف اور ربع کا نہیں ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح صرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدر فَعَتَقَ مِمَّنْ ثَبَتَ ثَلٰثَةٌ مِنْ سَبْعَةٍ وَسَعٰى فِي اَرْبَعَةٍ وَعَتَقَ مِنْ كُلٍّ غَيْرِهٖ سَهْمَانِ وَيَسْعٰى فِي خَمْسَةٍ فَبَلَغَ سِهَامُ السِّعَايَةِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَسِهَامُ الْوَصَايَا سَبْعَةٌ لِنَفَاذِهَا مِنَ الثُّلُثِ اور اوس غلام سے جو ثابت رہا دونو ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایہ ری چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنے سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کریگا اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کریگا تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے اونمیں سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ وَلَوْ طَلَّقَ نِسْوَتَهُ الثَّلٰثَ كَذٰلِكَ وَمَهْرُهُنَّ سَوَاءٌ اور اسیطرح اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنی ایک شخص کے تین عورتیں ہیں سو ایکدن اوسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اونسے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک اونمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر اُن تینوں کے برابر ہیں ہم مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہہ قید اتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی ابی السعود قَبْلَ وَطْءٍ لِيُفِيدَ الْبَيْنُونَةَ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید موجدائی کا اسلئے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول نے جدا کیا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کی مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایۃ مترجم اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہہ سب احکام اوس صورت میں متبنی ہیں جبکہ زوج یہہ طلاق مبہم دیکر بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد تھی تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لیگی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب تھی وہ نکاح میں ثابت رہی گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور عدت وفات اوسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سَقَطَ رُبُعُ مَهْرِ مَنْ خَرَجَتْ وَثَلٰثَةُ اَثْمَانِ مَنْ ثَبَتَتْ وَثُمُنُ مَنْ دَخَلَتْ لِاَنَّ بِالْاِيجَابِ الْاَوَّلِ سَقَطَ نِصْفُ مَهْرِ الْوَاحِدَةِ مُنَصَّفًا بَيْنَ الْخَارِجَةِ وَالثَّابِتَةِ فَسَقَطَ رُبُعُ كُلٍّ ثُمَّ بِالْاِيجَابِ الثَّانِي سَقَطَ الرُّبُعُ مُنَصَّفًا بَيْنَ الثَّابِتَةِ وَالدَّاخِلَةِ تو ساقط ہوگا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور مدخولہ ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم حصہ ساقط ہوگئے اور مدخولہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوکر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی حصہ ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوکر ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہوگیا پھر ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص متعین نہیں لہذا اسقدر نصف مہر کا دونوں میں برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا پھر اسکے ایجاب ثانی میں بھی تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضوں نے کہا شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنیکی اسیقدر حاجت ہے کذا فی الہدایہ وشرح الوقایہ وحواشیہا المنصفۃ واما المیراث فلہن میراث ربع وثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا یزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الآخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اسلئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منہن عدۃ الوفاۃ احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انمیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونیکے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامرأتیہ احدکما بائن فوطئ احدٰہما او ماتت کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اوس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلئے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعض علما نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یعنی کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ ہے اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وہل التہدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم ارہ شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کی مانند اور بیع کیواسطے پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا مترجم جب طلاق بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے [illegible] شرح مختار میں مصرح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اوسکی ملخص عبارت یہ ہے ولو قال لعبدیہ احدکما حر ثم باع احدہما او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ اور ملتقی الابحر میں یوں ہے والبیع بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در المختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا او موقوفا ولو بقبل العقد نفسہ وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا واستیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ وایصاء وتزویج ورہن وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ابن الکمال لان المساومۃ بیان فہذہ اولی بلا قبض ہدایہ چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

۵ے اور اگر [illegible] دو غلاموں سے کہا [illegible] اور دونوں [illegible] پھر [illegible] پیش کیا [illegible] اسی [illegible] ۵ے اور [illegible]

بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق معلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کا کرنا اور اسیطرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جب کہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہیں بیان ہونے میں کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقوله احدکما حر ففعل ما ذکر تعین الاخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے تو یہہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کسکی آزادی مراد ہے پہر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنی دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایکا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور منحصر ہوگیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اوسکا مالک کو مقصود نہ تہا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تہی ولو قیل له ایهما نویت فقال لم اعتق هذا عتق الاخر وان قال لم اعن هذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچہا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تونے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کر کے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہوگیا پہر بعد اسکے دوسرے غلام کیطرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کر کے کہا کہ اسکی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بہی آزاد ہو جاویگا یعنی دونو غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنے زوج نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پہر کسی نے پوچہا کہ کسکو تونے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پہر اگر دوسری عورت کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو بہی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونو مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اوسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجہپر ہیں سو اگر کسی نے پوچہا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچہہ واجب نہوگا وجہ فرق کی یہہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اوس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت واجب کے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچہہ لازم نہیں آتا کہ جبر اوسپر جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بہی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدهما تعین الجانی وعلیه الدیة دفعا للضرر ولو الجیه اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو مار ڈالا تو مارنیوالا غلام متعین ہو جاویگا واسطے عتق کے اور اوسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیو تو قاتل کیطرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی مع وداعیه بیانا فیه وقالا هو بیان حبلت اولا وعلیه الفتوی لعدم حله الا فی الملک نہوگی وطی اور دواعی اوسکو بیان عتق مبہم میں یعنی اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہو اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا

وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدهما لا یتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسیطرح موت بہی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پہر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کیواسطے اور باقی لونڈی استیلاد کیواسطے متعین نہونگے اسلئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونو میں صحیح ہوسکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہوسکتی اخبار میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامته ان کان اول ولد تلدینه ذکرا فانت

حُرٌّ فولدت ذكرًا او انثى ولم يُدرَ الاول رقّ الذكر بكل حالٍ وعَتَق نصفُ الامّ والانثى لعتقهما بتقدّم الذكر ورقّهما بعكسه فيعتق نصفُهما وتسعيان في نصفِ قيمتهما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنیگی تو تو آزاد ہی پہر وہ مذکر اور مونث ساتھ جنی اور معلوم نہین کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلئے کہ وقت تولد کے ماں اوسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اوسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور جس صورت مین اولیت کیسیکی معلوم نہو تو ماں اور اوسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونو کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونو کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونو نصف نصف آزاد ہونگی اور دونو سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین

شهدا بعتق احد مملوكيه ولو امتيه لغت عند ابي حنيفة لكونها على عتق مبهم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی تو نزدیک امام اعظم کے یہہ گواہی لغو ہی اگرچہ دونو گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہہ گواہی عتق مبہم ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الّا ان تكون شهادتهما في وصيّة ومنها التدبير في الصحة والعتق في المرض اوطلاق مبهم فيقبل اجماعًا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہی کہ دونو کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہی صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی جیسے کہ تدبیر فی الصحۃ وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہی کہ دونو گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچہہ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سی یہہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کے وارثون کو وصیت کر جاوی اور مرض الموت کے اعتاق سے یہہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے ولاصل انّ الطلاق المبهم يحرّم الفرج اجماعًا فلا يشترط له الدعوى بخلاف العتق المبهم فلا يحرم عنده لكن لم يجز ان يفتى به فليحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہہ ہی کہ طلاق مبہم حرام کردیتی ہی شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلاشرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اسمقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے كما تقبل لو شهدا بعد موته انه اي المولى قال في صحته لعتقه احد كما حرّ على الاصحّ لشيوع العتق فيهما بالموت فصار كل خصمًا متعينًا وصحّحه ابن الكمال وغيره چنانچہ مقبول ہی گواہی اگر دو شاہدونے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اوسنے اپنی صحت مین کہا تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہی گواہی مقبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہوجانے عتق کے دونو غلامون مین مولی کی موت سے یعنی جب تک مولی زندہ تہا تو شہادت مذکورہ مقبول نہتی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نتہا اسواسطے کہ مدعی مجہول تہا معلوم نتہا کہ دونو مین سے کون آزاد ہی اور جب مولی مرگیا تو دونو غلامون پر عتق پہیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہوگیا اور تصحیح کی ہی اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے شهدا بعتقه سالمًا ولا يعرفونه عتق گواہی دی دو گواہون نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلامون مین سے سالم ایک ہی غلام ہو ولو عبدان كلٌّ اسمه سالم وجحد فلا عتق كشهادتهما بعتقه لمعيّنة سمّاها فنسيا اسمها وبطلاق احدى زوجتيه وسمّاها فنسياها لم تقبل للجهالة فتح اور اگر مولی کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہونکی ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اوسکا نام یاد نرہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیاتہا اور گواہ اوسکو بہول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانے کے اور حلف بمعنی عہد اور پیمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اس واسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح **قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من له حین دخوله ولو لم یکن او سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله** کہا قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اس دن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب اس کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے مالک ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اس واسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا وہ آزاد ہے **م** مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا **ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبدی او املکه حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفه لان املکه للحال فلا یتناول الا استقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغا یمینه** ... چونکہ مثال سابق میں یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نکہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اوسکا مملوک تھا چنانچہ یہہ قول ہو کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں تغیر ہوگی ملکیت مولی کی ... وقت اس واسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کیواسطے ... کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور ... نزدیک ... مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اوسکی تعلیق لغو ہو جاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا **وکذا لو قال کل عبدی او املکه حر بعد موتی من کان له مملوک یومئذ قال ...** القول اور اس قول سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اوسکا مملوک ہوگا اوسدن جسدن یہہ قول اوسنے کہا اس واسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہو **لا من ملکه بعدہ ... مطلقا بل مقیدا** ... التعلیقه بالموت ... فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا بلکہ مدبر مقید ... دونوں غلام یعنی جو مملوک تہا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے ... تعلیق ... تو یہہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہہ ہے کہ جو غلام مملوک تہا قبل تعلیق کے وہ ... آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار ... کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آئے ... ایجاب ... وصیت ... ثلث مال سے ... وصیت حال اور استقبال دونوں کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کریگا ... مالک ہوا ہے تو وصیت اوسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی **المملوک لا یتناول الحمل لانه تبع ...** ... کو اس واسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک ہے ... **من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکر لدخل الحامل فیعتق الحمل تبعا** تو آزاد ہوگا حمل اوس ... کی لونڈی ... اس واسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ مذکر کو نہ کہتا یعنی فقط اسیقدر کہتا کہ جو میرا مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا **وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک ویتناول المدبر والمرهون والماذون علی الصواب** اور اسیطرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنابر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبیٰ کی عبارت کو رد کیا اوسمیں کہا ہے کہ لفظ

مدبر اور مدبرہ اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہین ولو نوی الذکور او لم ینو الاناث یدین اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے
نیت فقط غلامون کی کی نہ لونڈیون کی یا غلامون کی نیت کی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق
ہوگی کہ تخصیص عام کا اوسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ممالیکی کلہم احرار لم یدین لرفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور
اس قول مین کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہین اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اوسکی تصدیق نہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے
یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی جب غلام اور لونڈیان اوسکی آزاد ہوجاوینگی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اوسنے
اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اوسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت
کے عتق ہوا اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کا خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسداً اعتق وصحیحا لا
اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین بیچون تو تو آزاد ہے پھر اوسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد
کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی بیچ ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح مین بائع کی ملک باقی
نہین رہتی تو شرط عتق کی اوسوقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار
فلان فانت حر فشہد فلان واخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے
شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو وفی ان
کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول مین کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے
گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی
کی اور وہ شرع مین معتبر نہین ولو شہد ابناہ فلان انہ کلم اباہما جازت ان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا
ان کے باپ سے تو گواہی اونکی درست ہوگی اگر باپ اونکا منکر ہو کلام کرنیکا اسلیے کہ بیٹون کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند
محمد وابطلہا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹون کی گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپ کو کچھ منفعت نہین اور
ابو یوسفؒ نے بیٹون کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کہا ہے

باب العتق علی جعل بالضم وبفتح المال

یعنی یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے
جعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور بفتح جیم کا لغت مین اسمے جعل اوس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کیواسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعیلہ بھی اسکی
مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال بشیء معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس بقی مجلس علمہ لو غائبا عتق و
ان لم یؤد لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو ساتھ مال کے جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کیا
غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس تمام ہونے سے پہلے کو اگر غلام حاضر ہو اور اوسکی علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ
اوسنے مال ہنوز ادا نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے ادا پر معلق نہین یہانتک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھکھڑا
ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور معاوضہ مین قبول
عوض کا ضرور ہے جیسے بیع مین کذا فی الدرر وہو مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل ہے
نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح
الی المکارم واما لو علقہ بادائہ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لا مکاتبا اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر جیسا کہ یون کہا کہ اگر تو مجھکو
مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب

باب العتق علی الجعل

تملیک کے حاصل نہین ہوتا تو گویا اوسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وهل یصیر محجورًا تردد فیه فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین بحر الرائق مین تردد کیا ہے اسکو کلام مین صریح روایت پائی نہ تو مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین مذکور کیا ولا یصیر مکاتبًا لانه صریح فی تعلیق العتق بالاداء وهو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلة ذکر منها تسعة اداء مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین اداء مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اوسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ دینی جسپر غلام کا عتق اداء مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلون مین اسمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے متن کی عبارت کے ساتھ ملا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کو اسطرح ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا دیگا اختصار کے رقم کر یگا فقال ولا یتوقف عتقه علی قبوله سر آپنے کہا ا موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اوسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے ولا یبطل برده ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کر دینے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعه قبل وجود شرطه وهو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اوس غلام کا قبل وجود عتق کے شرط کی اور وہ شرط کیا ہے ادا مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداء بدل کتابت کے اوسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعه ثم اشتراه هل یجب قبول ما یأتی به خلاف ۴ اور اگر مولی اوسکو بیچے پھر اوسکو خرید کرے کیا واجب ہے قبول کرنا اوس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار ویعتق بالتخلیة بحیث لو مد یده للمال اخذه ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھاوے تو مال کو اوٹھا لے ۶ مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہے کذا فی الزیلعی تو دونو مین کچھ فرق نہوا تو اوسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا فی حاشیة المدنی ولو ادی عنه غیره تبرعًا او امر غیره بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداءه ولو وجد کما لا یعتق لو قیل ان ادیتها فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او لهذا الشهر فدفع فی غیره ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کیطرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو اداء مال کا امر کیا سو اوسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو نہ پایا گیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے اداء مال مین دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کئے ۹ یا مولی نے مثلا ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دئے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے مین ادا کرنے کی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب پائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صور تو مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنه البعض بطلبه وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اوسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراه ۱۲ اور اسیطرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کر دینے سے آزاد ہوتا ہے اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بے موقع ہے اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی وادّاه الی الورثة لعدم الشرط بل العبد یکسابه للورثة ۱۳ یا مولی مرگیا اور غلام نے مال معین وارثونکو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثون کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کالموت العبد قبل الاداء فترکته لمولاه ۱۴ چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے تو متروکہ اوسکا مولی کا ہوگا اور اوس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل له اخذ ما ظفر به او ما فضل عنده من کسبه ۱۵ بلکہ مولی کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لیلیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اوسکے پاس اوسکا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبه قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثله ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اوس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اوتنا مال غلام سے مولی پھیر لیگا بخلاف

مکاتب کے کہ قبل ادائے بدل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولی کی ملک ہی ویتقید ذلک بالمجلس ان علق اداؤہ بان یقول اذا ادیت ۱۸ اور معلق ہوگا
اوسکا مال کا مجلس ایجاب پر تحدید مقیّد ہی اگر مولی نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہہ تخییر ہی تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور
متی کی تو ادا اوسکا مجلس پر مقصور نہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہا ولدہ بخلاف المکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اوسکی نہوگی اولاد اوسکی عتق
میں یعنی اگر لونڈی کا عتق ادا ہو مال پر معلق ہو پہر وہ اولاد جنی پہر مال کو ادا کریگی تو اوسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر
کتابت کا حکم نہین تہا اور اوسکی اولاد بھی اوسکی تابع نہوگی بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ میں چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اوسکی تصریح کردی وھو ای المال
دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وھذہ الموفیۃ عشرون ۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین
صحیح ہی تو کفالت اوسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اوسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہو جاتا ہی اور یہ مسئلہ پورا کرنیوالا ہے
بیس مسائل کا شارح کو مناسب تہا کہ بجای عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیۃ کا ثم یہہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح کہا ہو صحیح نہین اسواسطے
کہ قبل حکم قاضی کے یہہ مال دین نہین ہی اسلئے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ کا
یہان ذکر کرنا ہی غلط ہی بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تہا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر وغرر نے وہین ذکر کیا ہی اسلئے
کہ اعتاق علی المال میں بمجرد قبول کے غلام آزاد ہو جاتا ہی اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہی تو کفالت بھی اوسکی جائز ہی بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین
اسواسطے کہ مکاتب ابہی تک آزاد نہین کذا فی حاشیۃ السید محمود الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفعہا لمولاہ عتق ورجع الغرماء
علی المولی لان غرماء المأذون احق بمالہ حتی تنقضی دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کئے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق
غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پہر غلام نے ہزار قرض لئے اور اپنے مولی کو دئے تو غلام آزاد ہو جاویگا اور قرض دینے والا مولی سے ہزار پہیر لیگا اسواسطے کہ
قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین حقدار ہین تا وقتیکہ اونکی دیون تمام ہون ولو استقرض الفین فدفع احدہما واکل الاخری
فللغریم مطالبۃ المولی بہما لمنعہ بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لئے سو ایکہزار مولی کو دئے اور ایکہزار خود کہا گیا تو قرض
دینے والے کو مولی سے دو نو ہزار کا مطالبہ جائز ہی اسواسطے کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا
اپنے دین کیواسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہی تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہی لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کریگا ولو قال
انت حر بعد موتی بالف فالقبول بعدہ ای موتہ واعتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ہو الاصح لان
المیت لیس باہل للاعتاق وعتق بالالف والولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہی میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے
ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد
ہو جاویگا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہی مولی کا آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور وارث غلام کی میت کیواسطے ہی تو عصبات
مذکر مولی کے وارث ہونگے عورتونکو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کو وارث نہ ملتی وارثونکو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول
مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہہ صحیح نہین اور یہہ بھی مشروط ہی کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا بوجد
کلا الامرین لا یعتق بذلک اور اگر دو نو امر نپائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرینا
اوسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ سنۃ مثلاً کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال
اور اگر آزاد کیا غلام کو اوسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بہر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول
کیا تو فی الحال آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ علی الشئی قبول مجلس پر مشروط ہی فان خدمتہ سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل

منہا او عوّضہ عنہا او قال ان خدمتنی و اولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان ان للتعلیق وعلی للمعاوضۃ اور مولی کے اس قولین
کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسالہ سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض
خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولی نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے پھر اوسکی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینون صورتون
آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنی
مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمہ للخدمۃ المعروفۃ بین الناس قدرتہ ایا کانت اور جب خدمت
پر عتق ٹھہرے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جہلت او مات ہو ولو حکما
کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مر جاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا مولی مر جاوے ہم اندھے کو بجاے
میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدمہ بعضہا فبحسابہ
اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مر گیا تو اوسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کرکے
مر گیا تو شیخین کے نزدیک چہارم وضع کرکے پون قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر
من شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت
کے غلام یا مولی مر گیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مر گیا ہے تو غلام سے اوسکی قیمت وارثون کیواسطے لیجاویگی اور
اگر غلام مر گیا ہے تو اوسکے متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکور لیجاوے اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اوسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت
ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی وہل نفقۃ عیالہ لو فقراء علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی
ثم یخدم کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اوسکے مولی پر ہے جیسے اوس
غلام کا نفقہ مولی پر ہے جسکو مولی نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کیواسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت
کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو متقدر رہنے تک اوسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت
پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اوسکا اور اوسکی عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس
وصیت خدمت کے ہم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر
قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اوسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض اپنی خلاصی
کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد منہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت یجب قیمتہ وعند محمد
قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھہ بیچا بعوض اس گھوڑی
کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک
گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت ان کان عتقت
مجانا ولا شیء لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کر دے
اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھہ اوسکا نکاح کر دینا اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ
مفت آزاد ہو جاویگی اور آزاد کرنیوالے پر کچھہ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ہم
اگر عورت اوس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اوسکی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم ہونگے وہ ساقط ہو جاوینگے اور جسقدر مہر
مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے ہر صورت مفت

آزاد ہوگی آزاد کرنیوالے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسمت الالف علی قیمتہا ومہر مثلہا ای مہر مثلہا التی فیہا النسل لعقد اقتضاء ولا یجب
حصۃ ما سلم ای القیمۃ وتسقط حصۃ المہر اور آزاد کرنیوالے نے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یوں کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی
کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا نکاح بھی کردے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اوس نے نکاح سے
انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاے کلام کے گویا اوس نے یون
کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیع کر اور اوسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اوسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے
مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو
نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون کما فی وجہیہ ضم عنی او ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار
درم سے اوسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اوسکا مہر ہوگا تو اوسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونو صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے میں اور اوسکے ترک کرنے میں
ھ اگر قیمت لونڈی کی اور اوسکا مہر مثل دونو برابر ہیں اسطرح پر کہ سو درم کی اوسکی قیمت ہو اور اسیقدر کا اوسکا مہر مثل ہو تو ہزار درم دونو پر منقسم
ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا
حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اوسپر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہونگے اور پانسو درم
مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل میں تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دو سو ہوں اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور
ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اوسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولی کے واجب ہونگے
اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ھدر وفی الثانیۃ لمولاہا باعتبار تضمن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جسقدر
لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولی میں رائگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اوسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہنچا وہ اوسکے مولی کا
ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلا اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ
الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا
مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اوسنے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اوسکا مہر مثل مولی پر لازم آویگا امام اعظمؒ اور
محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز کہا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسفؒ نے باقتداے فعل آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ام المؤمنین حضرت صفیہ میں ھ صحیحین میں بروایت انسؓ کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے حضرت نے اپنے
واسطے اختیار کیا اور اونکو آزاد کیا اور اون سے نکاح کیا اونکی عتق کو اونکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کیطرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے
ہیں کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ
میں اقتدا جائز نہیں فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو
اوسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل
فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسیطرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام نے بی بی سے
بعد آزاد ہونیکے نکاح کرلیا تو بی بی کا مہر اوسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کیا تو اوسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ
علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط
نکاح کے پھر اوسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونیکے انکار کیا تو اوسپر کچھ واجب نہوگا
کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنیکے نہیں جو بقدر قیمت اوسپر سعایت لازم آوے فرع مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتقوا عنی

عبدًا او انت حرٌّ فاعتق عبدًا اجیرًا لا یعتق وفی ادّانت یعتق لانه ادخل فی ملکہ فیکون راضیًا بالزیادة واما العتق اخراجٌ لانّ کسبہ ملک المولی۔ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ بہتری غرض سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہہ غلام ماذون فی التجارة ہوا اور بوسطہ غلام کا آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مولی لیکر آزاد کر دیا تو یہہ آزاد نہ ہوگا اور اسیطرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اختیار سے کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اوسنے عمدہ غلام دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اوسنے مولی کی ملک میں داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اوسکو ملک مولی سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام کی کسب مملوک ہے مولی کا تو مال عبد کے اخراج سے مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہہ باب مدبر کے احکام میں یعنی غلام کے مدبر کرنیکے احکام میں زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ خاص لونڈی میں مخصوص ہے هو لغةً الاعتاق عن دُبُرٍ وهو ما بعد الموت تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا اور لہذا مدبر اوس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ مناسب ہیں اسیواسطے اکثر فقہا اسیکو بیان کرتے ہیں اور معنی تدبیر کے لغت میں کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معروف ہے اور بعض فقہا نے اسیکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تا کہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعًا تعليق العتق بمطلق موته ولو معنًى كان مُتُّ الى مائة سنة اور شرع میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھہ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہا کہ اگر میں سو برس تک مر جاؤں تو تو آزاد ہے ھم تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونوں قسم کو شامل ہو خلاصہ یہہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مر جاؤں تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر میں یہہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے کہ غالب حال یہہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کاہیکو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ وہیں یہہ توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تاویل معنوی بنا کرنے کے وہان معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں ہے لہذا تاویل معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذا فی حاشیة البحر عن الشرنبلالیه وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجیٔ وبموته تعلیقه بموت غیره فانه لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب میں آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہہ قول اصلا تدبیر نہیں نہ یہہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی میں مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا او متی او ان متُّ او هلكتُ او حدث لي حادثٌ فانت حرٌّ او عتيقٌ او معتقٌ او انت حرٌّ عن دبرٍ مني او انت مدبّرٌ او دبّرتك زاد بعد موتي او لا چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب میں مرون یا اگر میں مرون یا جسدم کہ مرون یا جب مجھپر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونو برابر ہیں ھم عرب کے عرف میں حدث اور حادث اور اسیطرح وفات اور ہلاک موت میں مستعمل ہین اسواسطے کہ اوسمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان میں استعمال کرنا اور اول منزل کو پہنچنا اسیطرح ہوگا وانت حرٌّ یوم اموت اُرید به مطلق الوقت لقرانه بما لا یمتد فان نوى النهار صحّ وكان مقيدًا یا مولی نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ میں مرون یوم سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اوس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہیں ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب لیل یا یوم مر

غیر مقید سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا یعنی رات اور دن دونون کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مرا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کرے گا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہہ تدبیر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہوجاویگی اسواسطے کہ یہہ ضرور نہیں کہ موت اوسکی دن ہی کو ہو **اوان مت الی مائة سنة مثلا وغلب موته قبلها هو المختار لانه كالكائن لا محالة** یا مولی نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلا مرون تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اوسکی موت کا قبل سو برس کے ہے تو یہہ مقید بھی مطلق کے ہے قول مختار مین اسواسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے یا شک باعتبار غالب [illegible] اور غیر مختار وہ قول ہے جو نہایہ اور جامع الفقہ مین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور [illegible] تفصیل [illegible] **وافاد بالكاف عدم الحصر حتى لو اوصى لعبده بسهم من ماله عتق بموته ولو بثلث لا يعتق** [illegible] **الملتقى** [illegible] کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین یا ایکے [illegible] تو وہ آزاد ہوجاویگا اوسکی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہوگا اور [illegible] ملتقی الابحر مین فرق کو بیان کیا ہے **م** اختیار شرح مختار دونو مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم [illegible] تعیین سے تو جب مولی نے اپنی کل مال سے غلام کیواسطے سدس کی وصیت کی [illegible] غلام کا بھی [illegible] اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو [illegible] تعیین [illegible] اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جز مین داخل نہین ہوسکتا تو آزاد بھی نہوگا اور محشی [illegible] فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے [illegible] کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنے کی چار طرح پر ہین اول صریح جسمین تدبیر مصرح ہوا اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اون الفاظ سے [illegible] جسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسیکا اختیار تجھپر نہین اور رابع بلفظ وصیت [illegible] مال یا سدس یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی [illegible] کردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالہ [illegible] کیونکہ غلام مین ملکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی **ولو دبر عبده ثم ذهب عقله فالتدبير على حاله لما مر انه تعليق وهو لا يبطل بجنون ولا رجوع** مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنے سے **بخلاف الوصية برقبته لانسان ثم جن ثم مات بطلت** بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو یہہ وصیت باطل ہوجاویگی **ولا يقبل التدبير الرجوع عنه ويصح مع الاكراه بخلافها فالتدبير كوصية الا في هذه الثلث اشباه ويزاد ما لو دبر السفيه وما لو قتل سيده** اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اوس سے پھرجانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اوس سے پھرجانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ہے ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے مین ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کردیا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر مین ثلث مال مین نافذ ہے اور تدبیر اوسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اوسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت مین سعی کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنیوالیکو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی **فلا يباع المدبر المطلق خلافا للشافعي** سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اوسکو پاس کچھ مال نتھا سوا ہے اس غلام کے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو آٹھ سو درم کو بیچا اور اوس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی مؤطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث دلیل ہے جو دار قطنی

الفاظ دوسرے [illegible]

سنے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے تہائی مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہو اور
موقوف ہونیکی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اوسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس
اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہ کہ ابتدای اسلام میں بیع حر کی جائز تھی
پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ مجھکو جابر سے اس حدیث کا اشتباہ ہوا
کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اوسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی روایت قولی نہیں جو عام ہو ملکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعہ
حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہیں ہو سکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر
مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ
نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا وھل یبطل التدبیر قیل
نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علمانے کہا ہے کہ ہاں قضای قاضی مبطل تدبیر ہے شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور
کیا حالانکہ قضاء قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اصل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولے نے مدبر کو بیچا
اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہو گئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی دن کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا
تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا
بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کی مانند ہو جاویگا یعنی بالاتفاق اوسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ او سپر ہر طرح سے
احکام حر کے جاری ہونگے ولا یوھب ولا یرھن کالوقف فشرط واقف الکتب الرھن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ
امانۃ فلا یتاتی الایفاء ولا الاستیفاء … اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اوسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن
جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنیوالا یون شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر
کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو کرنے کے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور
امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں … کر گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہیں ہو سکتا کذا فی البحر الرائق صاحب نے اشباہ
میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا … جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہو یعنی مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ بتعجیل الحریۃ وسیتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر
آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اوسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب
مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سوای اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف … اوسکو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہانتک کہ کسیکے واسطے وصیت
نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر مع حل بیعہ ان یدبرہ مقیدا کان مت وانت فی
ملکی او ان بقیت بعدی من لی فانت حر اور حیلہ اوس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اوسکو بیچ سکے یہ ہے کہ اوسکو مدبر مطلق نکرے
بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم
المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطا وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اوسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہو اور مدبر لونڈی
سے وطی کرنا اور … اوسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومھر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے
کسب کا اور اوسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقای ملک مولی کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسیکا خون کریگا تو مولی پر اوسکا خون بہا دینا
لازم ہوگا … ارش کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں جو اوسکے پاس ہے

وہ مولی کی ملک ہو پہر مولے کا وارث ہونا ہمیں ہے وبموتہ ولو حکما کلحاقہ مرتدا اعتق فی آخر جزء من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث ماله یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر و مات مجہلا فیعتق نصفہ من الکل و نصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سو اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب مین لحاق کرے آزاد ہوگا مدبر حیات مولی کے جزء اخیر مین اوسکے ثلث مال سے یعنی اوس مال کی تہائی سے جو مال کہ اوسکی موت کے دن موجود ہے مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حر یا مدبر ہے اور بدون بیان کیے مر گیا تو آزاد ہوگا نصف اوسکا کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اوسکا مولی کے ثلث مال سے آزاد ہوگا [illegible] من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعات کریگا کل مال [illegible] ثلث مال کے حساب سے [illegible] سعایت کریگا اور اگر اوسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے [illegible] ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی تلثیہ لان عتقہ من الثلث اور [illegible] ثلث مال سے ہوتا ہو ان لم یترک غیرہ وله وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن له [illegible] مدبر اپنی دو ثلث مین سعایت کریگا اگر مولی نے سوا اوس غلام کے اور کچھ مال نچھوڑا ہو [illegible] غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین ہوسکتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو [illegible] تدبیر درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارث کے [illegible] ولو قتلته ام الولد لا شیء علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر [illegible] کو قتل کرے [illegible] بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہے اور اگر [illegible] ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہوجاویگی مالک کی موت سے اور اوسپر کچھ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین بصراحت مرقوم ہے مدبر قتل سے اسوجہ سے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کیواسطے صحیح نہین رہتی بخلاف ام ولد کے آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اوسپر واجب نہین وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مع دینہ مجتبی وہو حینئذ کمکاتب فلا حر ما لم یؤد لو المولی مدیونا محیطا اور اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت مین سعایت کرے یعنی اس صورت مین ثلث بھی نہ آزاد ہوگا [illegible] کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت مین نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے [illegible] اوسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اوسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور اوسکا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات المعتق فان ضمن شریکہ فمات سعی فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہوچکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنیوالے شریک نے ضمانت دی اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنیوالا مر گیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت مین سعایت کریگا اوسکے وارثون کیواسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے تو اوسکا لڑکا بھی مدبر ہے یعنی ماکے ساتھہ وہ بھی مولی کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما مقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہو لڑکا مدبر نہ ہوگا اپنی ماکا تابع نہوگا یعنی ماکے ساتہہ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہو ماتن نے بیع فاسد کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کی مانند ہو سو اسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماکا تابع ہوتا ہو نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضی نسخون مین بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہو حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کیطرف سے یہ جواب ممکن ہوسکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونو کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہو نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فلعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہو جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اوس وقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنیکے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو دلو ولدت

وذکر المصنف

المدبرة من سيدها فهي ام ولده وبطل التدبير لانه من الثلث والاستيلاد من الكل فكان اقوى اور اگر لونڈی مدبر اپنے مالک سے لڑکا
جنی تو وہ ام ولد ہوگی اور اوسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر تو تہائی مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے
اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے ويبيع ويهب ويرهن المدبر المقيد كان قال إن مت من سفري او مرضي هذا او الى عشرين سنة مثلاً
مما يغلب خائفاً اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولی نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین اس سفر سے یا
اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہے یا بیس برس مثلاً کے بعد یا اور ایسی مدت مذکور کرے جسمین غالباً موت واقع ہو سکے خلاصہ یہہ ہے کہ مدبر مقید وہ
ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلاً اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس یا بیس برس تک کی موت
تو مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوئے کہ مولی کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین
ہونیوالی ہے او ان مت وغسلت او كفنت یا سبب کہ مولی نے یون کہا کہ اگر مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن
تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافاً لزفر ورجحه الكمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر مین مرون یا قتل ہون تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام ابو یوسف
کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین اور موت اور قتل دونون ایک امر نہین اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت
کو قتل لازم نہین تو یہہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک یہہ غلام مدبر مطلق ہوا اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اس تقدیر پر
ہے کہ فی الحقیقت یہہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوئی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے كذا في فتح الغفار
او انت حر بعد موتي وموت فلان فان مات فلان قبله فيصير مطلقاً یا مولی نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلاً زید کی
موت کے بعد تو یہہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اوس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہہ غلام مدبر مطلق ہوجاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان كما في الدرر والكنز ورده في البحر بما في المبسوط وغيره من انه ليس تدبيراً بل التعليق
حتى اذا مات فلان والمولى حي عتق من كل المال ولو مات المولى اولاً بطل التعليق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلاً زید کی موت کے بعد یہہ مثال
ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید
بلکہ یہہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلاً مرگیا اور مولی زندہ رہا تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا
تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور تہائی مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگئی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا
ويعتق المقيد ان وجد الشرط بان مات من سفره او مرضه ذلك كعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافة الى الموت اور مدبر مقید آزاد
ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولی اوسی سفر یا اوسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود
ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضي هذا فهو حر فقتل لا يعتق بخلاف ما لو قال
في مرضي ففرق بين من وفي مولی نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا
کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے مجتبی مین اوسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی مین یون فرق بیان
کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل دوسرا سبب ہوا سوا بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی
اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو له حمى فتحول صداعاً او بعكسه قال محمد هو مرض
واحد كما في المجتبى اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دوسری بیماری ہوگئی یا درد سر تھا
سو تپ ہوگئی تو امام محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے كذا في المجتبى یعنی تپ اور درد سر جدا جدا گانہ دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونو باہم متلازم ہین لہذا
ان کو ایک شمار کیا وقيمة المدبر المطلق ثلثا قيمته قنا به يفتى اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اوسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا اسی کے

تو سو ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اوسکے مثلا تین سو درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے تین سو درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا در
عن الخانیۃ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیۃ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہہ ہے کہ اوسکو موافق سعایت کریگا فیما
عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولو لاہ بیعہ الا صح اور درر مین خانیہ سے منقول
ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینے پہلے میری موت سے پہر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اوسکو کل مال سے اسواسطے کہ
امام اعظم کے نزدیک اوسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تہا کذا فی الدرر اور مجتبی مین آیا قول اور زیادہ کیا ہوکہ اوسکے مولی کو
اوسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی انشاء اللہ صح الایصاء وفی ہو حر بعد
موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر ولا استثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے
غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ
تو یہہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اوسمین صحیح ہے باب

باب الاستیلاد

الاستیلاد ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہہ باب ہے استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت
عرب مین عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اوسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے
اولاد لینے کو استیلاد کہتے مین اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جب کہ جنی لونڈی
اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا ہو اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص
مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فورا اگر ہاگرم اوسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہہ لڑکا مالک کا ہوگا اور
لونڈی ام ولد ہوجاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور لائق
ہے مالک کو کہ لوگون کو گواہ کرے کہ یہہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اوسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نبنا وین ولو حملا کقولہ
حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ
اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا مولی کا کہ حمل اوس لونڈی کا مجھسے ہے یا جو اوسکے پیٹ مین ہے سو مجھسے
ہے اور یہہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا
تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کو بچہ گردانتو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوے
ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اوسکے تصرف مین ہوگی اور جنیگی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے
کہ مجنون وغیرہ مین اہلیت دعوۃ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا کوطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا
او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اوسکو مولی نے نکاح کردیا تہا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی باشبہہ
کے پہر وہ لونڈی جنی پہر اوسکو اوسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اوسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہہ لونڈی
جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اوسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو
ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اوس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے
سے ہو مالک ہوگا تو اوسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت ثم ملکہا فان عتق
ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسیطرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پہر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ
ثابت ہوئی یا مرتدہ ہوکر دار الحرب مین جا ملی پہر یہہ شخص اوسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونیکے جیسے محارم

باب الاستیلاد

له یعنی انشاء اللہ کہنا اوس مین بیہودہ ہے اور اسکی صحت کا اثر یہ ہوگا کہ جس ایجاب پر وہ واقع ہو اسکو باطل کردیگا اسی لیے وصیت صحیح نہوئی ۱۲

محارم کا مکرر ہوتا ہے بتکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی اور گرفتار ہو کر مملوکہ ہوئی مولی کی تو اب مدبرہ نہوگی ہم یہہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہو یعنی ام ولد ہونا اوسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولی کے آزاد ہوتی ہے تمامیات سے نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا قبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر ان ام ولد کا حکم مدبرہ کی مانند ہے چنانچہ اوسکا بیان ہو چکا یعنی اوسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والنظائر الفایسۃ من الطبع ام ولد مثل مدبرہ کے ہے مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فروق کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہے اور مشہور ہے [illegible] شارح نے چار مسئلون کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی اون تیرہ مسئلون مین سے ایک یہہ ہے کہ ام ولد مولی کی موت سے اوسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ سعایت کرکے آزاد ہوتی ہے ہم ام ولد بعد موت مولی کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اوسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اوسپر لازم نہیں اگرچہ مولی قرضدار مرا ہو اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داود ظاہری جمہور کے مخالف ہیں قائل بیع ہیں سو لائق اعتنا کے نہیں کذا فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اوسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض اخر امضاء او ابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ تمام بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھے یا باطل کرے نہیں یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہہ حکم جمہور صحابہ اور بعد کے [illegible] لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہو گی [illegible] اور اگر قاضی حنفی قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اصلی بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کی جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہیگا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعد ولد ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم یحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطء ابنہ او المولی امہا [illegible] لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنی تو اوسکا نسب بدون دعوی مولی کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولی پر حرام نہوگئی ہو ایسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن مولی کی وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولی کے ام ولد کی ماں سے تو [illegible] اگر ام ولد بچہ چھہ مہینے یا چھہ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا اگر ام ولد منکوحہ ہے کہ ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اوسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولی کے دعوی کرنے سے ولد اوسکا مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ وفسد النکاح لتیقن [illegible] استبراء لہا [illegible] النکاح [illegible] وثبوت النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھہ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا اور صورت نکاح کر دینے کے اوسکا نکاح فاسد ہو جاویگا اسلیے مستحب ہوا استبرا کے [illegible] کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کرے اور اگر نکاح کر دے [illegible] کذا فی [illegible] کہا ہے اور [illegible] استبرا کے استحباب کو تعلام کے نکاح اور ثبوت نسب مین اول بیان کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ضعیف [illegible] ام الولد [illegible] حکمہا وقوی للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان [illegible] فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان [illegible] ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار سے

موقوف نہین لیکن اوسکا نسب مولی کی نفی کرنیسے منتفی ہوجاتا ہی بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہوجاتا ہی اسواسطی کہ فراش چار قسم پر ہے ایک فراش ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولی کے اوسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اوسکا حکم معلوم ہوا کہ اوسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہی تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اوسکا نسب نفی نہین ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب کسیطرح نفی نہین ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطی نہین ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہین لا اذا قضى به قاض غير حنفي يرى ذلك فيلزم بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہین ہوتا ہی مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وهو ساكت كما مر في اللعان لانه دليل الرضاء بحرفلا ينتفي بنفيه بعدها یعنی السعوديين یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطی کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اوسکی نفی کرنیسے ان دونو صورتون مین اوسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمي يعني الكافر ومدبرته مسلمين عرض عليه الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونو کو حکم شامل ہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا فی الدر المنتقی تو کافر پر اسلام عرض کیا جاویگا اسواسطی کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فهي له تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبر جیسی تھی ویسی ہی اوسکی بنی رہی والا سعت نظر للجانبين لان خصومة الذمي والدابة يوم القيامة اشد من خصومة المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اوسکے واسطے سعایت کریگی بلحاظ دونو جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اوسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطی باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہی مسلم کی خصومت سے اسواسطی کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر پڑے الا ماشاء اللہ بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اوس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کی ذمی کو نہین مل سکتی اسواسطی کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہی کذا فی حاشیة المدنی اللهم انا نعوذ بك من مظالم عبادك اجمعين في ثلث قيمتها قنة وعتقت بعد ادائها اي القيمة التي قدرها القاضي ام ولد سعایت کریگی اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اوسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا کما دینا اوسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اوس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایة البیان مین مذکور ہے کذا فی منح الغفار وهي مكاتبة في حال سعايتها الا في صورتين بلا رد الى الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعيدت ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مکاتبہ کی برابر نہین پہلی صورت یہہ کہ اگر وہ عاجز ہوا ادا ہی قیمت سے تو رقیت کیطرف نہ پھیرے جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطی کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اوسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعا یہہ جائز نہین ولو مات قبل سعايتها ولها ولد مولود في سعايتها سعى فيما عليها والا عتقت مجانا لانها ام ولد دوسری صورت یہہ کہ اگر مولی مر گیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اوسکا ایک لڑکا ہی جسکو مدت سعایت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کریگا اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطی کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولی کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے سعایت ولد کی قیمت مین درصورت ام ولد کی موت مین ہے نہ اوسکے مولی کی موت مین تو شارح کو مناسب تہا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہان نہ ملاتا بعد حکم موت مولی کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یون عبارت ہی ولو مات عتقت بلا سعاية ولو ماتت هي ومعها ولد ولد في سعايتها سعى فيما عليها یعنی اگر ام ولد کا

مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اوسکا ایک لڑکا تہا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی ماکی قیمت مین سعایت
کریگا بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اوسکا مولی مرگیا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اوسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبر فیسعی فی
ثلثی قیمتہ اور اسیطرح ہے حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی یا مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اوسکا مولے مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت
مین سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اوسکی دو ثلث مین سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم
فبہا والا جبر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان
ہوا تو خوب بات ہے وہ اوسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تہا اور اگر اوسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچڈالنے کا حکم کیا جاویگا تا کہ مسلمان کافر کے
ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا
لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب
ولد کا اوس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادای بدل کتابت سے عاجز ہو تو اوسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہے
اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل
اور ضامن ہو مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اوسکو نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے
تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اوسیوقت سے ضمان
لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے
بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک
لونڈی کے ولد کا دونو شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھی دعوی کیا یا ایکنے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی
کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تہا اور حالانکہ دونو اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے
کیوقت تو وہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونو کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ یہ متصور نہین بلکہ جب دونو مالکون نے
برابر دعوی کیا اور دونو جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونو کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی
کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اور اوسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط اٹکل پر ہے اور
اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اوسیکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کا ہیکو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا
اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونو شریکون نے تلبیس کی لہذا اوسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور
یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار
فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پہر اگر دونو شریک برابر نہون مالکیت مین یعنی ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو
لونڈیکا اور دوسرا بعد اوسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہے کہ جب لونڈی
حاملہ ہوئی ایک کی ملک مین پہر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پہر وہ پوری چہ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونو شریکون نے ولد کے
نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ نطفہ اوسیکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تہا کہ بعد بیع کے چہ مہینے سے
کمتر مین جنی تا کہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق ثابت ہوا اور اگر پورے چہ مہینے مین جنے گی تو دونو کی ملک مین علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر
ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پہر وہ چہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خریدنے کے پہر دونو نے
اوسکے ولد کا دعوی کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر وان اشترکوا فیہ ثم ادعوہ وکتابی علی ابن وذمی عکسہ

وھر تیان ویحو میں اور اپنے ولیم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہو جیئے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر ھم یہہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر
باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونو ساتھہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہے بیٹے پر اور اسیطرح مسلم مقدم
ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہو مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی
فی سدیہ سے نقل کیا لیکن یہہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہہ عبارت ہو المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہہ عبارت ہو لو کانت الذمی
بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر صیغت دار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لا یثبت نسب
ولدیھما بالدعوۃ شئ مما ذکرنا متی مہر ثابت ہوگا دوسری ولد کا نسب ہر دون دعوی ہسکے جمیع صور تو نہین جو مذکور ہو چکین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد
مشترک کے جیسا سمجہہ مقتضی ہے مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوی اوس وقت میں ثابت النسب ہوتا ہو جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہوگئی ہو بخلاف صور مذکورہ
کے دھی امۃ وادعیاہ ان حملت فی ملکیھما اور یہہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونو متساوی شریکون نے ساتھہی دعوی کیا دونو کی ام ولد ہے
بشرطیکہ وہ دونو کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونو کی خرید کے بعد پورے چہہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتریاھا
حبلی لانھا دعوۃ عتق فورثت لھما وبادعاء احدھما یضمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونو
مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پہر دونو نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس
دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلئے کہ شرط استیلاد کی یہہ ہے کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل
تہا پہر جب یہہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونو شریکون کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوی استیلاد کا نہین وعلی کل نصف عقرھا وتقاصا اور درصورتیکہ دونون
شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اوس شریک کو نصف مہر دینا
چاہیئے اور اوسیطرح اوسکو اور دونو باہم اپنے حق کو مجرا کر لین نہ کوئی دیوے نہ کوئی لیوے اگر کوئی کہے کہ جب دونو حساب مین برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا
فائدہ ہے اوسکا جواب یہہ ہو کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار
پر تو اوسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدھما اکثر فیأخذ منہ الزیادۃ لان المھر یقدر الملک
دونو شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہو گر جب کہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی
ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے
ہوتا ہے بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لھما سویۃ وان کان احدھما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب
فیکون سویۃ لعدم الاولویۃ وتتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ بیٹا ہر دونو شریکون کیواسطے برابر
ہے اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونو مین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونو
برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن
من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اوسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار
اوسپر حجت ہو وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونو شریک اوسکے وارث ہون گے ایک باپ کے ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع
مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسیکے بیان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونو مین تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو
کثروا ولو نساءً وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہو اوسیطرح اگر زیادہ ہون دو سے تو اونکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے
کرنیوالیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق تدین ہے ھم پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون

ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اوسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیون سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر ایک ولد مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہہ کہتا ہو کہ یہہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اوسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو مردون اور دونو عورتون کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردونکا ہوگا نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدهما او اعتقها عتقت بالاتفاق قلت فالعتق انما یتجزی فی القنة لا فی ام الولد بل العتق بعضها یعتق کلها اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایہ آزاد ہوجاویگی شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہوجاتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہے جارية بين رجلين ولدت فادعاه احدهما واعتقه الاخر وخرج الكلامان منهما معا فالدعوة اولى لاستنادها للعلوق خانیہ ایک لونڈی مشترک ہو دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اوسکو ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہہ دونو کلام دونو سے ساتھہ برابر نکلی تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے بوجہ مستند ہونے دعوے کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوے نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کرنیوالے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعى ولد امة مكاتبه وصدقه المكاتب لزمه النسب بتصادقهما كدعوة ولد جارية الاجنبی اما ولد مكاتبته فلا یشترط تصدیقها کما سیجئ دعوی کیا مولے نے اپنی مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اوسکی تو مولی کو نسب لڑکا لازم ہوگا دونو کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوے سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو ثبوت نسب مین مکاتبہ کی تصدیق مشروط نہین چنانچہ کتاب المکاتبہ مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمة الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی پر مہر لونڈیکا اور قیمت ولد کے پیدا ہونے کے دن کی وسقط الحد عنه للشبهة اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ ملک کے ولم تصر ام ولده لعدم ملكه اور لونڈی مکاتب کی مولی کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اوسکی ملک نہین وان كذبه المكاتب لم یثبت النسب لحجره عن تصرفه بالعقد اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب لڑکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکہا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منه جارية غيره وقال احلها لی مولاها والولد ولدی فصدقه المولی فی الاحلال وکذبه فی النسب لم یثبت نسبه غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفہ سے جنی اور اوسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اوسکو مجہپر حلال کر دیا اور اوسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اوسکی نسب مین تو نسب ثابت نہوگا احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونیکا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیة الحلبی فان صدقه فیهما جمیعا یثبت والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقه فی الولد یثبت ای مع تصدیقه فی الاحلال فلا مخالفة کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونو امرون مین یعنی احلال اور نسب مین تو نسب لڑکا ثابت ہوگا اور اگر دونو امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیة والدرر اور یہہ قول زیلعی کا کہ اگر مولی مدعی کی ولد مین تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کے ساتھہ تصدیق احلال کی مثبت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھہ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروضہ ہے تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکها او ملکه بعد تکذیبه ای المولی لو مکاتبه یوما من الدهر یثبت النسب وتصیر ام ولده اذا ملکها لبقاء اقراره اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈیکا یا مالک ہوا اوسکو ولد کا کسی دن بعد

تکذیب مولی کی اگرچہ مالک لونڈیکا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا۔ صورت مالک ولد کے اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی جب کہ ادسکا مالک ہوگا و مطابق رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریة احد ابویه او جده او امراته وقال ظننت انها تحل لی فلا حد للشبهة ولا نسب الا ان یصدقه فیهما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماکی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اوسنے کہ مین اوس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اوسپر حد لازم نہ آوےگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت ہوگا شارح نے کہا مگر اوس وقت نسب ثابت ہوگا جب کہ جاریہ کا مولی دونوا مرمین اوسکی تصدیق کرے ہم فیہما کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کا دو صورتین ہین یعنے جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اوسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہو لیکن بہر صورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقه فیهما بے محل زیادتی ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابونکی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیة المدنی وان ملکه یوما عتق علیه اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اوسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملك امه لا تصیر ام ولده لعدم ثبوت نسبه کذا ذکره المصنف تبعا للزیلعی لکنه نقل هنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیة انه لو ملکها بعد تکذیبه یوما ثبت النسب لبقاء الاقرار فتنبه اور اگر مستولد ولد کی ماکا مالک ہوگا تو وہ اوسکی ام ولد نہوگی بسبب ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اوسکی ماکا کسی دن مالک ہو [illegible] ہو وے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کرے ہم شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونیکا اشارہ کیا [illegible] شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر اکلام مصنف مین تناقض نہین اسلئے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مدعی ولد نے جاریہ [illegible] جاریہ غیر حلال کی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے [illegible] مسئلہ مذکور کیا یعنے مسئلہ ادعائے حلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعائے ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہے [illegible] منح الغفار مین [illegible] ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم تعم فی الخانیة زنی بامة فولدت فملکها لم تصر ام ولده [illegible] ہو کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اوسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوتا تو وہ آزاد [illegible] تائید ثابت ہوئی وفی الاشباه لو ملك اخته لامه من الزنا عتقت ولو اخته لابیه لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کسی [illegible] بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہوئی تو وہ لونڈی [illegible] آزاد نہوگی اسلئے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطہ باپ کے ہے اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہوا [illegible] اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیة المدنی عن الحموی فروع مسائل [illegible] اراد وطء امته ولا تصیر ام ولده [illegible] یزوجها ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اور اولاد ہووے تو اپنے طفل صغیر کو اوسکا مالک کردے پھر [illegible] اولاد [illegible] بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ ہے کہ اوسکو نکاح کرلینے کا اختیار رہا [illegible] ولو اوصی لها بثیابها [illegible] اذا اوصی له به نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترك لها ملحفة وقمیص ومقنعة ولا شیء للمدبرة اور اگر کیا مولی نے اپنی [illegible] ام ولد ہونیکا اگر اوسوقت لونڈیکا ولد ہوا اوسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کی اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اوسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اوسکے مالک ہونگے مگر اوسوقت وارث ہونگے جب کہ مولے نے اوس مال کی ام ولد کیواسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبے مین یون ہے کہ محمد نے مستحسن کہا ہے اسکو کہ اوس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم المولی الکریم

کتاب الایمان یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی **مناسبتہ لعدم تاثیر الھزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق والاسقاط والسرایۃ** مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارکت کے ہے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق **الیمین لغۃ القوۃ** یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے ۱۲ م ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے لفظ قوت کو معنی اس واسطے ذکر کیا کہ قوت مناسب ہے معنی شرعی یمین سے مغرب میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اس واسطے کہا کہ قسم کھانیوالا اسی حلف سے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اس وجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے **وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق** اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانیوالے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اس واسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اس واسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق بھی یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا ۱۲ م مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کے کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بالتعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنیکی تعلیق سے اوس عورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہے یا تطلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہنے سے کہ میں نے یہ فعل اگر کیا تو اگر گا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دلیگا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجکو ایکبار یا بیش بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا درایت کیا جائے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اوسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ ہے کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اوسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کا حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع **وشرطھا الاسلام والتکلیف وامکان البر** اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اسطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نرہیگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریہ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسری یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذا فی منح الغفار **وحکمھا البر او الکفارۃ** اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ۱۲ م تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح **ورکنھا اللفظ المستعمل فیھا** اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہو **وھل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنھی وعامتھم لا وبہ افتوا لاسیما فی زماننا وحمل النھی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولھم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی** اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعض علمانے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علمانے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا ہے نہی کو اوس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہیں بلکہ

بطور عادت عرب کے اپنی مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی
ممنوع ہو وہ قسم بغیر اللہ ہے جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو میں کہاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا یورا اکرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم
کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محمل حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوا تعلیق کے دھی ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس و
اللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق ونحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس مین یمین باللہ کی قید اس واسطے لگائی کہ غموس اور
لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہین اس واسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسلئے اسمین اس امر کا تو متحقق نہین تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ
واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہے نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین
باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اس واسطے کہ یہہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل ایسا
وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ اوس نے
ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ
کی یہہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم
ہے تعظیم حق تعالے کو تو گویا اوس نے یون کہا کہ بخدای عظیم مین نے ایسا نہین کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وھی کبیرۃ مطلقا
لکن اثم الکبائر متفاوت نھر اللہ کی جہوٹی قسم کو غموس اس واسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پہر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جہوٹی قسم کبیرہ گناہ
ہے ہر طرح سے خواہ جہوٹی قسم کہا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہے کذا فی النہر دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری
کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین
ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جو شخص جہوٹی قسم کہاوے تا مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالی بہشت کو اوسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اوسکو
ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو غیر فعل او ترکہ کو اللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کہائی جہوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز
فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے یا فعل شرح وقایہ مین واللہ انہ حجر من کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تا کہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو
شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اس تاویل کو رد کیا اس واسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط تقییدی نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض
کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ ماله علی الف عالما بخلافہ و واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ
یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا اوس فعل کو جان کر یا زمان حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اوسکو مجہپر ہزار درم نہین یہہ جان کر قسم کہائی کہ
ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہے یہہ جان کر قسم کہائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہے مثلا وتقییدھما بالفعل والماضی اتفاقی داکثری اور قید لگانا فقہا کا
تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شرح ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا
مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بھا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اوسپر توبہ لازم
ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا اللغو ولا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق یواخذون
علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اوسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور
عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہے ان
حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جہوٹی قسم کہائی اپنے گمان مین سچ
جان کر زمان ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کہائی تو غموس ہے اور نہین تو لغو ہے

ھ صاحب کنز نے جو تعریف لغو مین فعل ماضی کی قید لگائی ہو سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع مین مصرح ہو کہ لغو ماضی اور حال دونو مین ہوتا ہو کذا فی المنح
وَاَمَّا فِی المُسْتَقْبَلِ فَالمُنْعَقِدَۃُ اور جو قسم کہ زمانہ مستقبل مین ہوتی ہو وہ یمین منعقدہ ہے ھ حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہو کہ نہین ہوتی ہو مستقبل
مین مگر منعقدہ حالانکہ کہ ہمستقبل مین غموس بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصّہ
الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصدٍ مثل لا واللّٰہِ وبلیٰ واللّٰہِ ولو لآتٍ اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہو اوس قسم پر جو لوگون کی
زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یون کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمانہ مستقبل کی قسم کہا وہ بلا قصد تو بھی لغو ہو تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا
اوس قسم مین ظاہر ہوتا ہو جو زمانہ مستقبل مین بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہو اور اوسمین کفارہ لازم ہو اور شافعی کے
نزدیک وہ لغو ہو اور اوسمین کفارہ نہین کذا فی المنح فلذا قال ویُرجیٰ عفوہ او تواضعًا وتادّبًا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین مختلف فیہ ہے
لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہو عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور ادب کے عفو بصیغہ جزم نہین بولا ھ شارح نے یہہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن مین منصوص ہے سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکا للغو حلفہ علی ماضٍ صادقًا کواللّٰہ انّی لقائم الان فی حال
قیامہٖ اور لغو کے حکم کی مانند ہو ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثھا منعقدۃ
وھی حلفہ علی مستقبلٍ آتٍ یمکنہ فیحنث واللّٰہ ما اموت ولا تطلع الشمس من الغروب اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل
آئندہ پر جو حالت کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ مین نہ مرونگا اور واللہ آفتاب نہ نکلیگا یہہ غموس مین داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہو وھذا
القسم فیہ الکفارۃ لایۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظہا الا فی المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنی منعقدہ مین کفارہ ہو بدلیل آیہ قرآنی
کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعی یکفر
فی الغموس ایضًا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ دیوے ان حنث یمین منعقدہ مین کفارہ ہو اگر قسم کو توڑے وھی ای الکفارۃ
ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا ای مع الکفارۃ سراجیہ اور وہ یعنی کفارہ اوٹھا دیتا ہو گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ
کے ساتھ توبہ نہائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرہًا او مخطئًا او ذاھلا او ساھیًا اگرچہ قسم کھانیوالے پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار
یا غافل یا اوسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہہ ہے کہ کہنا چاہتا تہا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سو نکل گیا کہ واللہ مین پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہہ ہو کہ کسی نے
کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اوسکے منہ سو بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین آؤنگا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ
لغت مین دونو سے عبارتہین بلا فرق اگرچہ دونو کے درمیان یون تفرقہ کیا ہو کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہوا اور حافظہ مین باقی رہی تو سہو اور
اگر مدرکہ اور حافظہ دونو سے زائل ہو تو نسیان ہو تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف نسیان کے او ناسیًا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی
فحلف فیکفر مرتین مرۃ للحنث واخریٰ اذا فعل المحلوف علیہ عینی الحدیث ثلث جدھن جدّ وھزلھن جدّ منہا الیمین یا بہول گیا ہو اسطرح پر کہ اسنے
قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا بعد یہہ قسم کھانا بہول گیا پہر اوسنے قسم کھائی کہ مثلا زید سے نہ بولیگا تو یہہ شخص دوبارہ کفارہ دیوے ایک کفارہ قسم توڑنے کا
یعنی قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع
وارد ہو کہ تین کا سنجیدہ مین ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین مین ھ ماتن نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے
کہ نسیان حقیقی یمین مین متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنی پر رکہا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا آمین
متبع ہے کذا فی النہر فی الیمین او فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیہ مکرہًا خلافًا للشافعی اگر حالف کرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین
تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنیسے با کراہ مثلا قسم کھائی کہ مین زید کے گہر نہ داخل ہونگا اور کوئی اوسکو جبر سے گہر مین لیگیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم
آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا وکذا یحنث لو فعلہ وھو مغمیً علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان

اور اسیطرح حانث ہوگا اگر مملوک عنیٰ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کرے تو کفارہ دینا ہوگا جیسے کسی قسم مین کہون نہر والقسم باللہ تعالیٰ ولو برفع الهاء او نصبها او حذفها كما يستعمله الاتراك وكذا واسم الله كحلف التماني وكذا ايسم الله عند محمد رحمه في البحر بخلاف بله بكسر اللام الا اذا كسر الهاء وقصد اليمين اور قسم ثابت اور صحيح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اوسکو حذف کر دے جیسا کہ حذف ترکون مین مستعمل ہے اور اسیطرح ہو واسم اللہ یعنی قسم ہو اللہ کی نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی عادت ہو اور اسیطرح ایسم اللہ امام محمد کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کی نام کی اور اسیکو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف بله بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین مگر جبکہ ہے کہ زیر دیوے ہا کو اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی م بله بتشدید و کسر لام جلالہ و حذف الف یعنی باللہ اصل مین تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اکثر لوگون مین مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ بفتح لام و حذف الف بھی مستعمل ہے او باسم آخر من اسمائه ولو مشتركا تعورف الحلف به او لا على المذهب یا یمین ثابت ہو ساتھ اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسماء الہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اور اوس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہو کہ حق تعالے کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہو جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمن والرحيم والحليم والعليم ومالك يوم الدين والطالب الغالب اسماء الہی کی مثال چنانچہ رحمن اللہ رحیم اللہ علیم اللہ حلیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب م طالب غالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہو کذا فی العالمگیریہ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما سیجیء اور جیسا کہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا م اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصہ وفی المجتبی لو نوی بغیر الله غير اليمين دين اور مجتبے مین ہے اگر سوای لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور علیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے او بصفة يحلف بها عرفا من صفاته تعالى صفة ذات لا يوصف بضدها كعزة الله وجلاله وكبريائه وملكوته وجبروته وعظمته وقدرته او صفة فعل يوصف بها وبضدها كالغضب والرضا فان الايمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف به فيمين وما لا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ صفات الہی کے اوس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ اوسکی ضد سے حق تعالے نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اوسکا اور کبریا اوسکی اور ملکوت اوسکا اور جبروت اوسکا اور عظمت اور قدرت اوسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالے اوس صفت اور اوسکی ضد سے دونو سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات مین اعتبار عرف کا اسواسطے ہوا کہ قسمونکی بنا عرف پر ہو تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین م صفت عبارت ہو اوس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے کو عزیز کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہین اون صفات سے کہ جنکی اضداد سے حق تعالے موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہونا ذلت اور عجز کا اور صفات فعلیہ عبارت ہین اون صفات سے جن سے حق تعالے موصوف ہو اور اون کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم بغیر الله تعالى كالنبي والقرآن والكعبة قال الكمال ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينا واما الحلف بكلام الله فيدور مع العرف وقال العيني وعندي ان المصحف يمين لا سيما في زماننا وعند الثلثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين زاد احمد والنبي ايضا نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالے کی جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہے کہ جب قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین

نے فتح القدیر مین اور یہہ مخفی نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہوگئی ہے تو یمین ہوگی اور قسم کہانا کلام اللہ کا سو اوسکا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج
ہو قسم کہانے کا تو یمین ہو اور نہین تو نہین آور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ مین جسمین جہوٹی قسمین بہت رائج
ہین کذا فی النہر اور تینون امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا
زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدها فیمین اجماعاً الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیه بل لو تبرأ من دفتر فیه بسملة
کان یمیناً اور اگر برأت کی مراد نہین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برأت مصحف سے
بالاجماع یمین نہین بلکہ جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اوسکے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اوسکے نزدیک
برأت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف عبارت ہو اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیة الحلبی مگر اوسوقت برأت مصحف کی یمین ہے
جب اوس چیز سے برأت کرے جو مضمون اوسکے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کریگا اوس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہو تو یمین ہوگی قسم برأت
اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیة فیه او من الکتب الاربعة
فیمین واحدة ولو کرر البراءة فایمان بعددها اور اگر برأت کرے ہر آیت سے جو قرآن مین ہے یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو بھی
ایک ہی یمین ہے اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنی اگر یون کہے کہ وہ شخص بری ہو توریت سے اور بری ہے انجیل سے
اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوٰة تو اوسکی برأت
یمین ہے کذا فی العالمگیریة عن الخلاصة وبری من اللہ وبری من رسوله یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے
اور بری ہے رسول اوسکے سے تو یہہ دو یمین ہین یعنی اگر قسم توڑیگا تو دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسوله بریئان منه فاربعة اور اگر
قول سابق پر یہہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اوسکا رسول بری ہین اوس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبری من
اللہ الف مرة یمین واحدة اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبری من الاسلام او صوم رمضان
او الصلوٰة او من المؤمنین او اعبد الصلیب یمین لانه کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہو اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا
مؤمنین سے یا مین ایسا کرون تو صلیب یا بت کو پوجون تو یمین ہے اسواسطے کہ برأت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط
یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یعنی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے وسیجیٔ انه ان اعتقد الکفر به یکفر والا لا یکفر اور عنقریب
آویگا کہ اگر اعتقاد رکہتا ہو کہ شرط کے کرنیسے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر نہین یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے
تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولیگا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اوس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہہ ہے کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم
زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اور اگر یہہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریة عن الذخیرة وفی البحر عن الخلاصة والتجرید وتعدد الکفارة
لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفه باللہ لا یقبل وبحجة او عمرة یقبل اور بحرالرائق مین
خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس یمین برابر ہین اور اگر حالف نے کہا کہ
مینے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکہا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہو تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم
مین اوسکا قول مقبول ہوگا وفیه معزیاً للاصل هو یهودی هو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح اتفقوا
ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدة اور بحرالرائق مین ہے اصل سے منقول کرکے یہہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی
ہے یہہ دو یمین ہین اور اسیطرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہو فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہین

یمین بقسم قرآن وغیرہ

اور یون مطلق کہے یعنے واللہ الرحمن ایک یمین ہے وفیہ معزیاً للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیاتک وحیاۃ

رأسک انه یکفر وان اعتقد وجوب البر فیه یکفر ولولا ان العامة یقولونه ولا یعلمونه لقلت انه شرک وعن ابن مسعود

رضی اللہ عنه لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ کہا

رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اوس شخص کے کافر ہونیسے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیرے سر

کی زندگی کی اگر وہ یہہ قسم کہا کر جوب بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہوجاویگا اور اگر عوام خلق اسکو

نہ کہتی ہوتی نا دانستگی سے تو مین کہتا یہہ صاف شرک ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مین جہوٹی قسم کہاؤن اللہ کی میرے

نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کہاؤن یعنی اللہ کی فقط جہوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا

ولا یقسم بصفة لم یتعارف الحلف بها من صفاته تعالی کرحمته وعلمه ورضائه وغضبه وسخطه وعذابه ولعنته وشریعته

ودینه وحدوده وصفته وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکہائی جاوے صفات الہی سے اوس صفت کی جسکی قسم کہانے کا

رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اوسکا اور لعنت اوسکی اور شریعت اور دین اور حدود

اور صفت اوسکی اور سبحان اللہ اور مانند اوسکے یعنی لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کذا فی العالمگیریة عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم

رواج کے ہم عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسیطرح نفس صلوۃ

اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریة والقسم ایضا بقوله لعمر اللہ ای بقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعهد اللہ

ووجه اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرته ... اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کی اس قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہے بقا اور دوام

اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی

نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الہی سے قسم ہوا ہے قسم عمر اللہ بفتح عین ... اگرچہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا

فی النہر الفائق والقسم ایضا بقوله اقسم او اقسم باللہ واحلف واعزم واشهد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کاقسمت وحلفت و

عزمت وآلیت وشهدت وان لم یقل باللہ اذا ... شرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنی اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد

بلفظ مضارع اور اسیطرح بلفظ ماضی بطریق اولی جیسا کہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سو اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگرچہ یون

نہ کہے کہ قسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کہاتا ہون کہ

مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کہاتا ہون یا حلف کرتا ہون تو یمین نہوگی اور یہہ جو نہایہ اور درایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط

کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربة لزمته والا لزمته الکفارة وسیتضح اور

اس قول مین کہ علی نذر یعنی مجہہ پر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اوسپر لازم ہوگا

اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلاحنث بھی اور یہہ مسئلہ آگے واضح ہوگا جب یون کہیگا

کہ علی نذر لافعلن کذا تو یہہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عهد وان لم یضفه

الی اللہ اذا علقه بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجہپر یمین اور عہد لازم ہے کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اوسکو خدا کی طرف

نسبت نکرے یعنی اگرچہ یون نکہے کہ مجہپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقوله

ان فعل کذا فهو یهودی او نصرانی او فاشهدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثه لو فی المستقبل اما

الماضی عالما بخلافه فغموس واختلف فی کفره والاصح ان الحالف لا یکفر سواء علقه بماض او آت ان کان عنده فی اعتقاده

انه يمين وان كان جاهلاً وعنده انه يكفر في الحلف بالغموس او بمباشرة الشرط في المستقبل يكفر فيهما لرضاه بالكفر بخلاف
الكافر فلا يصير مسلماً بالتعليق لانه ترك كما بسطه المصنف في فتاواه اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرو تو وہ یہودی
یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اوسکے نصرانی ہونیکی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اوسپر کفارہ ہوگا
قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یہ یمین غموس ہے اور اوسکے کفر مین اختلاف ہوا اور صحیح تر
قول یہہ ہے کہ قسم کھانیوالا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اوسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اوسکے نزدیک یعنی اوسکے اعتقاد
مین یہہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اوسنے اوس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانیوالا جاہل ہے اور اوسکے اعتقاد مین یہہ ہے
کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہوجاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہوجاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلئے
کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنی اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو
زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا حاصل مسلمان تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اوسکی تعلیق شرط سے
صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنفؒ مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین وکذا فی النہر ومنح الغفار وهل يكفر بقوله الله
يعلم او يعلم الله انه فعل كذا ولم يفعل كذا كاذباً قال الزاهدي الاكثر نعم وقال الشمني الاصح لا لانه قصد ترويج الكذب دون
الكفر وكذا لو وطى المصحف قائلاً ذلك لانه لترويج كذبه لا لاهانة المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا
ہے یا یون کہا کہ جانتا ہے اللہ کہ اوسنے یہ کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اوسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اوسنے جھوٹی قسم کھائی
زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اوسنے قسم سے ترویج
اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسیطرح اگر اوسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسکا ترویج کذب کیواسطے
ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبى اگرچہ یہہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفيه اشهد
الله لا افعل يستغفر الله ولا كفارة وكذا اشهدك واشهد ملائكتك لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون
اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہیئے اور کفارہ یمین نہین اور اسیطرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتونکو
کہ ایسا نکرونگا کیونکہ یہہ یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفي الذخيرة ان فعلت كذا فلا اله في السماء يكون يميناً ولا يكفر اور ذخیرہ مین ہے کہ
یہہ قول یعنی اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفي انا بريء من الشفاعة ليس بيمين لان
منكرها مبتدع لا كافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین
تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وكذا فصلوتي وصيامي لهذا الكافر او فصلوتي لليهود فيمين ان اراد به القربة لا ان اراد
به الثواب اور اسیطرح یہہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون
تو میرا روزہ یہود یون کیواسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سوی غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر
کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی م ظاہر اشتمال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہو
کذا فی حاشیۃ الحلبی وقوله مبتدأ خبره قوله الآتي لا وحقاً الا اذا اراد به اسم الله تعالى وحق الله واختار في الاختيار انه
يمين للعرف ولو بالياء فيمين اتفاقاً بحرمته وبحرمة شهد الله وبحرمة لا اله الا الله وبحق رسول الله او الايمان او
الصلوة وعذابه وثوابه ورضاه ولعنة الله وامانته لكن في الخانية امانة الله يمين وفي النهر ان نوى العبادات فليس
بيمين وان فعله فعليه غضبه او سخطه او لعنته او هو زان او سارق او شارب خمر او آكل ربوا ويكون قسماً لعدم [illegible]

اور یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوۃ اور یون
کہنا کہ قسم ہے اوسکے عذاب کی اور اوسکے ثواب کی اور اوسکی رضامندی اور لعنت کی اور اوسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اوس پر غضب اللہ کا
اور قہر اوسکا اور لعنت اوسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینیوالا یا بیاج کا کہانیوالا ہو ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج
کے شارح کہتا ہے تو لہ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لاسے وحقا یمین نہین مگر جب اوس لفظ سے اسم اللہ کا مراد رکہے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند متن
اوسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اوسکا ذکر کرنا یہین مناسب تہا واسطے اختصار کے اور ختیار شرح مختار مین وحق اللہ کے یمین ہونیکو
پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بحا ہو واو کے بولا وے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق
ولیکن خانیہ مین ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الہیہ مین مہیمن بہی ہے لیکن صفات الہی مین
اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی
جیسے صوم اور صلوۃ سے نہین ہوتی فلو تعورف ھل یکون یمینا ظاھر کلامہم نعم وظاھر کلام الکمال لا وتمامہ فی النھر سو اگر اقوال
مذکورہ سے قسم کہانا مروج ہو جاوے تو آیا یہہ اقوال یمین ہونگے یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین
الہمام کا یہہ ہے کہ رواج سے بہی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ
کدم وخنزیر اور بحر الرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اوسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سور
تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کہاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور
ایسا نہین خلاصہ یہہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اسطرح کہ اوسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور نہ کہنے کو تو اوسکا استحلال
بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہی اوسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب
اور سور وغیرہ تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقولہ حقا اسم اللہ تعالی
المذھب کما صححہ فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کہانیوالا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہہ لفظ یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ
اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ مین ومن حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وھمزۃ الاستفہام وقطع
الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ وھا اللہ م اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور باء اور تاء چنانچہ واللہ
باللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ھا چنانچہ ھا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ
آللہ اور میم مکسورہ چنانچہ م اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہہ کہ قسم کہاتا ہون اللہ کی ہمزہ قسم کے بعد الف
ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فیختص اسم اللہ بالحرکات
الثلث وغیرہ بغیر الجر والأ لزم رفع ایمن اللہ ولعمر اللہ کقولہ اللہ بنصبہ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون مسکاین لا فعلن لذا افادہ
اضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہی حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص
بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار مین اور سوا نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر جر کے یعنی اوسمین رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے
رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی لون اور رہو کا اضمار کی مثال اللہ لا فعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز
ہو بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اوسکو جر دیا ہو کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اوسکا جواز ظاہر ہے محتاج
وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہوا اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لا فعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار
حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کہائی جاوے ونحوہ صرح بقولہ لحلف بالعربیۃ فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید

ابو یوسفؒ کے کہ اونکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ باب الزکوۃ میں گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف
کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما بایۃ انہم لا ایمان لہم واما ان نکثوا ایمانہم فیعنی الصوری
کتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہیں کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انہم لا ایمان لہم یعنی کافرون کیواسطے
قسمین نہیں ہیں لہذا اول کتاب الیمین میں مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور
یہ جو دوسری آیت میں وارد ہے وان نکثوا ایمانہم کہ اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اوس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کیواسطے
ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی
ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنی اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری
لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وھو ای الکفر یبطلھا اذا عرض بعدھا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا
کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل
کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانیکے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اوسپر
ہرگز کفارہ نہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کیطرف اونمین ابتدا اور بقا دونو برابر ہین جیسے وصف محرمیت
کا نکاح میں ہم یہاں اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا
وصف خواہ ابتدا سے ہو خواہ پیچھے سے عارض ہو دونو برابر ہین تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اوسکی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماسے زنا کرنے سے وک
کذا لو نذر الکافر بما ھو قربۃ لا یلزمہ شیء اور اسیطرح نذر مثل یمین کے اگر نذر مانے کافر اوس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو
اوسپر کچھ لازم نہیں امام اعظمؒ کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے
نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی
نذر مانی تھی سو حضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام مین عبادت بجا لا نہ کہ قطع نظر جاہلیت نذر سو اللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ
فی اٰخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بھلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون
الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنیکی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ
دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن
دل دوستان جہل ست و کفارہ یمین سہل اور ماتن نے قتل میں آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہو سکتا مگر موقت
قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلا نفی قتل کی نہیں ہو سکتی تو وصیت کیجاوے
کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کہ کفارہ دینا اور حالف اپنی حیات مین کفارہ نہیں دیسکتا اسواسطے کہ کفارہ
قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے
کہ یمین مطلق میں حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو
حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ
ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وھی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ
فرض او ھو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویات کحلفہ لا یاکل

هذا الخبز مثلاً او برّه اولی و آیة واحفظوا ایمانکم تفید وجوبه فتح وهي عشرة اور قسم توڑنیکے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ یہہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھائی کہ واللہ میں آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ واللہ میں شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم میں بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ میں صدقہ دونگا فقیروں کو یا اپنے ا رہنوالوں کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکی بھی بر کو واجب کہیں بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا ولی ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ میں آج کبھی پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونو برابر ہوں چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہہ روٹی نکھاونگا مثلاً یا واللہ میں دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولی ہے اور یہہ آیت قرآنی کہ واحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسموں کی مباحات میں بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہہ دس صورتیں ہیں جو مذکور ہو چکیں ومن حرّم ای علی نفسه لانّه لو قال ان اکلت من هذا الطعام فهو علیّ حرام فاکله لا کفارة خلاصه واستشکله المصنّف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر میں اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہے پھر بعد اسکے اوس طعام کو کھایا تو اوسپر کفارہ نہیں کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہے اسکو مصنف نے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہے یعنی پھر کیا وجہ کہ حنث میں کفارہ نہیں جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق میں فرق ہے اسواسطے کہ منجز میں طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق میں تحریم ثابت نہیں مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہیں کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئاً ولو حراماً او ملک غیره کقوله الخمر او مال فلان علیّ حرام فیمین ما لم یرد الاخبار خانیه جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجھپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہو تو یہہ قول یمین ہے تاوقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اوسمیں گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعله باکل او نفقة ولو تصدّق او وهب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اوس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اوسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہے تو اوسکی خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اوس شئی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکره الزیلعی کفّر لیمینه لما تقرّر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شئی کو حرام کرکے پھر اوسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کرڈالے و منه قولها لزوجها انت علیّ حرام او حرّمتک علی نفسي فلو طاوعته في الجماع او اکرهها کفّرت مجتبی اور من قبیل قسم کے یہہ قول ہے عورت کا اپنی زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور حرام کیا تجھکو میں نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اوس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی وفیه قال لقوم کلامکم علیّ حرام او کلام الفقراء او اهل بغداد او اکل هذا الرغیف علیّ حرام حنث بالبعض اور مجتبی میں ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجھپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہو یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض سے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے وفي واللہ لا اکلّمکم او لا آکله لم یحنث الّا بالکل زاد فی الاشباه الّا اذا لم یمکن اکله في مجلس واحد او حلف لا یکلّم فلاناً و فلاناً وکذا

احدهما او لا یکلّم اخوة فلان وله اخ واحد وتمامه فیما قلت وبه عرف جواب حادثة حلف بالطلاق ان اولاد زوجته
لا یطلعون من بیته فطلع واحد منهم او یحنث اور اس قول مین که واللہ مین تمسی کلام نکرونگا یا روٹی نکہاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب کے
کلام سے اور سب روٹی کے کہانیسے زیادہ بیان کیا ہی اشباہ مین مگر اوسوقت بعض روٹی کہانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کہانا مجلس واحد
مین متصور نہو یا قسم کہائی که کلام نکریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دومین سے ایک کی یا یون قسم کہائی که مثلا زید کے بہائیون سے نه بولیگا
اور زید کا ایک ہی بہائی ہے تو اوسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون که
اسی سے معلوم ہوگیا اس واقعه کا جواب که ایک شخص نے طلاق زوجه کی قسم کہائی اگر اوسکے زوجه کی اولاد اوسکے گہر کو جائینگی سو زوجه کی اولاد
سے ایک ولد زوج کے گہر کو جائیگا تو زوج حانث نہوگا یعنی طلاق نه واقع ہوگی اسواسطے که لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبه
جمع کا تین ہین کذا فی حاشیة الحلبی عن البحر کل حلّ او حلال الله او حلال المسلمین علیّ حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوه فهو علی
الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انه تبین امرأته بتطلیقة ولو له اکثر بنّ جمیعا بلا نیة وان نوی ثلثا فثلث
وان قال لم انو طلاقا لم یصدّق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا لا یحلف به الا الرجال ظهیریة کہا ایک شخص نے که یه سب حلال مجہپر
حرام ہے یا یون کہا که حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی که یا حرام مجہکو لازم ہوگیا اور مانند اس
قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کہانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی
اسپر ہی که قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اوسکی زوجات ایک سے زیاده ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی
بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا که تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین
کی تو دیانةً اوسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کے طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کہاتے
عرف مین مگر مرد نه عورتین کذا فی المنح عن الظهیریة وان لم تکن له امرأة وقت الیمین سواء نکح بعده او لا فیمین فیکفر بأکل او شرب
ولو یمینه علی آتٍ ولو بالله علی ماضٍ فغموس او لغو ولو کانت له امرأة وقتها فبانت بلا عدة فاکل فلا کفارة لانصرافها للطلاق
وقد عرف فی الایلاء اور اگر اوسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اوسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسوقت یمین تحریم حلال کی طلاق
نہوگی بلکه یمین ہوگی تو کفاره دیویگا اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اوسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانه کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح که
اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجہپر حرام ہی تو یه یمین غموس ہی اگر جہوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اوسکو صدق کا ظن ہو اور
اگر اوسکو ایک عورت ہو یمین کے وقت پہر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخوله تہی سو بعد یمین کے وہ مطلقه ہوئی پہر اوسنے کچہه
کہایا پیا تو اوسپر اکل اور شرب سے اوسپر کفاره نه لازم ہوگا بسبب پہر جانے یمین کے طلاق کیطرف بسبب عورت ہونیکے سو اب اکل اور شرب کیواسطے
نہین ہوسکتی اور مسئله تحریم حلال کا باب الایلا مین مذکور ہوچکا **فائده ضروریه** بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا
وجه مناسبت یمین اور نذر کی یه ہی که نفس وجوب مین دونو مشترک ہین اسواسطے که نذر عبارت ہی ایجاب مباح سے کذا فی الفتح یعنی عبادات
غیر واجبه کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی که فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیه وسلم نے که نذر دو قسم ہے سو
جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کیواسطے ہے اور اوسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ
تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کیواسطے ہی اور اوسکا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا لازم نہین اور اوسمین کفاره دیوی جو یمین
کا کفاره ہی اور علامه شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین تصریح بیان کیا ہی که یه جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح که بعضے اولیاء اللہ کی قبر پر
جاتے ہین یون کہتے ہوئے که یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پہر آوے یا بیمار ہمارا اچہا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا

اسی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کیواسطے آنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہہ نذر اور منت باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہہ کہ نذر مخلوق کیواسطے جائز نہین یعنی نذر مخصوص بخدای علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل بطلان کی یہہ ہے کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہہ ہے کہ ایسی نذر کرنیوالون کے گمان مین یہہ ہے کہ سوای خدا کے میت بھی قادر ہے عالم مین کچھہ اوسکا تصرف بھی جاری ہے اور یہہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا تو مین فلانی درگاہ کے فقرون کو کھانا کھلاؤنگا یا ... ایسی چیزون کا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اسواسطے ہے کہ وہ محل صرف ہے نذر کا یعنی ... کیواسطے ہے تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہہ معلوم ہوا تو یہہ جو روپیہ اور موم اور تیل اور ... اکثر اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہان کے ... محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہہ قول واحد ہے اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم ھم جب ... روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ... مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالے بادشاہ اسلام کو قائم رکھے ... امیرون کو ہدایت دیوے اور علماء دین کو توفیق دیوے ... بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور ... ... نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما ... ... وھو عبادۃ مقصودۃ ... وتکفین المیت ... ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور ... نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر ... ہمجنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب ... چنانچہ اسکو مصنف ... صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت مقصود کی قید ... کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصود نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنیوالے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اوسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے ھم یہہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالے نے فرمایا ولیوفوا نذورھم یعنی چاہئے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث مین منجملہ انکے ایک یہہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنیکی تو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھہ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے کصوم وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وھی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا کرون کا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور اونکی ہمجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل چلنا حج کیواسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر ھم شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلئے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا اغیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ

مریضٍ وتشییع جنازۃٍ ودخولِ مسجدٍ ولو مسجدَ الرسولِ صلی اللہ علیہ وسلم اوالاقصیٰ لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود و
ھذا ھو الضابط کذا فی الدرر اور اداکرنا لازم نہین نذر کرنیوالے پر اوس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور
جنازہ کے ساتھہ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصیٰ ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت
جنازہ یا دخول مسجد کی تو اوسکا اداکرنا نذر پر لازم نہوگا اگرچہ یہہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ
ہے لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر ہم اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادای طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسیطرح پل اور خانقاہ
اور سرای اور پانی کی سبیل بنانے کی نذر اگر مانیگا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس
فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام
لم یلزمہ شیء غیرھا وان لایکون مالا اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ
المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحرالرائق مین ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہہ زیادہ کی ہے
کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہو یعنی اسواسطے ممنوع
ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الچلپی عن الظہیریۃ اور
چوتھی شرط نذر کی یہہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھہ لازم نہوگا سوای فرض حج کے اور پانچوین شرط
نذر کی یہہ ہو کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانی ہزار درم کی خیرات کی اور حال یہہ کہ وہ مالک نہین
مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر حاصل یہہ ہو کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اونکے نذر صحیح نہین
شرط اول یہہ ہو کہ اوسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسری یہہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسری یہہ کہ وہ بالذات معصیت
نہو چوتھے یہہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہہ کہ منذور اوسکی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت وبزاد علیہا زواہد الجواہر
وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما
لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور بحرالرائق کی شرائط خمسہ پر دو شرط اور زیادہ کی گئی ہین جو زاہدی کی جواہر مین ہین وہ یہہ ہے
کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہو کہ نذر کی اغنیا
پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہین جبتک اغنیا مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صدقہ کرنا نذر کا جائز نہین صدقہ نذر کا فقرا و مساکین ہین نہ اغنیا
یہہ جو ہندوستان مین رواج ہو کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہو غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی
تو اوسکا اعادہ لازم ہو اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسے ہی سید کو بھی جائز نہین مثل زکوۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہو جو صاحب نصاب
ہو یعنی جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ
ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم یلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان
یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانی پڑھنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہہ نذر اوسکو
لازم الادا ہو اور قول ضعیف یہہ ہو کہ لازم نہین ہم لزوم نذر کی یہہ وجہ ہو کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود
پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہوچکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اوسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہو اور قول ثانی کی شاید وجہ
یہہ ہو کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الچلپی ثم ان المعلق فیہ تفصیل زاد علی ما تقدم شرط بریدہ کان قدم غائبی او

شرط یعنی یوں کہے کہ اگر میں مریض اچھا ہو جاؤں ولوجود الشرط وان علقه بما لم یرده کان زنیت بفلانة مثلا فحنث وفی بنذره او کفر لیمینه علی المذهب لانه نذر بظاهره یمین بمعناه فیتخیر ضرورة یعنی اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اوسکو خواہش ہے جیسے یوں کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھ پر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر جو کہ اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آ گیا یا چنگا ہو گیا تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اوس شرط پر جسکی اوسکو خواہش نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اگر میں فلانی عورت سے زنا کروں مثلا تو مجھ پر صدقہ نذر ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اوس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے یعنی صدقہ دیوے یا کفارہ دیوے اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اوسکو اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر میں نذر ہے اور باطن میں یمین تو بالضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ دینے میں اوسکو اختیار ہو گا اور وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اوسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اوس شرط پر معلق کیا جسکی اوسکو خواہش نہیں مثلا زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اوسکا مطلوب نہیں اسواسطے کہ اوسکو مانع قرار دیا[له] اس شرط کے فعل سے مانند قول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اوسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء نذر اور کفارہ دینے میں بسبب دونو وجہ کے بخلاف اوس شرط کی تعلیق کے جسکو چاہتا ہے کیونکہ اوس میں نہیں کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق مثل منجز کے ہے لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم میں مندرج ہو گئی یعنی وجوب ایفاء نذر میں کذا فی حاشیة الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق میں مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل میں منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق میں تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول امام سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکاتب بعتق رقبة فی ملکه وفی به ولا یقع اثر بالترک ولا بدخل تحت الحکم فلا یجبره القاضی نذر کی مکاتب نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک میں یعنی یوں کہا کہ خدا کیواسطے مجھکو آزاد کرنا اسی غلام کا لازم ہوا اور رہا لانکہ وہ غلام اوسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے ہوا اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہو گا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہیں تو اوسپر قاضی جبر کرے اعتاق کیواسطے نذر ان یذبح ولده فعلیه شاة لقصة الخلیل علیه الصلوة والسلام والغاه الثانی والشافعی ککذره بقتله نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے فرزند کو ذبح کریگا تو اوسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیه الصلوة والسلام کے وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رؤیت منامی کے سو حق تعالے نے اونکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر میں بھیڑ یا بکری تجویز کی اور امام ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی البحر جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیه السلام میں ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیة الطحطاوی ولغا لو کان بذبح نفسه او عبده واوجب محمد الشاة ولو بذبح ابیه او جده او امه ولغا اجماعا لانهم لیسوا کسبه اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنیکی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام میں بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے اصول اوسکے کسب نہیں بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضی هذا ذبحت شاة او علی شاة اذبحها فبرأ لا یلزمه شیء لان الذبح لیس من جنسه فرض بل واجب کالاضحیة فلا یصح اور اگر یوں کہا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو میں بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اوسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہیں بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہ ہے کہ اوسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد و اتصدق بلحمها فیلزمه لان الصدقة من جنسها فرض وهی الزکوة فتح وبحر وفی متن الدرر تناقض منح مگر جب ذبح کرنیکی نذر پر اتنا زیادہ کہے کہ اوسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہے یعنی زکوة از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن میں تناقض ہے کذا فی المنح ھ منح الغفار میں کہا کہ ملاخسرو نے درر غرر میں کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کروں گا

[له] اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ منذور کو شرط کا مانع کیا ہے یعنی اوسکا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کی ہیبت سے اوس شرط سے باز رہے جیسے دخول دار کی شرط ... سے معلوم ہوا کہ ...

تو اوسپر کچھ لازم نہیں مگر جب یوں کہے للہ علیّ ان اذبح جزورا یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہیں ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی میں ہے نہ اول میں انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت میں بھی حاصل نہیں یعنی مجنس ذبح کوئی فرض نہیں چنانچہ خود صاحب درر نے انکو مصرح بیان کیا ہے تو اوسکی کلام میں تناقض ہے انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت میں فی الواقع تناقض نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں قاضیخان سے منقول ہے رجل قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرأ لا یلزمه شیء الا ان یقول ان برئت فللہ علیّ ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ ... نذر یعنی اضحیہ ... نہ ہونے سے تو ثابت ہوا کہ ... وجوب حقیقی ... جو مسئلہ ہے وہ تھا کا اور یہہ جو صاحب درر نے کہا ہے کہ جب منذور کے اصل فرض نہ ہو گو تب نذر لازم ہوگی سو ... ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہہ ہے کہ اوسکی جنس سے ہو اور فرض ہونے میں بطریق ... نذر لازم ہوگی ... قرار دیا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علیّ ان اذبح جزورا واتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز ... لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اوسکے گوشت کا پھر اونٹ ... تو جائز ہے کذا فی مجمع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی میں ایک اونٹ سات بکریوں کی برابر ہے وفی القنیة ان ذهبت هذه العلة فعلیّ کذا فذهبت ثم عادت لا یلزمه شیء اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اگر میری یہہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی لیکن اسکے پھر آئی تو اوسپر اوس نذر لازم نہیں اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہ ہوا انتہی ... صدقة جاز الصرف الی فقراء غیرها المانع وفی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر مانی فقرا مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف ... فقرا غیر مکہ کیطرف اسواسطے کہ کتاب الصوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہیں یعنی خصوصیت فقرا و درہم اور مکان اور زمان کی اسمیں نہیں اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اسمیں دخل نہیں کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغیره جاز ان ساوی العشرة کتصدقه بثمنه نذر مانی کہ دس درم کی روٹیاں تصدق کریگا سو اوسنے روٹیوں کے سوا اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چاول تو جائز ہے اگر قیمت میں دونو برابر ہوں جیسے روٹیوں کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شهر معین لزمه متتابعا لکن ان افطر فیه یوما قضاه وحده وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانه معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اوسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اوس مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھیگا تو فقط اوسی دن کی قضا کرلے اگرچہ اوسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اوسپر سرنوسے روزہ رکھنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے استقبال اوسمیں متصور نہیں ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی ... اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اوسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے گا قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھاویگا تو بھی فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من ماله وهو یملك دونها لزمه ما یملك منها فقط هو المختار لانه فیما لم یملك لم یوجد النذر فی الملك ولا مضافا الی سببه فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم کا مالک ہے مثلاً چار سو کا تو اوسپر فقط اوسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک میں نذر نہ پائی گئی ملک میں اور نہ مضاف اپنے سبب الملک میں تو صحیح نہوگی کالو قال مالی فی المساکین صدقة ولا مال له لم یصح اتفاقا جیسے اگر یوں کہا کہ میرا مال فقیروں میں صدقہ ہے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اوسپر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ قول مذکور میں نذر کا صیغہ نہیں نذر التصدق بهذه المائة یوم کذا علی زید فتصدق بمائة اخری قبله ای قبل ذلك الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما مر نذر کی ان سو درموں کی خیرات کی فلانے دن زید پر سو اوسنے اور سو درم کو اوسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق میں کہ نذر غیر معلق میں کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت

کی قال علیّ نذرٌ ولم یزد علیہ ولا نیّۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھ پر نذر واجب ہے اور اوسنے کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نکی تو اوسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیاماً بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام اور اگر قول مذکور میں صوم کی نیت بلا عدد معین کے کی تو اوسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالی کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا ادنی مرتبہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین میں ولو نوی صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیروں کا کھانا دینا لازم ہے بقدر صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین میں اسیقدر اطعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو نذر ثلثین حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اوسپر بقدر اوسکی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اوسپر لازم نہیں وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ میں زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اوسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق میں مذکور ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہیں اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ استثنا منفصل بھی مبطل ہے مقام مناسب مقام یہ حکایت لطیف ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہاں موجود تھے محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثناء منفصل میں خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسلئے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو تمام مسلمان کہ تم سے خلافت کی بیعت کر چکے اور اطاعت کی قسم کھا چکے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہدینگے اور آپکی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اوٹھادیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کلما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ لو بصیغۃ الاخبار اور ایسا ہی استثناء متصل سے باطل ہوجاتا ہے ہر حکم کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعاً انشاء کیواسطے موضوع ہو جیسے صیغ عقود کے ولو بالامر والنہی کاعتقوا عبدی بعد موتی انشاء اللہ تعالی لم یصح وبع عبدی ہذا انشاء اللہ لم یصح الاستثناء اور اگر استثناء متصل بصیغہ امر یا نہی ہو جیسا کہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کردیجو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہیں اور میرے اس غلام کو بیچڈال انشاء اللہ تعالی تو یہ استثنا صحیح نہیں ہے تو مثال اول میں اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی میں مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالی اعلم بخلاف اوس امر کے جو دل سے متعلق ہے جیسے نیت کہ اوسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہیں چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہیں اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرکوب وغیر ذلک یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کھانیکے احکام میں مصنف نے اون افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کھاتے ہیں اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہیں لہذا اوسیقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب میں ذکر کیا ہے اور مذکور کتب میں دو قسم کے فعل ہیں ایک افعال ظاہرہ دوسری امور شرعیہ اور افعال مذکورہ میں دخول وغیرہ ہے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان میں رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے والاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یہدم بیتاً ببیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمیں مبنی ہیں امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جبتک کہ قسم کھانیوالے نے وہ نیت نکی ہو جسکو لفظ محتمل ہو تو ہمارے نزدیک اس قول میں کہ واللہ کوئی گھر نہ گراونگا حنث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف میں گھر نہیں بولتے ہیں مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانیوالا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کریگا

سابق مین مذکور ہو چکی اور بحر الرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کیطرف نسبت کیا ہی لیکن اوسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہو کہ بیت معین اور غیر معین مین کچھ فرق نہین جبکہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بھذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسمہا بان قال ھذہ حنث بدخولھا علی ای صفۃ کانت لھذا المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیامۃ بہ یفتی شارح کہتا ہو مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرکر دار کیطرف اور نام نہلے یعنی یون کہے کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہو اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہو ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلھا لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث کذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ تو بدائع بحر اور اگر مسجد مین کسیکی زمین کا حصہ زیادہ کرا دیا گیا تو اوسکو دخول سے حانث نہوگا جبتک یون نکہے کہ فلانی قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر جب کہ اسطرح کہیگا کہ تو اوسکو دخول سے حانث ہوگا اور یہی حکم ہے دار کا در صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہو اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہو اوس زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ھذہ الاسطوانۃ او الی ھذا الحائط فھدما ثم بنیا ولو نقضھما او لا یرکب ھذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبھا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کیطرف نہ بیٹھیگا پھر وہ منہدم ہو گئے بعد اسکی بنا ہو گئے اگرچہ اونکو توڑکر اوسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اوسیکی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بھذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی زال بطلت الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اوسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اوس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشی کا نام قلم نہین ہوتا بلکہ اوسکو پھونچی کہتے مین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی ہم طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اوسکو ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص گھر چھت پر کھڑا ہو وہ گھر کے اندر داخل ہو بقول متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسری گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع بین القولین کیا ہو حنث کو اوس چھت پر محمول کرکے جسکے گرد پردہ ہو دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہو تو اوسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اوسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہو اوس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر نیچے اور اوپر دونو درجون مین حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اوسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہو ہم حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہو مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجئے و فی البحر افادانہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بھا اھل الدار اور بحر الرائق مین ہو کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہو سب صور تون مین اسلئے کہ درخت اور دیوار کے چڑھنیوالے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے

کہ گھروالے اوسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اوس تہ خانہ اور نہر مستقف کو گھسنے والے کو داخل دار نہین کہتے قال وعمّ اطلاقہ المسجد فلو فوقہ
مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ ونعم علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہو مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان
ہو سوا اوسمین جا رہی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البحر الرائق ولو قیّد الدخول بالباب یحنث بالحادث ولو نقبًا الا اذا عیّنہ
بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کہانیوالے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اس گھر مین دروازہ سے داخل ہوگا تو نئے دروازے سے داخل ہونے
سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اوسوقت حانث نہوگا جب کہ دروازہ کو اشارہ سے معین کردیا ہو کذا فی البدائع نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ
بنانیکو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ التی بحیث لو اغلق الباب کان خارجًا لا یحنث وان
کان بعکسہ بحیث لو اغلق کان داخلًا حنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونو قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہوا کہ اگر دروازہ
بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہوجاوے تو حانث نہوگا اور اگر اوسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہوجاوے تو وہ حانث ہوگا اس
قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا ہم طاق باب دہلیز اور آستانہ الباب آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج
انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کہائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کہائی کہ واسدمین اس گھر سے باہر نجاونگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے
سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجیہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق
لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہے قسم کہائی کہ اس گھر سے باہر نجاونگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا اور اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ
سے اترے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہے شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی موجب روایت محیط
کے آستانہ خارجیہ کا کھڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہئے کذا فی الطحطاوی وھذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفًا بقدمیہ
وطاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان اوکان الجانب الخارج اسفل لم یحنث
وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا ھو الصحیح ظہیریہ لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین
اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجیہ اور داخلہ کا فرق اوسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کہانیوالا اپنے دونو قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک
قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونو طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث
نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کیطرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسیطرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون
قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکہنے مین اگرچہ پست جانب کیطرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے ودوام
الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کے
توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اوسپر سوار ہے یا قسم کہائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اوسکو
پہنے ہے یا قسم کہائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اوسمین ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اوتاریگا
یا گھر سے باہر نکل نجاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب
سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول
اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور
سکونت کے تو اوسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اوسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہین تو اگر
قسم کہائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اوسمین داخل ہے یا اوس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اوس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اوسکی

سکونت ہو وضو نکریگا حالانکہ وہ ... باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے اوسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح وهذا لو الیمین حال الدوام اما قبله فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درهم ثم نزل ثم رکب دام لزمته طلقة و درهم ولو کان راکبا لزمه فی کل ساعة یمکنه النزول طلقة و درهم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اوس شرط سے ہے کہ دوام یمین قسم ہو اور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہیں تو اگر اوس نے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہے یا مجھ پر ایک درم واجب ہے تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اوسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اوسپر ہر ایک ساعت مین جس مین سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلها وان لم ینو والیه مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتدا فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نکرے اور اسیکی طرف ہمارے اوستاذ نے میلان کیا ہے م یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم در حالت تلبس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسیکی موید ہے کذا فی المنح

حلف لا یسکن هذه الدار او البیت او المحلة یعنی الحارة فخرج وبقی متاعه واهله حتی لو بقی وتد حنث قسم کہائی کہ اس گہر یا اس بیت یا اس گلی محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اوسکا اسباب خواہ اوسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اوسکے اسباب مین سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن وہین کے کہلاتے ہین جہان انکے اہل و عیال اور اسباب رہتا ہے م وانکا واو بمعنی او ہے لہذا ترجمہ اسیطرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ہر ایک علت مستقلہ حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم به السکنی وهو الاوفق وعلیه الفتوی قاله العینی ولو انتقل الی السکة او المسجد قال لا وجه قاله الکمال واقره فی النهر اور اعتبار کیا ہے محمد نے نقل اسباب خانگی مین اوسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہے اور اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اوٹھا لیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کر ... کا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکہا ہے اسکو نہر الفائق مین م نہر الفائق مین ... کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہ نقل کسی حویلی کیطرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کیطرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہے بقول صاحب فتح القدیر خلافا للهدایه انتهی ملخصا وهذا الوجیبة بالعربیة ولو بالفارسیة یحنث بخروجه بنفسه اور یہ یعنی بقاء متاع یا اہل ... حانث ہونا اوس شرط سے ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناه تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأة النقلة وغلبته او لم یمکنه الخروج و لو بدخول اللیل او غلق باب او اشتغل بطلب دار اخری او دابة وان بقی ایاما او کان له امتعة کثیرة فاشتغل بنقلها بنفسه وان امکنه ان یستکری دابة لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گہر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے ... یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف گہر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اوسی گہر مین چند دن موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تہا اور ... اوسکے اوٹھا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اوسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کیواسطے ممکن تہا ان سب صورتون مین حانث نہوگا ونوی التحول ببدنه دین وعند الشافعی یکفی خروجه بنیة الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا نکل جانا مراد لیا تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقریة فانه یبر بنفسه فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کہائی کہ اس شہر یا گانون مین نرہیگا

تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے، اگرچہ متاع اور اہل اوسی شہر مین ہون بنا برعرف کے نہرالفائق مین کہا کہ ہمارے شہر کے عرف مین متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لایساکن فلانًا فساکنہ فی عرصۃ دارٍ او هٰذا فی حجرۃٍ وهٰذا فی حجرۃٍ حنث الّا ان تکون دارًا کبیرۃً ولو تقاسماها بحائطٍ بینهما ان عیّن الدار فی یمینہ حنث وان نکّرها لا ولو دخلها فلانٌ غصبًا ان اقام معہ حنث علم اولا وان انتقل فورًا لا کما لو نزل ضیفًا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلانٌ مع اهلہ بہ یفتی لانّہ لم یساکنہ حقیقۃً قسم کہائی کہ مثلاً زید کے ساتھ سکونت نکریگا پھر اوسکو گہر کے میدان مین رکہا یا حالف ایک کوٹھری مین ہوا اور زید دوسری کوٹھری مین تو حانث ہوگا مگر اوسوقت مین حانث نہوگا جب گہر بہت بڑا ہو اور اگر گہر کو حالف اور زید نے تقسیم کرلیا درمیان مین دیوار قائم کرکے تو اگر گہر کو قسم مین معین کرلیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ اس گہر مین زید کے ساتھ سکونت نکریگا تو باوجود تقسیم بہی حانث ہوگا اور اگر گہر کو معین نہین کیا قسم مین تو تقسیم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گہر مین زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اوسکے رہنے کا علم ہوا یا نہوا اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہوگا جیسا کہ اس صورت مین حانث نہین ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گہر مین بطور مہمان کے اوترے اور اسیطرح اگر حالف سفر مین جاوے پہر زید اوسکے گہر مین اسکی عیال کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اوسکو فی الحقیقت ساکن نہین کیا م تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور اسکو بہی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قیّد المساکنۃ بشہرٍ حنث بساعۃٍ لعدم امتدادها بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنی یون کہیگا کہ مین زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نکرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بہی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت مین امتداد نہین بخلاف اقامت کے کذا فی البحر م عدم امتداد اوسکی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کرچکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنے در حکم ابتدا ہے اور کنز مین بہی اسکے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصدٍ لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی مین ہے قسم کہائی کہ عورت کو نہ ماریگا پہر اوسکو بلا قصد مارا تو حانث نہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارًا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرهًا لا یحنث ولو راضیًا بالخروج فی الاصحّ اور حانث ہوگا اس قول مین کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اوٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اوٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح مین اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثلہ لا یدخل اقسامًا واحکامًا اور مثل خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام مین م اگر قسم کہائی کہ مسجد مین نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج مین شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہین چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ ولو بزلقٍ او عثرٍ او هبوب ریحٍ او جمح دابۃٍ علی الصحیح ظہیریۃ لا تنحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذهب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنّہ خالف فی فتاواہ فافتی بانحلالها اخذًا بقول ابی شجاع لانّہ ارفق لکنّک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگرچہ پہسلنے یا ٹھوکر کہانے یا اندہی کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اوسکے عدم فعل کے بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحرالرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحرالرائق نے اپنے فتاوی مین اسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین لوگون کے حق مین آسان تر ہے تاکہ حانث نہون لیکن تجکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوچکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہین ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الّا الی جنازۃٍ ان خرج الیها قاصدًا عند انفصالہ من بابہ ثم اتی مشی معها

...اجازت مراد ليگا تو ديانةً اوسكى تصديق ہوگى نہ قضاءً اور يمين باطل ہوگى عورت كے ايكبار بلا اذن نكلنے سے يعنى جب ايكبار بلا اجازت نكلى تو زوج حانث ہوا
پہر دوسرى بار بلا اذن نكلنے سے حانث نہوگا كذا فى النهر ولو قال كلما خرجتِ فقد اذنتُ لكِ سقط اذنه ولو نهاها بعد ذلك صح عند محمد
وعليه الفتوى ولوالجيه اور بعد يمين مذكور كے زوج نے كہا كہ جو بار كہ تو نكلے سو البتہ مين نے تجكو اجازت دى تو اس كلام سے ہر بار كا اذن لينا ساقط
ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام كے اوسكو منع كرگيا نكلنے سے تو صحيح ہے امام محمد كے نزديك اور اسى پر فتوى ہے كذا فى الولوالجيه وفى الصيرفية حلف
بالطلاق لا يَنقُلُ اهله لبلد كذا فرفع الامر للحاكم فبعث رجلا باذنه فنقل اهله لا يحنث اور صيرفيہ مين ہے كہ قسم كہائى طلاق كى كہ اپنے اہل كو
فلانے شہر مين نہ ليجاونگا پہر نالش ہوئى حاكم كے پاس سو حاكم نے ايكمرد كو باذن زوج بھيجا سو وہ اوسكے اہل كو اوسى شہر مين لے آيا تو زوج حانث نہوگا اسلئے
كہ حاكم پر جو نالش كرنے سے حاكم مامور نہين ہوجاتا كہ مامور كا فعل آمر كيطرف منسوب ہو كذا فى المنح بخلاف قوله الا ان او حتى آذن لك لانه للغاية
بخلاف اس قول كے كہ نہ نكليو گہر سے مگر يہ كہ مين تجكو اذن دون يا نہ نكليو تا اينكہ مين تجكو اذن دون اسواسطے كہ يہ قول غايت كيواسطے ہے لا تخرجى الا
باذنى مين ہر بار اجازت مشروط ہے اسواسطے كہ استثناء مفرغ ہے اور مستثنى خروج مقرون باذن ہے بخلاف لا تخرجى حتى آذن لك كے كہ اسمين اذن
غايت ہے خروج كى تو ايكبار كا اذن كافى ہے ہر خروج مين اذن لازم نہين حتى كا غايت كيواسطے موضوع ہونا تو صريح ہے اور الا ان بمعنى حتى ہے مجازاً كذا فى
السلطان من البحر ولو نوى التعدد صُدِّق اور اگر زوج الا ان اور حتى مين تعدد اذن كى نيت كريگا تو اوسكى تصديق ہوگى قضاءً اسواسطے كہ اسكا
كلام محتمل ہے تعدد كا اور اسمين خود اوسكى ذات پر تشديد ہے كذا فى المنح حلف لا يدخل دار فلان يُراد به نسبة السكنى اليه عرفاً ولو تبعاً او
باجارة قسم كہائى كہ داخل نہوگا فلانے كے گہر مين مثلاً زيد كے گہر مين تو مراد اس سے سكونت كى نسبت ہے طرف زيد كے بنا بر عرف كے اگرچہ سكونت اوسكى بالتبع
ہو يا بالاصالت يا بطريق عاريت ہو يعنى دار زيد سے عرف مين وہ گہر مراد ہے جسمين زيد رہتا ہو خواہ وہ مملوك ہو يا عاريت يا كرايہ ہو سكونت اوسكى بالاصالت ہو
يا كسيكے ساتھہ رہتا ہو جيسے سكونت بيٹى كى ماں كے ساتھہ يا سكونت زوجہ كى زوج كے ساتھہ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہر صورت جس گہر مين زيد ساكن ہوگا
اوس گہر مين داخل ہونے سے حانث ہوگا اور اگر ايك گہر زيد كا مملوك ہے اور اوسمين وہ نہين رہتا ہے تو اوسكے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار
عموم المجاز ومعناه كون محل الحقيقة فرداً من افراد المجاز يعنى دار فلان سے دار مسكونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز كے اور عموم مجاز كا يہ مطلب
ہے كہ محل حقيقت يعنى كلمہ حقيقى ايك فرد ہوجاوے افراد مجاز سے يعنى مجازى معنى ايسے عام ہون كہ حقيقى معنى اوسمين داخل ہوجاوين چنانچہ يہان دار
مسكونہ مين دار مملوكہ داخل ہے شارح نے اشارہ كيا كہ يہان جمع بين الحقيقت والمجاز نہ كوئى سمجہے اسواسطے كہ وہ حنفيہ كے نزديك جائز نہين بلكہ عموم
مجاز مراد ہے اور حلف لا يضع قدمه فى دار فلان حنث بدخولها مطلقاً ولو حافياً او راكباً لما تقرر ان الحقيقة متى كانت متعذرة
او مهجورة صير الى المجاز حتى لو اضطجع ووضع قدميه لم يحنث يا يون قسم كہائى كہ اپنا قدم نہ ركہيگا فلانے كے گہر مين تو حانث ہوگا اوسمين
داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا يا سوار داخل ہو اسواسطے كہ اصول مين ثابت ہوچكا ہے كہ جب حقيقت متعذر يا متروك ہوتى ہے تو مجاز
ٹھہرايا جاتا ہے يہان تك كہ اگر گہر كے باہر ليٹے اور اپنے دونون قدم گہر كے اندر ركہدے تو حانث نہوگا اسواسطے كہ اس صورت مين اگرچہ وضع قدمين ثابت ہے
ليكن اسكو دخول نہين كہتے علامہ سيد نے كہا جب وضع قدمين سے مراد دخول ٹھہرا بسبب متروك ہونے حقيقى معنى كے تو سوار ہونے مين ہرچند وضع قدم نہين ليكن حانث ہوگا اور ليٹنے كى صورت مين
ہرچند وضع قدم ہے ليكن حانث نہين اور حقيقى معنى كا متعذر ہونا اگلے باب مين معلوم ہوگا وشرط للحنث فى قوله ان خرجتِ مثلاً فانتِ طالق
او ان ضربتَ عبدك فعبدى حر لمريد الخروج والضرب فعله فوراً لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً ومدار الايمان
عليه وهذه تسمى يمين الفور تفرد ابو حنيفة رحمه الله تعالى باظهارها ولم يخالفه احد بعد اس قول مين كہ اگر تو مثلاً نكلى تو تو طالق
ہے يا تو نے اگر اپنے غلام كو مارا تو ميرا غلام آزاد ہے يہ كہنا خروج اور ضرب كے ارادہ كرنيوالے كو تو اس فعل كا فوراً كرنا شرط ہے حنث كى اسواسطے كہ
قصد متكلم كا منع ہے اوسوقت كے فعل سے جسكے كرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف كے اور مدار قسمون كا عرف پر ہے اور اس قسم كو يمين فور كہتے ہين

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار مین متفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اونکی خلاف نہین کیا اس مسئلہ مین ہم جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجھکو طلاق ہی تو اگر زوجہ فورًا نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فورًا نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فورا کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اگلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہی اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رضی سے نکالا اون سے کسی نے مدد مانگی تھی اونہون نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اسکو نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی تبیین الکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اوسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور نہ اونکے بعد کسی مجتہد نے اونکی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ابی حنیفہ کی ہیں بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال مین امام اعظم کی کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسیطرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا ہیہ کہا بلانیوالے اس قول کے بعد کہ آ میری ساتھ اول روز کا کھانا کہا شرط ہی واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہی تو اوسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تاکہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وان ضم الی ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فجعل مبتدئا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کھاؤن یا تیرے ساتھ کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر مین کھاوے خواہ اوسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے ہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑہانی سے تو وہ سرنوسے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تہا بجای معی کے عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہی اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی نہ لازم آئی وفی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کے کتاب الطلاق مین ہی کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہی مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہی اور از قبیل فور کے یہہ مثال ہی کہ زوج نے اپنی زوجہ کے جماع کی خواہش کی سو اوسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر داخل نہوگی میری ساتھ کوٹھری مین تو تجھکو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء لصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسیطرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑہنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین شرعا اور اسیطرح عرفا یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میری ساتھ تو تجھکو طلاق ہی سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنی توقف عذری سے مرکب العبد المأذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین اذا لم یکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اوسکے مالک کی نہین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اوسکا قرض مستغرق نہو اور حالف نے اوس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مثلا زید کی سواری پر سوار نہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہی تو حانث نہوگا اگرچہ اوس سواری کی نیت کرچکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلفہ لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریہ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الہند للتعارف

ہیں اور دوسری صورتین شک کہجور کہانے سے۔ و تیسری صورت مین چکا وہی کہانے سے اسواسطے کہ یہہ صفات یعنی بسریت اور رطبیت اور لبنیت باعث
ہوتے ہین قسم کہانیکے بخلاف اسکے جو کسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا ہم شیراز عبارت ہو ز انب سے یعنی دودہ
کو جوش کرکے اوسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا ترجمے
شیراز کا ترجمہ دہی کیا گیا (ای) لا یکلم هذا الصبی او هذا الشاب فکلمه بعد ما شاخ او لا یاکل هذا الحمل بفتحتین ولد الشاة
فاکله بعد ما صار کبشا فانه یحنث لانها غیر داعیة بخلاف اس قول کے کہ قسم کہائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نکریگا پھر اوس سے
کلام کیا اوسکے بڈہے ہونیکے بعد یا قسم کہائی کہ اس بہیڑ کے بچہ کو نکہاویگا پھر اوسکو کہایا جب کہ وہ جوان مینڈہا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ
صفات باعث یمین کے نہین ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم شرعا ممنوع ہے تو مانع ہے عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسیطرح بہیڑ کے بچہ کا نکہانا
باعث یمین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بہیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف
علیه اذا کان بصفة داعیة الی الیمین تقید به فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ موجود داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اوس صفت
کے ساتھ مقید ہو معرفہ اور نکرہ دونون مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہوجاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جسکو
لیاقت نہین داعی ہونیکی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا جیسا کہ لا اکلم صبیا فکلم شابا مین نہ معرفہ مین جیسا کہ امثلہ سابقہ مین یعنی لا یکلم هذا الصبی و
فی المجتبی حلف لا یکلم هذا المجنون فبرأ او هذا الکافر فاسلم لا یحنث لانها صفة داعیة اور مجتبی مین ہے قسم کہائی کہ اس مجنون
سے نبولیگا پھر اوسکا جنون جاتا رہا اور حالف اوس سے بولا یا قسم کہائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اوس سے بولا
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث ہے تو اوسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم
صبیا حنث وقیل لا کلا یکلم صبیا وکلم بالغا لانه بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین وکهل الی خمسین فشیخ اور اس قسم
مین کہ مرد سے بات نکریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہہ ہے کہ
حانث نہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی جیسا کہ اس مثال مین حانث نہین قسم کہائی کہ صغیر سے نہ بولیگا
اوس سے بعد بالغ ہونیکے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پھر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اوسکو کہل کہتے
اور ادھیڑ بولتے ہین پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنی بڈہا او لا یاکل هذا العنب فصار زبیبا هذا وما بعده معطوف علی
قوله من هذا البسر فما لا یحنث به یا قسم کہائی کہ اس تر انگور کو نہ کہاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اوسکے کہانے سے حانث نہوگا شارح کہتا ہے
کہ یہہ مثال اور اسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول من هذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا او لا یاکل هذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل
من هذه البیضة فاکل فراریجها کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخها یا قسم کہائی کہ اس دودہ کو نکہاویگا پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس
انڈے کو نکہاویگا پھر اوسکے بچے کو کہایا شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فراریجها کا لفظ ہے اور متن کے نسخون مین جو
شرح سے معرا ہین اونمین فرخها کا لفظ ہے او لا یذوق من هذا الخمر فصار خلا او من زهر هذه الشجرة فاکل بعد ما صار لوزا او
مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکہیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کہائی کہ اس درخت کے پہول کو نکہاویگا پھر جب وہ پہول بادام یا زردالو
ہوگیا تو اوسکو کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف فی حلفه لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانه یحنث لانه تمر صنعت
وان ضم الیه شیء من السمن او غیره بحر وفیه الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضه ان کل شیء یاکله الرجل فی مجلس
او یشربه فی شربة فالحلف علی کله والا فعلی بعضه بخلاف اس قسم کے کہ کہجور کو نکہاویگا اور اوسنے حیس کو کہایا یعنی کہجور کا ملیدہ تو اوس کہانے سے

حانث ہوگا اسواسطے کہ خبیص عبارت ہی کہجور کے چورے سے اگرچہ اوسکو ساتھہ گہی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہے کہ جب قسم کہائی کہ چیز معین کو نکہائیگا سوا وسمین سے کچھہ تہوڑا کہایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہہ ہے جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کہا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیجاتا ہو تو انعقاد حلف کا اوسکے کل پر ہوگا یعنی اوسکے سب کہا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین کہا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اوسکی تہوڑی کہانیمین ہوگا وکذا الا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ گدر کہجور نکہاویگا پہر اوسنے پکی تر کہجور کہائی یا انگور کو نکہاویگا پہر اوسنے خشک انگور کہایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کی اسواسطے کہ ہندی جوز اور بادام کا نام تر او خشک کو بہی شامل ہے ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او لا یاکل رطبا و بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لا کلہ للمحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کہائی کہ پکی تر کہجور نکہاویگا یا قسم کہائی کہ پکی تر کہجور کہا دیگا نہ گدر کو تو مذنب کے کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اوسنے محلوف کو کہایا ساتہہ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشددہ اوس کہجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پکی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اسکا بالعکس ہے کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث بشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف الحلف علی الاکل لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کہجور کے گودے مول لینے سے جسمین کچہہ پکی کہجور بہی ہے اسطرح قسم کہانیمین کہ پکی کہجور کو مول نلیگا اسواسطے کہ مول لینا ایکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کہانیکی قسم کے یعنی اگر قسم کہائی کہ پکی کہجور نکہاویگا پہر اوسنے گدر کے ساتہہ تہوڑی پکی کہجور بہی کہائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک تہوڑا تہوڑا مانند خرید کے ہم کباسہ بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بہی اوسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اوسکو گوچہہ یا گودا کہتے ہین یعنی جسمین مجتمع ہو کر پہل لگتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل حرقۃ وسمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف اور حانث نہین اس قسم مین کہ گوشت نکہاویگا شوربا اور مچہلی کے کہانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچہلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث ہوگا اور اوسمین بہی حنث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار پر سوار نہوگا پہر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کہائی کہ میخ پر نہ بیٹہونگا پہر پہاڑ پر بیٹہا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچہلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہے حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان رد فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونیکا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اوسکو نہر الفائق مین رد کیا ہے اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے ہم تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہے کہ اگر قسم کہائی کہ حیوان پر سوار نہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونیکی عادت نہین ہے یہہ مخصص انسان کا نہین ہو سکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجہڑی اور پہیپڑا اور دل اور تلی اور خوک گوشت مین داخل ہے لیکن یہہ عرف کوفیون کا ہے اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجہڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اوسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اُس

شہر کے فتویٰ دیوے کیونکہ قسم حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الرأس ولا کارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہے کہ سر اور پائے گوشت میں اکل کی یمین میں نہ مول لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نکھاویگا تو کلہ پائے کہانیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نخریدیگا تو اونکو مول لینے سے حانث نہوگا وفی لایاکل من ھذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ھذا الکلب یقع علی صیدہ اور اس قسم میں کہ اس گدھے سے نکھاویگا تو قسم اوسکی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اوسکا کرایہ کھانیسے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نکھاویگا تو قسم اوسکی صید پر واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بہینس کو یعنی اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نکھاویگا تو بہینس کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النیّ ھو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نکھاویگا تو کچا گوشت کھانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانیکی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نکھاویگا تو اونٹ اور بہیڑ بکری اور گائے چڑیون کے گوشت کھانیسے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بہونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظھر وھو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لھما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بھما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نکھاویگا پیٹہ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اسکے کھانیسے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتون کی چربی کھانیسے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانیسے بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ گودہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فقاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو اوسمین امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اوسکے کھانے سے حانث ہو اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کھی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اوسکے کھانیکی یمین کی مانند ہے حکم میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خریدیگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنی پیٹ اور آنتون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹہ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالالیۃ فی حلفہ لا یاکل او لا یشتری شحما او لحما لانھا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نکھاویگا یا نخریدیگا دنبہ کی چکی کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبزہ او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ھذا البر الا بالقضم من عینہ لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمھا نیۃ فلا حنث الا بالنیۃ نہر اور اس قسم میں کہ اس گیہون کو نکھاویگا اوسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانیسے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا اگر گیہون بہونے ہون جیسے اُبالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہون چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر وفی النھر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدھا ان یقول ھذہ الحنطۃ ویشیر الی صبرۃ وھی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ھذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلھا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلھا ولو نیۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ یہ ہے کہ کہے کہ اس گیہون کو نکھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈہیر کیطرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسکو نکھاویگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اوسکے کھانیسے حانث ہوگا جسطرح سے کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اوسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ ہے کہ کہے گیہون نکھاویگا بلا اسم اشارہ تو اوسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا گیہون کو بویا تو اوسکے کہیت سے جو گیہون پیدا ہون اونکو کھانے سے حانث نہوگا وفی ھذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کعصیدۃ وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس آٹے میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نکھاویگا تو حانث ہوگا اون چیزون کے کھانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پہانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اسکی وجہ بعینہ کہجور کے درخت

کھانے مین مذکور ہونگی یعنی کچا آٹا کہانا عرف مین متروک ہو مجازی معنی متعین ہوگئے والخبز ما اعتادہ اهل بلد الحالف فالشامی بالبر والیمنی
بالذرة والطبری بخبز الارز وبعض اهل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان
العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کہانیکی اوس شہر والون کو عادت ہو جسمین قسم کہانیوالا رہتا ہے
تو شام کا رہنیوالا گیہون کی روٹی کہانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنیوالا جوار کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنیوالا چاول کی
روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور بعضے گانون کا رہنیوالا جو کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کہانیوالا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اوسکی
یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوا جو کے گیہون کی روٹی نکہائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگرچہ اہل شہر کی عادت گیہونکی ہو اسواسطے کہ اوس شخص کا
عرف خاص بھی معتبر ہے ردالمحتار مین اوسکے حق مین کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانة انصرف الی الخابزة التی تضربه فی التنور لا
لمن عجنته وهیئته للضرب ظهیریه قسم کہائی کہ فلانی عورت کی روٹی نکہاویگا تو یہ قسم اوس روٹی پکانیوالی کیطرف پہرگی جو تنور مین روٹی
کو لگاتی ہو نہ اوس عورت کیطرف جسنے اوس روٹی کا آٹا گوندہا اور تنور مین لگانیکے واسطے تیار کردیا کذا فی الظہیریه وصنه الرقاق لا القطائف
والثرید او بعد مادقه او فته لانه لا یسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے
کے کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اوسکا نام قطیف اور ثرید اور ملیدہ ہے م رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور قطائف جمع ہے قطیفه کی اور قطیفه ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اوسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑکر شوربے مین ترکیجاوے وحنث فی
لا یاکل طعاما من طعام فلان یاکل خله او زیته او ملحه ولو لطعامه نفسه لا لو اخذ من نبیذه او مائه فاکل به خبزا م
قسم ہین کہ کوئی کہانا نکہاویگا فلانکے طعام سے حانث ہوگا اوسکے سرکہ اور اوسکے روغن زیتون اور اوسکے نمک کے کہانیسے اگرچہ اوسنے نمک وغیرہ
کو اپنی روٹی کے ساتھ کہا دیا اور اگر اوسکا نبیذ یا پانی لیا اور اوس سے روٹی کہائی تو حانث نہوگا م ہرچند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن
نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہین بولتے موی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کہانیکے حانث نہوگا کذا
فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیساندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیة له ان بحیث لو عصر سال السمن حنث
والا لا جوهره اور اس قسم مین کہ گہی نکہاویگا پہر اوسنے گہی ملا ستو کہائی اور اوسکو قسم مذکور مین مخلوط گہی کہانیکی نیت نتہی تو اگر ستو ایسی ہون
کہ اگر انکو نچوڑے تو گہی بہہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گہی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا فی الجوهره م اور اگر اوسنے مخلوط گہی کی بہی نیت کی ہو تو ہر صورت
سے حانث ہوگا گہی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتة فاکل لم یحنث اور بدائع مین ہے قسم کہائی کہ کہانا
نکہاویگا پہر وہ مردار کیطرف مضطر ہوا سو اوس لئے اوسکو کہایا حانث نہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی
والمطبوخ بالماء اور شوا اور طبیخ واقع ہوتے ہین بہونے گوشت اور پانیکے ساتہہ پکے گوشت پر م ہرچند شوا اور باعتبار اول لغت مین ہر بہونی چیز کو
کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور سیطرح طبیخ وہ جو پانیکے ساتہہ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین شوا اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تہا تو اگر قسم
کہائی کہ شوا یا طبیخ نکہاویگا تو بہونے چاول اور آبالی دال یا چاول کہانے سے حانث نہوگا هذا فی عرفهم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع
علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقله المصنف عن المجتبی یہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتہہ انکے
عرف قدیم مین تہا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتہہ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گہی کی ساتہہ مطبوخ
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہے م لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا ممک مطبوخ کو
شامل نہین تو اوسکے کہانے سے حانث نہوگا وفی الظهیر الطعام یعم ما یؤکل علی وجه التطعم کخبز وفاکهة تلک فی عرفنا لا اه نہر الفائق
مین ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق لذت اور مزہ لینے کی کہائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیاء کو طعام

نہین کہتے ہین کما ہو المراس ما یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبارا للعرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر مین بکتا ہو باعتبار عرف کے ہم قسم کہائی کہ سر نہ کہاویگا تو اوس سر کہانے سے حانث ہوگا جو اوسکے شہر مین بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کہانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط بہیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت ہر شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ میوہ اوسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطریق تلذذ اور تنعم کہایا جاوے خواہ تر ہو خواہ خشک ہو کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور فالسہ اور کمنی اور نارنگی اور شیرین لیمون اور گنا اور بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کہائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما والعبرۃ للعرف فیحنث باکل ما یعد فاکہۃ عرفا ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کہجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہین اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم مین اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اونکے کہانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہون یہہ شمنی نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مسلم رکہا ہے والحلوی ما لیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اوسکو کہتے ہین جسکا ہمجنس کہٹا نہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کہانے سے ہم اگر قسم کہائی کہ حلوا نکہاویگا تو شہد اور شکر کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کہاویگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کہٹا ہوتا ہے خبیص اوس حلوے کو کہتے ہین جو کہجور اور گہی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس فعلی ہذا لا حنث فی فانید وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت مین لوگونکی عادات پر اعتماد ہے تو بنا بر اسکے شہد وغیرہ مین تو فانید اور شہد اور شکر کے کہانے سے حنث نہین ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل کیا ہے ہم اگر قسم کہائی کہ حلوا نکہاونگا پہر شہد اور شکر کہانے سے حانث نہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو شرح مین ہے [illegible] اسواسطے کہ عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانید ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ [illegible] ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے [illegible] شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تا کہ بستہ ہوجاوے کذا فی المنح ہم ہندوستان کے عرف مین حلوا اصطلاحا اوسے ہے کہ میدہ یا انڈہ یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گہی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اوسمین میوے مخلوط ہون یا نہون والادام ما یصطبغ بہ الخبز ای الاختلاط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جسمین روٹی ڈوبی اصطباغ خبز اوسوقت صادق ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے جیسے سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے پگہل جانے نمک کے مونہہ مین تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہے ہم شارح نے یہہ دفع دخل کیا ہے سوال یہہ ہوتا تہا کہ سالن اوسکا نام ہے جو روٹی کے ساتہ مخلوط ہو اور نمک خشک چیز ہے اوسمین اختلاط کہان جواب یون دیا کہ نمک منہ کے اندر پگہل کر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اوسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہین امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈہ اور پنیر ایسی چیزین نہین جسمین روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ہو ما یوکل مع الخبز غالبا بہ یفتی کما فی البرہان عن التہذیب اور محمد نے فرمایا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کہایا جاتا ہو یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہے ہم اور حاوی قدسی مین کہا کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط مین ہے کہ یہی ظاہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بہی اسیکو لیا ہے اسواسطے کہ ادام مواد سے ہے اور مراد اوسے بمعنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتہ کہائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اسکے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ

وبقل وسائر الفواكه لبس إداماً الا فى موضع يؤكل تبعاً للخبز غالباً اعتبار اللعرف اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کہائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کہجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوہ تو ادام نہیں ہیں گر اوس مکان میں البتہ ادام ہین یہہ ماکولات جہاں روٹی کے ساتھہ کہائی جاتے ہون اکثر بنا بر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبة فاكهة ويابسة إدام اور بدایہ میں ہے کہ تر اخروٹ میوہ ہے اور خشک ادام ہے وفی ۹۶ مسائل محمد شارح کے حلف لا یاکل لحما ولا خبزا ولا خرفلفا انطبخ ستوذیه کل ذلك فاکله لم يحنثوا الا صاحب الفلفل لانه لا يؤكل الا كذا وهذا ان وجد طعمه ويراد فی الزعفران رؤیة عينه قسم کہائی ایسے کہ گوشت اور روٹی اور بہنے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نکہاؤنگا پہر حریرہ پکایا گیا جسمین یہہ سب چیزین ہین سو تینوں شخصون نے اوسکو کہایا تو کوئی حانث نہوگا سوا ہے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کہائی جاتی مگر اسیطرح مخلوط ہوکر اور یہہ حانث ہونا اوسوقت ہے جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہو اور زعفران کی قسم میں خود زعفران کے کہانیمین نظر آنا زیادہ کرنا چاہئیے یعنی اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہوگا وفی لا یاکل لبنا فطبخه بارز او لا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجله او الی رأسه لم يحنث والی رأسه وظهره وبطنه حنث اور اس قسم میں کہ دودہ نکہاؤنگا پہر دودہ کو چاول کے ساتھہ پکایا یا قسم کہائی کہ مثلا زید کو نہ دیکہونگا پہر اوسکا ہاتہہ یا پانون یا اوسکا فقط سر دیکہا تو حانث نہوگا اور اگر اوسکا سر اور پیٹہہ اور پیٹ کو دیکہا تو حانث ہوگا ہم فتاوی عالمگیری مین منتقی اور محیط سے منقول ہے کہ رؤیت تو چہرہ اور سر اور بدن کے دیکہنے سے ہوتی ہے اور پیٹہہ کے دیکہنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکہنے سے بہی ہوتی ہے ملخصا کہنے لگا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام میں واو بمعنی او ہے وفی المنیة حنث بمس الید والرجل اور ہمین ہین حانث ہوگا ہاتہہ اور پانون کے چہونے سے عرض علیه الیمین فقال نعم كان حالفا فی الصحيح كذا في الصيرفية وغيرها قال المصنف هذا هو المشهور لكن في فوائد شيخنا عن التاتارخانية إنه بنعم لا يصير حالفا هو الصحيح ثم فرع انه ما يقع من التعاليق في المحاكم ان الشاهد يقول للزوج تعليقا فيقول نعم لا يثبت على الصحيح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو ا وسنے کہا ہان تو صحیح حانث ہوگا قول صحیح میں کذا فی الصیرفیہ وغیرہا مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہے لیکن ہمارے شیخ کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ہان کہنے سے حالف نہین ہوتا یہی قول صحیح ہے پہر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ یہہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد شوہر کا زوجہ سے تعلیق کرتا ہے اسطرح کہ اگر تو نے چہہ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بہیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہے پہر زوج کہتا ہے کہ ہان تو یہہ تعلیق ثابت نہین بنا بر قول صحیح کے ہم معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہے لیکن ظاہر امعلوم ہوتا ہے کہ قول اول اصح ہے بدلیل شہرت جیسا کہ اسکی تائید آخر کتاب الیمین میں آویگی والله اعلم التغدی الاکل المترادف الذی یقصد به التشبع وكذا التعشي ولا بد ان یاکل اکثر من نصف التشبع فی غداء وعشاء وتسحر تغدی یعنی اول روز کا کہانا عبارت ہے ... کہانا ... آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کہانیسے غدا یا عشا ثابت نہوگا اوراسیطرح تعشی یعنی آخر روز کا کہانا پس اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہوا اور ضرور ہے کہ نصف سیری سے زیادہ کہانا غدا اور عشا اور سحور مین ہم غدا عبارت ہوا اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے ... مراد اول روز کے طعام کو کہتے ہین اور عشاء بفتح اول ومد آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بفتح اول آخر شب ... وقت ... غداء ... هو

ما بعد طلوع الفجر وفى البحر عن الخلاصة عند طلوع الشمس قال وينبغى اعتماده للعرف زاد فى النهر واهل مصر يسمو فطورا الى ارتفاع الضحى الاكبر فيدخل وقت الغداء فيعمل بعرفهم قلت وكذا اهل الشام ال زوال الشمس غداء عبارت وقت خاص میں کہانے سے اور وہ وقت خاص بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈہلنے تک اور بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہے کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہے بسبب عرف کے نہر الفائق میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اہل مصر ...

طعام کو فطور کہتے ہین یعنی طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھنے تک پھر اوسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہو تو مصر مین اونکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہئیے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام فطور اور عشا اور غدا جدا جدا کہتے ہین م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو انکا کہانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہو ثم لا بد ان یکون ما یتغذی به اهل بلده عادة ۃ پہر تغدی مین یہہ ضرور ہو کہ ویسا کہانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے کہاتے ہون وغذاء کل بلدة ما تعارف اهلها حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کہانے سے وہ کہانا مراد ہے جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودہ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرای آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی م اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیونکی غذا اکثر دودہ ہے اور وہان کے شہریون مین یہہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کہجور سے پیٹ بہر لیگا تو حانث نہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منه ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوة العصر قلت وهو فی عرف مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنی آخر روز کا کہانا آفتاب ڈہلنے سے آدہی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہے کہ ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہو اور یہی مصر و شام مین عادت ہے م اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہے والتسحر هو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحر کہی اور سحری وہ کہانا ہو آدہی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمة او کل میاه العالم حتی لا یحنث اصلا لنیة محتمل کلامه کما ایک شخص نے اگر مین کہاؤن یا یون بولا کہ اگر مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون ؛ ورنہ اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہو اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل مین اور دودہ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اوسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کہانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کہانون اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل مین عموم تو ثابت تہا اوسکو اوسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم ای اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانه ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم کالنکرة فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین طعام کو کہاؤن یا پینی کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی جب قائل یون کہے کہ مینے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اوسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی مین عام ہوتا ہو م شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یون کہنا کہ ان لبست ثوبا راجع ہو لا البس ثوبا کیطرف لیکن یہہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اوسکو قبول نکریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیة انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلث فیدین فی فعل الخروج والمساکنة وتخصیص الجنس کحبشیة او عربیة لا الصفة ککوفیة او بصریة فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت مین بدون ملفوظ بہی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکہون تو غلام آزاد ہے پہر اوسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹہری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہو سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بہی کبہی

بعض نسخوں میں ... [illegible]

کی ہو تی ہے جیسے ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تو نیت کا نہ تخصیص کا اور اسیطرح اگر اوسنے حلف کیا کہ عورت
سے نکاح نکریگا اور اوسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی
اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہو گی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہو عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور
نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہو گی کذا فی الطحطاوی ونية تخصيص العام تصح ديانة اجماعًا فلو قال كل امرأة اتزوجها فهي
طالق ثم قال نويت من بلد كذا لا يصدق قضاءً وكذا من غصب دراهم انسان فلما حلفه الخصم عامًا نوى خاصًا به يفتى
خلافًا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانةً بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کرون وہ مطلقہ ہے پھر اوسنے کہا کہ میں نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضا اوسکی تصدیق نہو گی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسیطرح جسنے ایک انسان کے
درم غصب کئے پھر جب مدعی نے اوسکو عام قسم دلائی تو اوسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانةً صحیح ہے نہ قضاءً بخلاف
خصاف کے یہ اوسکے نزدیک تخصیص عام دیانةً اور قضاءً دونو طرح درست ہے یہ جو کہ قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اسواسطے کہ خدا کے قسم میں نہی
قضا نہیں چنانچہ شارح بیان کرینگے صورت قسم لینے کی یون ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لئے مدعی نے اوس سے
عام قسم لی اسطرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اوسکی عورت کو طلاق ہے پھر اوسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اوسکی عورت نے قاضی کے
یہان نالش کی اپنی طلاق واقع ہونیکی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی کیا یعنی کہا کہ میں نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم
کی طلاق واقع نہو تو قاضی اسکی تصدیق نکریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہئے کذا فی الطحطاوی وفي الولوالجية متى حلفه
ظالم واخذ بقول الخصاف لا بأس به اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ
مضائقہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مشکل ہے کیونکہ اگر اخذ دیانةً مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص
عام کی دیانةً صحیح ہے اور اگر اخذ قضاءً مراد ہو تو اسکی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف اسکے معنی ہی ہیں اور اس صورت میں ہے کہ جب اخذ
کا فاعل حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اوسکا قرار دیجئے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ضمائر کی اسکے علاوہ
ہے تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی دے تو اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمیں بھی خلل ہے کہ
مفتی کو فتوی بالدیانت بھی جائز نہیں اور معلوم ہو چکا ہو کہ تخصیص عام کی دیانةً صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہرصورت یہ مسئلہ تحریر
طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النية للحالف لو بطلاق او عتاق وكذا بالله لو مظلومًا وان ظالمًا فللمستحلف اور فقہانے کہا ہے کہ نیت
کا اختیار اوسواسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسیطرح حلف باللہ کی نیت میں اوسکو اختیار ہے اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف
ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اوس نے قسم کھائی اور
نیت مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے
تو اگر حالف مظلوم ہے تو اوسیکی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا یہ اوس صورت میں ہو جب گذشتہ
پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء باليمين بالله کچھ تعلق نہیں قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں ہم اسواسطے
کہ کفارہ یمین حق اللہ ہے اوسمیں حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف کی قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین باللہ کو دار القضا
کچھ مطلق تعلق نہیں اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہونگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا يشرب من شيء يكون
فيه الكرع نحو دجلة فيمينه على الكرع منه حتى لو شرب من غير الكرع منه لم يحنث قسم کھائی کہ نہ پیونگا اوس شے سے جسمیں منہ ڈالکر

پینا ممکن ہے چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اوسکی اوسمین مُنہ ڈالکر پینے پر منعقد ہوگی یہانتک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اوٹھا کر پئے گا تو حانث نہوگا و فی البحر عن الظهيرية الكرع لا يكون الا بعد الخوض في الماء لكن في القهستاني عن الكشف انه ليس بشرط اور بحرالرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہین ہوتا مگر بعد گھُسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانی کے اندر گھُسنا شرط نہین ہم کرع لغت مین اس سے عبارت ہو کہ اپنے مُنہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانورون مین ثابت ہو کہ وہ بدون ادخال اپنی اکارع کے پانی مین نہین پیتا غالبا بعد اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین مُنہ ڈالکر جانور کی مانند پیے اگرچہ پانی مین پاؤن نہ ڈالے کذا فی المنح اکارع جمع کراع بالضم بمعنے پاؤن۔ بخلاف من ماء دجلة فيحنث بغير الكرع ايضا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیئے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنے برتن سے پینے مین وفيما لا يأتي فيه الكرع كالبئر والحب يحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعين المجاز اور جسمین مُنہ ڈالکر پانی پینا نہین ہوسکتا جیسا کہ کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا اشرب من البئر کہا ہو یا لا اشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہوجانے مجاز کے ہم جب مُنہ لگا کر پانی پینا متصور نہوا تو مجاز معین ہوگیا یعنے برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہان حقیقت حاصل ہے یعنے مُنہ ڈالکر پینا اور جہان حقیقت ممکن ہو مجاز کی کیا حاجت ہے حب بمعنی مٹکا ہے جسکو مشہور اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خُم کہتے ہین طحطاوی نے لکھا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہون ورنہ مُنہ ڈالکر پانی پینا متصور ہوگا ولو تكلف الكرع فيما لا يأتي فيه ذلك اى الكرع لا يحنث في الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے بتکلف مُنہ ڈالکر اوسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوا مثلا کنوئین مین اوتر کے کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے

امكان تصور البر في المستقبل شرط انعقاد اليمين ولو بطلاق وبقائها اذ لا بد من تصور الاصل لتعقد في حق الخلف وهو الكفارة تو فرع عليه ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اوسکے باقی رہنے کی اگرچہ طلاق کی یمین ہو واسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تاکہ یمین منعقد ہو اصل کے واسطے تاکہ خلف کے حق مین یعنی کفارہ ... اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہو کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کرے اور کفارہ ونا مقصود ... اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہین اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہو ... بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہین ہوسکتا مگر اوسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی المحیط ...

اليوم ولا ماء فيه او كان فيه ماء وصبّ ولو بفعله او بنفسه في يومه قبل الليل والحاق لمبينة من او قت ... فيه لا يحنث سواء علم وقت اليمين ان فيه ماء او لا في الاصح لعدم امكان البر تو اس قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی آج ... مقرر پیون گا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین یا اوسمین پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگرچہ حالف کے فعل سے گرا یا خود گر گیا ... بین رات سے پہلے یا یمین مطلق ہو لا یعنی اوسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی تھا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونیکا اوسکو علم ہو یا نہو قول اصح مین ہم جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گرجانیکی صورت مین بقاء یمین کی شرط حاصل ہوئی وان اطلق وكان فيه ماء فصب حنث لوجوب البر في المطلق كما فرغ وقد فات بصبه اما المؤقتة ففي آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کیا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ ... اس کوزہ کا پانی پیون گا اور قسم کے وقت اوسمین پانی تھا سو اوسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہو لہذا پانی گرانے سے قبل ... دلیل یمین موقت مین حانث نہین ہوتا وهذا الاصل فروعه كثيرة منها ان لم تصلي الصبح غدا فانت كذا لا يحنث بحيضها بكرة

فی الاصح اور اسکی یعنی امکان یمین کی بہت فروع ہین ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث نہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کیوقت شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم ترُدّی الدّینار الذی اخذتیہ من کیسی فانتِ طالقٌ فاذا الدینارُ فی کیسہ لم تطلق لعدم تصوّر البرّ اور ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تونے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی مین ہو تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنے پھیرا ہوا ہونے کے نہین ہوا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالقٌ وقال ابوہا ان وہبتیہ فامّک طالقٌ فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبًا ملفوفًا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردّتہ بخیار الرؤیۃ اور ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج مجکو نہ ہبہ کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ما مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اوسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاوے گا تو زوجہ کا باپ حانث نہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اوسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنیسے اسواسطے ساقط ہوگیا مہر بسبب بیع سے یعنی جب اوسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اوسکی مالک نرہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نرہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اوسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اوسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو دیگا یا اوسکو مارے گا یا اوس سے بات کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو گھر مین سوؤ تو عورت اوسکی مطلقہ ہو اور حالانکہ وقت حلف کے صبح ہو چکی تھی اور اوسکو علم نہ تھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تمام شب گذشتہ کی سونا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی

مسئلۃ فی التنویر لیصعدنّ السماء او لیقلبنّ ہذا الحجر ذہبًا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقّت الیمین لم یحنث حتی یمضی ذلک الوقت اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ضرور چڑہیگا آسمان پر یا البتہ ضرور اس پتھر کو سونا کردیگا تو الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونیکے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کیساتھ موقت کریگا تو جبتک وہ وقت گذر نجاویگا حانث نہوگا آسمان کا چڑہنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور عیسیٰ کا بالیقین ثابت ہوا اور اسیطرح پتھر کا سونا ہو جانا بتبدیل الہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ اوس صورت مین پانی نہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی تحریر الفقہاء قال لامرأتہ ان لم اخرج الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلّمًا ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالیٰ فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء مین مذکور ہو کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آجکی رات آسمان پر نہ چڑہون تو تجکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونیکی تدبیر ایسے کرے کہ سیڑہی قائم کرے پھر سیڑہی پر سے اپنی گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالیٰ یعنی چاہئے کہ رسی تانے طرف سماء کے مراد سماء سے اس آیت شریف مین گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا مبنی یمین کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر جیسا کہ اول کتاب الیمین مین مذکور ہوچکا ہے تو

جسنے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا [illegible] یا [illegible] کا [illegible] ہو [illegible] کہ المحیط اور حلف لیقتلن فلانا وفلان میت [illegible] وان لم یعلم بموتہ [illegible] اللہ تعالی
فیحنث اور اسیطرح کا حکم ہے [illegible] اگر قسم کہا ئی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اور اوسکی موت کو جانتا [illegible] تو قتل اوس میت کا
بعد زندہ کر دینے حق تعالے کے [illegible] حانث ہو گا [illegible] وان لم یکن عالما بموتہ لا یحنث لانہ عقد [illegible] علی حیاۃ [illegible] کانت فیہ لا یتصور
کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان لم تردی الدینار [illegible] الذی لا یتصور فی غیر المعقود [illegible] اگر اوس شخص کی موت کو جانتا ہو گا
تو حانث ہو گا [illegible] قتل کی قسم [illegible] منعقد کیا اوس حیات پر جو [illegible] قتل [illegible] بعد موت [illegible]
بالفرض اگر حق تعالے [illegible] لیکن [illegible] پیالہ [illegible] مسئلہ [illegible]
ہے اس قول سے ہوا کہ اگر [illegible] قسم [illegible] نہیں [illegible] مقدور نہیں [illegible]
مقدور سے باہر ہوا تو [illegible] کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وھو نائم فاقتصر
فلولم یوقظہ [illegible] لا یحنث [illegible] جگایا [illegible] تو حانث ہو گا [illegible]
سے جگا کا تو حانث [illegible] شرط نہیں [illegible] حنث [illegible] الحیثیۃ [illegible]
انفصالہ عن الیمین [illegible] فاذا ھی [illegible] الا [illegible] وان قال [illegible]
طلقت لانہ [illegible] اگر اتنا قریب ہو کہ [illegible] آواز [illegible] کان لگا کے [illegible] سنے
بشرطیکہ [illegible] اگر [illegible] زوجہ [illegible]
یوں کہا اور [illegible] وان [illegible] فانت طالق [illegible]
تو مطلقہ ہو گی [illegible] متصل [illegible] تو بھی [illegible] سے موصول [illegible]
سے بلا نیت استثنا [illegible] حانث ہو گا [illegible] کوئی [illegible] توالب [illegible] حانث ہو گا [illegible] وان قال یا حائط اسمع [illegible]
کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث [illegible] اگر کہا کہ [illegible] دیوار [illegible] ایسا ایسا کام [illegible] اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا
قصد کیا تو حانث نہو گا کذا فی الزیلعی [illegible] اگر [illegible] کا قصد ہو تو بطریق اولی حانث نہو گا [illegible] حانث [illegible] کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ
نہیں ہوتا اور دلیل اوسکی وہ روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوف نے قسم کہائی تہی کہ عثمان بن عفان سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اونکی طرف
ہو کر نکلتے تہے تو جو مطلب کہنا ہوتا تہا وہ یوں کہتے تہے کہ اے دیوار [illegible] اور [illegible] دیوار ایسا ہوا [illegible] کہ ذکر دیوار کچہہ شرط نہیں بلکہ
توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کیطرف کافی ہے [illegible] حنث ہیں چنانچہ بحر الرائق میں [illegible] ہے کہ زوجہ نے [illegible] کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بہائی سے کریگی
تو تجہکو طلاق ہے پہر جب اوسکا بہائی اوسکے پاس آیا اور [illegible] اوسکے پاس ایک لڑکا تہا [illegible] لڑکے سے خطاب کرنے کے میری زوجہ نے ایسا
ایسا کیا ہے تاکہ اوسکا بہائی سنے [illegible] طلاق واقع نہو گی [illegible] نہیں کی کیونکہ اوسکی طرف خطاب نہیں ہوئی
اور اگر قسم کہائی کہ زید سے بات نہ کریگا پہر ایک جماعت کو سلام کیا جنمیں زید بہی تہا سو حانث ہو گا اور اگر زید کیطرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃ اسکی
تصدیق ہو گی اور اگر نماز بجماعت ہو گی تو سلام کرنے سے حانث نہو گا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ بائیں طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے
کواڑ میں دہکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سأل محمد حال صغرہ ابا حنیفۃ فیمن قال لاخر
واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد ثم قال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال
محمد احسنت فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ میں ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت میں
امام ابو حنیفہ سے اوس شخص کے حق میں جسنے دوسرے [illegible] کہا [illegible] تجہسے کلام نکرونگا [illegible] پہر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ

خوب تامل کیجئے تو ہم بتا دیں امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمدؒ نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ تو ان لفظون سے
کونسا لفظ مراد لیتا ہے اور وہ ایک وجہ سے اوسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا امام سوال محمدؒ کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا فقال سے
اگر لا اکلمک سے متعلق ہے تو یہ مطلب ہے کہ تجھسے تین بار کلام نکرونگا اور اول امام بھی سمجھے لہذا فرمایا کہ پھر کیا ہوا یعنی حالف نے کتنی بار اوس قسم کے بعد
کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجئے تو مطلب یہ ہے کہ حالف نے تین بار یہہ کہا کہ تجھسے کلام نکرونگا سوال سے محمدؒ کو یہی مقصود تھا لہذا جواب
مین کہا کہ تامل کرکے جواب دیجئے پوچھنے کی کچھ حاجت نہین پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث
ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دوبار حنث ہوا اور نظر
حسنا کہنا اسواسطے کہ وہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اسواسطے کہ معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل
کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسنؒ کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت
نہین ہوتی ۱ و حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم
یا قسم کھائی کہ اوس سے کلام نکریگا مگر اوسکے اذن سے سو اوس نے اذن دیا اور حالف کو اوسکا اذن دینا معلوم نہوا پھر اوس سے کلام کیا تو حانث
ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنی اعلام ہے تو اذن مین علم مشروط ہوا م اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ
اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وقوع فی الاذن سے ماخوذ ہے
بہرصورت تحقق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضا من اعمال القلب فیتم بہ بخلاف
اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اوسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اوسکے کلام سے اور حالف کو اوسکی رضا کا علم نہوا پھر اوس نے کلام کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اوسکا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث
لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہوگا اشارہ کرنے
اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نکریگا پھر اوسکو خط لکھا یا اوسکی طرف پیام بھیجا یا اوسکی طرف آنکھ یا ہاتھ سے
اشارہ کیا تو حانث نہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا وکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہے قسم کھائی کہ اوس سے نکہونگا ایسا پھر اوسکی طرف
لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے
نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین
جامع کا یہہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور
ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونو کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ
لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایما سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف
کو مناسب تھا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ خبر اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہے اور کلام سے بھی
والاظہار والافشاء والاعلام تکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضا اور اظہار اور افشا اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنے سے
بھی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین افشا بنون ہے اور بحر الرائق مین افشاء ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ
کی نیت نہین کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما
بینہ وبین اللہ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اسقسم مین کہ اوسکو نہ بلاویگا یا اوسکو بشارۃ

نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی واستکتمنی ان فلانا قدم ونحوہ یحنث بالصادق والکاذب کہا کہ اگر تو مجھکو خبر کریگا یا اعلام کریگا
کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور خبر اخبار میں طلب نا صدق ہو یا کذب بہ صورت غلام آزاد ہو
ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا الصاق الخبر بنفس القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر
یوں کہا کہ اگر تو مجھکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ
اصول کی کتاب میں ہمنے اسکو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث میں یعنی باء جارہ الصاق کیواسطے موضوع ہے تو جسوقت قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا
کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہیں ہوسکتا بعد اخبار بالکذب اسمین مراد نہیں ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی
ان فلانا قدم میں باء جارہ مقدر ہے اسواسطے کہ حذف جار کا ان کا ساتھ مطرد ہے تو چاہئے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہو لکن ان کتبت
بقدوم فلان کما سیجئ فی الباب الاتی اور اسیطرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانی کریگا چنانچہ آئندہ باب مین
آویگا وسأل الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومأ بالکتابۃ ھل یحنث قال نعم یا امیر المؤمنین ان کان مثلک اور سوال
کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھیگا پھر اوسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہان
یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو اسواسطے کہ بادشاہ خود نہیں لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہی ہے
کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہیں لا یکلمہ شھرا فمن حین حلف قسم کہائی کہ فلانے سے ایک مہینہ کلام نہ کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کیوقت سے
ہوگی ہمیشہ تک ولو لم یقل شھرا فعلی الابد [illegible] اور اگر حالف نے مہینہ کو نہ ذکر کیا ہو یوں کہا کہ لا اکلمہ [illegible] اور مہینہ ذکر نہ کیا [illegible]
مثلاً [illegible] قسم کہائی تو [illegible] اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لا اعتکفن او لا اصومن شھرا فان التعیین
الیہ بخلاف اس مثال کے کہ [illegible] اعتکاف کرونگا یا روزہ رکہونگا [illegible] تعیین کا اختیار [illegible]
اور جاہر ہو یا [illegible] اعتکاف [illegible]
تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن [illegible] تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناولہ
الابد لاخراج ما وراءہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہ ہے کہ ذکر وقت کا اس فعل مین جو شامل ہو دوام
کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل مین شمول دوام کا نہیں تو اسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے [illegible] کذا فی
الزیلعی مثلاً اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف و
صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف
لا یتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا قسم کہائی کہ کلام نہ کریگا پھر اوسنے قرآن پڑھا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان
ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو عرف اور شرع مین متکلم نہیں کہتے کذا فی المنیہ وان فعل ذلک خارجھا حنث
علی الظاھر کما صححہ فی البحر ورجح فی النھر عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن الظھیریۃ انہ لا یحنث بقراءۃ
الکتب فی عرفنا انتھی وقواہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من کثرۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ [illegible] القاعدۃ
لکن یعکر علیہ ما فی الفتح واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتھی فغیر المنظوم اولی فتامل اور اگر قرات قرآن اور تسبیح
خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنابر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسیکو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا
خواہ قرات اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود
بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ حانث نہیں ہوتا کتابوں کے پڑھنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ اور رد کیا ہے فتح القدیر کے قول کو

تو ایسا ہی ہے مستشعر کہ کیونکہ جمیع [illegible] اور قرآن پر قیاس کیا گیا ہو جو درس کا انقابینی شاگرد پڑھتا ہی [illegible] تک [illegible] لیکن قیاس [illegible] ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی [illegible] تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہو گا سوتامل کرو ہم تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب بعلت کلام منظوم ہونیکے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جیسا [illegible] بطریق اولی حانث ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرأت کتب پر صحیح ہے کذا فی التلویح [illegible] لا یقرأ القرآن الیوم [illegible] اقرأ [illegible] اور اگر قسم کھائی کہ آجکے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملة فان نوی ما فی النمل حنث والا لا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس سے قرأت سورۂ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا ورنا اور اگر یہ نیت نکی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ بسم اللہ کہنے سے لوگ قرأت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لا یقرأ سورة لذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ یہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اوسمیں نظر کرلے اور اوسکا مطلب سمجھنے سے حانث نہوگا یہی قول مفتیٰ ہے کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرأت نہیں حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدید یدخل لقرانہ الیوم بفعل لا یمتد قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص سے آجکے دن تو یہ حالف رات اور روز دونوں کو شامل ہوگا بسبب مل کرنے حالف کے یوم کو اوس فعل سے جسکو امتداد نہیں تو قبیل اور نہار دونوں کو شامل ہوگا ہم کتاب الطلاق میں مذکور کر چکے کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہوگا اور چونکہ کلام فعل غیر ممتد ہے لہذا لیل و نہار دونوں کو شامل ہوگا لیل اور نہار کے درمیان [illegible] اونکو تحدید [illegible] نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال صحیح نہیں اسواسطے کہ لا یکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہے کہ یہ باقی دن کے جو رات کو شامل نہیں اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر حالف نے مثلاً پہر دن چڑھے کہا لا اکلمہ الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جایگی اور یہ مثال اسکی کنز وغیرہ متون میں ہے یوں ہے یوم اکلم فلانا فعبدہ حر فانہ نوی النہار [illegible] التخصیص [illegible] شامل [illegible] رات [illegible] ہے لفظ نہار مراد لیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی روایة یہی اور قضاء کہی اسواسطے کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو در صورت نیت حقیقت کے جو ظاہر مراد ہوگا تو اس صورت میں یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلة کلم فلانا فہو علی اللیل خاصة لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس رات کو میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعض اشعار عرب میں لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہے نہ بلفظ مفرد وقال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فلذا فکلمہ قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا یحنث لجعلہ القدوم والاذن غایة لیمین الکلام کہا اگر میں عمرو سے کلام کروں مگر یہ کہ زید آوے یا یہانتک کہ زید آوے یا یوں کہا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اینکہ زید اذن دیوے یوں بولا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اوس سے بات کی قبل قدوم زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت عدم کلام کی ہم یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہا یمین حانث نہوگا سو حتی کا غایت کیواسطے موضوع ہونا تو صریح ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اسواسطے کہ اصل الا میں استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کیواسطے مجازاً استعمل ہوتا ہے جب کہ استثنا متعذر ہو اسواسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت میں یہ مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید مرگیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اسواسطے کہ یمین کا محل ہونا باقی رہا قید تباہ حیم الحلف لا تطلق فی قولہ لامرأتہ انت طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایة بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق بعد موتہ مصنف نے اس کے

کو مقید بتا خیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے یون کہے کہ اوسکی عورت مطلقہ ہے تا وقتیکہ زید آوے تو اس صورت مین لا واسطے
غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہو گی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے
حتی لا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اوسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اوسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید
فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہو گی بلکہ اوسکی موت سے ہو گی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم
کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی
تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا
جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجسے نہ بولونگا یہانتک کہ مثلاً
زید مجکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ مین تجکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم کہائی کہ البتہ اسکا
قرض آج ادا کریگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرضدار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جاویگی اور اصل سقوط کی یہ
ہے کہ قسم کہانیوالے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہو گئی تو اوسکی فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاویگی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ مازال ومادام وماکان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا مادام
ہہنا فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ مازال اور مادام اور ماکان کا غایت کیواسطے ہے تو یمین اوسیکے ساتھ آخر ہو جاویگی
تو اگر قسم کہائی کہ ایسا نہ کریگا مادامیکہ بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نکرنیکی قسم کہائی تہی
تو حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ
لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کہائی کہ اس طعام کو نکہاویگا جبتک کہ فلانیکی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اوس طعام مین سے کچھ بیچا تو باقی
طعام کے کہانے سے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان
الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسیطرح قسم کہائی کہ تجکو نچھوڑونگا یہانتک
کہ تو میرا حق دیدے آجکے دن یا یون کہا کہ تجکو نچھوڑونگا یہانتک کہ تجکو حاکم کے پاس لیچلون آجکے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد
مدت کے قرضدار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا
اور اوسنے اوسکو نہ چھوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہوگا اگرچہ حالف نے اوسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے
کہ حالف نے فراق کیواسطے اوسیدن کو وقت ٹھہرایا تہا کذا فی الطحطاوی من البحر وکذا لو حلف ان یحضرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم
او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کہائی اپنے مدعی علیہ
کو قاضی کے دروازہ کہینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اوسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہو جاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار
معنی کے اوس حال سے جب کہ وہ منکر تہا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ
او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی
العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار
اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نکریگا یا اوسکی زوجہ یا اوسکے دوست سے یا اوسکے گہر مین نہ داخل ہوگا یا اوسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اوسکا کہانا
نہ کہاویگا یا اوسکے جانور پر سوار نہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہو گئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین طلاق دینے سے زوجہ
مین یا دشمنی ہونے سے دوست مین اور کلام کیا اوس سے تو حانث نہوگا غلام مین اور اوسکی مانند مین جو قابل ملک ہے چنانچہ گہر خواہ قسم کیوقت اوسکی طرف

اشارہ کیا ہو نہ کیا ہو بنا بر قول امام ابو یوسفؒ یعنی خواہ یون کہا کہ واللہ مین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا پھر صورت
مذکورہ مین اوس سے بولنے سے حانث نہو گا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک تو وہ مثل ثوب اور دار کے ہو گیا ہم غلام اس لائق نہین ہوتا
کہ شخص حر اوسکے عدم کلام کی قسم کہا وے تو یہہ قسم نہوگی مگر اوسکے مالک کے سبب سے پھر جب اوسکا دوسرا مالک ہو گیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا
لہذا حانث نہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم
فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اوسکے غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام کرنے مین مراد غیر عبد سے زوجہ
اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہے سو خبردار
ہو جا ہم ماتن نے مثال مین اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل مین اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم ذکر کیا حالانکہ غیر عبد
مین دار بھی داخل ہو لیکن حکم ثانی مین دار شامل نہین لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہو اس دلیل سے کہ دار
لائق کلام نہین تو اوسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اوسکو ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے
بطریق اولی معلوم ہو تو اوسکے حکم کی علحدہ ذکر کرنیکی کچھہ حاجت نتھی وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ زوال اضافت سے کلام عبد سے حنث نہوا حالانکہ عبدمین
عقل ہر کرامت ذاتی اور سین ہے ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہوگا اسواسطے کہ دار مین تعقل نہین کہ اوسکے دخول
سے کراہت ذاتی مقصود ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو اشارہ کر دیا کہ یہہ قول ماتن کا غیر مناسب ہے اشار ہذا او جل حنث لان الحکم
یدار علیہ ولم یبق لا یحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد مین یعنی زید کی زوجہ اور دوست
کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا اور اوسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چہوڑا جاتا ہے اور اگر
اشارہ نہین کیا اور نام اوسکا لیا یعنی یون کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نکریگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور
زوجہ جدید وغیرہ کے کلام سے تجدد کی صورت یہہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بیعہ حنث
لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کہائی کہ شلا اس طیلسان والے سے کلام نکریگا پھر اوس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد
تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہے کچھہ قید نہین اور اسیواسطے اگر طیلسان مول لینیوالے سے کلام کریگا تو حانث نہوگا ہم
طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور دور دار اوسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرہما ستۃ
اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اوس سے چھ مہینے ہین ابتدا حلف سے اسواسطے کہ چھہ
مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ہم حین کا ہے زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد بیان
ساعت تسا سے اور کبھی حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (ھل اتی علی الانسان حین من الدھر) انسان سے مراد
آدم علیہ السلام ہین اور حین سے چالیس سال مراد ہین اور کبھی حین چھہ مہینے مین مستعمل ہوتا ہے کما قال تعالی (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا
کہ حین سے یہان چھہ مہینے مراد ہین اور چونکہ چھہ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف مین اسیقدر مراد ہو گا اسلئے
کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کہانے پر موقوف نہین بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط
رتبہ متعین ہو گیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کی برابر ہے اشارہ اسکے منذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی مین مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی وہذا ای
بالنسبۃ ما نوی فیہما علی الصحیح بدائع اور نیت کے ساتھہ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی مراد ہو گا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع
یعنی چھہ مہینے کی تقدیر حین اور زمان مین اوسوقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت کی ہو اور در صورت نیت اوسکی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی و
غرۃ الشہر و رأس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اوسیکا دن مراد ہے والا انہ الی

مادون النصف والآخر اذا مضى خمسة عشر يوما فلو حلف ان يصوم اول يوم من آخر الشهر وآخر يوم من اول الشهر صام الخامس عشر والسادس عشر اول شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اوسوقت سے ہو جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر دن مین روزہ رکھیگا تو پندرہوین اور سولہوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تہا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرہوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصيف من حين القاء الحشو الى لبسه ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اوسوقت سے ہے جب روئی بہرا کپڑا اوتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پہر اوسکو پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اوسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانیوالا اوس شہر مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اوسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکے بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک و في حلفه لا يكلمه الدهر والا بد هو العمر اي مدة حيوة الحالف عند عدم النية اور اس قسم مین کہ کلام نکریگا اوس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورتیکہ اوسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہوا اوسوقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودهر منكر لم يدر وقالا هو كالحين وغير خاف انه اذا لم يرد عن الامام شيء في مسئلة وجب الافتاء بقولهما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اوسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینہ پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہو کسی مسئلہ مین تو اوسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جب الف لام تعریف منہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا انحاء ثلثہ پر یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کہ کیا اوسکی تقدیر کیجیے اور اہل زبان اگرچہ تیقن تہا لیکن اوسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بہی متصور ہے لہذا اوسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین مفصل کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کیطرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کیطرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفي السراج توقف الامام في اربعة عشر مسئلة ونقل لا ادري عن الائمة الاربعة بل عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن جبرئيل عليه السلام ايضا اور سراج مین ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام سے بہی لا ادری منقول ہے کرمانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا جبرئیل سے دریافت کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پہر حق جل شانہ نے فرمایا کہ خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنیوالون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکل جاتے ہین اور حقائق مین مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہو اوسمین توقف کرے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نکرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم جرات کر کے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے تو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کیے ہین نظم حل الامام ابا حنيفة ورثه ان قال لا ادري لتسعة اسولة اطفال اهل الشرك اين محلهم وهل الملائكة الكرام مفضلة ام انبياء الله ثم المؤمن وجلالة انى يطيب الاكل له والدهر مع وقت الختان وكلبهم ومصير المتلك اي وقت حصلة

والحکم فی المشی اذا اٰتاہ ماشیًا کذا فیہ متم شدّ الحمار یستشکلہ ⊙ واجاز نقش الجدار المسجد من وقفہ ام لم یجز ان یفعلہ کذا فی الطحطاوی والایّام وایامٌ کثیرۃ والشہور والسّنون والجمع والازمنۃ والاحائین والدہور عشرۃٌ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احائین اور دہور کے الفاظ مین بشرطیکہ معرف باللام ہون ہر ایک سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ عشرہ اور ان الفاظ مین اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہین ہم یعنی ایام کے لفظ مین دس روز مراد ہونگے اور شہور مین دس مہینے اور سنون مین دس برس اور جمع مین دس جمعہ اور ازمنہ مین دس زمانہ اور احائین مین دس حین اور دہور مین دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب مین بولتے ہین ثلثۃ رجال و اربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوا عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح مین جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کی جمع ہے تو اگر قسم کہائی کہ لا یکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام مین بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہو ہان اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم مین کہ لا یکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے کہ سابق مین مذکور ہوچکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینہ کیطرف منصرف ہے تو جب چھ مہینہ کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہین ومنکّرہا ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مرّ اور الفاظ مذکورہ جب کہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جب تک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اُن کے قول مین لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمین جمع منکر تین پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہے اور اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبید فلان او لا یرکب دوابّہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کہائی کہ فلانے کے غلامون سے کلام نکریگا یا اوسکے جانورون پر سوار نہوگا یا اوسکے کپڑے نہ پہنوگا پھر اوسنے تین کو عمل مین لایا یعنی اوسکے تین غلامون سے بات کی یا اوسکے تین جانورون پر سوار ہوا یا اوسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک مین ہر نوع تین تین سے زیادہ ہون ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے جیسا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہوجاوے کہ یہان منکر اور مضاف مین کچھ فرق نہین والّا بان کلّم اقلّ من ثلثۃ لا یحنث وتصحّ نیۃ الکلّ اور اگر ویسا نکیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلامون کی یا تمام جانورون کی یا سب کپڑون کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاءً صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او صدقائہ او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمّی لان المنع لمعنی فی ھؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانیکی زوجات یا اوسکے دوستون یا اوسکے بہائیون پر ہو تو حانث نہوگا جب تک کل سے کلام نکریگا جس نوع کا کہ اوسنے نام لیا یمین مین اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگون مین کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق اونہونکی ذاتون سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہے ان ذاتون سے جو فلانیکی طرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل مین لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کی لائق نفرت کی نہین لہذا وہان نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقیل اور حرمت کے لائق نفرت ہین لہذا وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلّم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والّا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع للواحد کل فی الاشباہ اور اگر قسم کہائی کہ فلانے کے بہائیون سے کلام نکریگا تو اگر اوسکا سوا ایک کے دوسرا بہائی نہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے کہ اوسنے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بہائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اوسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہین کیا اور نہر الفائق مین زوجات اور اصدقا کو بہائیون کے ساتھہ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور مین شارح کہتا ہے یہ مسئلہ ان چار مسائل سے ہے جنمین صیغہ جمع کا واحد کیواسطے

مستعمل ہوتا ہو کذا فی الانشباہ ... وکی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بیانیون کا ہی جو مذکور ہوچکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اوسکا ایک ہی ولد ہو اور تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ اپنی اقارب پر وقف کیا ہو جو اوسکے شہر میں رہتے ہیں اور اونمین کوئی باقی نرہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کہائی کہ اس اناج کی تین روٹیان نکہا دیگا اور اس اناج مین ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی

واما الاطعمة والثیاب والنساء فیتم علی الواحد اجماعًا لانصراف المعرف للعہد ان امکن والا فالجنس لو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا درصورت معرف باللام ہونیکے ایک پر واقع ہوتا ہو اسلئے منصرف ہوتا ہو معہود بالالام کے بعض شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو جنس کیطرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کر گیا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کہائی کہ لا اکل الاطعمة تو جس طعام کی حالف کے شہر مین عادت ہوگی اسکو کہانیسے حانث ہوگا اور اگر طعام واحد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد مین بہی ہوتا ہو اور اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یون کہا کہ لا اکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین مین الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین المتساویین اس باب کے بعض مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ میت لڑکا اپنے غیر کے حق مین ولد ہو اور اپنی ذات کے حق مین ولد نہین اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اوس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان مین واقع ہو ولد میت غیر کے حق مین ولد ہو یعنی اوسکی پیدا ہونیسے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اوسکو تو لد کے بعد کا خون نفاس ہو ... اوسکی ام ولد ہوجاتی ہو اور اوسکی تولد سے طلاق معلق بالولادة واقع ہوجاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق مین ولد نہین یعنی اوسکا نام نہین رکہا جاتا ... اوسکو غسل نہین دیا جاتا ... نماز جنازہ ... وہ وارث نہین ہوتا اور وصیت اوسکے حق مین نافذ نہین ہوتی اور آزاد نہین ہوتا ... اور اخیر کے مفہوم مین وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یون کرتا کہ اول وہ ہو جسپر دوسرا غیر مقدم نہو تو انسب تھا کذا فی الطحطاوی

وان المتصف باحدہما لا یتصف بالآخر ... وکذلک الفعل بعدہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق فتزوج امرأۃ ثم اخری طلقت المرة الثانیة لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر اور قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات ان امور ثلثہ سے ایک کے ساتھ موصوف ہوگی ساتھ دوسری کے موصوف نہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف بآخریت نہین ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہین ہو ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف باولیت وآخریت نہوتا ہو بسبب عدم تخالف اوس ثانی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف بالاولیت ہے تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو مین کرون تو جس سے پچہلا نکاح کرون وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اوسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو اور عقد عورت کا وہی آخر ہو قسم ایک عورت سے دوبار نکاح کرنیکی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پہر اسکو طلاق دی پہر اوس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یون کہو کہ پچہلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پہر دوسری سے نکاح کرے پہر پہلی کو طلاق دے پہر اوس سے نکاح کرے پہر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلئے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچہلی نہین ہوسکتی بسبب منافی کے کذا فی الطحطاوی

اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کرون وہ آزاد ہو پہر اوسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اوس فرد کا نام ہی جو سابق ہوا اور وہ امر حاصل ہوا قہستانی نے کہا کہ وجود سابق مین بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہان موجود نہین تو اگر شارح یون کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا

ولو اشتری عبدین معا ثم آخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیة اور اگر دو غلامون کو ساتھی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق عتق ... ایک غلام کی خرید پر تہی سو دو غلام کی خرید مین متحقق نہین اور تیسرا غلام اول نہین فان زاد کلمة وحدہ او اسودا او بالدنانیر عتق

الثالث محمولاً بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ ہو وہ کہا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ھ یعنی اگر یون کہا کہ
اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کرون وہ آزاد ہی تو تیسرا آزاد ہی اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خریدا ہوا یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ
اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا
یا وہ غلام دیناروں سے خریدے ہوئے ہون گے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحداً فاشتری عبدین ثم اشتری
واحداً لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحداً یحتمل ان یکون حالاً من العبد او المولی فلا یعتق
بالشک ویجوز فی الجر صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النھر الرفع خبر المبتدأ محذوف فھو کواحد اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکو میں
خرید کرون درحالت وحدت وہ آزاد ہی پھر اوسنے دو غلام خریدے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے
لفظ سے اوس مثال اور اس مثال کے فرق کیطرف اشارہ کیا یعنی واحدا کا لفظ اس مثال میں محتمل ہی کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولی سے اسواسطے کہ حال
فاعل ومفعول دونون سے واقع ہوسکتا ہی تو آزاد نہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑسکتا ہی
بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز کیا ہی باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجا ہی وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا یہ ہوئے
کہ تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہی مبتدا محذوف کی خبر قرار دیکر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے
ہوا ولو قال اول عبد املکہ فھو حر فملک عبداً ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات وھو الموزونات للمزاحمۃ
اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہی کپڑون
کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کے کیونکہ ... ھ نصف غلام پورا غلام نہین تو عبد کامل کے نام مین نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے
فرد [illegible] اولیت کے نام کو قطع کریگا بخلاف کیلی اور موزونات کے یعنی اگر یون کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہون وہ صدقہ ہی پھر وہ ڈیڑہ سیر کا مالک ہوا
تو آدہ سیر کا ملانا لازم نہوگا اسواسطے کہ کیلی اور موزون مین نصف کل مین شریک اور ... اسواسطے کہ ... ایک چیز ہوجاتا ہی یعنی آدہ سیر کو
جب آدہ سیر سے ملائی تو پورا سیر ہوجاتا ہی اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور ... حاصل نہین کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فھو حر فمات
عبداً فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للآخر من الاول بخلاف العکس ... بخلاف العکس کہا پہلا غلام جسکا میں مالک
ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ آخر کیواسطے اول کا ہونا ضرور ہی سو یہان وہ نہین
بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہین جیسے بعد کیواسطے قبل کا ہونا ضرور ہی بخلاف قبل کے کہ اوسکو واسطے بعد کا ہونا ضرور نہین
فلو اشتری الحالف المذکور عبداً ثم عبداً ثم مات الحالف عتق الثانی مستنداً الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء
فی الصحۃ والا ففی الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کیوقت سے مستند
ہوکر تو اعتبار اوسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خریدا اوسکی حالت کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہین تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ھ وجہ استناد کی یہ ہے
کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا اسواسطے کہ حیات میں دوسرے غلام خریدنیکا احتمال ہی اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا
بوصف آخریت خرید کیوقت سے ثابت ہی لہذا اوسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فاراً لو علق البائن بالآخر خلافاً لھما اور
بنا بر قول استناد کے زوج فار نہوگا اگر اوسنے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ھ یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت
سے آخر نکاح مین کرون سو مطلقہ ہی تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہوگا تو اگر اوس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب
اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور عدت اوسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کی
نزدیک طلاق اوسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ اوسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط فی

زیادہ وزن والے ۱۲

انّه یا یتوسطه الاخ و ثُرَّ ثانی الثلثة وسط وکذا ثالث الخمسة وهکذا اور ذو متوسط کا بیان تو بدائع میں یوں ہے کہ متوسط مستحق نہیں ہوتا مگر طاق عدد
میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسیطرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا القیاس ۱۲ جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خریدکیا پھر
دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نرہا پھر جب پانچوان خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ
بھی متوسط نرہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو
میں خریدکرون آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچمین تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے
اگر چار غلام ہون گے یا چھ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اِنْ ولدتِ فانتِ کذا حنثَ بالمیتِ ولو سقطًا مستبین الخلق والّا لا اگر تو
جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونیسے اگرچہ ناتمام لڑکا ہے جسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑہ ہو تو
حانث نہوگا بخلاف فھو حُرٌّ فولدت میتًا ثم اخر حیًّا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد او الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ
اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنی بعد اسکے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہوجانے ملوکیت کے مرجانیسے بخلاف ولد اور ولادت کے
یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی
ہوتا ہے البشارۃ عرفًا اسم لخبر سارّ صادق لیس للمبشر به علم اوّل لغۃً ومنه فبشرهم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اوس
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اوس خبر سے کہ رنجیدہ کرنیوالی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اوسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت
کے ہے خدا تعالی کا کہ بشارت دیو کافرون کو عذاب دردناک کی اور یہین عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صادق خرج الکاذب فلا یعتبر یہ قید وہ خبر سے
ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر به علم فیکون من الاوّل دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت
دی گئی وہ اوسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنائی تو جسنے اول خبر دی اوسکی
خبر کو بشارت کہیں گے نہ اوسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فهو حرّ فبشره ثلثة متفرقین
عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجھکو ایسی بشارت دیوے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا
آزاد ہوگا اوس وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ ما لم ینوا المشافهة فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے
سے بھی ہوتی ہے جبتک مولی نے خطاب بالمشافہ کی نیت نکی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض
عبیده عبدًا اخر ان ذکر الرسالة عتق المرسِل والّا الرسول اور اگر مولی کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اوسنے
رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہنچانیوالا آزاد ہوگا یعنی اگر پیام پہنچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھے پیام
کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اوسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہنچانیوالا آزاد ہوگا وان بشروه معًا عتقوا لتحققها من
الکل بدلیل فبشرناه بغلام علیم اور اگر مولی کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہنچائی بلا تقدم و تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت
کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کیطرف
بشارت منسوب ہوئی ہے ۱۲ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں مبشرہ کہا تا ہے زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں بشیروہ ہے
والبشارۃ لا فرق فیها بین ذکر الباء وعدمها بخلاف الخبر فانه یختص بالصدق مع الباء کما مرّ فی الباب قبله اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان
ذکر کرنے باء جارہ کے اور اوسکو عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو یا نہو ہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ
کے ساتھ مخصوص بصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہوچکا والکتابة کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے اور بدون اسکو صدق اور کذب دونو کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمع حروف سے مطلقا ولا اعلام لا بدّ فیه من الصدق و لو

بلا ابتداء كالبشارة لان الاعلام اثبات العلم والكذب لا يفيده بدا نہ اور اعلام کے لفظ مین صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون بارِ مبادرہ کے ہو نہ لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہی اثبات علم سے اور کذب ثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدایہ وقاعدۃ النیۃ اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلاً بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہو کہ جب نیت متقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلاً بخلاف وراثت کی کہ وہ جبری علت ہو عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لو لم تقارن العلۃ او قارنتہا والرق غیر کامل کام الولد لا یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہہ ہو کہ مملوکیت معتق کی کامل ہو تو کفارہ دینا اوس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی متقارن نہو یا متقارن ہو علت کی اور حالانکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین ہو بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنا اگلا قول کہ اوس پر متفرع کیا فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہو بسبب متقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت ہو عتق کی تو خریدنے پر جب نیت عتق متقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلاشبہ تکفیر صحیح ہو گی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا خرید کرنا اوس غلام کا جسکی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم متقارنت کے ہم چنانچہ اگر کہا کہ اگر مین فلانے کو خرید کر دن تو وہ آزاد ہو پھر اوسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو نیت اوسکی صحیح نہین اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہوا در خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہو تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ نہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشراءہا لنقصان رقہا اور صحیح نہین کفارہ کیواسطے خرید کرنا اوس ام ولد کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے ہو اوسکی خرید بسبب نقص ہونے اوسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجکو خرید کر دن تو تو آزاد ہو میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت اوسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کیطرف منسوب نہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اوسمین ناقص ہے حالانکہ قاعدہ مین مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ تمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ کما لو ورثہا بہبۃ او وصیۃ ناویا عند القبول بخلاف الارث کما مر زیلعی بخلاف اوسکے یہہ ہو کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر مین تجکو خرید کر دن تو تو آزاد ہو میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہہ خرید کفارہ کیواسطے کافی ہو بسبب متقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہو ہبہ قبول کرنے اور وصیت مین قبول کرنیکے وقت نیت کرنے کے بخلاف ارث کے کہ اوسمین قران نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی مین مذکور ہو کہ اگر کسی کے قریب نے اسکو غلام ہبہ کیا یا اوسکو واسطے غلام کی وصیت کی سو اوسنے قبول کرنیکے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہو بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اوس لونڈی کا عتق ثابت ہو گا جسکو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اوسکی ملک مین تھی اوسوقت یعنی اوسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک مین لا تعتق من اشتراہا فتسراہا آزاد نہوگی وہ لونڈی جو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اوسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین ویثبت التسری بالتحصین والوطء وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہو حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے کذا فی فتح القدیر عزل یہہ کہ انزال کیوقت عورت سے جدا ہو جاوے ہم تسری عبارت ہے اتخاذ سُرّیہ سے اور سُریہ بضم سین وتشدید راء مہملہ و یاء تحتیہ بمعنی حرم یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سُریہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اوس سے خوش ہوتا ہو یا سر بمعنی جماع اور اخفا سے ہو اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اوسکو علیحدہ مکان دیوے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدک حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہو

یا میرا غلام آزاد ہی پھر اوسنے حرم بنایا اوس لونڈی کو جو اوسکی ملک مین تہی یا اوس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام
آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اسمین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے تابع بسبب صحیح
ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکہنا چاہیے ہم ایک عالم معصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہوگئی کہ اوسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت
بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امۃ
فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت
الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اوسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے
امر کیا اور دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر فہو حر ان کا عبیدہ وامہاتہ اولاده الانات ولا الذکور نیۃ وصدق دیانۃ ومدبروہ
ورقیۃ ہر مملوک میرا آزاد ہی تو اس قول سے اوسکے غلام اور مدبر اور اوسکی لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ سے
اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اوسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین ہم یعنی اگر مولی کہے کہ مینے اس قول سے غلامونکی آزادی کی نیت
کی لونڈیونکی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاء اور اگر کہے کہ مینے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا
نہ غلامون کا تو مطلقا تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہرچند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کی اسواسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط
ہون تو لفظ مذکر کا استعمال ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبہ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب
لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اوسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جزو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہو وہ مکاتب کی مانند ہے بسبب مالک کے
مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل مرقوق لآخر ان یعتق المکاتب وام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر مین ہے اس قول مین کہ ہر لونڈی
میرا آزاد ہی لائق یہہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد مین رقیت کمتر ہے مکاتب سے ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طلقت الاخیرۃ
وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منہما فکان
کاحدکما طالق وہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہہ مطلقہ ہے یا یہہ اور یہہ تو پچہلی عورت مطلقہ ہوگی اور اوسکو اختیار ہیگا پہلی دو عورتونمین
جسکو چاہے دونون مین سے ایک کو طلاق دیوے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکور مین سے ایک امر کے واسطے ہے اور اوسکو زوج
نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اوس مطلقہ پر جسپر اون دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کی مانند ہوگیا
کہ تم دو عورتون مین سے ایک مطلقہ ہے اور یہہ مطلقہ ہے ہم اور عتق کی مثال یون ہے کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہہ غلام آزاد ہے یا یہہ اور یہہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے
دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہہ ہے کہ زید کے مجہپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت
ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کیواسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یرد عطف ہذہ الثالثۃ علی
ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اوس دوسری عورت پر بسبب لازم آنے خبر دینے مفرد کے مثنی سے
ہم یہہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہہ ہے کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مین سا تہی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ
عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہین ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بہی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ
تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یون کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین
اور قاعدہ یہہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبرا فان ذکر
بان قال ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طالقان او قال ہذا حر او ہذا وہذا حران فانہ لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیران اختار الایجاب

الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدھا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اوس وقت سے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اوسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوجہ نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہو یا یہ اور یہ دونو مطلقہ ہین یا مولے نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونو آزاد ہین تو اس صورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اوسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونو غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونو عورتین مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اھل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانشخص کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کی عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے ش اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنے ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تأت الیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آجکی رات تو نہ آیا تا کہ مین تجکو مارون تو تو آزاد ہے مثلا پھر غلام آیا سو مولے نے اوسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وکذا ثم ظھر انہ کان کذا خانیہ اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے مین یمین معقودہ کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اوسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہوگا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور ویسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیہ ش شارح کی عبارت مین نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھ نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اوسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اوسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اسنے بعد اسکے کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہین رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت رہتی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونو عالمون کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کے شرط کے ملانے مین ساتھ یمین معقودہ کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہین اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلیق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اوسوقت ہے جب شرط اسی مفرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین اوسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرھا

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرھا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع واجارۃ لا حنث بفعل مأمورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اسباب مین یہہ ہے کہ جو فعل ایسا ہے کہ جسکے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر پر حنث نہین ہوتا اوسکے مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہے جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے عاریت دینا اور ابرا کرنا تو اسمین آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے ش عقود تین قسم پر ہین ایک قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اوس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنہین کچھ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قرضا کذا فی المنح عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالآمر الا اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الھبۃ بعوض ظھیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب حالف اوس قسم کے لوگون مین ہو جو بذات خود

کرنے ہوں ہبہ میں اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ھ قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنیوالوں میں ہوگا تو بذات خود یا ہبہ بعوض کرنیسے حانث ہوگا اور اگر اوسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح مقدر آئندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنه السلم والاقالة قیل و لتعاطی شرح وهبانیه اور بشرط مذکور خود خرید کرنیمیں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ ھ خلیہ میں عدم شراء کے حلف میں اوسیر اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بیعیت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا جیسا مناسب بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہے ولا الاجارة ولا الاستیجار فلو حلف لا یوجر له مستغلات فآجرها امرأته واعطته الاجرة لم یحنث کذا فی ابانة الناس وكاخذ اجرة شهر قد سکنوا فيه بخلاف شهر لم یسکنوا فیه ذخیره اور بذات خود اجارہ دیتا اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اوسکے مکانات میں جنکو اوسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور انکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اون مکانات کو اونکے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جسمیں اوس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمیں لوگ سکونت کرچکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اوس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں اونہوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیده بقوله مع الاقرار لانه مع الانکار سفیر کذا اور بذات خود صلح کرنے میں مال سے ساتھہ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھہ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ھ قسم کھائی کہ مال سے صلح نکریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعا علیہ اوسکے دعوی کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنیسے اور وکیل کی صلح سے دونوطرح حانث ہوگا یہ حکم اوسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کیطرف سے ہے اور اگر صلح مدعی کیطرف سے ہو تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمة والخصومة وضرب الولد الكبير لان الصغير یملك ضربه فیملك التفویض فیحنث بوکیله کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنیسے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض یعنی ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنیسے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جیسا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اوسکا مارنا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور ... ہے کذا فی الطحطاوی عن العتابی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف لا یباشر هذه الاشیاء بنفسه حنث بالمباشرة وبالامر ایضا لانعقاد الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت مانند قاضی اور شریف کے ہے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نہیں کرتے ہیں تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اوسکو امر کرنیسے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھہ عرف کے اور ساتھہ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہہ قصد کرے کہ خود کریگا بحکم امر کرنا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرة ویفوض اخرى اعتبر الاغلب وقیل یعتبر التعلیة فلو مما یباشرها بنفسه لشرفها لا یحنث بوکیله والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہو تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ تعلیہ معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اوسکا خرید کرنا موجب اوسکی عمدگی اور خوبی کے ہو تو اوسمیں وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعله وفعل مأموره لم یقل وکیله لان من هذا النوع الاستقراض والتوکیل به غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور نہ وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ھ توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجکو قرض دو تو زر مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کیطرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو امر کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح الا انکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کرادینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر بذات خود نکاح کیا یا کسیکو وکیل کیا اور اوسنے اوسکا عقد کیا دونو صورت میں حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اوسکا نکاح کردیا بعد سیکے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث

نہوگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کرونگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین
بکلام وجد بعد الیمین لا قبلہ کتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقا اوس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئی ہون بسبب اوس کلام کے
جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے جیسے دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی
سے حانث نہین ہوتا طلاق فعلی کی یہہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اوسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا
کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد
اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کا شرح اور حانث ہوگا مطلقا خلع اور
کتابت اور قتل عمد کے صلح کرنے سے یا انکار مال کے صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والھبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا
مطلقا ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو م یہہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در
حکم بیع کہا ہے اور حکم بیع کا یہہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود مین داخل کیا
جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا ہے اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقا
صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول نہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد سب کیطرف
راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقا غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب
زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کی مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کی مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا
مطلقا مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نکر جانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسیکے پاس ودیعت
رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور
اسیطرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی
التاتارخانیہ م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہے کہ یہہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح
اور ما بعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہے تو موکل کیطرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ
تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اوسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا
التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقا قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوہ مین
داخل نہین مگر یہہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے والے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اوسکو لباس نہ دیگا تو آپ
دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکورہ اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک
کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقا بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل
بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا ہے وذکر منہا فی البحر نیفا واربعین م بحر الرائق مین
ان اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل اور مامور کے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور کیا ہے م نہر الفائق مین ان امور سے چالیس امر کو مذکور
کیا ہے باستثناء سیزدہ امور مین جنکو ماتن نے ذکر کیا باقی مذکور ہوتے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس
تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظما والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل
لانہ لا قل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال ؎ بفعل وکیل لیس یحنث حالف ٭ ببیع شراء صلح مال خصومۃ ٭ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ
کذا قسمۃ والحنث فی غیرھا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے ان مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا

اسواسطے کہ وہ کہ میں اسطرف اشارہ کر دیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل میں حنث ثابت ہو وکیل کے فعل سے سو یون کہا ہو کہ وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا حالف بیع
شرا صلح مال بعوض اجارہ استیجارہ ضرب ولد قسمت میں اور ان مسائل کے غیر میں حنث ثابت ہو واللام دخل مبتدأ خبرہ اقتضی لا ای علی فعل اراد به خطها
علیه فی تمامه ابن کمال تجری فیه النیابة للغیر کبیع وشراء واجارة وخیاطة وصیاغة وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیله لیختص
به ای بالمحلوف علیه اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اوس فعل پر جسمین غیر کیواسطے نیابت جاری ہے
چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اوسکے امر کو یعنی اوسکے وکیل کرنیکو تاکہ مخصوص کردے فعل
کو ساتھہ اوسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھہ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہہ اختصاص بدون اوسکے امر کے
جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہیں ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت میں لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہہ ہے
کہ لام قریب ہو فعل سے کذا افادہ ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھہ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل
ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے م عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
محلوف علیہ کے امر میں یہہ شرط ہے کہ اوس نے خاص اپنی ذات کیواسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اوسکا مراد نہیں کذا فی البحر الطحطاوی فلو یحنث فی ان بعت لک
ثوبا ان باعه بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکه ای المخاطب ذلک الثوب او لا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانه یقتضی کونه ملکا له
کما سیجیء تو اس یمین ان بعت لک ثوبا میں یعنی یون کہنے میں کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اوسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب
نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اوس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر یون کہا ان بعت ثوبا لک یعنی جب کہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہہ ترکیب کپڑے کے مملوک
ہونیکو واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اوسکا م ان بعت لک ثوبا میں لام اوس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہو سکتی
ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے غیر مملوک کپڑے کی بیع کیواسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اوسکی بیع سے حانث
ہوگا جیسے اوسکو مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابة کاکل وشرب
ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانه یقبل النیابة اقتضی دخول اللام ملکه ای ملک المخاطب للمحلوف علیه لانه کمال الاختصاص
سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اوس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہیں ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہیں ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا
مارنا بخلاف غلام کے مارنیکے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اوسکی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ ملکیت ہی
نہایت اختصاص ہے م لام ہر حال میں اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت میں اختصاص امر کیطرف منصرف ہوا اور یہان ملک کیطرف فیحنث فی ان بعت
ثوبا لک ان باعه ثوبه بلا امرہ هذا نظیر الدخول علی العین وهو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا هو مملوک لک تو اس یمین میں ان
بعت ثوبا لک یعنی اگر میں بیچون کپڑا اسطور تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچے کا یہہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونیکی اور وہ
ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر میں وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہے م تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما نظیر
دخوله علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقوله وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیه ملک المخاطب فی قوله ان اکلت
لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام هنا اقرب
الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اوس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اوسکو مصنف نے اپنے اس
قول سے ذکر کیا اور اسیطرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونیکی اشتراط میں ان اکلت لک طعاما یعنی اگر میں کھاؤن تیرا کھانا
کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالوں میں اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک میں ملک مخاطب کا
مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہے بنسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے م منح الغفار میں مذکور ہے کہ یہان لام ظاہر میں اکل سے

متعلق ہو لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہو یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہوئی و امّا ضربُ الولدِ فلا یُتصوّرُ فیہ حقیقۃُ الملکِ بل یُراد الاختصاص بہٖ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص مولد کا ساتھ والد کے مراد ہو تو اپنے خاص ولد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اوسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہتی لہذا شارح نے اوسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا حموی نے کہا اوس دار کے دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہو یعنی وہ دار جو اوسکی طرف منسوب ہو کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تہا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہو کہ اختصاص کا لام جب اوس فعل متعدی کے بعد واقع ہو تو وہ حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اوسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونو صورتون میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور دونو کے درمیان مین پڑھے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اوسکی حنث کی شرط رجوع فعل ہوگا بخصوصیت اوس شخص کے جسکی ضمیر ہو خواہ عین اوسکا مملوک ہو یا نہوا اور یہ خصوصیت بدون اوسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہو کہ عین اوسکا مملوک ہو خواہ فعل اوسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اوسکے حکم مین افتراق نہوگا لام کے توسط او تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جب کہ اوس فعل کو کریگا خواہ اوسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اوسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہوگیا کہ بیان لام واسطے اختصاص عین کے ہو تا اوسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وَاِنْ نَوٰی غیرَہٗ ای اَمرَ صُدِّقَ فیما فیہ تشدیدٌ علیہ قضاءً و دیانۃً و دُیِّنَ فیما لہٗ ثمّ الفرقُ بینَ الدیانۃِ و القضاءِ لا یتاتّی فی الیمینِ باللّٰہِ لانَّ الکفارۃَ لا مُطالبَ لہا کامرّ اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اوس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اوس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ دیانت اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین ہم تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہ ہو کہ دونو مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اوس نے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہو کذا فی المنح قالَ اِنْ بعتُہٗ اَوْ ابتعتُہٗ فہو حرٌّ فعقدَ علیہِ بیعًا بالخیارِ لنفسِہٖ حنثَ لوجودِ الشرطِ ولو بالخیارِ لغیرِہٖ لا وَاِنْ اُجیزَ بعدَ ذٰلکَ فی الاصحِّ کما لو قالَ اِنْ ملکتُہٗ فہو حرٌّ لعدمِ ملکِہٖ عندَ الامامِ کہا مولے نے اگر مین غلام کو بیع کرون یا اوسکو خرید کرون تو وہ آزاد ہو پہر اوسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بہی دی ہو قول اصح مین چنانچہ اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہو یعنی پہر اوسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اوسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اوسکی ملک مین داخل ہونیسے مانع ہو کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک سمیر قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خارج نہین بشرط اوسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اوسکی ملک کے دخول سے مانع ہو امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اوسکی تعلیق سے اور معلق منجز کی مانند ہو تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بہی ملک ثابت ہو کذا فی النہر الفائق قیّدَ بالخیارِ لانّہٗ لو قالَ بعتُہٗ فہو حرٌّ فباعَہٗ بیعًا صحیحًا بلا خیارٍ لا یعتقُ لزوالِ ملکِہٖ و ینحلُّ الیمینُ لتحققِ الشرطِ زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہیگا کہ

اگر مین اوسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہے پھر اوسکو صحیح بیع کرکے بیچا بالاخیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہین ہوتا اور یمین باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزاہدی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم الملک وان قبضه اور تعضا حانث ہوگا ۔ دونوں صورتون یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ ان مین قبضہ سے ملک ہوجاتی ہے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلا غلام کو زید غائب [illegible] بیچا [illegible] فضولی نے اوسکی طرف سے قبول کیا تو [illegible] غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی النہر ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض او [illegible] اور اگر غلام مدبر یا مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا تا قاضی یا مولی کی اجازت سے ہو قسم کھائی کہ مثلا غلام کو خرید کریگا پھر [illegible] مدبر کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدین کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے [illegible] مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اوسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالت مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب [illegible] بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی ف ۶۹ مسئلہ مختلفہ شارح کا قول لامتہ ان بعت منك شيئا فانت حرة فباعها نصفها من زوج ولدت منه او من ابيها لم يقع عتق المولى ولو من اجنبي وقع والفرق في الظهيرية کہا کسی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تجھ [illegible] سے کچھ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اوسکے اوس زوج کے ہاتھہ بیچا جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ کے ہاتھہ بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر اوسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونو صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہے [illegible] فرق یون مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق ہونے سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہوا [illegible] اجنبی کے حق مین [illegible] نہین کذا فی النہر وانما قيد بالبيع لانه لو حلف لا يتزوج امرأة او هذه المرأة فهو على الصحيح. وفي الفاسد الصحيح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کر کے مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کھائے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا فاسد پر یعنی اگر قسم [illegible] تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وكذا لو حلف لا يصلي او لا يصوم او لا يحج لان المقصود منها الثواب ومن النكاح الحل وهو لا يثبت بالفاسد فلا تنحل به اليمين بخلاف البيع لان المقصود منه الملك وانه يثبت بالفاسد والهبة والاجارة كالبيع اور اسیطرح اگر قسم [illegible] کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نرکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے ذریعہ سے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مثل بیع کے ہے ہبہ فاسد اور اجارہ فاسد سے بھی حنث ثابت ہوگا ولو كان ذلك كله في الماضي كان تزوجت او صليت او صمت فهو عليهما اي الصحيح والفاسد لانه اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو جیسے ان تزوجت یا ان صلیت [illegible] دونو پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونو سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہے یعنی ماضی [illegible] سے مقصود ہوتا ہے نہ حلت اور ثواب مثلا نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونو پر برابر بولا جاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل [illegible] صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ان کنت تزوجت وما صمت هم [illegible] یون مثال دی ہے ان كنت تزوجت او صليت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فعلی [illegible] لانه النكاح المعنوي [illegible] ہے اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح [illegible] کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہرا یہی حکم صوم اور صلوۃ مین ہے کذا فی [illegible] ان لم ابع هذا الرقيق فكذا فاعتق المولى او دبر رقيقه تدبيرا مطلقا فلا حنث بالمقيد فتح او استولد الامة حنث لتحقق الشرط بفوت محلية البيع حتى لو قال ان لم ابعك فانت حر فدبرا او استولد عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے آزاد کیا

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے
مملوک لائق بیع کے نرہا یہانتک کہ اگر یوں کہیگا اپنے مملوک سے کہ میں تجھکو بیع نکروں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلئے
کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید میں قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا
یُعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موھوم اور معتبر نہیں تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے م شارح نے یہ دفع
دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہو اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاویں اور دار الحرب میں جا ملیں اور پھر گرفتار ہوآویں اور پھر کسی کے مملوک ہوں
یا حسب قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہو … مدبر کا حکم دے تو تحقق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ
اعادہ رق کا … سو امر موہوم ہے … طحطاوی نے کہا جب یہ معدوم ہوا تو … مناسب تھا کہ یوں کہتا … بالردۃ ولا بالقضاء
… کہ یہ … دفع دخل ہو … احتمال کل امرأۃ لی … بکسر اللام و فتح الثانی لا وصححہ السعدی
… قاضی خان … و فی الذخیرۃ ان فی حال الغضب طلقت … اور اگر اوس سے اوسکی عورت نے کہا کہ تو نے … نکاح
کیا ہے زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہو وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہو گئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کلام
… وہ بھی داخل ہے اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہیں اسواسطے کہ … مستثنی ہے اور اسی قول کو
… اختیار کیا … قاضی خان میں ہے … اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا … اگر زوج نے حالت غضب میں حلف کیا تو
… مطلقہ … نہیں تو وہ مطلقہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اوس صورت میں ہے جب … اوسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نکی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق
مراد نیت کے … ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ھذہ المرأۃ فقال کل امرأۃ لی فھی کذا لا تطلق ھذہ المرأۃ لان قولہ غیر ھذہ المرأۃ لا
یحتمل ھذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاولی اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سو اوسنے کہا جو عورت میری
ہو وہ مطلقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اوسکا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہیں رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی جب کہا سوا اوس عورت کے تو یہ عورت
اسکو شامل نرہی تو کل امرأۃ کے تحت میں وہ داخل ہوئی تو تقدیر یہ کلام یوں ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فھی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہاں کل امرأۃ
میں محلفہ داخل ہے **فروع** تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہیں بسبب فوت ہونے محل یمین کے نحو ان
لم تصبی ھذا فی ھذا الصحن فانت طالق فکسرتہ چنانچہ زوج کا یوں کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلا پانی نگرادے اس صحن میں تو تو طالق ہے
پھر عورت نے اوسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہے جس سے پانی وغیرہ کا بہانا ادھر کنا متصور ہوا او ان لم تذھبی فتأتی بھذا الحمام فانت
کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لادے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجھا
حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کما مرد نے اپنی محرمہ عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اوس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا
اسواسطے کہ یمین اوسکی منصرف ہوئی اوسکی طرف جو ہوسکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفۃ عقد خارجھا لان المعتبر مکان
العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نکریگا تو اوسکو باہر عقد کرنا جائز ہے اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے م بحر الرائق میں ہے قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نکریگا پھر
نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونو کوفہ میں ہیں تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے
پھر وہ دونو وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کریں تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فھی کذا فطلق امرأتہ
ثم تزوجھا ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر میں ثیب سے نکاح کروں تو اوسکی عورت مطلقہ ہے پھر اوس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی
پھر اوس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار
عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بعد قسم کھائی کہ مثلا زید کی بیٹیوں سے نکاح نکریگا اور

حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہوگا زید کی اس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ شلبی
میں فتح القدیر سے یہہ منقول ہے قسم کہائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہیں پہر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث
ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے

النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل
ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گہر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گہر حالف کا ہے یا اوسکے غیر کا پہر اوس گہر مین
حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے ھ یعنی حالف نے آپکو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہیں مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد
کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بہی شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے
گہر مین یا تیرے گہر مین کوئی تو حنث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا
یہہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اوسکو مناسب تہا یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گہر مین مخاطب
کے داخل ہونے سے حالف نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی
راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی الطلاق
معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چہوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کیطرف تو حالف اوسکو چہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف
سے بنا بر پیدایش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنیکے قوی تر ہے واری کی اضافت سے اور اسکو
مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کیطرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فلذا دخل الحالف
لو ہو وکذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنیسے اور
عمہ مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگرچہ ایسا ہوگا یعنی اگر
حالف کا نام بہی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بہی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر ھ جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اوس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے
تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اوسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء
فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان
المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان ظہیریہ شارح کہتا ہے اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر
وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اوس نکرہ مین داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گہر مین تو تو مطلقہ ہے
پہر زوجہ اوسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری
تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے ھ حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتائے خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اوسکا دخول
اوس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہو ممتنع نہیں اسواسطے کہ وہ جملے اند و مختلف کلامون کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین
داخل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دو نو واقع ہین و یجب

حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بہ بیت اللہ
بعض المساجد لم یلزمہ شئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چلکر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجہپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک
اور دم دینا ضرور ہے اگر راہ مین سوار ہو اسواسطے کہ اوسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کریگا تو اوسپر کچہہ لازم نہوگا

نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ اسنے اپنے کلام سے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ھھ مصنف نے کہا کہ جب نذر کا اعتبار لغو ہوا تو یمین ہو گیا تو اوسپر یہ ... موجب ہوا
چنانچہ ہدایہ مین مصرح ہے اسواسطے کہ ایجاب حج یا عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اوسکی استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب بدل ... ثبت
یعنے علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ مروج ہے تو مجاز الغوی حقیقت عرفیہ ہو گیا تاہم اس قول سے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنیہ ۔ ویحتمل بعلۃ
الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ
لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازہ تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا
عرفات تک کچھ واجب نہین نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسایل سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم
تحج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد فشہد شاہدان انہ ضحی بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج او تضحیتہ
لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اوسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اس سال حج نکرون
تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اوسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دو ہو نے کوفہ مین اوسکے قربانی کرنیکی گواہی دی تو یہ
گواہی مقبول نہوگی بسبب اسکے قائم ہونے کے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا حاکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمدؒ نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی
اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین ھھ ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اسواسطے کہ کوفہ بہت
دور ہے مکہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہوا وہ مکہ پہنچنا اوس سال کے حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج
کی گواہی کی مانند ہوئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ یہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کا
تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیتہ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم
سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اوس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کے امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے
کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف للکامل اور کہا
کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھون گا ایک دن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے
کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کیطرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنیکے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہے
تقدیر دت بین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد
الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور
فی الفور حانث ہو جاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر موقوف نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین ھھ یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی
مین متصور ہے یعنی جو صائم بہول کر کہا گیا تو اوسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اوس ناسی کا کہ بعد زوال کے جو نیت کرنا بہول گیا کذا فی الطحطاوی
وھو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور
الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وھو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق
مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہے پھر اوسیوقت اوسکا حیض جاری ہو گیا یا ایک رکعت بعد جاری
ہوا تو یہ یمین صحیح ہے اور زوجہ اوسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلہ الکوز کے
یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیونگا اور حالانکہ اسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اسمین مطلقا موجود نہین تو یہ یمین کسی وجہ سے
متصور نہین وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنیکے اسلئے
کہ صلوۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کما حقہ ہے

کہ ارکان حقیقیہ نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہو کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے، تو حنث کے حق مین اوسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی الفتح اور
نہر الفائق مین قعدہ کو شرط قرار دیا ہو نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اوسکا اعتبار نہوگا بخلاف اِنْ صَلَّيْتُ رَكْعَةً فَانْتَ حُرٌّ لا يعتق الا باولی الشفع
لتحقق الركعة بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑہیگا تو تو آزاد ہو آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو ہم ہرچند اس مثال مین حنث
رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت
پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی و فی لا يصلّي صلوٰةً بشفع وان لم يقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے
حانث ہوگا اگرچہ اوس نے قعدہ نکیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا يصلي الظهر مثلاً فانه يشترط
التشهد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑہیگا تو اوسکو حانث ہونے مین تشہد مشروط ہے ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہر یہ ہین
کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑہنے کی قسم کہاویگا تو حانث نہوگا تاوقتیکہ چوتہی رکعت کے بعد تشہد نکریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا يؤم احدًا باقتداء
قوم به بعد شروعه وان نوى صلوته فقصد لا يؤم احدًا لانه امتحر اس قسم مین کہ کسی کی امامت نکریگا حانث ہوگا قوم کی قتدا کرنے سے ساتھ
اوسکو بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اوس نے کسی کی امامت کا قصد نکیا ہو اسواسطے حانث ہوگا کہ وہ امام اونکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت
کی شرط نہیں وصدق دیانةً فقط اِنْ نَواه اى ان لم يؤم احدًا اور حالف کی فقط دیانةً تصدیق ہوگی اگر اوسکی نیت کریگا یعنی اس نیت مین دیانةً
تصدیق ہوگی کہ کسیکی نیت نکریگا وان اشهد قبل شروعه انه لا يؤم احدًا لا يحنث مطلقًا لا ديانةً ولا قضاءً وصحّ الاقتداء ولو في
الجمعة استحسانًا اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل نیت شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسیکی امامت نکریگا تو کسیطرح حانث نہوگا نہ دیانةً اور نہ قضاءً اور اقتدا
مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہہ واقعہ ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہہ ہو کہ نماز جمعہ بغیر جماعت شرط ہو سو بدون نیت امامت کے بھی
... کما لا يحنث لو امهم في صلوة الجنازة او سجدة التلاوة لعدم كمالها جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ
تلاوت مین بسبب اوسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہو فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ
کے کامل نہین بخلاف النافلة فانه يحنث وان كانت الامامة في النوافل منهيًّا عنها بخلاف نماز نفل کے کہ اوسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اوسوقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے
پیچھے نماز پڑہین کذا فی الطحطاوی فروع مسائل تحفہ شارح اِنْ صَلَّيْتَ فَانْتَ حُرٌّ فقال صَلَّيْتُ وانكر المولى لم يعتق لامكان الوقوف
عليها بلا حرج اگر تو نماز پڑہیگا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑہی اور مولی نے اوسکا انکار کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسپر مطلع ہونا
ممکن ہے بلا مشقت قال اِنْ تَرَكْتِ الصَّلٰوةَ فانتِ طالقٌ فصلّتها قضاءً طُلِّقَتْ على الاظهر ظهيرية کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی
تو تو طالقہ ہے سو اوس نے قضا کی نماز پڑہی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخّر صلوة عن وقتها وقد نام وقضاها لم يحنث
الدال ... لعدم حنثه بالحديث فانّ ذلك وقتها قسم کہائی کہ اپنی نماز کو اوسکے وقت سے موخر نکریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پہر اوسکو
... اوسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بہول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے
... کا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اوسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا کرے اجتمع حدثان فالطهارة منهما
... حدث جمع ہوئین تو طہارت دونو سے ہوگی ہم قسم کہائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پہر اوسکی ناک سے خون نکلا پہر اوس نے پیشاب کیا پہر اوس نے وضو
کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونو حدث کی طہارت ہوئی حلف ليصلّين هذا اليوم خمس صلوات بالجماعة ويجامع امرأته ولا يغتسل
يصلّي الفجر والظهر والعصر بجماعة ثم يجامعها ثم يغتسل كما غربت ويصلّي المغرب والعشاء بجماعة فلا يحنث قسم کہائی کہ البتہ
... وقت کی نماز جماعت سے پڑہیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نکریگا تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے

پڑھی پہر زوجہ سے قربت کری پہر غروب کے وقت غسل کری اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دنمین کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہو تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہو پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہو تو ہر صورت حانث ہوگا خواہ دنمین نماز ہو خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منه فلا یحنث بالفاسد قسم کہائی کہ حج نکریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہوگا م لا یحج اور لا یحج حجة کا حکم برابر ہو بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفة عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبه جزم فی المنهاج للعلامة عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقهاء بخارا ومات بها سنة سبع وخمسمائة اور عدم حج کے حلف مین حانث نہوگا یہانتک کہ عرفات مین وقوف کرے یہ مروی ہو امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہانتک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط کے حانث نہوگا یہ مروی ہو امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہو منهاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہاء کبار مین سے تہے اور پانسو سات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث فی العمرة حتی یطوف اکثرها اور حانث نہوگا عمرہ نکرنیکے حلف مین یہانتک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط یا زیادہ وان لبست من مغزولك فهو هدی ای صدقة اتصدق به بمكة فملك الزوج قطنا بعد الحلف فغزلته ونسجه ولبس فهو هدی عند الامام وبه التصدق بقیمته بمكة لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیری کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہو یعنی صدقہ ہو جسکو مین مکہ معظمہ مین تصدق کرون پہر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اوسکو کاتا پہر اوسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اوسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہو امام اعظم کے نزدیک اور ... کی سلوک روئی کو کاتے تو ... اور زوج کو جائز ہو کہ اوسکی قیمت اوسکی مکہ مین خیرات کرے نہ اور جگہ ھ جو صدقہ بلفظ ہدی ہوا وسے صرف سرا ہو مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکه یوم حلفه ویفتی بقولهما فی دیارنا لانها انما تغزل من کتان نفسها او قطنها وبقوله فی الدیار الرومیة لغزلها من کتان الزوج ف اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اوسکے حلف کے دن شرط کی ہو اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہو ہماری ملک مین یعنی مصر مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہو روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے زوج کے کتان کو کاتتی ہو کذا فی النهر الفائق حلف لا یلبس من غزلها فلبس تکة منه لا یحنث عند الثانی وبه یفتی لانه لا یسمی لابسا عرفا قسم کہائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنیگا پہر اوسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو اسواسطے کہ عرف مین اسکو لابس یعنی پہننے والا نہین بولتے ہین کلا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامه لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیده والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کہائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے بنا سو اوسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جب کہ فلانا شخص بہی اپنے ہاتہ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بنجانتا ہوگا تو اوسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہو جو اپنے ہاتہ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اوسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذهب لو رجلا او بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع صحح عندهما وبه یفتی فی حلفه لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور نہ پہنیگا حانث ہوتا ہو بسبب عرف کے سونیکی انگوٹہی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹہی بلا نگین ہو یا موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغة مین مصرح ہو کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضة لدلیل حله للرجال الا اذا کان مصوغا علی هیئة خاتم النساء بان کان له فص فیحنث هو الصحیح زیلعی ولو کان مموها بذهب ینبغی حنثه به نهر کخلخال وسوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹہی پہننے سے بدلیل اوسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جب کہ چاندی کی انگوٹہی عورتونکی انگوٹہی کی صورت پر بنی ہو اسطرحپر کہ اوسمین نگینہ ہو مانند عورتون کے تو اوسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہو کذا فی ...

اور اگر انگوٹھی پر سونے کا ملمع ہو تو لائق یون ہو کہ اوسکو پہننے سے حانث ہو کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہو خواہ چاندی کے
ہون خواہ سونے کے ہم بحث سونے چاندی کا زیور مردون پر حرام ہو فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہو واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ ازروی حق مین زیور
کا نہین اگرچہ زینت ہو غالبا نہین لہذا اوسکے پہننے سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او
جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ھذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ھذا السریر فجعل فوقہ آخر لا یحنث
فی الصور الثلث کما لو اخرج الحشو من الفراش للعرف قسم کہائی کہ نہ بیٹھو نگا زمین پر پہر بیٹھا اوس چیز پر جو حائل ہو جالس اور زمین مین اور زمین سے
جدا ہو جیسے لکڑی یا کہال یا فرش یا چٹائی یا قسم کہائی کہ نہ سوونگا اس فرش پر پہر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اوسپر سویا یا قسم کہائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھونگا پہر
اوسپر دوسری چارپائی بچہا کر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پہر اوسپر
بیٹھا تو حانث نہوگا بنابر عرف کے اور اسیطرح اگر فرش کا ابرہ اور استر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن العینی
ولو نکر الاخیر حنث مطلقا للعموم وما فی القہستانی من تنکیر السریر حملہ فی الجوھرۃ علی العرف اور اگر اخیر دونو مثالون مین فرش
اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لا یجلس علی فراش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھونگا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھونگا تو ہر طرح سے حانث
ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قہستانی مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ مین اوسکو عرف پر محمول کیا ہو بخلاف ما لو حلف لا ینام
علی الواح ھذا السریر او الواح ھذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح
لکن ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو او الی اخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیتضح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام
وکما ھو الموجود فی غالب نسخ المتن زد یا زیادہ دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کہائی کہ نہ سوونگا اس چارپائی کی پٹریون پر یا
اس ناؤ کے تختون پر پہر اون پر فرش بچہایا اور اوسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہو
ایسی عبارت ہو مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہو کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو
حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود
ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا م لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلہ
سابقہ کے مخالف ہے حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہو لہذا شارح نے اوسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان
کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکہا ہوا موجود ہو اوسمین یہہ عبارت متن مین داخل نہین
بلکہ شرح مین داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہرصورت یہہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قراما بالکسر
الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کہائی کہ اس
فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھونگا یا نہ سووے گا اور اوس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچہایا یا چارپائی پر بچہونا یا چٹائی ڈالی
پہر اوسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف
اوس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اوسمین عرفا حانث نہین م قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام
بالکسر اوس پردہ کا نام ہے جسمین نقوش ہون اور اسیطرح مختار الصحاح مین تصریح ہے اور ہمارے عرف مین قرام کو
ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچہایا جاتا ہو کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم در لغت بین چادر کو کہتے ہین کذا فی المنح حلف لا یمشی
علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کہائی کہ زمین پر نہ چلیگا
پہر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتہرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا **ف ع** مسئلہ ملحقہ شارح کا

یعنی جو نسخون مین آگے مذکور ہو اوسکی بجہ سے بیان کیا جاوے نہ کہ لفظ بخلاف صحیح ہو

اِنْ نِمْتُ عَلٰی ثَوْبِكِ اَوْ فِرَاشِكِ فَكَذَا اُعْتُبِرَ اَكْثَرُ بَدَنِهَا كَمَا بیچ زوجہ کو اگر مین تیری کپڑے یا تیری فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن
زوجہ کا معتبر ہوگا یعنی اگر اُسکا اکثر بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اوسکو فرش پر سر رکہا یا اوسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن بعض
المشایخ بَابُ الْیَمِیْنِ فِی الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ مَا یُنَاسِبُ اَنْ یُتَرْجَمَ مَسَائِلُ شَتّٰی مِنَ الْغُسْلِ وَالْكِسْوَةِ یہہ باب ہی ضرب اور قتل
وغیرہ کی قسم مین شارح کہتاہی مناسب یون تہا کہ اسباب کو مسائل شتّے کر تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہی اَلْاَصْلُ هٰذَا اِنَّ مَا شَارَكَ
الْمَيِّتُ فِيْهِ الْحَيَّ يَقَعُ الْيَمِيْنُ فِيْهِ عَلَى الْحَالَتَيْنِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ وَمَا اخْتَصَّ بِحَالَةِ الْحَيٰوةِ وَهُوَ كُلُّ فِعْلٍ يَلَذُّ وَيُؤْلِمُ وَيُغِمُّ وَيَسُرُّ كَشَتْمٍ
وَتَقْبِيْلٍ تَقَيَّدَ بِهَا ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ قاعدہ یہان یہہ ہی کہ جس امر مین مردہ شریک ہی زندہ کا تو اوسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین
بہی اور حیات مین بہی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہی یعنی جو فعل کہ لذت دیوے اور درد پونہچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو
ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پہر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فَلَوْ قَالَ اِنْ ضَرَبْتُكَ اَوْ كَسَوْتُكَ اَوْ كَلَّمْتُكَ اَوْ دَخَلْتُ عَلَيْكَ اَوْ
قَبَّلْتُكَ تَقَيَّدَ كُلٌّ مِنْهَا بِالْحَيٰوةِ حَتّٰى لَوْ عَلَّقَ بِهَا طَلَاقًا اَوْ عِتْقًا لَمْ يَحْنَثْ بِفِعْلِهَا فِي الْمَيِّتِ تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون یا تجکو کپڑے دون یا تجہہ
سے کلام کرون یا تیری پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا
ان افعال کے کرنے سے ساتھہ میت کے ہم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہی کہ اگر مین تجکو مارون یا کپڑے دون یا تجہہ سے کلام کرون یا تیری پاس آؤن یا تیرا
بوسہ لون تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اُسکا آزاد ہی پہر مخاطب کے مرنیکے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب
عبارت ہی فعل درد ناک سے یا استعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہی تو اوسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی
عطا ہوتی ہی بقصد دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین بہی حیات عطا ہوتی ہی جو اکلہ سے معلوم
نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہی اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہی اور موت اوسکی منافی ہی اور دخول سے مراد یا اکرام
ہی یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہی شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہی کہ
میت کو سماعت نہین تو فہم بہی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہی نہ میت کی اور یہہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولونکی لاشونکو کنوئین مین
ڈلوا کر اونسے فرمایا کہ جو تمہاری رب نے وعدہ کیا تہا یعنی شکست کفار اوسکو تمنے سچا پایا عمر فاروق نے کہا آپ مُردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ تو فرمایا
قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ تم انسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اوسکا ایک جواب یہہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری
حدیث ثابت ہی کہ عائشہ صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اوّل آیت یہہ ہی کہ (مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ) یعنی تو سنا نہین
سکتا اونکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہہ ہی (فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی) یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مُردون کو اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ یہہ کلام
بطریق ضرب المثل تہا زندون کی نصیحت کیواسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہی کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہاری مال
تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہہ خبر تمہاری ہی ہماری پاس سو ہماری خبر تمہاری پاس کیا ہی اور تیسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ تکلم اور
سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تہا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور دوسرا جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ میت جوتیون کی
آواز سنتا ہی جب لوگ اوسکو دفن کرکے پہرتے ہین اُسکا جواب یہہ ہی کہ ابتداء دفن کا یہہ سماع اور فہم مقدمہ ہی جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہہ وجہ ہے
تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہوجاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کے مفید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین
کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تہا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے
حضرت سے شجر اور حجر نے بہی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہی کہ جب منکر
اور نکیر مُردہ سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہہ سوتاہی ظاہرا یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

مومن اس عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے مردہ آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام عبث سننا یا سمجھنا ہم لوگ اہل تقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پس جن فقہائے کہ ہم
مقلد ہیں جب انکی نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اسمین زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل
والمس والباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ او لا یحملہ لا یتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اوٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یوں قسم
کہائی کہ مثلاً زید کو نہ غسل دیگا یا اوسکو نہ اوٹھاویگا تو یہہ بین مقید بحیات نہیں یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اوسکو غسل دیگا یا اوٹھاویگا یا اوسکو چھوئیگا
یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت سے بھی ہوسکتے ہیں زندہ کا یحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضرب زوجتہ
فمد شعرھا او خنقھا او عضھا او قرصھا ولو ممازحا خلافا لابنا صححہ فی الخلاصۃ حانث ہوگا یعنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کہائی
ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اوسکے بال کھینچے یا اوسکا گلا دبایا یا اوسکو دانت سے کاٹا یا اوسکو چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہہ افعال کئے ہوں بخلاف اس قول کے
جسکو خلاصہ میں صحیح کہا ہے ھ خلاصہ اور بحرالرائق میں جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے مسطور ہے کہ اگر بال کھینچنا اور گلا
دبانا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہے تو حانث ہوگا اور اگر بطور ملاعبت کی حالت میں ہے تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علماء کے بلاد شارح
کو اوسکو مخالف کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظھر والاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیۃ
والسراجیۃ اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضوں نے کہا قصد شرط ہے بنا بر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین
کیا ہے واما الایلام فشرط بہ یفتی ویکفی جمعھا ای الاسواط بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد دیجانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا
کوڑوں کا بشرطیکہ مضروب کے بدنکو ہر کوڑا لگے ھ قسم کہائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے ماریگا پھر سو کوڑے اوسنے جمع کئے اور زید کے ایکبار مار دیے تو حانث نہوگا
بشرطیکہ ہر کوڑا اوسکے بدنمیں لگا ہو یہ اسطرح پر کہ اونکی اطراف قائمہ یا عراض مبسوطہ بدن پر لگیں بشرط تکلیف کذا فی النہر واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای
حزمۃ ریحان فخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام اور جو حق تعالے کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتہہ میں مٹہا یعنی ریحان کا دستہ سو یہہ
خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی الفتح ھ رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھیں ایوب علیہ السلام کی وہ کسیکام کو
گئی تہیں وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کہائی کہ سو ضرب ماروںگا حق تعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اونکو مارین اور ایک روایت
یہہ ہے کہ درخت کی شاخیں ماریں خلاصہ سوال یہہ ہے کہ سو ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کے ضرب میں تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہہ امر مخصوص
ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام میں ممنوع ہے علی الخصوص درخت زیتون
شاخون کے ضرب کی تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیل میں اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف
مرۃ فھو علی الکثرۃ والمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کہائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو
ہزار بار تو یہہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یوں قسم کہانا کہ البتہ اوسکو ماریگا یعنی کوڑوں سے کہ نہ ابھر
یہانتک کہ وہ مرجاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہانتک اوسکو چھوڑیگا کہ نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہہ بین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حقیقت
ولو قال حتی یغشی علیہا وحتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اوسکو ماریگا یہانتک کہ اوسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد
کرنے لگے یا رونے لگے تو یہہ بین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اوسکو غش نہ آوے یا فریاد نکرے یا نروے قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیدا
فکذا وھو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمھا عند لیصعدن السماء الآیۃ قتل کروں زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ
زید میت ہے اگر حالف اوسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہیں جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کرچکا ہے صعود سماکی
حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بھا حنث کحلفہ لا یقتلہ یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ
حنث وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ نہر وکذا فی الضرب ولا یحنث بمجموعۃ الیمین ظہیریۃ

قسم کہائی کہ فلانے کو کوفہ مین قتل کریگا پہر اوسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اوسکو جمعہ کے دن پہر اوسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکے بالعکس مین یعنے کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ ھ فرمایا کہ فقہ کو سواء اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے مرسبز مین کذا فی الطحاوی وفیہا اِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ حَتّٰی اَضْرِبَکَ فَھُوَ عَلٰی تِیَانِ مَضْرَبَۃٍ اور لا از ظہیریۃ مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس مین تجکو مارون تو یہ قسم اوسکے آنے پر ہے خواہ اوسکو بعد آنے کے مارے یا نمارے ھ حتی اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہے اور لام سببکا یہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحاوی اِنْ رَأَیْتُہٗ لَاَضْرِبَنَّہٗ فَعَلَی التَّرَاخِیْ مَالَمْ یَنْوِ الْفَوْرَ اگر مین اوسکو دیکہونگا تو البتہ اوسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر بعد دیکہنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا اِنْ رَأَیْتُکَ فَلَمْ اَضْرِبْکَ فَرَاٰہُ الْحَالِفُ وَھُوَ مَرِیْضٌ لَا یَقْدِرُ عَلَی الضَّرْبِ حَنِثَ اگر مین تجکو دیکہون سو نمارون تو ایسا ہو پہر حالف نے اوسکو دیکہا اپنی مرض کے ایسے حال مین کہ اوسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا اِنْ لَقِیْتُکَ فَلَمْ اَضْرِبْکَ فَرَاٰہُ مِنْ قَدْرِ مِیْلٍ لَمْ یَحْنَثْ اگر مین تجسے ملاقات کرون سو نمارون تو ایسا ہو پہر اوسکو کوس بہر سے دیکہا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور سے کو ملاقات نہین کہتے ہین اَلشَّھْرُ وَمَا فَوْقَہٗ وَلَوْ اِلَی الْمَوْتِ بَعِیْدٌ وَمَا دُوْنَہٗ قَرِیْبٌ فَیُعْتَبَرُ ذٰلِکَ فِیْ لَیَقْضِیَنَّ دَیْنَہٗ اَوْ لَا یُکَلِّمُہٗ اِلٰی بَعِیْدٍ اَوْ اِلٰی قَرِیْبٍ وَلَفْظُ الْعَاجِلِ وَالسَّرِیْعِ کَالْقَرِیْبِ وَالْاٰجِلِ کَالْبَعِیْدِ وَھٰذَا اِبْلَا نِیَّۃٍ مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین داخل ہے اور مہینہ سے کم مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنا دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کی مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی بصورت عدم نیت ہے ھ اگر قسم کہائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پہر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کہائی کہ بعید تک یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وَاِنْ نَوٰی بِقَرِیْبٍ اَوْ بَعِیْدٍ مُدَّۃً مُعَیَّنَۃً فَیْھِمَا فَعَلٰی مَا نَوٰی وَیُدَیَّنُ فِیْمَا فِیْہِ تَخْفِیْفٌ عَلَیْہِ اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون نیت کی تو اوسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد رکہی تو بہی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بنسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر تخفیف ہوگی اوسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر ھ درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے اوسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحاوی حَلَفَ لَا یُکَلِّمُہٗ مَلِیًّا اَوْ طَوِیْلًا اِنْ نَوٰی شَیْئًا فَذٰلِکَ وَاِلَّا فَعَلٰی شَھْرٍ وَیَوْمٍ کَذَا فِی الْبَحْرِ عَنِ الظَّھِیْرِیَّۃِ وَفِی النَّھْرِ عَنِ السِّرَاجِ عَلٰی شَھْرٍ قسم کہائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اوس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچہہ نیت کی تو اوسیقدر معتبر ہے اور اگر کچہہ نیت نہین کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ھ ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت ہے مدت زمانی سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار کو ملوان کہتے ہین وَکَذَا کَذَا یَوْمًا اَحَدَ عَشَرَ وَبِالْوَاوِ اِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ وَبِضْعَۃَ عَشَرَ ثَلٰثَۃَ عَشَرَ اور اگر حلف مین کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہین اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعہ عشر سے تیرہ دن مراد ہین تَرَکَ فِیْ حَلْفِہٖ لَیَقْضِیَنَّ دَیْنَہُ الْیَوْمَ فَقَضٰی بَھْرَجَۃً مَا یَرُدُّہُ التُّجَّارُ اَوْ زُیُوْفًا مَا یَرُدُّہُ بَیْتُ الْمَالِ وَمُسْتَحَقَّۃً لِلْغَیْرِ وَیُعْتِقُ الْمُکَاتَبُ بِدَفْعِھَا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ آجکے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اوسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کئے اور مکاتب انکے پہچانے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے ھ نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کہرا مال لینا متادہے ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہیں کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے ولہذا اگر اونکا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی نہر الفائق لا یبرّ لو قضاہ رصاصا او ستوقۃ وسطہا غش لانہا لیسا من جنس الدراہم ولذا لم یجز التجوز بہما فی صرف وسلم لسقوطہا فی صرف وسلم یجز بار نہو گا یعنی حانث ہوگا اگر اوسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکی بیچ میں غش ہوتا ہی ادا کیا اسواسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر انکو صرف اور سلم میں دیجئے تو جائز نہیں م ستوقہ بفتح سین مہملہ و تشدید تا معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دو نو طرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ کذا فی النہر والطحاوی ونقل مسکین ان الستوقۃ اذا غلب غشہا لم یوخذ واما الستوقۃ فلانہا حرام لانہا نحاس فقہ مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا ہی کہ دراہم نبہرجہ میں جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نچاہیئے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہی اسواسطے کہ وہ تانبا ہی انتہی نقلہ م اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جنمیں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہی م امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجای جید دراہم کے ہیں پانچ صور تو نمیں پہلی یہ ہی کہ اگر کسی نے گہر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دیئے تو شفیع کھرے درم کر اوسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اوسنے کہوٹے درم دیئے تو مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کہوٹی دی پہر اوسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کہائی کہ دین ادا کریگا پہر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچویں یہ کہ ایکمرد کا قرض جید درم تہا سو اوسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کرنے کے اوسکو کہوٹی ہونے کا علم ہوا تو پہر اوس سے کہرے درم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بتغیر المدیون وفی حلفہ لیرین الذین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع للقاضی ولو فی موضع لا قاضی حنث بہ یفتی منیۃ المفتی حانث نہوگا قرضدار قرضخواہ سے یوں قسم کہانے میں کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آجکے دن پہر وہ مال کو لایا سو اوسنے قرضخواہ کو نپایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان میں ہو جہاں قاضی نہیں تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منیۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لا یکن کذلک لا یبر ظہیریۃ اور اسیطرح حانث نہوگا اگر اوسنے قرضخواہ کو پایا پہر اوسکو مال دیا سو اوسنے قبول نکیا اوس مال کو پہر اوسنے اتنا قریب رکہدیا کہ اوسکا ہاتھ پونچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اوسکا ہاتھ نہ پونچ سکے تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان باع مالا للقاضی بیعہ لو رفع الامر الیہ اور ظہیریہ میں ہی قسم کہائی کہ البتہ کوشش کریگا اوس دین کے ادا کرنے میں جو اوسپر فلانے شخص کا ہی تو وہ اسطرح ادای دین کے بیچڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یمین مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کی مانند وہ عقد ہی جسمیں مقابلہ اور معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادای دیون اپنی مانند سے ہوتا ہی م یعنی اگر قسم کہائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پہر اوسنے کوئی چیز زید سے بعوض اوسکے دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچہ ضرور نہیں اور بیع کی مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہی مثلا یعنی طالب دین نے اپنی دیون والی کی لونڈی سے نکاح کیا اور اپنا دین اوسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہوجاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین من المدیون لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادای دین نہیں اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہیں یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادای دین حالف کا فعل ہو سو پایا نگیا وحینئذ فلا یحنث لو کانت الیمین موقتۃ لعدم امکان البر بہبۃ الدین وتمکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اسوقت میں تو حانث نہوگا

یمین موقت ہو گی اسواسطے کہ عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کردینے دین کے یعنی بعد ہبہ کردینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے ابتدائے یمین کی چنانچہ وہی شرط ہے ابتدائے یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزہ میں مذکور ہو چکا ہم اگر یمین موقت ہے اسطرح کہ واللہ آجکے دن دین ادا کریگا تو ہبہ کردینے دین کے حانث ہوگا اور اگر مطلق یمین ہے اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق میں امکان بر بقائے یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتدائے یمین میں شرط ہے اور جبکہ حالف نے قسم کھائی تھی اسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہو گئی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف ادائے دین پر قادر تھا بسبب فوت بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیأکلن ہذا الرغیف غدا فأکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنابر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اوسکو ادا کر دیا یا قسم کھائی کہ ضرور فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کل کھائیگا پھر اوسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ تینون صورتون میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر وان قضی عنہ متبرع لا یبر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اوسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو حانث نہوگا اور اگر اوسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہہ ادا کرنا حالف کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ اپنے قرضدار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرضدار کو دیکھتا ہے اور اوسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چھوڑنیوالا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سو گیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اوسکو باتون میں لگایا یا اوسکو کسی نے اوسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرضدار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا ہم منح الغفار اور بحر الرائق میں یراہ و یحفظہ ہے لہذا واؤ عاطفہ کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال اذا لم یخل یوما و لیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اوسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پھر گاہے اوسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کیوقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر ہم اکثر نسخون میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسیکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلا پانچدرم یا دس درم تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائی جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنین لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن قسم مذکور میں حانث نہوگا جبکہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف میں اسکو تفریق نہیں کہتے جبتک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یأخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یکبارگی پھر حالف نے اوسمین سے ایکدرم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اوسنے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا یہی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلہ کے عدم حنث میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہہ حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال لا کان لے

الا مائة او غيرا و سوى مائة فكذا يملك كلها اى المائة او بعضها لان غرضه نفى الزيادة على المائة وحنث بالزيادة لو مما فيه الزكوة والا لا
چنانچہ حانث نہین ہوتا وہ شخص جسنے کہا کہ اگر میری ملک مین درم ہون مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوا سو درم کے ہون تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونیسے اسواسطے کہ غرض اسکلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور نہین تو حانث نہین ہم یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہونچی اور اگر زیادتی زکوٰۃ والے مال کی نہو مثلا خدمت کا غلام ہو یا گہر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح حتے لو قال امرأته كذا ان كان له مال وله عروض وضياع ودور لغير التجارة لم يحنث خزانة اكمل یہانتک کہ اگر شخص نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اوسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اسکے پاس اسباب اور زمین اور گہر ہین غیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل ہم تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اوسکو کہتے ہین جسمین زکوٰۃ واجب ہے حلف لا يفعل كذا تركه على الابد لان الفعل يقتضى مصدرا منكرا والنكرة فى النفى تعم قسم کہائی کہ ایسا نکریگا یعنی مثلا نماریگا یا کلام نکریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلا مثال مذکور مین ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی مین عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اوسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ مین نماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف عليه مرة حنث وانحلت يمينه وما فى شرح المجمع من عدمه سهو پہر اگر قسم مذکور کہا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلا ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کہیں کبھی منعقد نرہی اور جو کہ ابن ملک کی شرح مجمع مین ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کرچکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی المنح فلو فعله مرة اخرى لا يحنث الا فى كلما پہر بعد کہلجانے یمین کے اگر دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو وقتها بوقت كو الله لا افعل اليوم فمضى اليوم قبل الفعل لا يحنث لوجود ترك الفعل فى اليوم كله اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایکوقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نکریگا آجکے دن پہر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وكذا ان هلك الحالف والمحلوف عليه لتحقق العدم ولو جن الحالف فى يومه حنث عنده خلافا لاحمد فتح اور اسیطرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون ہوگیا حالف اوسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح ہم موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہے نہ منفی صورت اوسکی یہہ ہے کہ قسم کہائی کہ اس روٹی کو آجکے دن کہاؤنگا پہر اوسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اوسنے نہ کہایا تو حانث ہوگا اور نفی کیصورت مین جبکہ مجنون ہوگا اور نکہاویگا تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف ليفعلن بر بمرة لان النكرة فى الاثبات تخص فالواحد هو المتيقن و لو قيدها بوقت فمضى قبل الفعل حنث ان بقى الامكان والا لا ان وقع الياس بموته او بفوت المحل بطلت يمينه كما مر فى مسئلة الكوز زيلعى اور اگر قسم کہائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنی یمین مین ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسیوقت کر مقید کیا پہر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نرہا ہو اسطرحپر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے یا یوسی واقع ہوگئی ہو تو یمین اوسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلہ الکوز مین مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفه وال ليعلمنه بكل داعر دخل البلد تقيد حلفه بقيام ولايته بيان لكون اليمين المطلقة تصير مقيدة بدلالة الحال قسم کہلائی حاکم نے اگر دسے کہ اوسکو اطلاع کردیا کریگا ہر مفسد کی جو شہر مین آوے تو یہہ حلف اوسکی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھہ مقید ہے شارح کہتا ہے یہہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانیکا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہین لہذا یہہ یمین زمانہ مخصوص سے مقید ہوئی و آخر زوال عہدہ و مین سہلہ سے نقد ہو وينبغى تقييد يمينه بفور علمه واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا بحر

علم حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح ط طحطاوی نے کہا یہہ بحث ہی صاحب
فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ اعلام کرنا مجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی الغایۃ والزیلعی
تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے
والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلے منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح ھ طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہہ بحث
ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا فیہ دے کے ذکر کرنا بہتر تھا ومن هذا الجنس مسائل منها ما ذکره بقوله کما لو حلّفت
رب الدین غریمه او الکفیل بامر المکفول عنه الا یخرج من البلد الا باذنه تقیّد بالخروج حال قیام الدین والکفالة لان الاذن
انما یصح ممن له ولایة المنع حال قیامه اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جنمین یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے اور نہین سے بعض مسائل کو مصنف
نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اس الضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اسکی قسم دلائی کہ شہر سے باہر بغیر
بدون اسکے اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کیوقت کے ساتھہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہین مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہے روکنے کی
تا وقت قیام قدرت ومنها لو حلف لا تخرج امرأته الا باذنه تقیّد بحال قیام الزوجیة بخلاف لا تخرج امرأته من الدار لعدم دلالة التقیید
فیلغی اور مسائل مذکورہ مین سے یہہ مسئلہ ہے اگر قسم کہائی کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی مگر اوسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھہ حالت قیام زوجیت کے بخلاف
اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی گہر سے کہ یہہ یمین مقید بحال زوجیت نہین بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول مین اذن قرینہ ہے قیام
زوجیت کا اور مثال ثانی مین کوئی قرینہ زوجیت کا نہین طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی مین دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت اسواسطے کہ بعد انقضا سے
عدت کے اوسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیهبنّ فلانا فوهبه له فلم یقبل برّ وکذا کل عقد تبرع کعاریة ووصیة واقرار قسم کہائی کہ
ہبہ کریگا فلانے کو پہر اوسکو اسکو ہبہ کیا سو اوسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح کا حکم ہے ہر عقد تبرع مین جسمین احسان ہے معاوضہ نہین جیسے عاریت
دینا یا کسیکے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کیواسطے کرنا بخلاف البیع ونحوه حیث لا یبرّ بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند
بیع کی یمین مین کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی مین ھ مانند بیع کی اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور
طرف نفی کی یہہ مثال ہے قسم کہائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط و
المعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب کے ہوتے ہین اور معاوضات کے
عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھہ ہی ہوتے ہین وحضرة للموهوب له شرط فی الحنث فلو وهب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن
ملك ملخصا اور ہبہ کی یمین مین حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث مین تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے
کذا فی شرح ابن ملک تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لا یحنث فی حلفه لا یشم ریحانا لو شم وردا ویاسمینا والمعول علیه العرف فتح اور قسم کہائی
کہ ریحان کو نہ سونگہیگا حانث نہوگا گلاب اور جنبیلی کے سونگہنے سے اور اسمین معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر ھ مغرب مین مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب
مین ہر خوشبودار گہاس کو کہتے ہین اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار مین یعنی مصر
اسکندریہ مین واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم مین اہل ہند
ریحان کو تلسی اور دونا مروا بولتے ہین ویمین الشم تقع علی الشم المقصود فلا حنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحه وان دخلت الرائحة
الی دماغه فتح اور قسم سونگہنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد سونگہنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ خوشبو نہ سونگہیگا پہر اوسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ
داخل ہوگئی ہو بو اوسکے دماغ مین کذا فی الفتح ویحنث فی حلفه لا یشتری بنفسجا او وردا بشراء ورقهما لا دهنهما للعرف اور اگر
قسم مین کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیون کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ھ

نبات پر نہ بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہو نہ تیل پر یہہ عرف ہی صاحب کافی اللہ عنہ صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہین عرف بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کے عرف پر ہو نہ فقہا متقدمین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خلاصہ قسم کہائی کہ نکاح اپنا نکریگا پہر اوسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنی قول سے جائز رکہا تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھ دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اوسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے مترجم طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی مین مذکور ہے نہ اجازت فعلی مین ولو تزوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا لاستنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایکمرد کا فضولی نے پہر اوسنے قسم کہائی کہ نکاح نکریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تہا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایکمرد نے جو عورت کہ میری نکاح مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت مجہپر حلال ہو جاوے وہ طالقہ ہے پہر اوسنے نکاح فضولی کو با جازت فعلی جائز رکہا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہے پہر غلام کی بیع فضولی با جازت فعلی جائز رکہی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ مترجم یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہین چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح مین کچہہ فرق نہین ہو سکتا صریح اور غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح غیر ان سوق المہر الیہا لیس باجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ مین ہے قسم کہائی کہ طلاق ندیگا پہر اوسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکہا خواہ با جازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کی ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہین طلاق مین بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے مترجم جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنی گہر سے نکالدے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہے حانث ہونے یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی وقال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گہر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے پہر زوج نے یہہ تعلیق فضولی کی جائز رکہی پہر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ بالاجازۃ فعلا ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی ومعمولہ تزوجت وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کیطرف سے اسطرح لکھتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطہ فضولی کے نکاح کردون یا عورت داخل ہو میرے نکاح مین کسیطرح تو ہوگی زوجہ اوسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اوسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ قول کے مترجم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکہواتی ہے دار القضا مین تا زوج دوسرا نکاح نکر سکے سوا اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی با جازت قولی نہین کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو با جازت فعلی کر سکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آئندہ قول مین بتایا وانما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ وقدمنا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب تو اسیطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکہدے یا مین نکاح فضولی کو جائز رکہون اگرچہ با جازت فعلی جائز رکہون تمکو ہی احتمال خلاصی دینیوالی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ مستمتعہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کیطرف زوج مقدمہ رجوع کرے

تاکہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کردیوے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کر چکے ہین کہ اسمین فتوی دینا بھی کافی ہے کذا
فی البحر یعنی اُس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جسپر علماء خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ
نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان یعتبر المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ
لان المراد بہ المسکن عرفا ولانہ ان تکون مسکنا لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ فدخل دارھا وزوجھا ساکن بھا لم یحنث
لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نھر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین تو یہہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت
کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف مین اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم
کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اُس عورت کے اُس مملوک گھر مین جسمین اوسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے
والے کیطرف اور رہنیوالا زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اوسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فی
حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ
اور حانث نہوگا اِس قسم مین کہ البتہ اوسکا کچھ مال نہین حالانکہ اوسکا دین ہے اُس شخص پر جسکی مفلسی کی نسبت قاضی نے حکم دیا یا اوسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث
نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ مین یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے
کہ قضاء دین بالمثل ہوتی ہے م مفلس بتشدید لام اوس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو تاکہ کوئی اُس سے خرید و فروخت نکرے اور لفظ غنی کا تفسیر
ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فروع مسائل لمحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعلہ المخاطب حنث ولم ینو
الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نکیا تو زید حانث ہوگا تا وقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو
قسم دلانے کی نیت نکرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل
علیک لتفعلن کذا فالحالف ھو المبتدی ما لم ینو الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجکو اللہ کی یا فقط اقسمت اللہ کہا بدون
علیک کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی کہ البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کہانیوالا وہی زید ہے جسنے اول یہہ کلام کیا تا وقتیکہ اِس کلام سے استفہام کی نیت نکرے م اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بمعنی امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت
کذا فقال نعم فالحالف المجیب اور اگر غیر سے یون کہا کہ تجہپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اوسنے کہا کہ ہان تو قسم کہانیوالا مجیب ہے ... اسواسطے کہ
جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النھی ان لم یملک منعہ والا فعلی النھی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ ... اوسکے گھر مین
داخل نہوگا تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اوسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روکنے پر ...
ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نہ روکا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیھا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو ... یا پھر قسم کھائی
کہ کرایہ دار کو اوسمین نچھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے کہ نکل م اسواسطے کہ اوسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ
دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہے لا یترک مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ قسم کھائی کہ اپنا مال آجکے دن اپنے قرضدار پر
نچھوڑیگا پھر اوسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ حانث نہوگا م یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نتھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ
منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اوسنے قسم کہائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اوسپر
صادق آوے تو بر یمین غیر متصور ہو یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا بلکہ قاضی نے اوسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان
کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تونے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا
ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تہا تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب مین تو گویا اوسنے یون کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ

مسئلہ مرویہ فی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق و عبدہ حر و علیہ المشی الی بیت
اللہ ان فعل کذا و قال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں گیارہوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ
زید کی مطلقہ ہے اور غلام اُسکا آزاد ہے اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اوسنے ایسا کیا ہوا اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی اخرہ
یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف
بالطلاق ماله علیہ شیٔ فبرھن بالمال حنث بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلا زید پر مال کا سو اوسنے قسم کہائی کہ مجہپر مدعیکا کچہہ نہیں پہر مدعی نے مال پر گواہ
گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ھم یہہ بہی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہون کے قاضی باپچ ثبوت مال کا حکم کر دین اسواسطے کہ برہان
بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جہوٹے ہونگے تو بہی حانث ہوگا اور ظاہر ایہہ ہے کہ اگر زید نے الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی
المعطاری حلف ان فلانا ثقیل ھو عند الناس غیر ثقیل و عندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کہائی کہ فلانا شخص بیمار ہے
اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اُسصورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ دہے
جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلا فعمل مع شریکہ حنث مع عبدہ الماذون لا قسم کہائی کہ زید کے ساتہہ مثلا
کام نکریگا کپڑے دہونے مین پہہ زید کے ساتہہ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتہہ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ
شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی المعطاری
لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ و بین غیرہ لم یحنث لان نصف الارض لا یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل
المشترکۃ اذا لو یکن ساکنا قسم کہائی کہ مثلا زید کی زمین زراعت نکریگا پہر اوسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو ہی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلا زید کے گہر مین نہ داخل ہوگا پہر زید کے مشترک گہر مین داخل ہوا
جبکہ زید اوسمین رہتا ہو تو حانث نہوگا ھم اسواسطے کہ نصف گہر کو گہر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گہر مین زید رہتا ہوگا تو اب یعنی ہوگا کہ گہر مین ...
اسواسطے کہ سکونت سے وہ ارستاجر ستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہے تو وارث کہ بطریق اولے اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم +

كتاب الحدود

یہہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تہی کفارہ پر اور کفارہ دائر ہین العبادۃ و العقوبۃ
تہا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چہہ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکرات اور
حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ترہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اسکی خوبیان
مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کی موجب ہین حدود جاری ہونیسے وہ موقوف ہو جاتے ہین مثلا زنا مین تو بربادی ہے اولاد
کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بے عزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ
پیدائشی امر ہے و لہذا اباحت اسحال ناموس زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ گاہی شرب مباح تہا و لہذا حدود مانع ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصہ
ہوئی اسلئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ھو لغۃ المنع و یعنی حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع
یعنی روکدینے سے و لہذا ڈیوڑہی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلئے کہ ڈیوڑہی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے
سے روکتا ہے و لہذا اہل اصطلاح ماہیت کی معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور
حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہین اور خروج بعض مملوک کو غیر کیطرف روکتی ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو
حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہوتی ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اُسکی محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ
فلا تقربوھا اور حدود اللہ احکام الہی کو بہی کہتے ہین اسلئے کہ اُس سے آگے بڑہنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا کذا فی منح الغفار

وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حقاً لله زجراً فلا تجوز الشفاعة فيه بعد الوصول للحاكم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدره
سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہے بجہت حق خدا واسطے باز رکہنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد کے بچانے مین بعد پونہچنے مقدمے کے طرف
حاکم کی ھم عقوبت عبارت ہی اُس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور
عقوبت معینہ رجم مین موت ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر
ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ
رجوع [illegible] چہوڑ دو اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلئے
کہ [illegible] ہی ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تہے انکار کیا جب اُنہون نے عورت مخزومیہ
کی [illegible] سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حدون مین پہر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب اُنمین شریف
چُراتا [illegible] تہے اور جب ضعیف چُراتا تہا تو اوسپر حد قائم کرتے تہے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اوسکا بھی ہاتھ کاٹون
اخرجہ [illegible] الوصول وليس مطهراً عندنا بل المطهر التوبة واجمعوا انها لا تسقط الحد في الدنيا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک
بلکہ پاک [illegible] توبہ ہی اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ھم یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون
توبہ کے اور [illegible] قائل ہین کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پہر اوسپر پایا بہی دنیا
مین تو [illegible] اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اوسکو چہپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم
تطہیر [illegible] استدلال کیا قال اللہ تعالی ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم الا الذين تابوا یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ [illegible] دنیا مین رسوائی ہے اور انکو آخرت مین عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہون نے
توبہ کی [illegible] کہ انکو فعل کی جزا عقوبت دنیاوی [illegible] توبہ کرنیوالے کہ اُس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا
[illegible] توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور واجب یہہ ہے کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجئے اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم ضرب یا
رجم کے ساتھ توبہ بھی کر لیتا ہی توبہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجاے اور تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہے
نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزير حدًّا لعدم تقديره ولا قصاص حدًّا لانه حق الولي تب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو
تعزیر حد نہین [illegible] اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ [illegible] ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص
حق ہے مقتول کا [illegible] بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی مصطفی [illegible] کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تہا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون
مذہبونکو شامل ہوتا علاوہ یہہ ہے کہ مقتول کا گاہی وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اوسکا حق نہین ہے لہذا وہ عفو کرنے کا
مالک نہین والزنا الموجب للحد وطیء وهو ادخال قدر حشفة من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل کو بقدر حشفہ
یعنی سر ذکر کے داخل کرنا ھم شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین جیسا کہ اپنی ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور انزال
بقدر حشفہ زنا مین شرط ہی انزال ہو یا نہ ہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہوگیا مكلف خرج الصبي والمعتوه زنا عبارت
وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ھم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اوسیکی مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا
تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب نہین ناطق خرج وطيء الاخرس فلا حد عليه مطلقاً للشبهة زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا
تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر اسیطرح حد نہین بسبب شبہہ کے ھم گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اوسکو زنا پر گواہ
قائم ہون ہر صورت اوسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہی عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال ادعا شبہہ ہی یعنی اگر گونگا بولتا ہو تو شاید کوئی

شبہہ حلت کا بیان کرتا واما الاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوھبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماریجاویگی اقرار زنا سے گواہون سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم علامہ عبد البر نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس والے نسخہ مین اسطرح ہے کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کی ہے اور اوسکو زنا کے گواہ قبول نہین اور بحر الرائق مین اوسکے مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اوسکا اقرار اور اوسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لما یعنی فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا لخرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص بغبت اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برسکی عمر سے پہلے تک تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کی وطی نکل گئی ہم حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہین تو انکے وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ ای ملک الواطی و شبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنیوالیکی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ ہے نے المحل ہے نہ شبہہ نے الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے کوئی عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اوسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اوس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لاحد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اوس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے حد نہین اور مانند دار الحرب کی ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہا فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے مرد کے اوسپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹا اور عورت اوسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونو پر حد ماریجاویگی بسبب وجود تمکین کے او لتمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل نے الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہے سواب پوری ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی ہم یہہ تعریض ہے صاحب کنز کی نقصان تعریف پر اوسمین زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے کہ یہہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے اوسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دار الحرب کے داخل ہوگئی حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ ورد بانہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا ہے تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہے یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میری گمان مین زنا حلال تہا تو اوسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی سب دینون مین اسکی منافی نہین کہ بعضی لوگ اوسکو نجانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعای حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اسکی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک مرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق نے لکہہ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالی نے زنا کو حرام کیا ہے تو اوسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اسکے اگر پہر زنا کرے تو اوسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ اسکی رد کرنے کی ولہذا فتاوی عالمگیری مین محیط کے قول کو مسلم رکہا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہے شاید اوسکی بنا اوس شخص کے قول پر ہے

جو علم حریت تو شرط نہین کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار
مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے تو ان پر حد قذف ماری جاویگی ھم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور مسجد مین نشست کی جگہہ
بیٹھین گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی انکی مقبول ہوگی اور اگر خارج مسجد ہونگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی النہر
عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا مثبت ہے نہ لفظ
لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر سے یہہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دیوے وہ قائم مقام زنا ہے ھم ظاہر کلام فقہا سے دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام
زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی
گواہی دی تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی اور چوتھے گواہ نے اقرار زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد
قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزناہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن
نفسہ فی الاولی ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریہ چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہے اگرچہ ان
چارون مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اوسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہوا اور اپنی ولد کے ساتھہ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی دی ہو
والا اوسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور ساقط کرتا ہے نصف مہر کو
اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنی اپنی ولد کے ساتھہ زنا کی گواہی مین فیسألہم
الامام عنہ ما ہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اوسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے
یعنی اوسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ھم فائدہ اس سوال کا یہہ ہے کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین
آنکھون کو بھی زنا کہین فرمایا ہے مجازا کذا فی المنح وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او
بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء ع اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دارالاسلام مین یا دارالحرب مین
اور کب ہوا عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت مین ہوا ہو
یا دارالحرب مین ہوا ہو یا طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ سمجھتے ہون زنا اوسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے
تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹالدے ھم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرقوم بروایت ابوہریرہ ہے جسکو ابویعلی نے اپنی مسند مین
روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادفعوا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہانتک تم سے ہو سکے اور ترمذی مین یہہ حدیث بروایت ضعیف
مروی ہے کذا فی فتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ وہو زیادۃ بیان احتیالا للدرء ع سو اگر گواہون
نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اوسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہہ تفسیر مزید بیان ہے حد ٹالنے
کی تدبیر کیواسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے لیکن ظاہر کلام فقہا سے دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس
جملہ کا ذکر کرنا [illegible] ضرور ہے وعدلوا سرا وعلانیۃ ان لم یعلم الحاکم بہم اور گواہونکی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا
ہو ھم تعدیل مخفی کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہون کے نام اور اونکے محلوان کے نام لکھکر معتمد کے پاس بھیجتا ہے اوسکو بھی لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ
ہے اور علانیہ تعدیل کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہے جسکو تو نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہد کو عادل جانتا ہو تو سوال
کرنا اوسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن حاکم فقط اپنے علم پر [illegible] اسواسطے کہ شریح نے حاکم کے
حکم کو [illegible] کے ساتھ [illegible] یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود مین کافی [illegible] کذا فی الطحطاوی عن النہر والنصف حکم [illegible]
جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اوسکا حکم کرے بنابر وجوب حد یعنی بسبب ظاہر ہونے [illegible] کہ حکم فرض ہے کذا فی البحر وتر [illegible]

بہ اولی ما لم یتھتک فالشھادۃ اولی فھو اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تاکہ شنیعہ بیحیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہنچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہو
کذا فی النہر م پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے لہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دی اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہو کہ جو مسلمان کی
پردہ پوشی کریگا خدا اوسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں کریگا لیکن جب مزید بیحیائی اور ہتک کی نوبت پہنچے تو اسوقت میں گواہی دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی
شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور تعزیر نے اک کے توبہ کرنے سے ہو ویثبت ایضاً
باقرارہ صریحاً صاحیاً ولم یکذبہ الآخر ولا ظھر کذبہ بجبہ او رتقھا ولا اقر بزنا بخرساء او ھی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد
اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صحیح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اوسکی تکذیب نکی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے
یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نکیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نکیا ہو
بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا یعنی اگر وہ شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ
سے دونوں پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کتابت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار
کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بہ او بسرقۃ فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی حُد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار
یحتملہ اور اگر مستی کیحالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کیحالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا
مشاہدہ ہوا تکذیب کو محتمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعاً فی
مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہے چار بار مقر کی چار مجلسوں میں ھ تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا اینکہ
چار بار چار مجلس میں اقرار کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو رخصت تاخیر نہ
بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کی برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ
جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اوسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے ھ یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو
قاضی اوسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی لیکن یہہ رد کرنا تین بار میں ہے نہ
چوتھی بار میں کذا فی النہر وسألہ کما مر حتی عن التی زنی بھا لجواز بیانہ بأمۃ ابنہ ھ اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی سوالات
خمسہ مانند گواہوں کی مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اوسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اوسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت
کی کذا فی النہر م ماہیت زنا اور کیفیت زنا و مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید مگر
عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بیّنہ کما حق حُد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اوسپر حد واقع
ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہوگا قاضی کی دانست سے
زنا کہ کسکا وقوع کے گواہ نہیں سوم ھ ثم علم لا حدۃ نہیں حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اوسکا اعتبار کرینگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی
اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اوسکا رجوع ثابت
ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وھو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی
گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اوسپر حد ماری نجاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے پھر
جب اوسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضا شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد
ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعاً بطلت الشہادۃ بالاجماع سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگی اور اوسپر حد

واقع ہوگی بموجب اوسکے اقرار کے ویخلّی سبیلہ اِن رجع عن اقرارہٖ قبل الحدّ او فی وسطہٖ ولو رجوعہ بالفعل کھروبہٖ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اوسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اوسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اوسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہوا پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اوسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی دفعہ کذب نہیں تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوٹ جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجیء اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا وکذا یصحّ الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطًا للحدّ صار حقًّا للہ تعالیٰ فصحّ الرجوع عنہ لعدم المکذّب بحر اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اوس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ اوسکا تکذیب کرنیوالا یعنی موجود یعنی عبد وکذا الحکم سائر الحدود الخالصۃ للہ کحدّ شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلّک قبّلت او لمست او وطئت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کرلیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹلجاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اوسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا ہے یہانتک کہ وہ اوسمین غائب ہوگیا اوسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہے سرمہ دانی مین یا رسی کنوئین مین اوسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اوسنے کہا ہان مین نے اسعورت سے حرام فعل کیا جیساکہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجئے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اوسکے پاس لیٹا تھا اوسنے کہا ہان فرمایا کیا اوس سے مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اوس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اوسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اوسکو پکڑنے سے تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انہون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اوسکو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اوسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادّعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحدّ عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃٍ بدون گواہون کے دعویٰ کیا زانی نے کہ عورت اوسکی زوجہ ہے تو اوسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینہ متعلق ہے ادّعی سے کذا فی الشمنی ولو تزوّجہا بعدہٗ ای بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنیکے یا اوسکو خرید کیا تو اوسپر سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج و خرید کے سبب سے شبہہ بعد زنا کے ہوگیا اور زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاءٍ حتی یموت ویصفّون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحّوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھ کر کھڑے ہون پتھر مارنے کیواسطے نماز کی صفون کی مانند جب ایک قوم پتھر مار چکی تو علٰحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے ہم رجم زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات احاد ہین اور اسی پر اجماع صحابہ اور الفقہا

مسلمین ہوا اور انکار خارجیوں کا مشروعیت رجم مین باطل ہے اجماع قطعی اوسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیوں نے عمر بن عبدالعزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا
کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں انہوں نے الزام دیا خارجیونکو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے ثابت نہیں پھر اسکی کیون مقر ہو خارجیوں نے
کہا کہ یہہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے انہوں نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو
قتله شخص او فقأ عينه بعد القضاء به فهدر وينبغي ان يعزر لافتياته على الامام پھر اگر اوسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اوسکی آنکھہ
پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اوس شخص کے
حاکم پر ولو قبله اے قبل القضاء به يجب القصاص في العمد والدية في الخطاء لان الشهادة قبل الحكم بها لا حكم لها اور اگر کسی
نے قتل کیا یا آنکھہ پھوڑی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص ہوا اور قتل خطا مین خونبہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی جب حکم نہ دیا ہو پہلے معتبر نہیں یعنے
جبتک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھہ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہیں کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط
بداءة الشهود به ولو بحصاة صغيرة الا لعذر كمرض فيرجم القاضي بحضرتهم اور رجم کی شرط یہہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چہوٹی
کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی رضی
کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدونکو سنگساری کا حکم دیتے تھے پھر آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو
آپ ابتدا رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم
لفوات الشرط ولا يحدون في الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا اونکے دونو ہاتھہ کاٹے گئے بعد گواہی
دینے کے یہہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہوگیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی
بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریحاً رجوع نہیں کذا فے النہر کما لو خرج بعضهم عن الاهلية للشهادة بفسق او عمى او خرس او قذف
ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء في الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے
ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا حکم مین داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی
وہ شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو بعد قضا گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی وهذا لو محصنا اما غيره فيحد في الموت و
الغيبة كما في الحاكم اور یہہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اوسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اوسپر حد ماری جاوے گی گواہونکی موت اور غائب
ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجا ہے کما فی الحاکم کے کافی الحاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ
اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہہ مسئلہ منقول ہے اسطرح وفی غیر المحصنین قال الحاکم الشهید فی الکافی یقام
علیه الحد فی الموت والغیبة یعنی اور غیر محصن مین حاکم شہید نے کافی مین کہا ہے کہ اوسپر حد قائم ہوگی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی
ھم اور بعینہا یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے ثم الامام هذا ليس حتما كيف وحضوره ليس بلازم قاله ابن الكمال ما نقله
المصنف عن الكمال تعقبه في النهر پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اوسکا نائب پتھر مارے یہہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا
حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین یہہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کیا
ہے اوسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ھم ماتن نے منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد
شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب اتحاد ماخذ کے نہر الفائق مین کہا کہ یہہ اوسوقت تمام موجب ہو [illegible] مسلم ہو مانند شہود کے ثم
الناس فاد في النهر ان حضورهم ليس بشرط فعليه كان ذلك [illegible] حاکم کے بعد اور لوگ پتھر [illegible] نہر الفائق مین بیان کیا
کہ لوگون کا حاضر ہونا شرط نہیں رجم کی تو اونکا مارنا بھی ایسا ہی ہے تو اگر وہ مارنے سے انکار کرین تو حد ساقط نہ ہوگی ھم نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ

امام کو مستحب ہو کہ حکم کرے حضور مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں وینبغی ان لا یفوت
مقتضاه انه لو امتنع لم یحل للقوم رجمه وان امرهم لفوات شرطه فتح لکن سیجیء انه لو قال قاض عدل قضیت علی هذا بالرجم
وسعك رجمه وان لم تعاین الحجة اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدا ہی حاکم کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اسکا
رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگونکو مارنیکا حکم کرے بسبب فوت ہونے اوسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل نے کہا
کہ مین نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہوں کو معاینہ نکیا ہو م حاصل استدراک شارح یہہ ہے کہ جس شخص کو
قاضی نے خبر دی اوسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی شرط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوة والسلام ماعز کے رجم مین قطعاً حاضر نہ ہوے بلکہ
لوگون نے حضرت کے ارشاد سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکره للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہے اسواسطے
کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا ویغسل ویکفن ویصلی علیه وصح انه علیه الصلوة والسلام صلی علی الغامدیة
اور جو رجم سے مارا گیا اوسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اوسپر نماز جنازہ پڑہی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے غامدیہ پر جو زنا
کے اقرار سے ماری گئی تہی نماز پڑہی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑہتے ہین تو فرمایا کہ اوسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اوسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون
پر تقسیم کیجاوے تو اونپر پہیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اوسنے اپنی جان اللہ کیواسطے دی چنانچہ یہہ حدیث صحاح ستہ مین سواے بخاری کے
بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کرین ماعز کے ساتھہ فرمایا کہ جو
اوسکے ساتھہ جو اپنے مردے کے ساتھہ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ وکذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائة ان حرا ونصفها للعبد بدلالة
النص والمراد بالمحصنات فی الآیة الحرائر ذکره البیضاوی وغیره اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اوسکا نصف یعنی
پچاس کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے
مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہو ہر ایک کو انمین سے سو کوڑے مارو اور یہہ
آیت محصن اور غیر محصن دونونکو شامل ہے لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا مطلقاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمارے
واسطے کافی ہے تو نسخ قرآن کا سنت قطعیہ سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر پچاس کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی فان اتین بفاحشة
فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب یعنی حق تعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اونپر آدہا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات
سے مراد آزاد عورتین ہین تو عبارة النص سے لونڈیون پر بیبیون کا آدہا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت و مرد مین کچہہ فرق نہین تو غلام مین نصف
عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہوگیا کذا فی فتح القدیر وذکر الزیلعی انه غلب الاناث علی الذکور لکنه عکس القاعدة اور ذکر کیا ہے زیلعی نے
کہ غلبہ دیا گیا عورتونکو مردون پر لیکن یہہ قول قاعدہ اصول کے بالعکس ہے م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیهن نصف ما علی المحصنات نے
غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر مین غلامون کا حکم عبارة النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالة النص سے لیکن یہہ تقریر اصول کے مخالف
ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی ہین نہ تغلیب عورتونکی مردون پر والعبد لا یحده سیده بغیر اذن الامام
ولو فعله هل یکفی الظاهر لا لقولهم رکنه اقامة الامام نهر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہے
ظاہرا جواب یہہ ہے کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے
موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہے کہ حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد
بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب مین اوسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلئے کہ تعزیر حق العبد ہے تو اسکا دینا اوسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اوسکی
اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اوسکا نائب کذا فی الفتح والنہر بسوط لا عقدة له فی الصحاح ثمرة السیاط عقد اطرافها متوسطا بین الجارح

وعند المتوسط غیر محصن کو حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرۃ السیاط
انکی عقد اطراف کو کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ معقد سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا
اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار ہے کذا فی الہدایۃ وتنزع ثیابہ خلا ازارہ لیستر عورتہ اور مارنے کیوقت اوسکے کپڑے اوتارے جاوین
سوا ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علی بدنہ خلا رأسہ ووجہہ وفرجہ قیل وصدرہ وبطنہ اور اوسکے بدن پر جابجا کوڑے
مارے جاوین سوا اوسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اوسکی چھاتی اور پیٹ کے ہم تفریق ضرب کا یہہ فائدہ کہ ایکجگہہ مارنے سے
خوف ہے ہلاک کا اور حد زاجر ہے نہ متلف ولو جلد فی یوم خمسین متوالیۃ ومثلہا فی الیوم الثانی اجزأہ علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو پچاس
کوڑے مارے اور دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ
فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن
کمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کہڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹاکر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی
کرتے ہین کذا فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھاکر مارے نہ اوسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہوجاتا ہے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم مشترک سے مد کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا انہین معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اوٹھانا یا کوڑے
کو اوسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا
الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما روینا اور نہ اوتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت
بیٹھی بدلیل اوس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کیواسطے گڑھا کہودا جاوے
اوسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اوسکا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا
یمسک ولو ہرب فان ہو مقرا لا یتبع والا اتبع حتی یموت کملتقی اور جائز نہین گڑھا کہودنا مرد کیواسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کیواسطے
مرد نہ باندہا جاوے نہ کوئی اوسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کھڑا نہ رہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتہر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اوسکا اقرار سے
ہوا ہو تو اوسکا پیچھا نکرنا چاہیئے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتہر مارتے ہوے اوسکا پیچھا کرنا چاہیئے یہان تک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین
جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسر فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب
لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتہر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے
نکالدینے کے کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر بقید اور حبس کے ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطے کہ
زانی مسافرت مین پہر وہی کام کریگا حیا چھوڑ کر یعنے نکالدینے مین فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم
باتفاق آئمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے
جسکو مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم
یعنی فرمایا کواری کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہہ جواب ہے کہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم نے صلی اللہ علیہ وسلم ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم
منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور
اوسکا جواب یہہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل ہو تو لازم آوے زیادۃ علی الکتاب ساتھ
احاد حالانکہ یہہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر ملخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے

البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور سیاست کرے ہر قصور مین امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض زنیٰ ولا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ الحد اور سنگسار کیا جاویگا وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جاویگا بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اسکی صحت سے نا امیدی ہو جاوے پھر تو اوسپر حد قائم کیجاویگی کذا فی النہر ھم یعنی جب صحت سے نا امیدی ہو تو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیئے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو جیسا کہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکو کھجور کے گوشے سے ایکبار مارنا چاہیئے جسمین سو شاخین ہون طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمین سو شاخین ہون پھر اوسکو ایکبار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا ھم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے ولا یقام علی الحامل حتی تضع ولا تحبس ان لم یثبت زناھا ببینۃ اور حد قائم کیجاویگی حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اوسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیئے فان کان حدھا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اوسکو رجم کرنا چاہیئے وضع حمل کیوقت مگر جبکہ مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اوسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریھا النساء فان قلن نعم حبسھا سنتین ثم رجمھا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونیکا دعوی کرے تو حاکم اوسکو عورتونکو دکھاوے سو اگر وہ کہین کہ ہان وہ حاملہ ہے تو اوسکو قید رکھے دو سال تک پھر اوسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد انفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد حد چاہیئے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری مین تا صحت انتظار ہے وشرائط احصان الرجم سبعۃ وشرائط احصان رجم کی سات ہین یعنی شرائط احصان وہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے [illegible] رجم اسواسطے کہا کہ [illegible] نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان مین اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہین کہ زنا کا محتاج رجم ہو والتکلیف عقل وبلوغ اور شرط احصان سے مکلف ہونا یعنی عقل وبلوغ ھم عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام [illegible] شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہین اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اوسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اوس آیت کے جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑونکی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نکی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کیوقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اوسکی نکاح پر معلق کی پھر اوس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اوس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونھما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منھما شرط لصیرورۃ الاخر بہ محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا دونون کا وطی کیوقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونیکی اوسکے سبب سے ھم وطی کیوقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے

محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا لونڈی یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہین اور سبب اسکا یہہ ہی کہ نکاح ایسی عورتونکا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اور اسی طرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کیحالت مین اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کیوقت بدلیل مذکور کذا فے الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ تحتہ عبد فلا احصان الا ان یطأہا بعد العتق فیحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہہ کہ عورت سے وطی کرے زوج بعد اسکا بعد آزاد ہونے لونڈی یا غلام سے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہان تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اوسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نتھا زنا کیوقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شئ آخر ذکرہ ابن الکمال وہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرط یہہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے باطل نہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہو جاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھہ ہی مرتد ہونے اور ساتھہ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام ترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ جماع بعد از صحت سے عود احسان ہوگا یہہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے واعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی رجم اور جان رکھہ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقا احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دیدی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا اور اوسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال + شروط احصان اتت ستۃ فخذہا من النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعض علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کی چھہ ہین سو لے انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اوسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہوگا انتہی اس نظم مین دو شرطین باقی رہگئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے ذکر کیا ہی لکھا ہے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہہ باب ہی اوس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہان تک کہ تم سے ہوسکے ہم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ابو یعلے کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات (ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے) اور ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون یہہ نزدیک میرے زیادہ محبوب تر ہی کہ اونکو شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو ٹالدے ہرچند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اونکا باطل ہے لائق التفات کے نہین کذا فے فتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشئ الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دہوکھا وہ چیز ہے جو مشابہ ہو شئی ثابت کی حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملکت مین مین اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع مین حلال نہین باپ پر وہی ثلثۃ انواع شبہۃ حکمیۃ فی المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہی

جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں **ھ** محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی **وشبہۃ فی اشتباہ الفعل** اور دوسرا شبہہ نفس الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنے
نفس وطی میں اشتباہ واقع ہوا **وشبہۃ فی العقد والتحقیق دخول ھذہ فی الاولیین وستحققہ** اور تیسرا شبہہ نفس العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ
ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے **فان ادعاھا ای الشبھۃ وبرھن ای اقام**
برھانہ وسقط الحد وکذا یسقط الصالح بمجرد دعواھا الا فی دعوی الاکراہ خاصۃ فلابد من البرھان لانہ دعوی بفعل الغیر فیکلف بثبوتہ
یعنی سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور حد اوس سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط
ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوی بلا برہان مسقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے سو اسلئے کہ اکراہ
غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اوسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر **لا حد بلا اثرہ بشبہۃ المحل ای الملک وتسمی شبھۃ حکمیۃ ای الثابت**
حکمھا شرعا یعنی حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ جسمیں محل کی حلت کا حکم شرع سے ثابت ہو **ھ**
شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اوسمیں یون ہے ای الثابت شبھۃ حکم الشرع بحل المحل ...
کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اوس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھیں قطع نظر مانع سے تو اسکو منافی حرمت کی پاوینگے کذا فی النہر الفائق ...
وہ ہے جہان محل میں شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار ...
سے اسقاط حد میں اگرچہ نفس الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ تقریر خوب واضح ہے **وان ظن حرمتہ** شبہہ محل سے ...
محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ اسباب ثابت ہونے دلیل کے نفی ...
سے زانی اوسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں ...
وان سفل ولو ولدہ حیا فی المحل بسبب ... انت ومالک لابیک چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا ...
ہو گو اوسکا بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر پوتے کی لونڈی سے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے **ھ** ابن ماجہ نے جابر سے
سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت نے
نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصہ الطویلہ کذا فی فتح القدیر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
معلوم ہوا کہ والد کا مال والد کا مال ہے تو اوسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا ہے اگرچہ واقع میں ...
نہیں **ومعتدۃ الکنایات ولو خلعا خلا عن مال وان نوی بہا ثلثا نظرا لقول عمر رضی اللہ عنہ الکنایات رواجع** ...
طلاق کی معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر ... کنایات رواجع
ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے **ھ** قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار ... کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی
ہے اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو ... میں ذکر
نہیں کیا تو ظاہر اسمیں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی **ووطی البائع الامۃ المبیعۃ والزوج الامۃ الممھورۃ قبل تسلیمھا للمشتری والزوجۃ**
وکذا البعدۃ فی الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کے اوس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر میں
مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسیطرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے **ووطی الشریک ای احد الشریکین الجاریۃ**
المشترکۃ ووطی جاریۃ مکاتبۃ وعبدہ الماذون لہ وعلیہ دین محیط بمالہ ورقبتہ زیلعی اور وطی شریک کا یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک
کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کے وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کے وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اوس عبد پر اتنا
قرض ہے جو اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہیں **ھ** مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے

اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہے مولی کا تو اوسکی حق مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہو ووطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ
اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ھ غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہرا مراد
یہہ ہو کہ وطی اوسکی قبل قسمت کی ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی البحر و وطی جاریۃ قبل الاستبراء
والتی فیہا الخیار للمشتری والتی ھی اختہ رضاعا اور حد نہین خرید کی لونڈی کو وطی سے قبل استبرا کے اور اوس لونڈی کے وطی سے جسکی خرید مین خیار
باقی ہے مشتری کو اور اوس لونڈی کے وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہو ھ اور اگر بایع کو خیار ہو تو بطریق اولے حد واجب نہین اور یہی حکم ہے جبکہ بایع
اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو وزوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ وجماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ
من لم یحرم بہ اور حد نہین اوس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا اوس زوجہ کے اوس
سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اوسکی ماں یا اوسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہین ھ یہہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور
اوسکے مابعد سے کتاب النکاح مین مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہے
بہرصورت شبہہ پیدا ہوا حد ساقط ہوگئی وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے
شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھہ مکانون مین ممنوع ہے ھ یہہ تعریض ہے صاحب درر پر
ہرچند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح
ولاحد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اوسکو شبہہ اشتباہ
بھی کہتے ہین یعنی شبہہ اوسکی حق مین ثابت ہے جسکو دہوکھا پڑا حلت مین ھ شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی
الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اوسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ
فی الواقع اوسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدھما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین سے فقط
ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونون ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین اوسوقت
دونون پر حد ماریجاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ
وان علیا ستۃ چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی
کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین
ولایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی المنح ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا
اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون ھ اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بنا بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور حرمت
اور منع خروج اور ثبوت نسب غیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑسکتا ہے موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ
کی لونڈی سے یا اپنے مولے کی لونڈی سے جماع کرنا ھ حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا ووجدک عائلا فاغنی تو اس آیت سے شبہہ پڑسکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولے کے مال کا
تو اگر زوج یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وھی المختارۃ
زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح
الزیلعی ھ جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تہا اور اوس سے جماع کیا تو اوسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اوسپر
حد نہین تو یہہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت مین حد واجب ہے ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول

متحمل ہے كذا في المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تمسنیت کی ہوتا ہے جسکے جماع مرہونہ کی حلت کا گمان ہے كذا في الطحطاوي وفي الهداية المستعيرة للرهن كالمرتهن اور ہدایہ مین جو کہا ہے کہ جسنے کسیواسطے لونڈی کو عاریت لیا ہو وہ اور مرتہن کی برابر ہے حکم مین یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو اوسپر حد نہین طلبی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کیواسطے عاریت لیا اور یہہ لام تعدیہ کا نہین تاکہ یہہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا و سیجی حکم المستاجرة والمغصوبة اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وينبغي ان يكون في العارية كالمرهونة ولهذا فی البحر الفائق مین کہا ہے کہ لائق یون ہے کہ معرف عاریتہ لونڈی مرہونہ کی مانند حکم مین یعنی بگمان حلت اوس سے وطی میں حد نہین ومعتدة الطلاق على مال وكذا المختلعة على الصحيح بدايع اور جیسا کہ طلاق بعوض مال کی عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے كذا في البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کی كذا في المنح تو بدون ظن حلت حد ساقط نہوگی ومعتدة الاعتاق والحال انها ام ولده اور جیسا کہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہے لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے كذا في المنح والواطی ان ادعى النسب يثبت في الاولى اي شبهة المحل لا في الثانية اي شبهة الفعل لتمحضه زنا الا في المطلقة ثلثا بشرطه بان تلد لاقل من سنتين او لاكثر الا بعد اقرارها ونحوه المختلعة والمطلقة بعوض مال ولي الهداية اور جماع کرنیوالا اگر لڑکے کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنی شبہۃ المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنی شبہۃ الفعل مین اوسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہے اوسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا اور اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولے ثابت ہے كذا في النهاية اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہے كذا في الطحطاوي پھر جب اکثر مین ثبوت نسب ہوا تو اقل مین بطریق اولے ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہۃ العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہان شبہہ عقد کا نہین كذا في المنح عن البحر والا في وطي امرأة زفت اليه وقال النساء هي زوجتك ولم تكن كذلك معتمدا خبرهن فيثبت نسبه بالدعوة بحر اور نسب ثابت نہین ہوتا شبہۃ الفعل مین مگر اوس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہین بشرطیکہ مرد نے عورتونکی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوس وقت مین اسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے كذا في البحر ولا حد ايضا بشبهة العقد اي عقد النكاح عنده اي الامام كوطي محرم نكحها اور حد نہین شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اوس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہے پھر جبکہ امام کے نزدیک سبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمة حد وعليه الفتوى خلاصه اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہے كذا في الخلاصة لكن المرجح في جميع الشروح قول الامام وكان الفتوى عليه اولى قاله قاسم في تصحيحه لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہے تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہے شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لكن في القهستاني عن المضمرات على قولهما الفتوى في المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون مین ہم یہہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہے تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر في الفتح ان الشبهة في المحل وفيها يثبت النسب كما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہے کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل مین داخل ہے اور اوس مین نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ووطي بنكاح بغير شهود لا حد بشبهة العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب شبہہ عقد کے وفي المجتبى تزوج بمحرمه او منكوحة الغير او معتدته ووطيها ظانا انه الحل لا يحد ويعزر وان ظانا انه الحرمة فكذلك عنده خلافا

لهما فظهران تقسيمها ثلثة اقسام قول الامام اور مجتبی مین ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی
اور اس سے جماع کیا حلال گمان کرکے تو اوسپر حد نماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اوسنے حرام جانکر وطی کی تو اوسیطرح اوسپر بھی حد نہین امام
کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اوسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبهة المحل اور شبهة الفعل اور
شبهة العقد یہہ قول ہے امام کا م حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہو تو سبکے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غاية الامر یہہ ہے کہ شبهة العقد
کا حکم امام کے نزدیک شبهة المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبهة الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المفهوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے
سواسطے کہ بعضا شبهة العقد شبهة الفعل مین داخل ہے چنانچہ معتدہ بثلث اور بعضا شبهة المحل مین داخل ہے چنانچہ مسئلہ متن کا وحدّ بوطی امة
اخيه وعمه وسائر محارمه سوى الولاد لعدم البسوطة اور حد ماریجاویگی اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کے وطی سے اور سوا ولادت
کے باقی محارم کے لونڈیون کے وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال مین توسع اور بے تکلفی جاری نہین چنانچہ باپ اور بیٹے کے
مال مین جاری ہے ولہذا ظن حلت اوسمین بیان برابر ہے وبوطی امراة وجدت على فراشه فظنها زوجته ولو هو اعمى لتميزه بالسؤال
الا اذا دعاها فاجابته وقالت انا زوجتك او انا فلانة باسم زوجته فواقعها لان الاخبار دليل شرعي حتى لو اجابته بالفعل او
بنعم حدّ اور حد ماری جاویگی اوس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اوسنے گمان کیا کہ وہ اوسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی
حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال کرکے مگر جبکہ اوسنے عورت کو بلایا سو اوسنے جواب دیا اور اوسکو یون کہا کہ مین تیری جورو ہون یا مین
فلانی ہون اوسکی جورو کا نام لیکر پھر اوسنے اوس سے جماع کیا تو اوسپر حد نہین اسلئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی
جماع پر قادر کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی یہہ بستر پر عورت کے پائے جانیکی اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کی امتیاز کر لینا
مرد پر مخفی نہین ہوسکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہین بخلاف اوسکے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ یہہ تیری جورو ہے وذمية
عطف على ضمير حدّ وجاز للفصل زنى بها حربي مستامن حد ماری جاویگی ذمیہ عورت پر جس سے حربی مستامن مرد نے زنا کیا ذمیہ کا
لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بغیر اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جواز صورت عدم فصل مین ہے وذمیّ
زنى بحربية مستامنة لا الحربي في الاولى والحربية في الثانية والاصح عند الامام الحد كلهما لالتزام على مستامن لاحكامنا
اور حد ماری جاوے مرد ذمی پر جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد ماری جاوے حربی پر پہلی صورت مین اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت مین اور امام
اعظم کے نزدیک یہہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہین ہوتی مستامن پر ولا بوطی بهيمة بل يعزر وتذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع
بها حية وميتة مجتبى اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے اور مکروہ ہے فائدہ
لینا اوسکی جیتے اور مرتے کذا فی المجتبے م ذبح کرنا جانور کا واجب نہین بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جاوے
یہہ جلانا اوسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اوسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دیڈالے کذا فی المنح وفي النهر الظاهر انه يطالب ندبا
لقولهم يضمن بالقيمة اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر ایسا ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور
مضمون بالقیمت ہے م طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہین اور یہہ عبارت نہر الفائق مین بھی نہین بلکہ اوسکی عبارت یون ہے فان كانت الدابة
لغيره امر صاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة ثم تذبح والظاهر انه يطالب اى بالدفع على وجه الندب ولذا قال في الخانية كان لصاحبها ان يدفعها
اليه بالقيمة یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اوسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دیڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر ایسا ہے کہ مالک
مطالب بالدفع علی وجه الاستحباب ہے اور اسیواسطے خانیہ مین کہا ہے کہ اوسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اوسکو دیوے قیمت لیکر ولا يحد بوطي اجنبية زفت
اليه وقيل خبر الواحد كاف في كل ما يعمل فيه بقول النساء هي عرسك وعليه مهرها بذلك قضى عمر رضي الله عنه وبالعدة اور حد نماری جاویگی

اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف مین پونہچائی گئی مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہہ تیری زوجہ ہی اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہی یعنی مہر مثل اسیکا حکم
کیا عمر فاروق رضؓ نے اور عدت کا شارح کہتا ہی خبر دینا ایکعورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہی یعنی اگر ایکعورت بھی کہیگی کہ یہہ
تیری زوجہ ہی تو حد ساقط ہے اسواسطے کہ ابتدای ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کی غیر عورت سی نہین ہوتی تو مقام ہی اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہہ
حکم عمر فاروق سی نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ مین یہہ حکم علی مرتضیؓ سے ثابت ہی او یوطی محرمۃ قال ان فعل فی الاجانب محل وان
فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدر بنحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع
الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح ۱۲ یا وطی متعدد سی حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہہ فعل اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر
اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سی کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور در مین کہا کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سی جلا دینے
کی اور اوسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سی اوندھا گرا دینے سی پتھرون کے ساتھہ ڈہلکا کر اور حاوی مین ہی کہ امور ثلثہ مذکورہ سی کوڑے مارنے کی
تعزیر صحیح تر ہے ھم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے اس دلیل سی کہ لواطت مانند زنا ہی اسواسطے کہ محل شہوت مین شہوت رانی اور آب ریزی ہے
بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا صحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سی جلانا اور کسی نے اوسپر دیوار
کا ڈہانا اور کسی نے مکان بلند سی پتھرون کے ساتھہ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہین تو اگر لغت عرب
مین لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اوسکے موجب مین مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہہ جو ابن عباس سی سنن
ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو تو یہہ حکم بطریق
سیاست ہی نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی
النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفید ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے
اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مر جاوے یا توبہ کرے اور اگر اوسکو لواطت کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اوسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح
کہتا ہی اور نہر الفائق مین بحر الرائق سی منقول ہی کہ امام کی قید سی اسکی مفہوم ہی کہ قاضی کیواسطے حکم سیاست کا نہین ھم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ بطریق بحث کے ہی
نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکا امام کیواسطے خصوصیت قتل اس جزئی کی سی لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کیواسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور
ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار ہی کذا فی الطحطاوی مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر و
لو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ فانزل کرہ ولا شیء علیہ اور جوہرہ مین ہی کہ ذکر ملکر منی نکالنا حرام ہی اور اوسمین تعزیر ہی اور اگر
مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سی عبث کرنیکا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہہ مکروہ ہے اور اوسپر کچھہ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون
اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت مین بنا بر صحیح قول کے اسواسطے
کہ حق تعالی نے اوسکو قبیح فرمایا اور قران مجید اوسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہی خباثت سی کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا
وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول
اور اشباہ مین ہی کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اوسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ حرمت اوسکی سمعی ہی تو اوسکا وجود جنت مین ہوگا
اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو کہ انکا بدن نصف اعلی مردونکی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کی مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول
ہی ھم فتوحات مکیہ مین مذکور ہی کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلیئے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوی واسطے نکلنے براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے
کہا تو اسصورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر ... منہا عقلا وشرعا وطبعا
والذی انا لیس بحرام قطعا وتزول حرمتہ بتزویج وشرائہا بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا بل للتغلیظ لانہ مطہر علی قول

اور بحرالرائق مین ہو کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت عقلی سے یہہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت مین شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبیعت کیطرف اسناد مجازی ہو کذا فی الطحطاوی اور زنا حرام نہین باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اوسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت کے کہ اوسکی کسیطرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اسجہت سے نہین کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہو اسلئے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے و فی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبیٰ مین ہو کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک ھ طحطاوی نے کہا کہ یہہ تکفیر مقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اوسکا کافر نہین اگرچہ اوسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا و زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ھدایۃ اور زنا کیا دار الحرب یا دار البغی مین تو اوسپر حد نہین مگر جبکہ اوسنے زنا کیا اوس لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہو اقامت حد کی تو البتہ اوسپر حد ہو کذا فی الہدایہ ھ ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہو یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اوسکا اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہو نہ اقامت حدود مین حدود اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہو و لا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقاً لا علیہ ولا علیہا اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر ھ غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا مین اور عورت اوسکی تابع ہو اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہو امتناع حد کا تابع مین وفی عکسہ تحد فقط اور اسکے بالعکس مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر حد ماری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر و لا حد بزنا المستاجرۃ ای الزنا اور حد نہین اُس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ھ یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کیواسطے اجارہ لیتا ہون یا اسقدر دراہم لے تاکہ مین تجہہ سے قربت کرون تو اوسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہہ ہو طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہو اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہو اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا ہوا و الحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا مین حق ہو جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ھ فتح القدیر مین کافی سے منقول ہو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھ زنا کرون تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجار اور عطاے دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صور تون مین حق یہہ ہو کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکو معارض ہو حق تعالی فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقۃ زنا کو نہین مٹاتا انتہی ملخصا و لا بالزنا بالمکرہ اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کیطرف سے ہو یا غیر سلطان کے اور یہی مذہب ہو صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہو اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہو نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہو یعنی امام کے زمانہ مین بجز سلطان اکراہ پر قادر تہا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر و لا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبہۃ اور حد نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ھ اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہو اور انکار یہہ کہ کہے مین نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہو اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ملنا مورث شبہہ ہو دوسرے شخص مین اور جب ساقط ہو گی تو مہر واجب ہو گا کذا فی البحر وکذا لو قال اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسیطرح حد ساقط ہو اگر مرد نے کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہو اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی و فی قتل امۃ بزناہا الحد بالزنا والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے مین اوسکی زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہو بسبب قتل کے ھ لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہو اور خونبہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا و یسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء فاورث شبہۃ ھ اور اگر لونڈی کی آنکہ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اوسکی قیمت لازم ہو اور حد ساقط ہو بسبب مالک ہونے مرد کے اندہی جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بی بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک مین کا

پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الہدایہ وتفصیل مالو افضاھا فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کرڈالا زنا سے تو اوسکی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے
مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونون راہین یعنی قبل اور دبر بہٹ کر ایک ہو جاوین اسکو افضا کہتے ہین تو لونڈی یا کبیرہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ ہے
اور زنا تہی بلا دعوی شبہہ تو دونو پر حد ہے مہر مرد پر نہین اور افضا سے کوئی چیز اوسپر لازم نہین اور اگر ادعا شبہہ ہے تو حد نہین اور افضا سے کچھہ نہین مگر مہر واجب
ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہین پہر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اوسکا نہ تہمتا ہو تو مرد پر پورا خون
واجب ہے اور اگر پیشاب تہمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونو پر حد نہین پہر اگر بول تہمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے
ظاہر الروایۃ مین اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہین شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہو تو وہ کبیرہ
کی مانند ہے جمیع احکام مین سوای سقوط دیت کے اوسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اوسکا بول تہمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے
لیکن مرد پر حد نہین اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک یہ بھی لازم ہے انتہی ملخصا ولو غصبہا ثم زنی بہا ثم
ضمن قیمتہا فلا حد علیہ اتفاقا بخلاف ما لو زنی بہا ثم غصبہا ثم ضمن قیمتہا کما لو زنی بحرۃ ثم نکحہا لیسقط الحد اتفاقا اور اگر لونڈی کو
غصب کیا پہر اوس سے زنا کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہین بالاتفاق بخلاف اوسکے کہ اگر زنا کیا اوس سے پہر اوسکو غصب کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان
دیا جیسا کہ حرہ سے زنا کیا پہر اوس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہین ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفۃ الذی لا والی فوقہ یؤخذ بالقصاص والاموال
لانہا من حقوق العباد فیستوفیہ ولی الحق اما بتمکینہ او بمنعۃ المسلمین وبہ علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل التمکین فتح
اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہین ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اوسکو لے سکتا ہے
خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانونکی قوت اور شوکت سے استیفا حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفا
قصاص اور اموال کیواسطے قضاء قاضی شرط نہین بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفا قصاص کیواسطے قضا شرط ہے کذا فی الفتح ولا یحد ولو بقذف لغلبۃ حق اللہ
تعالی واقامتہ الیہ ولا ولایۃ لاحد علیہ اور حد ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود مین حق اللہ غالب ہے حقوق العباد پر اور اقامت
حدود کی امام کے اختیار مین ہے اور کسیکی ولایت اور حکومت نہین خلیفہ پر جو اوسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلد فانہ یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ
اوسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

یہہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام مین اور اوسکی گواہی سے رجوع
کرنے مین شہد وا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافۃ او خوف طریق لم تقبل للتہمۃ شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر یا
بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے م وجہ تہمت یہہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے ادای شہادت یا پردہ پوشی مین تو اگر اتنی تاخیر
پردہ پوشی کے جہت سے تہی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تہی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق
اہل شہادت نہین اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض ضرب کے حد بہاگ گیا اور پہر گرفتار ہوا تو تقادم زمان
سے اقامت حد نہوگی کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیہ حق العبد مگر حد قذف مین بعد تقادم کے بہی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہے یعنی دعوی
اسمین شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدون کا نہ ثابت ہوگا وضمن المال للمسروق لانہ حق العبد فلا یسقط بالتقادم
اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدون نے بعد مدت کے چوری کی گواہی دی تو
ضمان متاع کیواسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد مین تو تاخیر شہادت تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح
ولو اقر بہا ای بما حد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجی اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھہ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم
کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہین بمانند شہادت
کی وتقادمہ بزوال الریح وبغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

بھی قول اصح ہے ھ یہہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی النہر ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض قیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زنا بغائبۃ فحد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہو اور شاہد اوسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہوجاویگی اسکا جواب یہہ ہے کہ دعوی نکاح مثلاً شبہہ ہے اور احتمال اوسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا تو حدود کی نفی لازم آئیگی اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لاشتراط الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اوسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اوسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر بھی شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کاختلافہم فی طوعہا چنانچہ حد نہین شاہدون کی اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اوسپر جبر تھا تو دونوپر حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل فی اربعۃ لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا وتباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تب بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح ھ اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلیئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب خلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہہ ہے کہ چار گواہ ہون تب بھی جو دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کیوقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا ہے اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ مین اوسیوقت اوسی مہینہ دنمین تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہوسکتا اور شاہدون کا صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح

ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونوپر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ ابتداء فعل ایک کونے مین ہو اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او هم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ … فشہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کے زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اوسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اسکے یعنی بعد گواہی فرعون کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر ھ شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ اشتباہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور شہادت

فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح
شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان وصلیہ ہے تا کوئی فصلیہ سمجھکر لم تجد کو اوسکی جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے وکذا لو شہدوا علی رجل بزنا وہو مجبوب
اور اسیطرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی مرد کے زنا پر سوے مقطوع الذکر یا خصی کے وکذا لو شہدوا اربعا وہم عمیان
او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجدتہم کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف
اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اونپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ہین یا چار مین سے ایک گواہ محدود
فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اگر مقذوف
طلب حد کریگا ھ شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کی پوری نہین تو زنا ثابت نہوا اور مسلمان پر
عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اسکا حق ہے کذا فی النہر
والمنح وارش جلدہ وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اگر
گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اوسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف
ہے تو اوسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلئے کہ کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک
اوسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام
اور صاحبین کے یعنی در صورت عدم اہلیت شہود وحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص
چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اسلئے کہ شہادت اوسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ھ ماتن
نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور یہ شہادت
سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب
الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی
سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ھ سب گواہون پر اسواسطے
حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو انکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل
نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شیء علی خامس رجع بعد الرجم اور اوس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت
سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی
پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی
چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچون گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی
الحاوی القدسی ھ یہ حکم در صورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل للشہادۃ
عبیدا او کفارا ومعناہ اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا
ضمان دیوے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اوسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام
کی خبر دی ہو پھر اوسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہکر کہ مین بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار مین ورنہ دیت اوسکی بیت المال مین ہے بالاتفاق
یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوئے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئے تو بالاجماع اونپر ضمان نہین اور اگر مزکیون نے خبر دی کہ گواہ عادل ہین

پہر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین تو بہی انپر ضمان نہین بالاجماع کذا فے المنح مترجم کہتا ہے کہ وجہ فاہیمی کے روبرو شاہدونکی اہلیت شہادت بیان کرے و لا یحدّ و ن للقذف لانہ لا یورث الحد اور شاہدون پر حد قذف نماری جاویگی اسواسطے کہ قذف مین وراثت جاری نہین کذا فے البحر یعنی شاہدونے عیب لگایا تہا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اوسکا طلب حد نہین کرسکتا لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہروا کذلک ای غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مترجم کہتا ہے کہ دیت کا ضمان وہی جیسی قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اوسکو جسکو رجم کا حکم دیا تہا قاضی کیطرف سے بعد تعدیل شہود کے پہر اسطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال مین واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا فظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الدیۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاویگا قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اوس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہوگیا بنا بر قصاص کے گواہ شاہدون کا غلام ہونا ظاہر ہوا یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفا قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولو بلا تزکیۃ الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا کی تعدیل نہوئی تہی پہر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال سے ہے بسبب بجا لانے رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کیطرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال پر ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا التذذنا فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدا زنا کو دیکھا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی بسبب جایز ہونے نظر کے گواہ ہونے کیواسطے مگر جبکہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدا زنا کو دیکھا لذت لینے کیواسطے تو ایسے گواہی اونکی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کیواسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے اور حقنہ کرنیوالے کیواسطے مباح ہے اور واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جایز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی فعلی رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پہر ایک مرد اور دو عورتون نے اوسکے احصان پر گواہی دی یا اوسکی زوجہ اوس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پہر اوسکو طلاق دی اور بولا کہ مین نے اوس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ یستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تہی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تہی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے ماری جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اوسپر کوڑے ماری جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نرہی اوس عبارت کی جو متن کے بعض نسخون مین پائی جاتی ہے وہ یہہ قول ہے کہ جب دو زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اونمین سے وہ حد ماری جاویگی جو اوسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرلے اسکو ہم مصنف کی شرح مین یہہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچہہ حاجت نہین بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل تزوج بلا ولی فدخل بہا لا یکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف اگر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پہر اوس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بہی اسمین

مختلف مین نبیذ ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کہا ۔ اسطرح قطع اختلاف کے کذا فی المنح **باب حد الشرب المحرم** یہ باب ہے
شرب حرام کی حد کے بیان مین م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین **لحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد**
لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریہ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم یحد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان کو
اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاوےگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیۃ المفتی مین ہے
کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین م ذمی پر حد مارنا یہہ قول ہی حسن کا اور بعضے
مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اوسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایہ **ناطق فلا یحد الاخرس للشبہۃ** حد ماری
جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اوسکے اشارہ مفہومہ سے بہر صورت اوسپر حد
نہین اس شبہ سے کہ شاید اوسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو سو اوسکے اوتارنے کیواسطے اوسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی **مکلف طائع غیر مضطر**
لشرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی
کے م حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ انکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اونکے پینے مین حد
نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کیواسطے شراب پئیگا تو اوسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی **او سکر من**
نبیذ بہ یفتی یا مسلم نشہ کو مست ہوگیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے م یہہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اونکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور
نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اوس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سوای انگور کے کہجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چندروز رکہا جاوے کہ گاڑہا ہو اور
خمر یعنے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑہا ہوجاوے اگرچہ اوسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر
ہے اور اسی پر فتوی ہے **لو عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ**
لا یحد بخلاف الزنی لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پیکر اوسکو حرام ہونے کو جانکر
علم حرمت حقیقۃ ہو یا حکما اسطرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہوگیا پھر اوسنے
شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اوسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اوسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے
ہر دین مین شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر م طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ اعتراض تعلیل
مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین **بعد الافاقۃ فلو**
حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اس تقیید کا دلالت
کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی م یہہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ
ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کے بعد الافاقۃ کچہہ حاجت
نہین کذا فی الطحطاوی **اذا اخذ الشارب وریحہا ای ما شرب من خمر او نبیذ فیہ فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجودۃ تذکیر الریح وہو مونث**
سماعی غایۃ حد ماریجاوےگی جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اوسکی بو موجود ہو منہہ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو
پر قصر کیا اوسنے بیان مین قصور کیا یہہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا
فی غایۃ البیان یہہ رد ہے صاحب کنز پر کہ اوسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح **الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلا بد ان یشہدا**
بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کیواسطے ضروری ہے مگر یہہ کہ بو منقطع ہوگئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اسوقت مین
ضرور ہے کہ شاہد یون گواہی دین کہ اوسنے شراب اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اوسکو گرفتار کیا تہا حالانکہ اوسوقت بو موجود تہی **ولا یثبت**

الشرب بها بالرائحة ولا بتقيئها بل بشهادة رجلين اور ثابت نہین ہوتا شرب بوسے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردون کی گواہی سے ہم فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کبھی غیر خمر سے خمر کی مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل یعنی بہی کے کہانے سے اور قے سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اوسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فيسألهما الامام عن ماهيتها وكيف شرب لاحتمال الاكراه ومتى شرب لاحتمال التقادم واين شرب لاحتمال شربه في دار الحرب فاذا بينوا ذلك حبسه حتى يسأل عن العدالة ولا يقضي بظاهرها في حد كذا في الخانية دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پہر شاہدان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدونکی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بلاتحقیق کذا فی الخانیۃ ہم ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید گواہ ہر مطرب سرود انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا في الزمان او شهد احدهما بسكره من الخمر والآخر من السكر لم يحد كذا في الظهيرية اور اگر شاہد مختلف ہوئے زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اوسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونے کی تو اوسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ ہم سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اوسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہے کذا فی النہر او يثبت باقراره مرة صاحيا یا شرب ثابت ہوتا ہے شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ جس ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گہر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسینے اونکو پیتے نہ دیکہا ہو تو اونپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے ثمانين سوطا متعلق بحد الحر ونصفها للعبد اسّی کوڑے حد مارے جاوین آزاد کو اور اوسکی نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا کا تعلق سے متعلق ہے مفرقة على بدنه كحد الزنا كما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کی چنانچہ اوسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور فرج پر نمارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کیوقت اوتارا جاوے سواے پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شهدوا

بعد زوال ريحها لا لبعد مسافة او اقر كذلك او رجع عن اقراره لا يحد لانه خالص حق الله تعالى فيعمل الرجوع فيه ولم ثبوته بالاجماع الصحابة ولا اجماع الا برأي عمر وابن مسعود رضي الله عنهم اجمعين وقد شرطا قيام الرائحة تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بو کے خمر کے بلا بعد مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پہر گیا تو اوسپر حد نہین ہے اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہے اللہ تعالی کا تو اوسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پہر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہوا اور اجماع حاصل نہین مگر راے عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور ان دونون بزرگون نے قیام بوے خمر کو شرط کیا ہے ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اونکے امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بہی جائز ہے اگر اسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پہر ابوبکر نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت مین پہر جب عمر خلیفہ ہوئے اور ہر طرف کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کی مانند تو عمر نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہے کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین یہہ آتا ہے کہ آپ اسّی کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جبکہ مے نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو بے ہودہ بکیگا پہر جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہین انتہی اور وہ تمہارا ہی مذہب ہے کچہہ معارض نہین ہے اس حدیث کا کہ عبدالرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونون سے ۸۰ کوڑے بتائے گئے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے نہ کیا انتہی اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کیوقت حد معین نہ تہا پہر صدیق اکبر کیوقت اور ابتداے خلافت عمر فاروق مین ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پہر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل الکبار ایک موسے نہین بسبب اوسکی زیادتی فساد کرانکی

تک منتہی ہوا یعنے دو شاخ سے جب بار بار اتو یہ ہوگئی پہر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکہی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑہیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی فتح القدیر ملخصاً عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلا کر منہ سونگہو اگر بو کو پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر خلاد و ق کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و السکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر او امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نکرسکے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہی جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کیواسطے صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وھذہ احدی المسائل المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرھا اور اگر مرتد ہوگیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہین تو اوسکی زوجہ اوسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہہ ایک مسئلہ آن سات مسائل سے ہی جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہی چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہی م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کی مانند ہی مگر سات مسائل مین اوسکی مانند نہین ۱ مرتد ہونے مین ۲ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳ شہادۃ علی الاشہاد مین ۴ تزویج صغیر و صغیرہ مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہہ تزویج نافذ نہین ۵ وکیل ہوا طلاق کا ہوشیاری مین پہر مست ہوکر اوسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پہر اوسکو پہیر دی حالانکہ وہ مست تہا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بہنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کہانے سے مست ہوگا تو اوسپر حد نہین بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی انتہی نقلہ وفی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہی کہ تحقیق عنایہ کا قول ہی کہ خراسانی اجواین مباح ہی اسواسطے کہ حشیش یعنی گہاس ہے پر اوسکا نشا حرام ہی م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی نئے معنی ہی اور یہہ عبارت عنایہ مین نہین بنج یعنی خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہی تو ظاہرا اختلاف ہوا اوسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہہ ہے کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہی اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہی اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فھرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی مثلا تیس یا ساٹھہ کوڑی ماری گئی پہر وہ بھاگ گیا پہر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لانہ اخل المقصد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب داخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا م یعنی اگر شارب پر کچھہ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پہر اوسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہی بسبب التحاد قصد کے اور یہی حکم ہے زانی کے بہاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاح جمح بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست یا ہوشیار کے گہوڑے نے اوسکے ساتھہ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تہا اوسکے روکنے پر تو اوسپر ضمان ہی اور اگر قادر نہین تو اوسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیہ م

مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا مصنف نے عن العمادیہ **باب**
حد القذف یہ باب ہے قذف کے بیان مین هو لغة الرمی وشرعاً الرمی بالزنی وهو من الکبائر بالاجماع **فتح** قذف لغت
عرب مین عبارت ہی مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہی زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت
کذا فی الفتح **م** حق تعالی قران مجید مین فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت
مین اور انکو واسطے عذاب عظیم ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا
خدا کے ساتھہ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کہانا اور یتیم کا مال کہا جانا اور جنگ کفار سے بہاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا
کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرانی سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگا دین محصنات کو اور چار گواہ نہ لا دین تو انکو ۸۰ کوڑے مار دو اور
اونکی گواہی کبہی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہی تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگا دیگا تو اوسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے
کذا فی المنح نہر الفائق مین ہے کہ ہر چند نص قرانی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بہی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار
کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النهر قذف غیر المحصن کصغیرة ومملوكة وحرة متهتكة من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہی کہ غیر محصن کا قذف
جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہی **م** نہر الفائق مین یہہ قول حلیمی شافعی کیطرف منسوب ہے تو ظاہر اسقدر اک غیر مناسب ہی بلکہ خود شارح
نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہی کہ قذف کبیرہ گناہ ہی اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہی سو وجوب حد کیواسطے ہی
نہ کبیرہ گناہ ہونے کیواسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو ذمی کو قذف کریگا اوسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے تاں حلیمی شافعی
البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہی انتہی کذا فی الطحطاوی هو کحد الشرب کمیة وثبوتاً فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کی مانند ہی مقدار
اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مرد کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کی ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتونکی گواہی مقبول
نہین اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو **یسألهما الامام عن**
ماهیته وکیفیته سوال کریگا امام یا نائب اسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اوسکی سے **م** حقیقت قذف کا سوال اسوقت ہی جب گواہون نے اسطرح
گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اوسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النهر کیفیت سے وہ لفظ مراد
ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شهدا بقوله یا زانی مگر جب دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو
یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچہ حاجت نہین کہ خود اوسنے مذکور کی **ثم یحبسه لیسأل عنهما ای یحبسه لیشهود یمکن احضارهم فی ثلثة ایام الا للظهیریة** پہر بعد اسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہی اوسکو شہود کیواسطے جنکا
حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ **ولا یکفله خلافاً للثانی** نهر اور امام حاضر ضامن
نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النهر **ویحد الحر او العبد ولو ذمیاً او امراة قاذف المسلم الحر الثابت حریته**
الا بقذفه العنه اور حد مارا جاویگا حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہی قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اوسکی حریت
ثابت نہین تو اوسکی قذف مین تعزیر ہی قاذف پر حد ہی اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو **م** طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلاوجہ ہے اسواسطے کہ وہ
حر اور عبد کے لفظ مین داخل نہین **البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا** جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے **م** تو کافر
اور غلام اور صغیر اور مجنون اور زناکار کی قذف سے حد نہین **م** نہر الفائق مین ہے کہ عفیف وہ ہی جسنے کسی عورت کی وطی زنا اور شبہہ اور نکاح فاسد سے
نکی ہو **فیه نقص عن احصان الرجم بشیئین النکاح والدخول** تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیز مین کم ہی یعنی
نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہی بخلاف احصان قذف کے کہ اوسمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون ولهذا

الشروط ان لا یکون ولد له او ولد ولده او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او طی فاسد او وطی زنا او ...

اور شروط احصان قذف سے یہہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر والخصیتین یا خصی نہو یا اوسنے بنکاح وطی کی یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو ہم گونگی کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاے حد مقذوف کی دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اوسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اوسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت ہے رتقا اور قرنا مین اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سو اوس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا یہان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہایہ الفائق کو دیکھا تابع ہو گیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہے کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اوسپر حد ہے اسواسطے کہ زنا کرنا اونسے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اونکی بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اوسکو واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ تبیین اور محیط مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط الحد عن القاذف ولو اسلم بعد ذلک فیہ اور شروط باقیہ سے یہہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کیوقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر ہم شروط مذکورہ سے یہہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حد قذف مین ارث نہین اور یہہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم سے ... کما فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے یعنی جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت اتزن فانہ ... فی المطہ یا اور صریح زنا مین داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا سب سے کذا فی الظہیریہ ہم مبسوط مین مثال اول کے مخالفت ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ہم ... کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہے ہم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول بعید ہے ہم ولو قال یا زانی ... تکملہ اور اگر یازانی کہا یعنی سجا ہے یا تحتیہ ہمزہ بولا تو اوسپر حد نہین کذا فی شرح التکملہ ہم ظاہرا یہہ قول ... نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف صاحب حد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ ہموزہ سے صعود کے معنی اوسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھہ مقرون ہو اور بلاذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی بلاذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او لقولہ زنات فی الجبل بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب یتعین انہا ... حد ہے صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنے تو نے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑہگیا پہاڑ مین اسلئے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلئے کہ بعض عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہہ قول مشیر ہے کہ فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر زنات علی الجبل کہیگا تو اوسپر حد نہوگی اسلئے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو نزاد لست لامک او قال لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوف ... یا حد قاذف ہے اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے باپ کا نہین تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت کے نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اوسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہے اور حالانکہ ماں اوسکی محصنہ ہے احصان اوسکی ماں کا شرط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتونمین یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان مین قذف در حقیقت اوسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ ستر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اوسکی والدہ ہے اور طالب حد اوسکا ولد ہے جب کہ ماں اوسکی

مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب وسکی والدہ ہوگی نہ اوسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی **فی غضب یتعلق بالصور الثلث** فی غضب تینون صورتون سے
متعلق ہو یعنی زنیت فی الجبل معہ و لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کی حالتین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ مین
سے کوئی قول کہیگا تو حد نہین اسلئے کہ قول اول مین زنا معہود کے معنی ہیں اور قولین اخیرین مین نفی ولدیت بمحاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے
بطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد یعنی قاذف حد مارا جاویگا تقذف
محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے ایسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اوسکو
عیب لگاتے وقت کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ھ درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون
کہا تہا **بل وانت امرہ المقذوف بذلک شرح تکملہ** یعنی اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملہ ھ باوجود
امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو عبد کی اباحت سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی **ویُنزع الفرو والحشو فقط اظہارا
للتجرد باحتمال صدقہ فلا یجلد بنزع ثوب** اور حد مارنے کیوقت قاذف سے بدن پر فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بہرا ہوا کپڑا اتار لیا جاوے
واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کو قاذف کے صادق ہونیکے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ھ حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق
ہو لہذا اوسکے سب کپڑے نہ اوتارے جاوینگے سوای پوستین اور روئی بہرے کپڑے کے تا خفت حد قذف ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوای پاجامہ اور سب کپڑے اوتار
ڈالے جاوینگے ھ **لا یحد بلست بابن فلان جدہ لصدقہ** یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اسکے
کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا **وبنسبتہ الیہ ای الی جدہ وعمہ وخالہ وزوج امہ وربہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ
ای نفیہ لانہم اباء مجازا** اور حد نہین اوسکی دادا کیطرف اوسکی نسبت کرنیسے یا اوسکے اموں یا اوسکے مربی اور پرورش کرنیوالے کیطرف نسبت کرنیسے اگرچہ مربی
اوسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور چچا وغیرہما باپ مجازی ہین راب بتشدید باء موحدہ بمعنی مربی ھ **ولا بقولہ یا ابن ماء السماء
فیہ نظر ابن کمال** ھ یون کہنے سے حد ہے کہ او بارش آسمانی کے فرزند اسمین اعتراض لیا ہے ابن کمال نے ھ اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود و صفا
اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تہا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت
دیتا تہا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھے اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اوسکی فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی
ملقب بابن ماء السماء تہا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال کی تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ
ہم التزام کرتے ہین اور اوسکو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہین اس حالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء
مشہور ہو تو دشنام کیوقت البتہ اوسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے مین اور نہین تو نہین **ولا بقولہ یا نبطی لعربی** اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین ھ نبط ایک
گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے ہین اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ انباط عجمی کسانکار ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب
اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے بلا گمان قذف **فی النہر یعنی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر** نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی
قائل نسبت کرے منتسب کو اوسکی غیر قوم کیطرف یا اوسکو قوم سے اوسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے ھ نہر الفائق مین یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب
وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون کہنا کہ او زنا کے چوزے یا او زنا کے انڈے او زنا کے
حمل اور زنا کے سخل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کیواسطے بولے جاتے ہین حمل بتحتین بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو اور سخل بچہ گوسفند بمجرد پیدائش
ھ نہر الفائق مین جو یہ ہے سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین **بخلاف یا کبش الزنا او یا حرام زادہ فانہ** بخلاف اس قول کے کہ او
زنا کے مینڈھے یا او حرام زادے کہ یہ قذف نہین کذا فی القنیہ ھ طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید یہ وجہ ہے کہ قذف مین مستعمل نہین اور حرام زادہ
شریر اور مکار کو بولتی ہین اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہے اور زنا نہین **وفیہا لو قال لا ابو لک فلاحد** قنیہ مین ہے

کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو اوسپر حد نہین ولاحد بقوله لامرأة زنيت ببعير او بثور او بحمار او بفرس لانه ليس بزنا
شرعاً اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہہ تمکین زنا نہین بخلاف
زنيت ببقرة او بشاة او بناقة او بحمارة او بثوب او بدراهم فانه يحد لانها لا تصلح للايلاج فيراد زنيت واخذت البدل بخلاف
اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا دراہم سے تو مرد پر حد ماریجاویگی اسواسطے کہ عورت اور خالص فرج کے لائق
نہین تو یہہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قيل هذا لرجل فلا حد لعدم العرف باخذه المال اور اگر یہہ قول
مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما يطلبه بقذف الميت من يقع القدح في نسبه بسبب
قذفه اي الميت وهم الاصول والفروع وان علوا وسفلوا ولو كان الطالب محجوبا او محروما عن الميراث بقتل او رق او كفر او ولد
بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوه او تصديقه للحوق العار بسبب الجزئية قيد بالميت لعدم مطالبتهم في الغائب لجواز تصديقه
اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہے بقذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع مین اگرچہ
عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص ابعد با وجود اقرب کے یا
اوسکو عفو کر دینے یا اوسکی تصدیق کر دینے کی طالب ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہرطرح اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے — ماتن نے
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو
طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنی اونکو حق طلب نہین قال يا ابن الزانيين وقد مات ابواه فعليه حد
واحد للتداخل الاتي ثم موت ابويه ليس بقيد بل فائدته في المطالبة کہا اور دونونکی بیٹی اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو
قاذف پر ایک ہی حد ہو بسبب تداخل کے جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیئے کہ موت اوسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اوسکا
مطالبہ مین ہو یعنی اگر والدین میت ہونگے تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اونکی حیات کے کذا فی المنح ذکر في اخر المبسوطات معتوهة قالت
لرجل يا ابن الزانيين فجاء بها الى ابن ابي ليلى فاعترفت فحدها حدين في المسجد فبلغ ابا حنيفة فقال اخطأ في سبعة مواضع بنى
الحكم على اقرار المعتوهة والزمها الحد وحدها حدين واقامهما معا وفي المسجد وقائمة وبلا حضرة وليها مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ
بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اوسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اوسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اوسکو دو
بار حد ماری مسجد مین تو یہہ خبر پہنچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہہ ۱ حکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ۲ اور اوسپر حد لازم کی
۳ اور اوسکو دو حدین ماریں ۴ اور دونون حدون کی ساتھہ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم کی ۶ اور اوسکو کھڑا کرکے حد ماری ۷ اور بلا حضور
اوسکے ولی کے ہم فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن
الزانیین تو اوسکو دو حدین ماریں مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اوسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہہ خطا کی
اول یہہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسری یہہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسری یہہ کہ اگر اوسکے نزدیک دو حدین تہین تو دو
حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھی یہہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہہ کہ اوسکو دریافت کرنا تھا کہ اوسکی
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اونکو اختیار تہا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تہا انتہے تو شاید یہہ زیادت اور نقصان
بسبب اختلاف راویون کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے یہہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اونکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی
وقال في الدر ولو لم يعرف ان ابويه حيان فتكون الخصومة لهما او ميتان فتكون للابن اور در مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور
کے والدین زندہ تھے سو حق خصومت اونکو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت عليه اجناس مختلفة بان قذف وشرب وسرق

له یعنی زینت بوزیر اودراہم ۱۲
سله مرقا ہوا کہ جواب کافی نہین کیونکہ تو تعدد بھی ثابت ہے اور نہ اوسکی تعدد مین حق ہونا خلاف نفس الامر کے کرتا ہے ۱۲

وزنیٰ غیر محصن تُقام علیہ الکل لاختلاف المقصد ا جمع ہوئین ایک شخص پر کئی حدین مختلف طرح کہ اسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن نے زنا کیا تو اسپر سب حدود
قائم کیجاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد واحد
سے جمیع مقاصد مذکورہ نہین حاصل ہوتی بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا یُوالی
بینھا خیفۃ الھلاک بل یُحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان اتصال نکیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اونکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانیکے
خوف سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک و یُبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ھو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع
لثبوتھما بالکتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاویگی بسبب حق العبد کے اگرچہ اوسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا
کو شروع کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قران مجید سے یعنی دونو قوت مین برابر ہین کسیکی ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ
باجتھاد الصحابۃ اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اسکے ثابت ہونیکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ ایضًا بدأ بالفقیٔ ثم بالقذف ثم رجم لو
محصنا و نحوہ غیرہ قالجلد اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کریگا پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہوا اور اگر سوا اور حدود ولغو
ہوجاوینگی کذا فی البحر ہم طحطاوی نے ابوسعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہو وفی الحاوی القدسی ولو قتل
ضُرب للقذف وضُمن السرقۃ ثم قُتل وترک ما بقی اور حاوی قدسی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاویگی اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے
اور باقی حدود متروک ہون ویُؤخذ ما سرقہ من ترکتہ لعدم قطعہ لہ اور جسقدر اوسنے چوری کی وہ اوسکے ترکہ سے لیجاویگی بسبب اوسکے عدم قطع کے کذا فے
النہر یعنے ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے سو یہان ہاتھ نہین کٹا ولا یُطالب ولد ای فرع وان سفل وعبدہ اباہ ای اصلہ وان علا
وسیّدہ لامہ ونحوہ بقذف امہ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف
سے جبکہ حرہ مسلمہ محصنہ ہو ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو اور غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح کہ مان آزاد ہوگئی
اور بیٹا اسکا غلام رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولے ساقط ہوگی فلو کان لھا ابن من غیرہ اواب
اوغیرہ ملک الطلب فی النہر واذا سقط عنہ الحد عزر بل بشتم ولدہ یُعزر پھر اگر اوس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو
بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا اسکی مانند کوئی اور اصول اور فروع ہین تو وہ مطالبہ حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ پر
حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جاویگا بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور حد قذف مین ارث نہین بخلاف
امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل ہے وارث دعوی نہین کرسکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے
بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین
قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت
ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہے رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل
لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حُد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے
بلکہ اس سبب سے کہ اوسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہان تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور طلب کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح
الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے
نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لاخر یا زانی فقال الاخر لا بل انت حُدّا لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی
سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین زانی نہین تو زانی ہے تو دونون پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف مین یعنی اس قول سے
دونون قاذف ہوگئے اگر بنا بر حق العبد کے کہے کہ دونون برابر ہوگئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونون پر حد

ہوگی لہذا نے النہر بخلاف ما لو قال لہ سفلاً یا خبیث فقال بل انت لم یعزرا لانہما قد تسابا و تکافیا بخلاف اوسکے یہہ صورت ہو
کہ اگر ایک شخص سے دوسرے نے مثلاً کہا یا خبیث سو اوسنے جواب دیا کہ بلکہ تو خبیث ہو تو دونون پر تعزیر نہین اسواسطے کہ تعزیر دونونکا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہی
حالانکہ جواب دینے سے دونون برابر ہوگئے تو دونونکی مکافات ہوگئی یعنی دونون سے تعزیر ساقط ہوگئی بخلاف ما سبق لیونکہ نما یعنی کلی الا اذا مضی
امرہما الی القاضی فانہما طلباہ فی مجلس الشرع ونتفاوت الضرب بخلاف سابق و یہ مسئلہ ہے جو آویگا کہ اگر دو شخصون نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے
باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونون برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر مین بلکہ دونونکو تعزیر دیجاویگی بسبب اہانت ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے
ضرب کے ولو قال لعرسہ وہو من اہل الشہادۃ وقذفت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت
کا سو زوجہ نے وہی قول پھر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا ہم یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین نہین
تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج مین اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اوسکا قذف لعان کا موجب نہوگا
تو دونون پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح لان الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الآخر وجب تقدیمہ احتیالاً
للدرء قول مذکور مین حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہہ ہی کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے مین دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اوسکی
تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیت
اور لعان کی تقدیم مین ابطال حد کا نتہا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین مین ہوتی ہے اور لعان تو حد نہین
اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہی یعنی مشروعیت لعان کی واسطے ازجار کے ہی مانند حدود کی ولذا لو قالوا
لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے فقہانے کہا ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی مان کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا
اسواسطے کہ محدود ولائق لعان کے نہین رہتا بحرالرائق مین کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونون مین قاضی لعان کرا دیگا پہر زوجہ کی مان اپنی قذف
کی حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اوس صورت مین مفروض ہی جب زوجہ اور اوسکی مان معاً
طالب ہون ولو قالت فی جوابہ زنیت بک او معک ہدرا ای الحد واللعان للشک اور اگر زوجہ نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اوسکو جواب مین
کہا کہ تیرے ہی سبب زنا کیا یا تیرے ساتہہ زنا کیا تو حد اور لعان دونو باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے ہم تفصیل شک یون ہی کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہے کہ اوسنے قبل نکاح
کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اوسکی تصدیق نہین کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے
اوس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھہ بعد نکاح کے ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہی نہ حد
اسواسطے کہ قذف مرد کیطرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت مین لہذا دونون ساقط ہوگئے کذا فی المنح
قید بالخطاب لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حدت وحدہا خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون
جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجہہ سے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام مین ترجیح فی العلم کیواسطے
مستعمل ہوتا ہی تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہین کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہہ جو بعضی نسخون مین ہی کہ حدت وحدہ
سو تحریف ہی ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا ایاہ اور اگر وہ تیغے گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہی یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ
اوسنے جواب دیا کہ مین نے تیرے ساتہہ زنا کیا تو عورت پر حد ہی نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بہی مرد کو قذف کیا اور اوسکا حق تصدیق
کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پہر اوسکی نفی کی تو
لعان کرے زوجہ سے اور اگر اسکو بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پہر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی اور ولد دونون صورتون مین مرد کا ہی

اوسکو اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہے اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فهدر لانه انکر الولادة اور اگر زوجہ کو کہا کہ یہہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلئے کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامرأته یا زانی لم یحد الا فلان الهاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اپنی عورت سے یا زانی تو اوسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہا ہوز محذوف ہو سکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تہا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیه لا وقال محمد یحد لان الهاء تدخل للمبالغة کعلامة قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کیواسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لها ولد لا اب له معروف فی بلد القذف اور حد نہین اوس عورت کے قذف سے جسکو ولد کا باپ معلوم نہین اوس شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر او من لاعنت بولد لانه امارة الزنی یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا با وجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب مرد سے قطع کر دیا اور ولد کو مان کے ساتھہ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اوسکی قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکه بکل وجه کامة ابنه او بوجه کامة مشترکة او فی ملکه المحرم ابدا کامة هی اخته رضاعا فی الاصح لفوات العفة یا حد نہین اوس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے جیسا کہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی جیسا کہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اوس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی جیسا کہ اپنی اوس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے ہم یہہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کے عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرها لسقوط الاحصان یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابة فی حریته فاورث شبهة یا حد نہین اوس مکاتب کی قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کر کے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم وفا بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مر جاویگا تو اوسکی قاذف پر بطریق اولی حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحد قاذف واطئ عرسه حائضا وامة مجوسیة ومکاتبة ومسلم نکح محرمه فی کفره للثبوت الملک وفی الاخیر خلاف لهما اور حد مارا جاویگا قاذف اوس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اوس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنے محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اوس کی ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہے اور باقی مین ملک یمین ہے اور پچھلی صورت مین خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستأمن قذف مسلما لانه التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقة لانهما من حقوق الله تعالی المحضة کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایه اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اسنے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ مستامن پر نہین اسلئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماریجاویگی سوا شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا عن المنیة تصحیح حده بالسکر فلیحفظ لیکن ہم باب الشرب مین مقدم ذکر کر چکے ہین منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بہی شارح رحمہ اللہ نے استدراک کیا غایۃ البیان کے استثنا پر وفی السراجیة اذا تعتقد وا حرمة الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کی مانند ہین وجوب حد مین

ہم نتائج نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت زنا
ہوں اور منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ ہوگا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاویٰ ہے کذا فی المنح وفیہا لو سرق الذمی او
زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حُد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا۔ اور سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر
مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اوسکے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں ہو اسلئے کہ کفار کی
گواہی مسلم پر مقبول نہیں اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او علی اقرارہ بالزنا او ربعا کما مر اور اگر
قاذف نے قذف کا اقرار کیا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف
کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا یا چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او علی
اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد صرح فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ
ان کان منکرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی
یوں ہے یا اوسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا
معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود
اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے اور ان سات مقاموں سے یہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا اسمیں
خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے ہم اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ
مسموع نہیں مگر سات جگہ ۱ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثوں پر حکم متعدی ہو ۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر مدعی کے
گواہ مسموع ہیں ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں رفع ضرر کیواسطے ۴ استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کی مسموع
ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ نے خصومت کی صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کیلئے اقرار کیا
تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کی کرایہ کرنی
پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہے تو مسموع نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وحُد المقذوف یعنی اذا لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی
حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہ ہوگی چنانچہ پوشیدہ نہیں ہم حد المقذوف جزاء ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے
زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماری جاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر یؤجل الی قیام المجلس فان
عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کے لانے سے فی الوقت اور حاکم سے مدت مانگے اپنے گواہوں کے حاضر کرنیکی جو اوسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاویگی قیام مجلس تک
پھر اگر نہ لاسکے تو اوسپر حد قذف ماریجاویگی ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامن نہ لیجاویگی قاذف سے
تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنی نظربند رہیگا اور اوس سے کہا جاویگا کہ گواہوں کی طرف ہر شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقۃ او علی
کما ذکر دُرئ الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہوں فاسق سے اپنے قول کی گواہی لائی تو قاذف اور مقذوف
اور گواہوں سے حد مندفع ہوجاویگی کذا فی الملتقط ہم قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہیں ہے کہ نصاب شہادت پورا ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے
حد نہیں کہ وجوب حد شہود کے عدل پر موقوف ہے یکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا
اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا بعضہم ثم قذف آخر فی المجلس
فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے اون جنایات کیواسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اون جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کرچکے
ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد اور قذف ایک لفظ سے ہو یا متعدد الفاظ سے ایک دن میں یا متعدد دنوں میں

یا چند ایام مین طلب حد جبکہ مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہو اطلاق مصنف کو جب کہ قاذف کو حد قذف ماری گئی ہو سوا ایک کوڑی کے پھر اوسنے دوسری بار اوسی مجلس مین دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجا وینگی یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کے واسطے کچھہ نہین بسبب تداخل کے ہم اکتفا و حد واحد پر ہوتی ہو جب کہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اوسکی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف آخر حُدَّ حدّ العبد فان اخذه الثانی کُمّل له ثمانون لو قوع الاربعین لهما نہیں اور جب کہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخصکو قذف کریگا تو اوسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑی پھر اگر مقذوف ثانی اوسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملاکر اسّی کوڑی پوری کرئیے جاوینگے بسبب واقع ہونی پہلے چالیس کوڑ دونکے دونون حد دونکے واسطے کذا فی الفتح یعنے پہلی چالیس کوڑی دونو قذفون مین شمار ہوگئی بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی مین چالیس باقی تہے سو وہی چالیس تہے مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماریجاوینگے وفی شرح الزیلعی قذف فحدّ ثم قذفه لم یحدّ ثانیا لان المقصود وهو اظهار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتهی اور شرح زیلعی کے بیچ ہی ہی کہ قذف کیا زید کو مثلا سو اوسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اوسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد نماری جاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنے اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سو حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہی انتھی کلام زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کے کچھہ مخفی نہین اسواسطے کہ اول حد سی زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ مین بہی مطلقا نفی حد ہے مثل زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفاده انه لو قال له یا ابن الزانیة وامه میتة فخاصمه حُدَّ ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہو کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پہر اوسکی مان کو اور حالانکہ اوسکی مان میت تہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اوسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اوسکی پوشیدہ نہین یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اوسنے اپنی مانکی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اوسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سی عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اوسکی مان کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دو مرتبہ کو ایک لفظ سی قذف کیا یا دونونکی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییده بالحدّ ان التعزیر یتعدّد بتعدّد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگا نیسی اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہو اپنی الفاظ کے متعدد ہونیسے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہی ہم طحطاوی کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہو کہ مینے اسکو مصرح نہین دیکہا مگر فقہا کے کلام سے سمجھا جاتا ہی **فرع** مسئلہ محققہ شارح کا ان القاضی رجلا زنی وشرب لم یحدّه استحسانا وعن محمد یحدّه قیاسا علی حدّ القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وهو مندوب للدرء بالخبر فتلحقه التهمة حواشی السعدیة دیکہا قاضی نے اگر کسیکو زنا کرتی یا شراب پیتی تو اوسپر حد نمارے بنابر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد ماری حد قذف اور قصاص کی قیاس پر ہم جواب دیتی ہین امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفای حد شرب کا حق قاضی کیواسطے ہی اور حالانکہ قاضیکو دفع حد مستحب ہو بموجب اس حدیث کی کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود وهو بخلاف حد قذف کے کہ اسکا حق استیفا مقذوف کو ہی نہ قاضی کو اور قصاص مین حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب تعزیر کے احکام مین ہی چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت نہی لہذا مصنف نے اونکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تہی حد سے مقدار اور دلیل مین تو اوسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہی کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سی قال اللہ تعالی (واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) اس آیت مین حق تعالی نے زوجات کی مار نیکو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی مین حدیث مرفوع منقول ہے کہ علی نے عصا کو اپنی اہل سے نہ اوٹہایا اور مروی ہی کہ کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تہا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکو تعزیر دی اور محیطین حدیث مرفوع مروی ہی کہ خدا رحم کرے اوس مرد پر جسنے اپنا عصا اوس مکان میں لٹکا رکہا کہ اہل وعیال کو نظر آوے اور قوی تران احادیث سی بخاری اور مسلم کی حدیث ہی کہ سوای حدود کی دس کوڑے سے زیادہ نماری جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہی تعزیر لڑکون کے مارنیسی جب وہ دس برس کے ہوکر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہی مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہی

بدفعلی کی عادت نہ پڑے کہ یہ بچاؤ ہی اور فحش بفعل کی نوبت پہونچی کذا فی فتح القدیر **هو لغة التاديب مطلقا** یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہی تادیب سے
مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور یہی تعزیر کی غرض ہی یعنی تا وہ زجر و رجوع کرے کذا فی المنح **وقول القاموس انه يطلق**
على ضرب ما دون الحد غلط نهر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہی غلط ہی کذا فی النہر م نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر مکی کیطرف
منسوب ہے اسواسطے اسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہی جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل ہین اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور جو ہینے جواب
دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ اوسکی عادت ہی کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر فوائد کیواسطے مذکور
کرتا ہی اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **وشرعا تاديب دون الحد اكثره تسعة وثلثون سوطا واقله**
ثلثة لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہی تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی اونتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے ہی اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو
یعنی ضرب الی تعزیر کا یہ بیان ہی یہ مطلق تعزیر کا اور کم کا یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رای پر مفوض ہی یہانتک کہ اگر وہ
جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہی کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر اونتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے
نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کردیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کردیے اور اصل اسمین وہ حدیث ہی
جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہی من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہی اگرچہ عند المحققین یہ
حدیث مرسل ہی لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے نظر صرف
عبد کی حد سے جو اقل حدود ہی تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو
صحیحین مین یہ حدیث مشہور ہی کہ تعزیر دس کوڑے سے زیادہ مارنا نہ چاہیے تو اوسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہی صحابہ کرام کے عمل کرنے کی بخلاف
اسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر **وجعله في الدرر على اربع**
مراتب اور نور الدرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھیرایا ہی وہ مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر اشراف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام ہے اسطرح کہ قاضی
اون سے کہے کہ ہمکو معلوم ہوئی ہی کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانا ہے
دہقان سے مراد رئیس ہے یعنی مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس ہے اہل بازار کی کھینچ لانا اور قید کرنے سے
اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہی کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی **وكله مبني على عدم تفويضه للحاكم مع انها ليست على**
اطلاقها فان من كان من اشراف الاشراف لو ضرب غيره فادماه لا يكفي تعزيره بالاعلام وارى انه بالضرب صواب نهر اور یہ سب یعنی
یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہی عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجودیکہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ
اشراف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اوسکی خون نکلے تو اوسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہین اور مجھکو معلوم ہوتا ہی کہ ایسے وقت مین اوسکی تعزیر ضرب سے صواب
ہی کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشراف الاشراف مین افراط کی بلکہ صورت مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشراف الاشراف
کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہی چنانچہ نہایہ مین مذکور ہی کہ اعلام کے ساتھ تیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہوکر لازم ہی یعنی بمقدار سبب تعزیر کذا فی
الطحطاوی **ولا يفرق الضرب فيه وقيل يفرق ووفق ان بلغ اقصاه يفرق والا لا شرح وهبانيه** اور تعزیر مین ضرب متفرق نکیجای اور دوسرا قول یہ ہے
کہ متفرق کیجای بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون کیگئی ہی کہ اگر تعزیر اپنی نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوی یعنی اونتالیس کوڑے کو تو بدن پر علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیے
تا خوف ہلاکی کا نہو اور اگر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نکیجای کذا فی شرح الوہبانیہ ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ متفرق مارنا چاہیے عضاکو سوای مونہہ اور سر اور
شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور سینہ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی المنح **ويكون به وبالحبس وبالصفع على العنق وفرك الاذن وبالكلام العنيف وبنظر**
القاضي له بوجه عبوس وبشتم غير القذف مجتبى اور تعزیر ہوتی ہی ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے یعنی پشت کیجانب سے اور کان مروڑنے سے

اور سخت کلام کرنے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہو کر تھکوا اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبیٰ وفیہ عن السرخسی لا یباح بالصفع لانه
من اعلیٰ ما یکون من الاستخفاف فیصان عنه اهل القبلة اور مجتبیٰ میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مار کر ہو اسلئے کہ
یہہ استخفاف اور ذلت کا اعلیٰ مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیئے لا باخذ المال فی المذهب بحر وفیه عن البزازیة وقیل یجوز ومعناه
ان یمسکه مدة لینزجر ثم یعیده له فان ایس من توبته صرفه الی ما یری وفی المجتبیٰ انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال
لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق اور شمنی بزازیہ سے یوں منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ اوسکے
مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اسکو حوالہ کرے پھر اگر نا امید ہو مجرم کی توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو
جہاں مناسب سمجھے صرف کرے اور مجتبیٰ میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگوں کا ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ نہ ٹھیرا دیں
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور یہہ نہیں کہ حاکم اسکو خود لے جیسے
کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہیں سو اسلئے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی النہر والتعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رای القاضی
وعلیه مشائخنا رحمهم الله لان المقصود منه الزجر واحوال الناس فیه مختلفة بحر اور تعزیر میں کوئی چیز معین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض
ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیوں کے احوال اسمیں مختلف ہیں کذا فی البحر یعنی
بعضا شخص فقط کلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے کو بیس کوڑے کی کچھ پروا نہیں تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد
رجلا مع امرأة لا تحل له ولو اکرهها فله قتله ودمه هدر وکذا الغلام وهبانیه اور کاہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی کو
اوس عورت کے ساتھہ پایا جو اوسکو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا بجز خلوت مراد نہیں یہہ قید فحوائے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے
والیکو قتل اسکا جائز ہے اور خون اسکا باطل ہے اور یہی حکم ہے امرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر جبر میں قتل بدون شرط آئندہ جائز ہے اور نہیں تو
اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک ہمارے حکم کے یا شارح کی عبارت میں واو عاطفہ اولیٰ ہے بہر صورت یہہ امر تحریر کے لائق ہے لکن یعلم انه لا ینزجر بصیاح وضرب
بما دون السلاح والا لا علائی نہر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد کو اس کلام سے شرط ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کرنے اور مارنے
سوای ہتیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اوسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں ولو کانت المرأة مطاوعة قتلهما کذا عزاه الزیلعی
للهندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کیا ہے ثم قال وفی
منیة المفتی لو کان مع امرأته وهو یزنی بها او مع محرمه وهما مطاوعتان قتلهما جمیعا انتهی واقره فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیة المفتی میں ہے
کہ اگر دیکھے اپنی زوجہ کے ساتھہ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اوسکی محرم عورت کے ساتھہ زنا کرتا ہو اور وہ دونوں راضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے یعنی
مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سب کو انتہی کلام الزیلعی اور یہی قول کو ثابت رکھا ہے درر غرر میں قال فی البحر فمفاده الفرق بین الاجنبیة والزوجة و
المحرم فمع الاجنبیة لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرها یحل مطلقا انتهی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ
اور منیة المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سو اجنبی عورت کے ساتھہ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے
یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اوسکے غیر میں یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقا شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر ورده فی النهر بما فی البزازیة و
غیرها من التسویة بین الاجنبیة وغیرها ویدل علیه تنکیره المرأة نعم ما فی المنیة مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامهم و
بذا جزم فی الوهبانیة بالشرط المذکور مطلقا وهو الحق بلا اشتراط احصان لانه لیس من الحد بل هو من الامر بالمعروف اور بحر الرائق کے قول کو
رد کیا ہے نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ان یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے بلا فرق اور اسپر بھی دلیل ہے لفظ امرأة کو نکرہ
لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے ہاں منیة المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں تو اسکو قید پر محمول کرنا چاہیئے یعنی شرط عدم انزجار وہاں بھی

ملحوظ ہو تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسیواسطے وہبانیہ مین شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقا اجنبیہ مین بہی اور زوجہ اور محرم مین بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہے بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل مین احصان شرط نہین اسواسطے کہ یہہ قتل حد زنا نہین جو احصان شرط ہو بلکہ یہہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہے ہم اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اسواسطے کہ جب اس امر خلاف مشروع کا زائل کرنا قتل مین متعین ہوا تو اسمین احصان کا شرط کرنا بیمعنے ہے واسی لہذا بزازی نے اسکو مطلق کہا ہے بزازیہ کی کتاب الحدود مین مصرح ہے یا اپنی زوجہ کے ساتہہ ایکمرد کو اگر وہ بازنہ ہو للکارنے اور سوای ہتیار کی مارنے سے تو اسکا قتل حلال نہین اور اگر زنا نہ بدون قتل کے تو اسکا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اسکی اسمر دسے راضی ہو تو اوسکا قتل بہی حلال ہے اور یہہ نص ہے تعزیر پر اور اسپر کہ قتل کو غیر محتسب بہی کرتا ہے انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبی مین ہے اصل یہہ ہے کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکہا اسکا قتل کرنا اوسکو حلال ہے اور قتل کرنیسے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانینگے مقتول کے زنا کرنے مین ہم اس قول سے معلوم ہوا کہ اسکو قتل اور عدم قتل مین اختیار ہے پہر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شیء لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چہین لے اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو بہی ظلم سے چہین لین اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالمون کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو نساد پر دو غاتے ہین تو ان سب کا قتل کرنا بنابر تعزیر کے جائز ہے اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی ہم قتل ان شخصون کا بہی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی چیز علانیہ چہین لے اگرچہ شہر مین یہہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے کذا فی الدر المختار اور فتاوی عالمگیریہ مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تہا دوسری مرد پر سو اوس نے اوسکو نہ پایا تو اوسکی برادری کے لوگون کو حاکم کے یہان ناحق گرفتار کروایا تو اوس نے اونکو قید کیا اور اونکا مال چہین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اوسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کرین تو اس مفسد پر تعزیر ہے یا نہین جوابدیا کہ ہان اوسپر تعزیر ہے کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونیپر ہم امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین مین فساد اور لوگون مین فساد پہیلا دے حاکم کے پاس لیجا کر اوسپر کیا واجب ہے جوابدیا کہ اسکا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ وجوب قتل امام اور اوسکے نائبون پر بشرط عدم انزجار مذکور اور اوسکے سوا اور لوگون کو مباح ہے وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملحوہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ مین ہے اور تعزیر ہوتی ہے مفسد اور موذی کو شہر مین سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گہر پر ہجوم کرنیسے اور گہر مین سے نکالدینے سے اور اسکا گہر گرادینے سے اور شراب کے مٹکون کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب مین اونہون نے نمک ڈالدیا ہو اور مفسد کا گہر جلا دینا منقول نہین ہم حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانیوالے کا گہر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق مین جائز ہے ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ فنیہ واما بعدہا فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج والمولی کما سیجیء اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنیکے وقت مین کذا فی القنیۃ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سوای حاکم اور زوج اور مولے کے یہہ جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنیکے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ ہاتہہ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر مین داخل ہے اور شارع نے اسکا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کو دیکہے تو چاہیے کہ ہاتہہ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بہی کی طاقت نہو تو دل سے اور یہہ نہایت ضعف ایمان ہے انتہی بخلاف حدود کے کہ اوسکی ولایت نہین مگر حاکم کو منح الغفار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کی ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اسمین سوای امام کسی کو دخل نہین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحتسب بہ قنیہ

واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ
جس شخص پر تعزیر ہو اوس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اوس نے تعزیر قائم کی پھر یہ مسئلہ نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اوسکو حساب کریگا کذا فی القنیہ
او ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور ایسی مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اوسکو قائم کرے سوای
امام کے بسبب توقف اوس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں کسیکو حکم اور پنچ مقرر کرین تو محکم بجای قاضی ہوجائیگا
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق عبد کی تعزیر سوای حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم مامور ہی شارع
کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المضروب ایضا یعزر ان کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافئا کما مر مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے
بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دئے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دئے جاوینگے اور گالی دینے سے باہم برابر نہوانے کے
بسبب بے ادبی کرنے کے مجلس شرعی میں چنانچہ مذکور ہوچکا ہم مضاربت میں اسواسطے تعزیر ہی کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہی تو مکافات حاصل نہیں ہوتی قال
ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجائے اوس سے جس نے ابتدای ضرب یا شتم کی ہو اسواسطے کہ وہی ظالم ہی کذا فی القنیہ
وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل
فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی میں ہی کہ بدلا لینا اور عوض مین کہنا جائز ہی اوس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اسکی اجازت کے حق تعالی نے
فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو ان لوگون پر راہ نہیں یعنی مواخذہ نہیں اور معاف کردینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف
کردے اور اصلاح کرے تو اوسکا ثواب حق تعالی پر ہے ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوای ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہوچکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر ہی
تو مظلوم بالضرب حاکم سے نالش کرے یا معاف کرے وصح حبسہ ولو فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ فہر مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ تأدیب اور درست
ہی قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اوسکے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھہ اوسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھہ ضرب کے اوسوقت ہے جب زیادہ تادیب کی
حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع
الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہی حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہی حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کی حد قرآن مجید سے
پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہی قذف کی ضرب سے اسکے ثابت ہونے کے سبب اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر سب کے بعد حد قذف
کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اوسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہرچند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہی لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ حد
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اوسکا ضعیف ہے حد قذف کے ثبوت سے وعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا
کیا کلب یعنی اور تعزیر دیا جاوی ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جب تکلیف قولی میں کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب
کہنے کے تو اوسپر تعزیر نہیں کذا فی البحر ہم اور ایسی مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ کما فی الحظر فمرتکبہ مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذای فعلی آنکھہ مارنے سے ہو یا ہاتھہ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہی
چنانچہ اسکا بیان کتاب الحظر والاباحۃ میں آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہی اور جو مرتکب اوس معصیت کا ہو جسمین حد نہیں تو اوسمین تعزیر ہی کذا فی الاشباہ والنظائر
شرح الشرعۃ میں صحیح ہوکہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اوسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور ایسا ہی فعل مانند قول کے ہی اور ایسیطرح اشارہ اور آنکہہ
مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب تمام غیبت میں داخل ہے اور ایسیطرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہی بلکہ تفہیم مخاطبین میں بانی غیبت سے
بھی زیادہ تر ہے کذا فی المنح لمخاطبتہ لغیرہ یا کافر ولکلا وقذفہ وبقذف مملوکہ ولو ام ولدہ وکذا بالقذف کا نزید کل من اللیس یحصن بزنا ویبلغ غایتہ
کسلم اصاب من محصنۃ محرما غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للسرقۃ قبل اخراجہ وغیرہا مما لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنے

ولد کی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنیوالے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کی قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بازنا سے اور ان امور
مذکورہ مین تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیے یعنی انتہا ایسی کو پہونچا دے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی سے سوای جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا ساتھ
کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے قبل اوسکے نکالنے کے تو ویسے ہی غایت تعزیر ہے اور سوای امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نہ چاہیے م غیر محصن کی
قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو شدت تعزیر لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی ترکیب بہت پہونچی ولقذف ای بشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون
معلوم الفسق کمکاس مثلا او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کی گالی دینے
یعنی فاسق کہنے سے مگر یہہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اوسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین
قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس مانند ظالم کو
کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جو بری رسم ہے اکس کی تفسیر حنفا کی ہے اور ... فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجردا
بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ او للعبد قبلت کما
فی جرح الشاہد پھر اگر گالی دینے والا اوسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اوسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا یا زانی اور اوسکے
اثبات کا ارادہ کرے گا تو اوسکی سنی جاوے گی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنے مجرد فسق بلا بیان سبب یہانتک کہ اگر شاہد اوسکا فسق اس فعل سے بیان
کرین جسمین حق اللہ یا حق للعبد ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے م فسق مجرد سے یہ
مراد ہی جسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب
فسقہ فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجب سأل القاضی المشتوم عما
یجب علیہ تعلمہ من الفرائض فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ
تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اوسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اوسکو
گلے سے لگانا یا اوس سے خلوت کرنا تو اوسکے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اوس نے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اسکا ترک کرنے
واجب سے ہی تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنے فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو نجانے تو اسکا
فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اوسقدر ہے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے کذا فی
النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہو جاوے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بیا کافر وہل یکفر
ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب
یہہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہو جاویگا ورنہ نہین تو نہین اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا
تو دین اسلام کو اوس نے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہہ کفر نہین بلکہ
فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا احدہما تو یہہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو اجابہ بلبیک کفر خلاصہ اور اگر اسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصہ یعنی یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب
کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر بالطاغوت تاویل کرکے کہا تو کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل
لا یعزر ما لم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے قول ضعیف ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہین
جبتک یون نکہو یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہی یعنی بت کا منکر ہی تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل مین تعزیر نہین م یہہ قول اسواسطے ضعیف ہوا
کہ یہہ دلیل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہی لہذا ہدایہ وغیرہ مین اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق

یا مُباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاوے گی یا خبیث یا سارق یا فاجر مخنث یا خائن یا ثقبہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنے لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا انہیں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید کم فہم بد ذہن کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کے طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان بر وزن سحاب کے طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی ایسے کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی یا لُوطی وقیل یُسئَلُ فان عنی انّہ من قوم لوط علیہ السلام لا یُعزّرُ وان اراد انّہ یعمل عملھم عُزّرَ عندہٗ وحُدّ عندھما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او فی ھزل فتح اور تعزیر دیجاوے گی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اوس نے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اوس نے یہہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اوسپر تعزیر نہیں اور اگر اوسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اوس قوم کے تو امام کے نزدیک اوسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اوسپر حد زنا ماری جاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اوسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنے بیہودگی اور مسخرا پن سے بیہودہ وہ ہے جسکو امر قبیح مسخرا پن کرنیکی عادت ہو گئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یھودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نھر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ہم منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنے منافق معرب ہے کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصًّا لصدق القائل کما مرّ اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی اے چور مگر ہو تب تعزیر نہیں جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں گذر چکا یعنی اس عیب کے اوسنے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے والنداء لیس بقید اذ الاخبار کانت او فلان فاسق ونحوہ کذلک مالم یخرجہ مخرج الدعوی قنیہ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں اور مخاطب قید نہیں ہے اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اوسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تا وقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوے کہا ہو کذا فی القنیہ ہم قنیہ میں ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اوسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اوسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اوسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والسنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرّص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے یہ معرّص ہم قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اور اوسکے پاس علیحدہ چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کرے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنی گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانیکی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرّس بکسر الراء وبالسین بمعنے قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر وغیرہ یعنی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انّہ اذا شتم اصلہ عُزّر بطلب الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانّہ یُعزّر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبہ کہنے سے اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ جب بری گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کی طلب پر جیسے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بفتح قاف و سکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنے کھانسی کے اور یہ کہ زانیہ زمانہ جاہلیت میں اوسکے پاس جو کوئی آتا تھا تو کہانستی تا اپنا مطلب کرے ابتدا زانیہ ہے اسواسطے قحبہ ہو گئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ ہے جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا کہ قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ اسکا اظہار کرتی ہے کذا فی الدرعن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عُرفًا افحش من الزانیۃ لکونھا تجاھر بہ بالاجرۃ لانّا نقول لذلک المعنی لم یُحدّ فان الزنا بالاجرۃ یُسقط الحدّ عندہٗ خلافًا لھما ابن کمال یوں نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف میں زانیہ سے افحش اور بدتر ہے اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے کہ حد قذف ہوتی واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اوس لفظ سے جو بمعنی صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہیں صراحۃً

نہ تقاضا ہو ہو کہ قحاب لغت میں بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر لیکن مضمرات میں وجوب حد کی تصریح ہے
لفظ میں تصریح ہے مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح میں بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ حب یہ لفظ ہمارے
ملک میں حد واجب ہے ہو اسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زنا کے استعمال نہیں کرتا خصوصا حالت غضب میں تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی البحر
یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کر لیتی ہو تو یہ معنی زانیہ نہیں لہذا اسمین حد نہیں کذا فی المنح انت ماوی اللصوص
انت ماوی الزوانی اور تعزیر ہے یون کہنے میں کہ تو چورون کا ٹھکانہ ہے یا زانیہ عورتون کا ٹھکانہ ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہو یا من
یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہے کہ اے شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہے ہم ابو السعود نے کھا ہے لفظ سے وجوب تعزیر کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بعض کہتے ہیں غرض
اس کے ساتھ کھیل سے مراد فعل قبیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لانہ یقال فی العرف
لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم الذی لا یحل اور تعزیر ہے یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرامزادہ کے وہ کہ وطی حرام
سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونون کو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف میں حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی
بلکہ عرف میں اس کے لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے ہو اسطے کہ ہم کہتے ہیں عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسیوا سطے حد نہیں یعنی باعتبار معنی
اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں فرع مسئلہ متفرقہ شارحکا اقر علی نفسہ باللیاطۃ او عرف بہا لا یقتل ما لم یتکرر ذلک وبالغ فی تعزیرہ
ویلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات پر لواطت کا یا اس فعل قبیح کر شہور تو قتل نہ کیا جاویگا جبتک یہ فعل مکرر نہ ہو اور تعزیر
میں شدت کی جاویگی یا شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے گا کذا فی جواہر الفتاوی ہم ... اقرار سے اپنی زوجہ کا قذف ہوا اس پر لازم ہے بالعار
عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب تک جھوٹ پر اپنے کا اقرار کرے اور محصن ہی ہے کذا فی المنح وفیہا قال لست تائبا وقال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا انیہ
انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسی میں یعنی جواہر الفتاوی میں ہے کہ
کسی فعل بد سے اور کہا اگر میں پھر یہ کام کرون تو تم اس پر گواہ رہو کہ وہ رافضی ہے سو وہ پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہ ہو جاویگا بلکہ گنہگار ہوگا اور کہا
کہا کہ اگر میں پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اس پر کفارہ قسم کا لازم ہے ہو اسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب
یا تیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر
نہ دی جاویگی یون کہنے سے کہ ای گدھے ای سور ای کتے ای بکری ای بندر ای بیل ای سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اس کے جھوٹ کے اور
ہدایہ میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام و
ابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے ہم سیلیے ذکہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب کذب کے ہو اسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر ہے
مخاطب کے باپ کی طرف نسبت کرنا ہے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے ذکر کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب
باپ کی موت سے مقید نہیں ہم حجام وہ ہے جو پچھنے لگاوے اور ہند میں حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل ہو
اور احمق وہ جسکو کچھ تمیز نہ ہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی الموجر اور یا مواجر میں تعزیر نہیں ہو اسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے ہم صاحب در
نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کرنیوالا ٹھیکہ کرانا
عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کرے گا تو تعزیر دیا جاویگا ہو اسطے کہ وہ بمنزلہ دیوث کہنے کے ہے یا بغا ہو المابون بالفارسیۃ
وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں ہو اسطے کہ عوام اسکو بولتے ہیں لیکن معنے اسکے نہیں جانتے کذا فی
النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اسکو کہتے ہیں جو غلام کرا دے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونون میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں ہے

تعزیر ہی کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین جو عبارت ملتقط سے موجود نہین بلکہ اوسمین یون ہو کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب نہو بلکہ اوسے ہی حرام زادہ سے
انتہی اور مترجم کہتا ہے کہ مین نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اوسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین ہو واللہ اعلم لغا بفتح موحدہ وضم معجمہ مشدد اور اوسکو باغا بھی کہتے ہین کذا
فی الطحطاوی عن البحر والضابط انّه متی نسبه الی فعلٍ اختیاریٍ محرّمٍ شرعًا ویعدّ عارًا عرفًا یعزّر والّا لا ابن کمال اور الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اوس فعل اختیاری کیطرف جو شرعًا حرام ہے اور عرفًا عار اور عیب گنا جاتا ہی تو اوسمین تعزیر ہی قائل پر اور اگر ایسا نہین یعنے وہ فعل
منسوب اختیاری نہین اور یا اختیاری ہی مگر شرعًا حرام نہین یا حرام ہی لیکن عرفًا اور رواج مین ننگ اور عار نہین تو اوسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال م فعل
اختیاری کی قید سے یا کلب اور اوسکے مانند نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے مواجر بمعنے موجر نکل گیا یا ضحکہ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس امّا
بفتحہا فھو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو
المقول له فقیھا او علویّا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حا وہ شخص ہے جسپر لوگ ہنسین اور اسیطرح یا سخرہ ہی یعنی بضم سین وسکون خاء معجمہ وہ شخص ہے
جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حا وہ ہی جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہی جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین لکھا ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین
تعزیر دینا مختار ہی اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقے مین ہی کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہی اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر
جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حاء مہملہ وسخرہ بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہی جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہی کہ یا لاہی
یا سخرہ یا ضحکہ یا مقامر یا سوفی یا کشتمان مین تعزیر ہے کشتمان مرادف دیوث ہی ادّعی سرقۃ علی شخصٍ وعجز عن اثباتہا لا یعزّر کما لو ادّعی علی آخر دعوی توجب
تکفیرہ وعجز المدّعی عن اثبات ما ادّعاہ فانّه لا شیء علیه اذا صدر الکلام علی وجه الدعوی عند حاکمٍ شرعیٍّ امّا اذا صدر علی وجه
السبّ او الانتقاص فانّه یعزّر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوریکا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اوسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسلیے کہ اس دعوی سے
مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کی ثابت کرنیسے تو اوسپر کچھ نہین
بشرطیکہ یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری
الہدایۃ بخلاف دعوی الزنا فانّه اذا لم یثبت یحدّ لما مرّ بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات
زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہی تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ہوا وهو ای التعزیر حقّ العبد غالب فیه اور وہ تعزیر حق العبد غالب ہی یعنی حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد
نہین کہ حق العبد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیه الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد
کی افراد غالب ہوئین تو تعزیر مین ابرا اور عفو اور تکفیل جائز ہی کذا فی شرح الزیلعی م ابرا اور عفو مین یہ فرق ہی کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے
اور عفو بعد نالش کے والیمین یحلّفه باللہ ما له علیک ھذا الحقّ الذی یدّعی لا باللہ ما قلت خلاصہ اور یمین جائز ہی تعزیر مین یعنی جبکہ دعاوی دینیہ
منکر ہو تو حاکم اوس سے یون قسم لے اللہ کی کہ مدعیکا تجہپر وہ حق نہین ہے جس کا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ کہے قسم اللہ کی مینے نہین کہا کذا فی الخلاصہ والشہادۃ علی الشہادۃ
وشہادۃ رجلٍ وامرأتین کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہی چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ
جاری ہین ویکون ایضًا حقًّا للہ تعالی فلا عفو فیه الّا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہی تو اوسمین معاف کرنا حاکم کو جائز نہین مگر
جب امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہی کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادّعی علیه انّه قبّل اختہ مثلًا اور حق اللہ
کی تعزیر مین قسم نہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے اوسکی بہن کا بوسہ لیا ہی مثلًا اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہین تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی وجہ
اثباته بما یشہد به فیکون مدّعیًا شاہدًا لو معه آخر اور جائز ہی اثبات حق اللہ کا اوس مدعی سے جسنے اپنے دعوے کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد
دونون ہوگا بشرطیکہ اوسکے ساتھ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد مین جائز نہین وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدّعی علیه ذا مروّۃ

وكان يجوز إلى مافعل يوعظ استحساناً ولا يعزر بحبّ أن يكون في حقوق الله فان حقوق العباد ليس للقاضي إسقاطها فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ
مین ہی کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اُس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہی کہ یہہ قول
حقوق اللہ مین محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہین کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوے مین ہے
طحطاوی ذکر کیا بعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہین جائز ہی کہ اسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اوس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر
قضا دار القضا تک پہنچ جاتا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہی کہ اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید
کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وما في كراهة الظهيرية رجل يصلي ويضرّ الناس بيده ولسانه فلا بأس
بإعلام السلطان به لينزجر يفيد أنه من باب الإخبار وأن إعلام القاضي بذلك يكفي لتعزيره نهر اور ظہیریہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہی کہ
ایک مرد نماز پڑھتا ہی اور لوگونکو ضرر پہونچاتا ہی اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنے مارتا ہی اور سخت گیری کرتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین اس امر کی حاکم کو اطلاع کرنے مین
تاکہ وہ باز رہی اسکا مفید ہی کہ یہہ اعلام از قسم اخبار ہی تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہین اور یہہ کہ قاضی کا یہہ اعلام اسکی تعزیر مین کافی ہی کذا
في النهر قلت وفيه من الكفالة معزيا للبحر وغيره للقاضي تعزير المتهم وان لم يثبت عليه شارح کہتا ہی اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق
وغیرہ کے طرف نسبت کرکے کہا ہی کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعاً گناہ ثابت نہو ہم بحر الرائق مین ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہی دو مستور یا
ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرا ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وكل تعزير لله تعالى يكفي
فيه خبر العدل لأنه في حقوقه تعالى يقضي فيها بعلمه اتفاقا اور جو تعزیر کہ بسبب حق اللہ کے ہے اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اسواسطے کہ حقوق
اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہی بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا یہہ قول منافی ہی سابق کے فیکون مدعیا شاہدا الوجہ
ويقبل فيها الجرح المجرد كما مر اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہہ مضمون نہین گذرا
ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہی وعليه فما يكتب من المحاضر في حق إنسان يعمل به في حقوقه تعالى و
ومن أفتى بتعزير الكاتب فقد أخطأ انتهى ملخصا بنا بر اوسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کو مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھے جاتے
ہین اوسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالی کے حقوق مین اور جسنے فتوی دیا ہی تعزیر کاتب کا اوسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصاً ہم صاحب نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ
حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہی اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہی ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہی اور فقہا نے کہا ہی کہ جرح اور تعدیل مین کتابت ایک
عادل کی قاضی کیطرف کافی ہی تو بنا بر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھی جاتی ہین تو حاکم کو اوسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہی اور بموجب اوسکے حقوق اللہ
مین عمل کرنا چاہیے اور یہی فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جسنے اسمین وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہی اوسنے خطا کی انتہے مترجم طحطاوی نے
کہا شاید محضر سے یہان وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کیواسطے بھیجین وفي
كفالة العيني عن الثاني من يجمع الخمر ويشربه ويترك الصلوة احبسه وأدبه ثم أخرجه ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس
أحبسه وأخلده في السجن حتى يتوب لأن شرّ هذا على الناس وشرّ الأول على نفسه اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہی کہ
جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور
چورانے اور لوگون کے مارنے کے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قید خانہ مین رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہی اور پہلے شخص کا
شر اپنی ذات پر ہے ہم ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذميا عزر لأنه ارتكب معصية فتقييده مسائل الشتم بالمسلم
اتفاقي فتح گالی دی مسلم کا ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اوسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہی کذا فی الفتح وفي القنية
قال ليهودي أو مجوسي يا كافر يأثم إن شق عليه ومقتضاه أنه يعزر لارتكابه الإثم بحر وأقره المصنف لكن نظر فيه في النهر قلت

ولعل وجهه ما مر أن الفاسق فتأمل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا
جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہی شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہی
جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اسمیں م وجہ اعتراض یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے
قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونیپر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اسکی عدم ایذا کا
التزام کیا ہی تو اب اسکو کافر کہکر ایذا دینا مرتکب معصیت کا ہونا ہی ویعزر المولى عبده والزوج زوجته ولو صغيرة كما سيجيء على تركها الزينة الشرعية
مع قدرتها عليها تعزیر دیوے مولے اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کی چھوڑ دینے پر باوجود اسکے قادر ہونیکے اوسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ
اسکا بیان قریب آویگا م زینت شرعیہ کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت یا فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کروا سکتا وتركها غسل
الجنابة وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق وتركه الإجابة إلى الفراش لو طاهرة من نحو حيض اور تعزیر دیوے زوج زوجہ کو غسل جنابت کے ترک
کرنے پر اور تعزیر دیوے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلی اور تعزیر دیوے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہی ف
ويلحق بذلك ما لو ضربت ولدها الصغير عند بكائه او ضربت جاريته غيرة ولا تتعظ بوعظه او شتمته ولو بنحو يا حمار او ادعت عليه او
مزقت ثيابه او كلمته ليسمعها اجنبي او كشفت وجهها لغير محرم او كلمته او شتمته او اعطت ما لم تجر العادة به بلا اذنه اور ملحق
ہیں اوسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے فرزند صغیر کو اوسکے رونیکے وقت مارا یا زوجہ کی لونڈی کو تنگ
اور جلن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ بلفظ یا حمار کے کوئی بکر دے گالی کہا یا زوج کو بدعا دی یا اوسکے کپڑے
پھاڑ دیے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولی تا اوسکو اجنبی شخص سنے یا اپنا منہ کھولا یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اوسکو گالی دی یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے
دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنے ان سب صورتوں میں زوج اوسکو تعزیر دے سکتا ہی والضابط كل معصية لا حد فيها فللزوج والمولى
التعزير وليس منه ما لو طلبت نفقتها او كسوتها والحت لان لصاحب الحق مقالا اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ پر
شرع حد مقرر نہو تو اوسمیں زوج اور مولے کو تعزیر کا اختیار ہی اور یہ تعزیر جائز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی اور جھگڑا کیا
اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہو ولا على ترك الصلوة لان المنفعة لا تعود اليه بل اليها كذا اعتمده
المصنف تبعا للدرر على خلاف ما في الكنز والملتقى واستظهره في حظر المجتبى اور تعزیر نہیں زوجہ کی نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اسکی
نماز کی زوج کے طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کے طرف ہی تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے درر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے
برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوٰۃ پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب حظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہی م منقول ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے
نزدیک ترک صلوٰۃ پر تعزیر ہی اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالے کی حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اوس سے بہتر ہی کہ بے نماز
زوجہ کے ساتھ ہوں کذا فی الطحطاوی وللاب تعزير الابن عليه وقدمنا ان للولي ضرب ابن سبع على الصلوة ويلحق به الزوج نهر اور باپ تعزیر دے
ولد کو ترک صلوٰۃ پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم کتاب الصلوٰۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہی مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہی حکم مذکور میں م
اور شارح نے کتاب الصلوٰۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہی وفي القنية له اكراه طفله على تعلم القرآن وادب وعلم لفريضته
على الوالدين اور قنیہ میں ہے کہ ولی کو جائز ہی اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونیکے والدین پر وله ضرب اليتيم فيما يضرب
ولده اور ولی کو جائز ہی یتیم کا مارنا اوس امر میں جسمیں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوٰۃ وغیرہ میں صاحب بحر نے اور خیر رملی نے یہ امر ثابت کیا ہی الصغير لا يمنع حتى
التعزير يجري بين الصبيان طفل وجوب تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وهذا لو حق عبد
اما لو كان حق الله بان زنى او سرق فيمنع الصغير منه مجتبى اور یہ جو کہا عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو اسطرح کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی

مطلق تعزیر سے ساقط نہیں ہو کذا فی المجتبیٰ من حلّ او شتم فقال فإنہ هذه الامراة عزیزة هاز وجتها ... لانہ ادّعیٰ
فیہ مقیّد بشرط السلامۃ قال المصنف هذا یفید انہ لایجب علی الذی ضرب زوجتہ اصلا ... تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا
تو خون ہدر گیا اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں ہے ... عورت جسکو اوسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ میں سے کسی
تو اوسکا خون باطل نہیں ہو اسواسطے کہ تادیب زوجہ کی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج
اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہیں ہو اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادّعت علی زوجہا ضربًا فاحشًا وثبت ذلک علیہ
کالضرب المعلم الصبی ضربًا فاحشًا فانہ یعزّر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب انداز غیر معتاد کا دعویٰ کیا اور یہ
دعوی گواہوں سے اوسپر ثابت ہوگیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صبی کو عادت سے زیادہ مارا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی اور بعوض ضامن ہوگا لڑکا
خون کا اگر وہ اس ضرب سے مرگیا کذا ذکر الشمنی ط محطاوی نے کہا زوجہ کے دعوی میں ضرب فاحش مجرد تصویر ہو قید نہیں ہو اسواسطے کہ بطریق تعزیر میں سے
کہ غیر فاحش میں ... ہے جب زوج زوجہ کو ناحق مارےگا تو اوسپر تعزیر واجب ہے شرح ... میں ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک وہ اور صبی تعزیر میں
ضامن نہیں اور بعد ثابت وجوب میں ... معتاد ہو ... ضمان اجماعًا فیہما وعلی الثانی او زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف
الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعلٍ ماذونٍ فیہ وغیر ماذونٍ فیتنصّف زیلعی اور ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارا اور
مضروب مرگیا تو نصف دیت اوسکی بیت المال میں سے یعنی اور نصف باقی ساقط ہے بسبب اوسکے مقتول ہونیکے اس فعل سے جسمیں شرعًا اذن تھا اور اس
فعل سے جسمیں اذن شرعی نہ تھا تو دیت آدھوں آدھ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی ط محطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے متن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر میں
مرجاوے اوسکا خون باطل ہے تو بہتر تھا کہ شارح اسکو ذکر نہ کرتا فروع مسائل متفرقہ شارح نے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزّر
خمسۃ وسبعین سوطًا ولا تتزوّج بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اوسکے اسلام لانے پر اور اوسپر
پچھہتر کوڑے تعزیر مارے جاوینگے بقول ابویوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق میں مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید
نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزّر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کے طرف انتقال کیا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی کذا فی السراجیۃ
م تعزیر اوسوقت ہے جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بغیر ضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی
میں آسانی پاوے تو اوسپر تعزیر کا حکم نہیں چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اوس نے مذہب اول
طرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت ہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوب تر ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ اوسکو تعزیر دے اسواسطے کہ اوس نے اوس مذہب
کمتر اور حقیر مذہب کے طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہیں کرتا مگر متہور یعنی متعصب پر زور اور قول بالفساد وہ ہے جو محقق ابن الہمام کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کے
انتقال کرنیوالا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہے تو اسمیں مطلق انتقال کو موجب تعزیر
کہا خواہ حنفی شافعی ہوجاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہوجاوے وعلی ہذا القیاس مالکی وحنبلی اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اوس نے مذہب اول کیطرف عود کیا
تو اوسپر تعزیر دیجاویگی موجب یا قتل کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ شخص دین المذاہب سے متلاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھہ لہو ولعب کرتا ہے لہذا مستحق تعزیر ہے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعزّر حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یوں کہا کہ میں تو زانی
نہیں مراد یہ کہ تو زانی ہے تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو قائل پر حد ہوتی ذنی بامرأۃ میتۃ یعزّر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا
کذا فی الاختیار ادّعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی علیہ دعوی
کیا دوسرے پر کہ اوس نے اوسکی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہے تو اوسکی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کیا تو وہ حکم قیمت نقصان کی
دلائی جاویگی قاعدہ سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی عدم وطی کی درصورت عدم شہادت تو اوسکو تعزیر دلانیکا اختیار ہے کذا فی القنیۃ وفی الاشباہ ... امرأۃ ...

وَاَخرجھاَ نَ وَجھاً حَیث حتی یَتوبَ اَویمُوتَ لسعیہ فی الاَرض بالفسَادِ اور اشباہ میں ہے کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورتکو اوس کو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو زدب
دیجاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ توبہ کرے یا قید مین مرجاوے بسبب کرنے اوس شخص کے زمین مین فساد وسَاعٍ مَن لہ دعویً علی اٰخر فلو یجدہ فاَمسَک اھلہ
للظلمۃ فحبسوھم وغرموھم عزر ایک شخص کا دعوی تہا دوسرے پر سو اوسنے اوسکو نپایا تو اوسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑ دلایا سو اونہون نے اونکو قید
کیا اور اون سے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے یُعزّر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ تعزیر دیجاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مثل ایک کہجور کے
پہچنوانا ھم تاتارخانیہ مین ہے کہ خلافت عادلہ کیوقت مین ایک شخص نے کہجور کا ایک پہل مدینہ کے بازار مین پایا سو اوسکو اوٹھالیا اور بار بار کہتا تہا کہ یہہ کسکی کہجور
ہے اس قول سے اوسکو اپنی زہد اور تقوے کا اظہار خلق مین منظور تہا امیرالمؤمنین عمر فاروق نے یہہ سنا اور مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ کہا اسکو یا بارد الورع یعنی
تقوے ہی جسمین صفائی ہو بعض رکہتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والتعزیرُ لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہین ہوتی توبہ کرنیسے مانند حد کے ثم قال وَ
استثنی الشافعی ذوی الھیئات قلتُ قد قدّمنا ہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرھا وزاد الناطفی فی اجناسہ ما لم یتکرر فیتعین التعزیر
پہر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہے مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین اپنے اصحاب حنفیہ کے
قول قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق مین عدم تعزیر بسبب اکتفاء علی النصیحۃ کے ہے اور ناطفی نے اپنی اجناس مین اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اوسوقت تک
حد ساقط ہو جب تک بار بار قصور نہوا اور مکرر نہو مین تو تعزیر اونپر ہی جاویگی طحطاوی نے ترتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اوسنے دوبار قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت
نہین دفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحدّ اور حدیث مین ہے کہ دور ہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوای حد کے ھم یہی حدیث دلیل
مذہب مین عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تأتی یوم القیمۃ ببعیرٍ تحملہ علی
رقبتک لہ رغاء او بقرۃٍ لھا خوار او شاۃٍ لھا ثؤاج قال یؤخذ منہ تجریس السارق ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر
اس حدیث مین کہ ڈر اللہ تعالے سے کہ کہین ظاہر ہو تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹہائے اونٹ بلبلاتا یا گائے بیل بائین بائین کرتا ہوا یا بھیڑ بکری مین مین کرتی ہوئی مناوی
نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اوسکے مانند کو گہنٹا باندہنا تشہیر کے واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم مناوی کی عبارت کا یہہ مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ
مجکو یہہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکموں نے اس حدیث سے نکالی ہے لغت عرب مین رغا اونٹ کی آواز کو کہتے ہین اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہین اور ثواج
بضم ثاء مثلثہ اور بعد اوسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اوسکے بعد جیم بہیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ھم یہہ حدیث سرقہ مین وارد ہے یعنی جو جانور کو
چورا ویگا وہی جانور اوسکی گردن پر قیامت کیدن اپنی بولی بولتا آویگا نصیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہان تک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے تمت اگر
کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دے بلکہ تو مخنث ہے تو کچہ مضایقہ نہین اگر غلام یا زوجہ اوسکی
کرے تو مہٹے اور زدوکوب تاویلا اسے اور جو شراب اون کی مجلس مین حاضر ہوتا ہو اوسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن مین اور
جو مقیم رمضان شریف مین دنکو کہاتا پیتا ہو متعمداً اوسپر تعزیر ہے اور تنبیہ ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کہاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح
مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا منافق یا بے نماز تو اوسپر تعزیر ہے اگر ایک شخص
کسی مقدمہ کا علما کا فتوی لیکر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ مین اسپر عمل نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل
اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہو تو اوسپر تعزیر واجب ہے آدمی کے حق مین بہتر یہہ ہے کہ جب اوس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے تو اوسکا جواب ہی کتابت تک
اور خلوط کی برورسے یعنی چہلے ہنسا دینا موجب تعزیر ہے احکام شرعیہ کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اوسکی پگڑی
سر پر سے اوچہال دے بازار مین تو اوسپر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریۃ

كتاب السرقة

یہہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام مین سرقہ بفتح سین وکسر راء مہملہ ہے اور
سکون راء بہی جائز ہے چونکہ مقصود حد سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حد زنا کے بعد کتاب السرقۃ کا مذکور کرنا مناسب ہوا ہے اسلیے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو
کی حفاظت ہے وھی لغۃ اخذ الشیئ من الغیر خفیۃً وتسمیۃ المسترق سرقۃ مجازاً وہ یعنی چوری لغت مین غیر سے کسیچیز کے لینے کو کہتے ہین چہپا کر اور مسترق کو جو سرقہ

كتاب السرقة

کہتے ہین تو باعتبار مجاز کہتے ہین اور سرقہ لغوی مین اصل مین استراق السمع یعنی چپ کر خبر کی بات سننا کہ اخذ الشیٔ وشرعا باعتبار الحرمۃ اخفیۃ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع مین باعتبار حرام ہونیکے سرقہ اسطرح کر لینے سے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چہپاکر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتہ کاٹنے کے شرع مین سرقہ عبارت ہے مکلف کو لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنے مجنون اپنے ہوش کیحالت مین چوری کی تو وہ بھی مکلف مین داخل ہے کذا فی النہر ثم سرقہ مین رکن اخذ ہے اور باقی امور جنکو ماتن انشاء اللہ ذکر کریگا وہ شرائط ہین مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی اور حکمی دونونکو شامل ہے اخذ حقیقی یہہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہہ ہے کہ چند سارق کسیکے مکان مین داخل ہون اور مال کو چرا دین اور ایک شخص کی پیٹہ پر لاد کر گہر سے باہر نکلین تو سبکے ہاتہ کاٹے جاوینگے بنابر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صبی اور مجنون نکل گئے کہ انپر قطع ید نہین لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتہ نہ کاٹا جاویگا اوسکے شبہہ بیان کرنیکے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جس مین قطع ید نہین اور نہ اندہے کا ہاتہ کاٹا جاویگا بسبب اوسکی ناواقفیت کے غیر کے مال سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو وہ کہ واقفیت نہو قدر عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ کہا یعنی سکہ دار اسواسطے کہ مغرب مین ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درہم کی حقیقت مین ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درہم نام نہین ہم اسمین اختلاف ہے کہ ہر مقدار مالی مین قطع ہے یا اور مقدار معین مین جس سے کمتر مین قطع نہین پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کہ حق تعالی نے فرمایا (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونون کا ہاتہ کاٹو یہہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمین مذکور نہین اور حدیث متفق علیہ مین رسی اور انڈے کے چورانے مین قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہین کہ بدون مال معین کے قطع ید نہین اسواسطے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنی قطع نہین مگر ربع دینار مین یا اس سے زیادہ مین تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی دونون رسی یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہین پر ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کیطرف سے اسواسطے کہ باب الحدود مین تعارض کے وقت یہہ قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط واستحباب درء حد مقدار معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اسواسطے بھی اولی اسکے اجماع صحابۂ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق مین رغبت نہین ہوتی تو اوسکو کوئی چرا سکتا بھی نہین چنانچہ گیہون کا ایکدانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہون کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہوا اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہین بلکہ اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع مین شرط ہے وہ تعیین مقدار مین مختلف ہین تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد مین عایشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار مین اور قطع کرو اس سے کمتر مین اور ربع دینار اوسوقت مین تین درم کا تہا امام مالک نے موطا مین کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈہال کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تہی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تہی اور اصحاب حنفیہ کی یہہ دلیل ہے کہ ڈہال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود مین واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈہال کی قیمت مین اور قیمت اوسکی اوسوقت مین ایک دینار تہی ہر چند ایمن مین اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچہہ اشکال نہین اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہین بلکہ حجت ہے تو اوسکا معتبر رکہنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈہال کی قیمت مین اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب عن

ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت میں دس درم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث
مرفوع ہے کہ جو مقدار ڈھال کی قیمت کو پہونچے تو اوسکے صاحب یعنی چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور
عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ قاسم بن عبدالرحمن ابن عبداللہ بن مسعود سے روایت کی
اور قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابوحنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان لا تقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم
اور یہ حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجای مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ میں قیاس کو کچھ دخل نہیں تو موقوف اسمین محمول علی الرفع ہے
فی فتح القدیر نصابا جیادا ومقدارھا فلا قطع بنقرۃ وزنھا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ مضروبۃ یعنی
کہرے درہم لینے سے یا بمقدار درہم کے تو قطع نہیں اور چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہے مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اوس
دینار سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہے وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لھما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف
المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع کے وقت اور معتبر ہے قیمت قطع کرنیکے مکان میں دو عادلون کے قیمت ٹہرانے سے جنکو معرفت ہے قیمت کی
اور قطع نہیں وقت قیمت ٹہرانیوالون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ مترجم تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم تھی سوا اوسکے دوسرے شہر میں اوسکو گرفتار کیا اور
اوسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اوس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب
میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراھم مصرورۃ الا اذا کانت
عادۃ لھا ملتقط تجنیس یعنی دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اوس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہے اور اسمین ایک دینار یا دس درم
بندہے ہوں اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تہا نہ دینار اور درم مگر اوس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا درم کے رکہنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنی جیسے
دینار اور درم کی تہیلی لی تو البتہ قطع ہے اگر اوسمین بقدر نصاب ہو اسواسطے کہ تہیلی لینے میں درم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تہیلی کی قیمت ایکدرم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو
ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر تغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وھو سبب الضمان للحال یعنی دراہم جنکا نکال لینا سارق سے
ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اوسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نکیا
جاویگا اوسکے ہگنے کا بلکہ مثل اوس دینار کے اوس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداءً
وانتہاءً لو اخذ نہارا ومنہ ما بین العشائین وابتداءً فقط لو لیلا یعنی لینا چھپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان
وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں خفا شرط ہے اگر رات ہو مترجم خفا کی قید سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا اگر
چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو خفا شرط قطع ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اسواسطے داخل ہوا کہ اوس وقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں
چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا خفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گہر میں داخل ہوا بطور خفیہ پہر اوس نے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقابلہ تو اوسکا ہاتھ کاٹا جائیگا
خفیہ اور اوسی پر اکتفا کرے کذا فی المنح وھل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدھما خلاف اور خفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب
مال میں سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہے اور محل اختلاف وہ صورت ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور حالانکہ صاحب خانہ کو اوسکا علم نہیں تو شرح زیلعی
میں کہا کہ اسمین قطع نہیں ہے اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اوسنے کہل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور ذخیرہ میں قطع مذکور ہے اسواسطے کہ دونون میں سے ایک کے
گمان میں خفیہ ہونا کافی ہے اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی اسمین چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ سارق اور صاحب خانہ دونو کو علم ہو اسمین قطع نہیں بالاتفاق
دوسری صورت یہ کہ دونو کو علم نہیں اسمین قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اوسکے علم کا علم نہیں تو ظاہر اسمین
بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق یعنی لینا مال کا اوس شخص سے جو

جسکا قبضہ صحیح ہو تو جس نے چور کے پاس چوری کی اوس پر قطع نہیں کذا فی الفتح ومالا یتسارع الیہ الفساد کالحبوب والاکمۃ یعنی مال مسروق اوس قسم سے ہو جو جلد
نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوہ کذا فی المجتبیٰ تو ان کی چوری میں گو بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولابد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا تقطع
بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا وخنزیرا ومیتۃ لا یقطع لعدم تقومہما عندنا ذکرہ
الباقانی اور ضرور ہے کہ مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی
اور اسیطرح جب ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا لاوے تو قطع نہیں اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اسکو شرط
کو باقانی نے ذکر کیا ہے ہم حلبی کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب مسلم ذمی کی شراب چرا لاوے تو اگر یوں کہتا کہ لا تقطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہیں
شراب کی چوری سے تو مختصر اور شامل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی یعنی چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب
یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چرایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہو کر امام اوسکا ہاتھ نہ کاٹیگا
کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد یعنی چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں ہم حرز یعنی حفاظت کا
مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ مکان ہے جو حفاظت مال کیواسطے بنا ہو اور اسمیں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ
اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اوسمیں نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قید میں ہے
نہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اوسمیں قطع ہے کذا فی البحر اور یکبارگی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسری بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو
قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور مال دوسرے دو بار میں نکالا تو
یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد واقعہ مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع کیا
اور اگر چند شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا لیکن دونوں میں قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی
البحر عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہہ ہو اوس میں یعنی نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ
یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اوسمیں قطع نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں تلاوت کی تاویل ممکن ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے چرایا نہیں بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع
الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوچکی تو اب اسکا بیان ہے کہ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اوس نے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے
اقرار کی طرف رجوع کیا اور اول وہ دو بار کے قائل تھے کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین
من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا للخزانۃ المفتین وحل ضربہ لیقر وستحققہ تو چور کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی
سے باطل ہے اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتین کیطرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سارق کا مارنا بھی
حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد اہ رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی ہم مصنف نے دو
مرد کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہیں اور اقرار اور شہادت میں حصر کرنے سے حجت ہے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے
انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی البحر ولو عبدا شرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہے تو حضور
اوسکے مولے کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولے کے سامنے ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون
کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر وہ مالک موجود ہے تو بلا نزاع قطع ہوگا اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہو تو امام کے نزدیک
قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدوں نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہ ہو وسألہما الامام کیف ہی و
این ہی وکم ہی وزاد فی الدرر ومتی ہی وممن سرق وبینا ہا احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی

کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری کسکو کہتے ہین اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین پھر سوالات حد مالون کی حیلہ جوئیکو واسطے ہین ھ کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہو کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اسمین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین ہے اسواسطے کہ یہہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہو کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا کہ اسمین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہو کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اوسکو چوری کیطرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم یہی کو سارق کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے حاضر ضامنی کے ہے حدود مین یعنے حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہئے تا بھاگ نجاوے ویسأل المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح الا المکان تحریف ھ اور حاکم چوری کا اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوای زمانہ کے اور یہہ جو فتح القدیر مین ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نکرے یہہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ھ نقسہ زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہے کہ سوای مکان کے باقی شرط سے سوال کرے گویا یہہ تحریف ہے حق یہہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کیحالت مین چوری کی ہو ویصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا الرجم احدھم او قال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وھو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اتنا ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہے اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا اون کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہون نے اوسکی چوری کا اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ ھ محیط مین مذکور ہے کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کی چوری مین جب ایک سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابر کو چاہتی ہے کذا فی المنح فان اقر بہا ثم ھرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا تقیید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فورا بھاگا بمجرد اقرار کے تو اوسکا پیچھا نکیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اوسکے بعد اگر بھاگ گیا تو گرفتار کیا جائیگا اسیطرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہرا منافی ہوئی دونون نقلون مین ھ طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر بہا ثم ھرب وان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اسکا پیچھا نکیا جاویگا اگرچہ فی الفور بھاگا ہو اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسکا بھاگنا اوسکے رجوع قولی کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظ مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین لو اسوقت مین شرح وہبانیہ کی نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوی عالمگیری مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہے یعنی ان متصلا ہو یا منفصلا ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا ای ان لزم المال لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہین سارق کو قسم نکھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ھ جب مدعی نے سارق کو قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار موجب مطالبہ ہے والسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور تجنیس وعزاہ القہستانی للواقعات معللا بانہ خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ یہہ اسکا ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کیطرف نسبت کیا ہے اسیطرح دلیل لا کر کہ یہہ اسکا خلاف شرع ہے اور مثل اسکے سراجیہ مین ہے ونقل عن التجنیس عن عصام انہ سئل عن سارق ینکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق ویمین ھاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایت جورا اشبہ بالعدل من ھذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اوسپر قسم ہے تو امیر نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اوسنے چوری کا اقرار

کیا پہر چوری کا مال دیدیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ روشن نہیں دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ بعض مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانیکی صحت کا فتوی دیا ہے یعنی ضمان کے حق میں نہ قطع کے حق میں وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر مالم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہان تک کہ چوریکا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کہلجاوے ونقل المصنف عن ابن العز الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاہدین حین کتم کنز حیی بن اخطب نفعل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادۃ علی السرقۃ انذر لا تکاد توجد اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعض معاہدین کے مارنیکا حکم دیا جب ان ہونے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چپادالا تہا حالانکہ ادسی مال پر معاہدہ ہوا تہا پہر زبیر رضی اللہ عنہ نے اسکو مارا تو اوس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہہ وہ حدیث مروی ہے جسمین لوگون کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی اخر باب قطع الطریق جواز ذلک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النہر وینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد ویحمل ما فی التجنیس علی ما ذکرہ پہر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکہا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانہ مین لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور جو تجنیس مین عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہے یعنی اسوقت اتنا فساد غالب نہا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تہی ہم مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوریکا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اوسکے پاس ہے تو اوسکو مارے اور یہہ عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ اگر امام فاسقون کے پاس شراب کی مجلس مین کسیکو بیٹہا دیکہے اور چنانچہ اگر اسکو چورون کے ساتہہ چلتا دیکہے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسیکے اوپر میان سے تلوار کہینچکر آوے اور اسکو گمان غالب ہو کہ مجہکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ من الشاکی اذ شکاہ کالمال لا لو حصل ذلک بتشکیۃ الجدار ومات بالضرب لیندرج پہر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پہر حاکم نے اسکو مارا اور اسکا دانت یا ہاتہہ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اس دانت یا ہاتہہ کی دیت کا ضامن ہوگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہہ حاصل ہوا اسکی دیوار کے چڑہنے سے یعنی اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑہا بہاگنے کیواسطے اور اوسکا دانت یا ہاتہہ ٹوٹ گیا یا وہ شخص ضرب کے صدمے سے مر گیا تو مدعی نالش کرنیوالا اسکا ضامن نہوگا اسو سطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہے تو اسکی نالش غالبا اسکا سبب نہین ہو سکتی کذا فی المنح شرحا وعن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید اخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیتہ ابیہم وبما غرمہ السلطان لتعدیہ فی ہذا التسبب وسیجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوریکا دعوی کیا اور سلطان نے اوس کو گرفتار کرایا اور ایکبار مار دلائی پہر قید خانہ مین قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چہت پر چڑہ گیا تاکہ مار کے خوف سے بہاگ جاوے سو اگر وہ گر پڑا اور مر گیا پہر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اوسکے وارثون کو اپنے باپکا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اوسنے ڈانڈ دیا نالش کرنیوالے سے لینا جائز ہے بسبب اوسکی تعدی کے اس سبب مین یعنے جو کچہہ ہوا اوسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل وما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتہہ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پہر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جہوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچہہ اور کہا تو قطع نہین ہم بعض علما کی قول پر مدعی مذکور کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوریکا اقرار نکرے ہم بیہہ

تلقین حد ماننے کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سیاہ چور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو آیا تو فرمایا کہ کیا اس نے چوری کی ہے میں یہہ نہیں گمان کرتا ہوں کہ اس نے چوری کی ہو کذا فی البحر کما لا قطع لو شهد کافران علی کافر و مسلم بها ای فی حقهما ای الکافر والمسلم ظهیریة چنانچہ اگر گواہی دی دو کافروں نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہیں دونوں کے حق میں یعنے کافر اور مسلم دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریة تشارك جمع واصاب کلًا قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضهم استحسانًا سدًا لباب الفساد ولو فیهم صغیرًا و مجنون او معتوه او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری میں اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اس مال کو انہیں سے بعضوں نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنیکے واسطے اور اگر چوروں کے گروہ میں صغیر یا مجنون یا فاتر العقل بے ہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اس وقت کاٹا جاویگا جب جماعت حرز میں داخل ہو کذا فی الہدایة اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر بعضے اندر جاویں اور حصے میں سب شریک ہوں تو اسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہوا اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کے واسطے اور حبس کیے جاویں یہاں تک کہ توبہ کریں کذا فی الخلاصة وشرط للقطع حضور شاهدیها وقته و وقت القطع کحضور المدعی بنفسه حتی لو غابا او ماتا لا قطع و هذا فی کل حد سوی رجم و قود بحر قلت نقل المصنف فی الباب الآتی تصحیح خلافه فتنبه اور شرط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونوں شاہدوں کا قطع کرنیکے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونوں شاہد اس وقت غائب ہوں یا مرگئے ہوں تو قطع نہیں اور یہہ حضور گواہوں کا ہر حد میں شرط ہے سوای رجم اور قصاص کے کذا فی البحر میں کہتا ہوں مصنف نے اگلے باب میں اسکی مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنے شرح منظومہ سے قطع میں عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا م شہنا رجم کا مخالف سابق کے ہے سو اس واسطے کہ حد زنا میں مذکور ہو چکا کہ اگر شاہد غائب ہوں یا مر جاویں تو حد ساقط ہے ویقطع بساج و قنا و آبنوس بفتح الباء و عود و مسك و ادهان و ورس و زعفران و صندل و عنبر و فصوص خضر ای زمرد و یاقوت و زبرجد و لؤلؤ و لعل و فیروزج و اناء و باب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینوں یعنے زمرد اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو م اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہیں کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی کی چوری میں قطع نہیں لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات میں قطع ہے سو اسواسطے کہ یہہ عزیز مال ہیں لہذا مکان محفوظ میں رکھے جاتے ہیں اور دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں ملتے ہیں تو قائم مقام چاندی سونیکے ہو لیے اور منح الغفار میں ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک شجر کا درخت ہے جسکے اوپر شجر ہوتی ہے اور لکڑی اسکی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سوای ہندوستان کے نہیں ملتے میں اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز مشابہ بحر الجواہر میں ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب لسان العرب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب قاموس اور اسکے محشی کے نزدیک یہہ دو جوہر ہیں مختلف الحقیقة میں وکذا بکل ما هو من اعز الاموال وانفسها ولا یوجد فی دار العرب مباحًا لا صفًا غیر مرغوب فیه هذا هو الاصل اور اسی طرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہو [illegible] دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں [illegible] قاعدہ کلیہ ہے قطع ہوئیکا یہی ہم عزیز اور نفیس مال کی قیمت سمجھا جاوے اور مثل [illegible] معروف چیزیں [illegible] گنی گئیں [illegible] قطع نہیں [illegible] غیر مرغوب [illegible] مثل دروازہ نکالا گیا [illegible] مذکورہ [illegible] دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن غیر مرغوب نہیں لا یقطع بتافه ای حقیر یوجد مباحًا فی دارنا کخشب لا یحرز عادة قطع نہیں ایسی حقیر چیز کی چوری کا جو دار الاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں برعادت نہیں رکھی جاتی ہے تو جس لکڑی کو محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو کہ ظرف وغیرہ بنانے سے قیمتی ہوگئی ہو تو اسکی چوری میں قطع ہے کذا فی البحر و فتح القدیر میں ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں [illegible] یعنی حقیر چیز میں قطع نہوتا تھا [illegible] و حشیش و قصب و سمک ولو مالحًا و طیر ولو بطًا او دجاجًا فی الاصح

غایۃ اور تھیے نہیں گہاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزرنیخ و
مغرۃ ونورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں ہٹکارا اور ہرتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا
زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اوسکے جلد ٹوٹ جانیکے سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کاللبن واللحم ولو قدیدا وکل
ہیأ للاکل کالخبز وفی ایام قحط لا تقطع لطعام مطلقا شمنی اور نہ اوس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودہ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت
اور جو چیز کہانیکے واسطے طیار کیگئی ہو جیسے روٹی تو اوس میں قطع نہیں اور قحط کے دنون مین قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الشمنی م اور زاہدی کی دونون
طعام پختہ مین قطع نہیں اور غیر پختہ جیسا کہ گیہون میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں ہے اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اضطرار کی بہوک میں قطع نہیں اور عمر رضی اللہ
عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر وفاکہۃ رطبۃ وثمر علی شجر وبطیخ وکل ما لا یبقی حولا اور قطع نہیں تر میوہ کی چوری سے اور درخت
کے پہل سے اور خربوزہ سے اور اوس ہر چیز کی چوری سے جو سال بہر باقی نہیں رہتی م تر میوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کہجور کی چوری سے
قطع ہے کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کہیت کہ ہنوز کاٹا نہیں گیا اوسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہیں رکہا
گیا کہ مرقہ اور جہیں سے ہے واشربۃ مطربۃ ولو لاناء ذہبا اور شرابہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اوسکا سونیکا ہو م شرابہ مطربہ سے وہ پینیکی چیزین
مراد ہین جو نشہ کرتی ہون اگرچہ سکر سونیکی برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہے یہان نہ مقصود بالذات اور شرابہ مسکرہ مین اسواسطے قطع نہیں کہ بعضے تو
حرام ہین تو لینا اوسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضونکی اباحت مین اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین وآلات لہو ولو طبل الغزاۃ فی الاصح لان
صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ غایہ اور باجونکی چوری مین قطع نہیں اگرچہ غازیونکا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اوسکا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب
شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان م آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھہ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
تو اوسکے توڑنیوالے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اونکی قیمت ہے لیکن چرانا اونکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی البحر وصلیب
ذہب او فضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے
یعنی اوسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا م صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہین
اسطرح + نصاری کا گمان ہے کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تہا لہذا اوسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ اور مہملہ سے بھی پڑہنا جائز ہے اور نرد
بفتح نون ایک کہیل ہے جسکو اہل فرنگ کہیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد ودار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گہر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے
کہ دروازہ غیر کی حفاظت کیواسطے ہے خود محفوظ نہیں ومصحف وصبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف
یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں م مصحف مین اسواسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال
ہے اور صغیر حر کی چوری مین یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اوسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا
او اعجمیا لانہ اما غصب او خداع اور اوس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو با تمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کرسکتا ہے اگرچہ اوسکے لینے کیوقت وہ سوتا ہو یا مجنون
اور اندہا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا غصب یا فریب دینا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے م عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ
کذا فی البحر ودفاتر غیر الحساب لان ما فیہا لو شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکالمصحف والا فکطنبور اور سوای حساب کے اور اوراق مکتوبہ کی چوری
سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہین جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابین تو وہ حکم مین قرآن کے مانند ہین یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ
نہیں تو طنبور کے حکم مین ہین یعنی باحتمال نہی عن المنکر اسمین بہی قطع نہیں م شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر
اور دواوین اور کتب حکمت مین قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کی کتب کا سارق مکلفین ہو تو اوسکا ہاتہ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر ودفاتر
الحساب لما مضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا اما المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا ورق

بین دفاتر تجار و دیوان او قاضی بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور اون حساب کے دفترون کی چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری مین قطع ہے اسواسطے کہ ایسے دفترون کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہین حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہین ہو جب کہ لینا دینا باقی ہو تو اونکے لینے سے اوسکا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہہ دریافت کرنا مال نہین ہے تو لہذا قطع نہین اسکی چوری مین بلا فرق ہے اگر دفتر کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگرون کی بہیان ہون یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیان ہون کسیمین قطع نہین در صورت عدم فراغت حساب اور اسصورت مین اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونیکے ساقط الاعتبار ہے وکلب و فہد ولو علیہ طوق من ذہب علم السارق بہ او لا لانہ تبع اور قطع نہین کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اوسکی گردن مین سونیکا طوق ہو سارق کو اوسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانۃ فی ودیعۃ و نہب ای اخذ قہرا و اختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہین امانت مین خیانت کرنیسے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مار نے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت مین حرز نہین اور نہب اور اختلاس مین چھپ کر لینا موجود نہین پھر جب کہ سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے مین دونون برابر ہین لیکن اختلاس مین سرعت اختطاف داخل ہے اور نہب مین داخل نہین جامع ترمذی مین حدیث مرفوع ہے کہ لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع کذا فی البحر ونبش لقبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرق من بیت فیہ قبر او میت لتاولہ بزیارۃ القبر او التجہیز وللاذن بدخولہ عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردون کے کفن چوراوے قطع نہین اگرچہ قبر مقفل کوٹھری مین ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چورایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چورایا اوس کوٹھری سے جسمین قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اسکے دعوے کی واسطے زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اوسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اوسکی عادت پڑ گئی ہو کفن چورانیکی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے ومال عامۃ او مشترک وحصر مسجد و استار کعبۃ ومال وقف لعدم المالک اور قطع نہین بیت المال کے مال اور مشترک مال چورانے سے اور مسجد کی چٹائیان اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے مال چورانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہہ تعلیل عدم قطع مین عجیب سے اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع بدہر محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور متن مین متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاے ومثل دینہ ولو دینہ مؤجلا او زائدا علیہ او اجود لصیرورتہ شریکا اور قطع نہین اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اوسکا دین مؤجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اوس سے بسبب ہوجانے سارق کے شریک ہم یہہ تعلیل ہے زیادہ از دین کے چورانیکی مثلا زید کے من بھر گیہون قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہون اوسکے چورائے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہین اذا کان من جنسہ ولو حکما بان کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکورہ مین قطع ثبوت نہین جب کہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اسطرح پر کہ سارق کے اوسپر دراہم قرض تھے سو اوس نے دنانیر کو چورایا یا اسکے برعکس یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہین حکما بخلاف العرض ومنہ الحلی فیقطع بہ ما لم یقل اخذتہ رہنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمین زیور بھی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جبتک صاحب دین یون نکہے کہ مینے اسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے وطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہے مالیت مین مجانس ہونیکے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونیکے طریق سے مجتبی مین کہا کہ اس قول مین بڑی وسعت ہے تو ضرورت کے وقت اوسپر عمل کرلینا چاہیے اگرچہ یہہ ہمارا مذہب نہین ہے اسواسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ

من غریم ابیہ او غریم ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ المأذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اوسکے چورانے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے واسطے ہے ولو سرق من غریم ابنہ الصغیر لا کسرقۃ شیء قطع فیہ ولم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین جیسا کہ اوس چیز کی چوری مین قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین اسطرح ہو جو دہے اور اگر اوسکی ذات بدل گئی

یا سبب ملک بدل گیا مانند بیچے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی هم تبدل ذات کی یہ صورت ہو کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اوسکا کپڑا بنا گیا پھر سارق
مذکور نے وہ کپڑا چرا لیا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروق کو بیچ ڈالا پھر اوسکو مول لیا پھر سارق اول نے چرا لیا تو
دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ برضاع تقطع کابن عم ہو اخ رضاعًا فانہ رحم نسبًا محرم
رضاعًا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اپنے قرابتدار کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہو نہ نسب کے
سبب سے تو اوسکی چیز چرانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہو باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے
کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہو گیا کلام زیلعی کا جو زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹا یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہوا اور رحم کے اخراج کیواسطے لا برضاع
کی قید کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ رحم محرم میں یہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے اسواسطے
کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم کا ہے رضاعی بھی ہوتا ہے تو اوسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو المسروق مال
غیرہ ای غیر ذی الرحم بخلاف ما اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبارًا للحرز وعدمہ قریب محرم سے چرانے میں قطع نہیں اگرچہ مال مسروق
اوسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اوسکے جب محرم نسبی کا مال اوسکے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے ہم محرم نسبی کا گھر اوسکے حق
میں حرز نہیں باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان تو وہاں سے مال لینا شرعًا چوری نہیں لہذا قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اوسکے حق میں حرز ہے
کہ وہاں آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہاں سے مال لینا چوری ہے شرعًا باعتبار حرز کے لہذا قطع ہے خواہ وہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا وبخلاف
مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقًا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودھ پلائی کے مال کے
مطلقًا یعنی برابر ہے کہ دائی کا مال اوسکے گھر سے چرایا ہو یا اوسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو بنا بر
عدم حرز کے شارح نے کہا بقول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدون تاء مثناۃ کے ہم طحطاوی نے کہا کہ بعض علما نے کہا کہ جبتک ایسی صغیر کو دودھ پلاتی ہے تو اسکو مرضع بولتے ہیں
بدون تاء مثناۃ اور جب دودھ پلا چکی اور صغیر کو رضیع کیا تو اوسکو مرضعہ کہتے ہیں تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہاں معنی ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ یہاں بیجا نہیں اور
صاحب قاموس کا کلام بھی اسکے موافق ہے تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہو گیا ولا بسرقتہ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء بہ جوہرہ اور قطع نہیں
زوجہ کے مال چرانے سے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرہ یعنے کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرا لیا اور چوری ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا
اور اوسکے بعد سارق نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہو یعنی باب سرقہ میں زوجیت کا ہونا ہر حال میں کافی ہے وزوجہا ولو کان المسروق من حرز
خاص لہ اور قطع نہیں اپنے زوج کا مال چرانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی المنح ولا
عبد من سیدہ او عرسہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام چرائے نہیں اپنے مالک یا اوسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے
مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے بنا بر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہے کہ گھر میں غلام کا آنا اکثر ممنوع نہیں ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہے تو حرز باقی نہ رہا ولا من
مکاتبہ وختنہ وصہرہ اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چرانے سے ہم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہیں چنانچہ سسر اور سالا اور محرم
نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہیں چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ غایہ
بحثًا اور قطع نہیں غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اسمیں نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بحثًا وحمام فی وقت
جرت العادۃ بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے ان وقتوں کہ اسمیں داخل ہونیکی عادت جاری ہو اور اسطرح
بوقت دخول قطع نہیں سوداگرون کی دوکانوں سے اور کاروان سرایون سے چوری کرنے میں کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا
کذا فی المنح وبیت اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اس گھر کی چوری سے جسمیں داخل ہونیکا اذن
ہو گیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرائیں ہوتی ہیں اور اگر خاص لوگوں کو اذن دخول ہوا پھر سوا اونکے غیر شخص داخل ہوا اور اسنے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے ہم اگر

دوکان اور سراین انکو چوری کریگا تو قطع ہی ہو اسلیے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہین اور اذن دخل کا فقط دنکو ہی نہ راتکو کذا فی المنح واعلم انہ لایعتبر
الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی فلایعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی تمھی
اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین ہے اسلیے کہ حرز مکانی قوی تر ہی نگہبان کے حرز سی لہٰذا نگہبان معتبر نہین حمام مین ہو اسلیے کہ وہ حرز مکانی
ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہین بنی اسیکا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام
مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس ہی یا نہو اور مسجد مین اگر مالک ہی مال کے پاس نہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکلما
کان حرزا لنوع فھو حرز للانواع کلھا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذھب قیل حرز کل شئ معتبر بحرز مثلہ والاول ھو
المذھب عند المجتبی لکن جزم القھستانی بان الثانی ھو المذھب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم مال کا وہ بالکل اقسام کے اموال کا حرز ہی تو قطع
کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضوں نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر اوسکے مماثل کے حرز سی اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی
نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جام شارح نے آگاہ کردیا کہ یہان دونو قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سی موتی چورانین قطع نہین اسلیے
کہ اصطبل گھوڑونکا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع نقاف ھو من یکثر فی الدراھم بین اصابعہ اور قطع نکیا جاوے نقاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکہے م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ نقاف وہ ہی جسکو دراہم پرکہنی کیواسطے دیئے جاوین وہ بدون اطلاع مالک کچھ اسمین سے کہے لے وفشاش کالقفاع
ھو من یھیئ لغلق الابواب ما یفتحہ اور فشاش بالقاف وہ شخص ہی جو دروازونکے قفل کہولنی کیواسطے آلات طیار رکہے اذا فتش حانوتا او باب دار ظھارا
وخلا البیت من احد فلو فیہ احد ھو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نکیا جاوی جبکہ وہ دوکان یا گہر کے مقفل دروازی کو دنمین کہولے اور گہر مین کوئی
نہو اور اگر گہر مین کوئی ہو اور وہ نجانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی م دنمین قفل کا کہولنی والا مجاہر ہے مختفی نہین اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گہر مین کوئی
ہی وہ بہی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح لغفاری جیسا دی سی منقول ہی کہ جب گہر کا دروازہ بہڑا ہو مقفل نہو پہر اسمین سارق چپکر داخل ہوا اور اسباب چرا وی
تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کہلا ہو پہر دنکو گہسکر چرا وی تو قطع نہین ویقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وھبانیہ اور قطع کیا جاویگا
اگر چہت پر سی بقدر نصاب چراوے اسواسطے کہ چہت بہی حرز ہی کذا فی شرح الوھبانیہ بشرطیکہ چہت پر چڑہکر چراوے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سی ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پہیلا ہو
راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اسکو کہینچ لا تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز فعم الطریق والصحراء ودرب لمتاع عندہ ای
بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سی چراوی اور حالانکہ اسباب کا مالک اوسکے پاس ہے یعنی اسجگہہ مین ہے جہان سے اسکو دیکہتا ہی اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح پر
مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد اپنی تصدراہ اور میدان کو بہی شامل ہی م مالک متاع سی حافظ مراد ہی مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا
عام ہی کہ اوسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکہا ہو اور حافظ سوتا ہو اسلیے کہ آدمی بہی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق
ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نکیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا میزبان کا مال جس نے اوسکی مہمانی کی اگرچہ گہر کی
کسی کوٹہری سے چرایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گہر سب کوٹہریون کے ساتہ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن
اوسکی سب کوٹہریون کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبھۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گہر سی باہر نہین
نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کی بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گہر حرز واحد ہی تو بدون اخراج چوری ثابت نہین ہوتی بخلاف غصب کے کہ اسمین گہر سے نکال لیجانا شرط
نہین یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اوسنے گہر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گہر سے مراد چہوٹا گہر ہی اسلیے کہ بڑے گہر کا حکم بعد اسکے ذکر
ہوتا ہی وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنھا او اغار من اھل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو بہت
بڑے گہر کے حجرہ سے اوسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اوسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی م
حجرات دار سے وہ مکانات اور منازل مراد ہین جنکی رہنے والونکو اوسکے گہر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسیطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح

طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہے اور مطلب یہ ہے او نقب فدخل اوالقی کذا رأیتہ فی نسخ المتن والشرح بأو وصحح بہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادھا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونہہ لگایا اور سیندہ گہر داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ مین ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینکدینا ایک تدبیر ہے جسکی چورونکو عادت ہوتی ہے تو یہ سب نعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینکدینا اور پھر اوٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسیطرح مینے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخون مین اوالقی بلفظ او دیکھا اور صحیح یہ ہے کہ واو ہو جیسا کہ کنز مین ہے والہذا مترجم نے او کا ترجمہ کیا نہ او کا امام حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہین اگرچہ پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ نہ مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینکنے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو لیلیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اوسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع وحملہ علی دابۃ فساقہا واخرجہ او علق ایسہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروقہ کو جانور پر لادا پہر اسکو ہانکا اور اسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا م اور اگر جانور کو ہانکا نہ اخراج نکیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اوسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اسکا آدمی کیطرف منسوب نہین کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بحریک السارق لماء یا مال مسروق کو پانی مین ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا م صورت اسکی یہ ہے کہ گہر کے اندر نہر تہی اور اسکا پانی کم بہتا تہا سو سارق نے مال اسمین ڈال کر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گہر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اسکا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی فیقطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا م قطع جواہی وان اخرجہ ... مابعد کی ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی بیت السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جسکو فقہائ نے کہا ہے کہ اگر سرقہ کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اوڑ کر سارق کے گہر مین پہونچی تو قطع نکیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ مین عدم قطع کا یقین کیا ہے م جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گہر مین پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلجانا بھی سارق کے ہی سارق کے طرف منسوب نہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ وسمی اللص الظریف اور اگر نقب دیا پہر گہر مین گہسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گہر سے باہر ہی یا نقب کے باہر سے کوٹہری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہین اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چور کہتے ہین کہ چوری تو کری اور اگر گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورتین دونون پر قطع نہین اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہین تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورتمین بھی ہتک حرز بسبب دخول کے صادق نہین کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکہدیا پہر نکل کر لیلیا تو قطع نہین صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طر صرۃ شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع وفی الحل بعکسہ اور اگر جیب ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہی اور دراہم کو لیا تو قطع نہین اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہو تو اوسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کہولنے مین بالعکس حکم ہے یعنی رباط خارج کے کہولنے مین قطع ہے نہ داخل کے کہولنے مین طر بمعنے شق ہے والہذا قاطع کو طرار کہتے ہین اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصد والحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوے بوجھہ کی چوری کی تو قطع نہین اسواسطے کہ قطار کا ہانکنے والا اور کھینچنے والا اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہین ہوتی جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہین جو نسق واحد پر ہون م قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس مین ہے القطار

اور حموی اور شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی وان کان معہا حافظا وشق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فسرقتہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر قطار کے ساتھہ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرکر اور اوسمین سے چرا لے یا اوس خرجی کو چرا لے جسمین اسباب ہے اور مالک اوسکی نگہبانی کرتا ہی یا اوسپر سوتا ہی یا اوسکے پاس تا ہی یا اپنا ہاتھہ سارق نے غیر کے صندوق مین یا اوسکی جیب مین یا آستین مین ڈالکر اوسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون مین اور اصل ان مسائل مین یہہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہی جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہی جیسے گھر ہی تو بیشک حرز اوسکے دخول سے معتبر ہی اور اگر ایسا ہی کہ اوسمین دخول ممکن نہین چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو بیشک حرز اوسمین ہاتھہ ڈالنے اور اوسکے مال لینے سے معتبر ہی جوالق بضم جیم خرجی کو کہتی ہین اور جمع اوسکی جوالیق اور جوالیق اور جوالقات ہی بفتح جیم **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع فیہ کھڑی خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کپڑے مین لپٹا ہوا ہی یا دوسرے خیمہ کے اندر ہی تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت مین خیمہ خود حرز ہی مگر محرز نہین اور باقی صورتون مین محرز ہی اخرج من حرزہ شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے ایک بکری جو بقدر نصاب نہین نکالی پہر اوسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کے ملنے سے تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اوسنے نکالا تہا وہ بقدر نصاب نتہی اور دوسری کا نکلنا اوسکی طرف منسوب نہین سرق مالا من حرز فدخل اخر وحمل السارق بما معہ قطع المحمول فقط مال چرایا ہی حرز سے پہر دوسرا اوسمین ہوا اور سارق اول کو مع اوسکے ساتھہ کا مال کے اوٹہا لاوے یا توجیسا ہی فقط قطع کیا جاویگا لا دیتا الا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ مین اس کپڑے کا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اوسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کی طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہی اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھہ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ وعدہ ہی چوری کا اقرار نہین اور توضیح اسکی یون ہی کہ جب یون کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہہ ہے کہ اوسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یون بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہہ ہے کہ زید کو یہہ قتل کریگا یا کرتا ہی اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہین کہ کون مراد ہی تو قطع نکیا جاویگا شک سے خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہہ ہی کہ نہ اضافت مین اسم فاعل بمعنے ماضی ہوجاتا ہی تو گویا اوسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت مین اسم فاعل بمعنے مضارع ہوتا ہی تو گویا یون کہا کہ اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہی کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہین کیا کیونکہ جب ماضی کے معنے مین ہوتا ہی تو عمل نہین کرتا مگر کسائی اور ہشام کے مذہب مین کذا فی البحر قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یجعل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہی اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہین ایسی ترکیب یعنی نصب و اضافت مین کچہ فرق نہین کرتے ہین مگر یہہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہہ ہے کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہی اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اوس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل مین اسکا اعتبار کیجے تو عدم قطع اوس شبہہ ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہی وللامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیء نہر امام کو جائز ہی قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اوسکے فساد اوٹہانیکے زمین مین کذا فی الدرر اور یہہ جواز قتل اوسوقت ہی جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری مین قتل کرنا سیاست شرعیہ مین کسیطرح داخل نہین کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتہی بار چوری کرے تو امام کو اوسکا قتل کرنا بطریق سیاست رفع فساد کے واسطے جائز ہی حموی نے کہا کہ یہہ جو جاری ہی زمانہ کے حاکم پہلی ہی بار کی چوری مین قتل کر ڈالتے ہین سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ مطلقہ شرعی سنت حکم سے ماخوذ ہی قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام لفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ

فلیحفظ شارح کہتا ہو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد میں کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم سیاست کرنا جائز نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم بھی اسی مقام میں مذکور کر چکے ہیں بسند کتابیہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہیں واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہہ باب ہی کیفیت قطع اور اسکے اثبات کے احکام میں **تقطع یمین السارق من الزند ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبًا فتح** کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اور اسکے بند دست یعنی پہنچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہی کذا فی فتح القدیر رہم مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہوا اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرارت سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما سو اور یہہ قرارت مشہور ہی تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرارت سے صحیح ہوا اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت اور پہنچے سے کاٹنا متوارث بجائے متواتر ہے جسمیں سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہیں اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں حضرت کی احادیث بھی مروی ہیں اور قطع اجماع پر اکتفا کیا یہہ نقل شاذ ہی اور خارجیوں کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلی یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث صحیح بشرط مسلم ہے اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں بھی روایت کیا ہو اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ میں ہو کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل میں ہاتھ ڈبونے سے اور فائدہ داغنے کا یہہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے میں ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہی اور ہمارے نزدیک یہہ امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم تعلیق پر قطع میں ثابت نہیں کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح میں کہا کہ اسمیں اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم **الا فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر** مگر سخت گرمی اور سردی میں قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونیکے خوف سے اسواسطے کہ حد زاجر ہی نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا **وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم نفی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیہ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق** اور تیل کی قیمت اور اسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیوں کی قیمت اور تیل جوش کرنیکے برتن کی اجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب پڑا ہی ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضوں نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہو اور خانیہ کی کتاب القضا میں ہے متمرد پر اجرت محضر کی ہونا ہی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب القضا میں ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی جیسے سارق کے قطع ید میں **ورجلہ الیسریٰ من الکعب ان عاد** اور سارق کا بایاں پاؤن کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسرے بار چوری کرے **فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر آثار التوبۃ شرح وہبانیہ** پھر اگر تیسرے بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مار سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہوں نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ ثم سرقہ ثانیہ میں بایاں پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہے اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ میں قطع نکرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یوں روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اسکا داہنا ہاتھ کاٹوں پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایاں پاؤن کاٹوں پھر اگر تیسرے بار چوری کرے تو اوسکو قید میں رکھوں یہانتک کہ اسمیں خیر اوس سے پیدا ہوں مجھکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ میں اسکو ایسا کر کے چھوڑوں کہ نہ اوسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن رہے جس سے چلے اور

دارقطنی

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما ذ ذی یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہہ جو روایت ہے کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری میں بھی قطع کیا جائے اگر وہ روایت صحیح ٹھیرے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہونے پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی چوری میں داہنا پانوں کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داود و بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری میں چاروں ہاتھ پانوں کاٹے گئے پھر جب پانچویں بار اوسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اسکا راوی ضعیف ہے ہرچند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا علماء نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسیکی ہمنے اصل نہیں پائی اور عقل سے نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چاروں ہاتھ پانوں قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت میں کوئی اسکو ذکر کرتا اور مشورہ کے وقت اوسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اسکی مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہہ حکم بطریق حد سرقہ نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ پانچویں بار کی چوری میں قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے کہ اسکے نزدیک بطریق حد کے ولو سرق ویدہ الیسریٰ مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس حتی یتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اوسکے ہاتھ کا بایاں انگوٹھا مقطوع تھا یا سوای بائیں انگوٹھے کے اوسکے ہاتھ کی دو انگلیاں مقطوع یا شل ہیں یا اوسکا داہنا پانوں مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ ان صورتوں میں داہنا ہاتھ یا بایاں پانوں کاٹنا اوسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید کرنا چاہئے اظہار آثار توبہ تک ہم ان مسائل میں قطع نہیں کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہے انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائیں ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں مقطوع ہوگا کذا فی المنح چلپی نے کہا ہے سہو ہے بایاں اور داہنا پانوں اسواسطے قطع نہوگا کہ یہہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے قطع ہوگا کہ جب بایاں ہاتھ بیکار ہو تو گرفت مقصود نہوگی اور یہہ ہلاک ہے اور اگر داہنا پانوں شل ہوگا تو ہاتھ پانوں کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہہ بھی ہلاک ہے ولا یضمن قاطع الید الیسریٰ ولو عمدا فی الصحیح ہذا اذا امر بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اوسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اسکے برخلاف حکم ہوا ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کیا اور اوسکے عوض ایسا چھوڑا جو اوس سے بہتر ہے یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہیں اگر غیر جلاد نے بائیں ہاتھ کو کاٹا قول اصح میں یعنی قاضی نے جلاد کو قطع کا حکم دیا اور غیر جلاد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کا قطع آگے آتا ہے نفی ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایاں وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنابر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یؤخذ حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوریکا اوس سے مواخذہ نہوا یہانتک کہ اسکا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اوسکا بایاں پانوں کاٹا جاویگا قصاص کی قید سے احتراز ہوا آسمانی آفت کے قطع سے یعنی اگر سرقہ میں اسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا کالجنایۃ وجنس کے کذا فی البحر وطلب المسروق منہ المال شرط القطع علی الظاہر یعنی شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا اقرار سارق میں اور شہادت میں بنابر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونیکی شرط ہے اور طلب قطع ظاہرا شرط قطع نہیں کذا فی

البحر سو اسلئے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے و لہذا مالک قطع کو عفو بعد ثبوت وجوب نہیں کر سکتا ہے جب حق اللہ ہوا تو طلب بعد مشروط نہو گی وكذا حضوره اى المسروق
منه عند الاداء للشهادة و عند القطع لاحتمال ان يقر له بالملك فيسقط القطع لا حضور الشهود على الصحيح شرح المنظومة واقره
المصنف قلت لكنه خالف لما قدمنا متنا وشرحا للبحر وقد حرر في الشرنبلالية بما يفيد ترجيح الاول فتأمل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق
منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہے ادائے شہادت اور قطع کیوقت مین احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہین
حضور گواہون کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول کے کذا نے شرح المنظومۃ ۱۲ وہابت کہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے کلام کے
جسکو ہمنے اس باب سے پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونون مین تو بحر کا مرا الخ تحریر ہوا اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی
اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہین بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہون شاہد یا مر جاوین تو قطع کیا
جاویگا نہین یا فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مر جاویگا خلاصہ الروایہ مین ایسے سائے لفظ شرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ معتمد نہیں ہے تو
یہان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیریہ مین ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہو جاوین بعد ظہور عدالت کے یا مر جاوین قبل قضا کے یا بعد قضا
جاری کرنیکے قبل تو دونو صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول مین اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری
کرے انتہے تو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں
بتوضیح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کی بدائع سے نقل
کی ہے متفرع علی قوله وطلب المسروق منه الخ فقال فلو اقر انه سرق مال الغائب توقف القطع على حضوره ومخاصمته پھر مصنف نے اپنے
قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اسنے فلانے غائب شخص کا مال چرایا ہے تو قطع موقوف رہیگا اوسکے
حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وكذا لو قال سرقت هذه الدراهم ولا ادري لمن هي او لا اخبرك من صاحبها لا قطع لانه يلزم من جهالته
عدم طلبه اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مین نے یہ درہم چوری کئے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ یہہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مین نے یہ درہم چوری کئے ہین
اور تجھکو نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہین اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب کا شرط قطع ہے وكل
من له يد صحيحة يملك الخصومة ثم فرع عليه بقوله كمودع وغاصب ومرتهن ومتولي وقف واب ووصي وقابض على سوم الشراء وصاحب ربوا
بان باع درهما بدرهمين وقبضهما فسرقا منه لان الشراء فاسدا بمنزلة المغصوب بخلاف معطي الربوا لانه بالتسليم لم يبق له ملك و
لا يد ثمنی اور جس کا کہ قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنیکا اوس مال کے چرانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا قول متفرع کیا جیسے امانتدار اور غاصب
اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے مبیع پر قبضہ کیا بالفعل خریدنے کے نرخ پر اور ربا لینے والا اسطرح کہ اوسنے ایکدرہم کو بعوض دو درہم
بیچا اور دونون درم پر قبضہ کر لیا پھر اوسکے پاس سے دونون چوری گئے ہو اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف ربا دینے والیکے کہ وہ خصومت کا مالک
نہین ہے اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ہم غایت الحجب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہے شارح نے تصویر ربوا مین ایک درہم
کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین ہے اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو
سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی النهر ولا قطع بسرقة اللقطة خانية اور قطع نہین لقطہ چرانیسے کذا فی
الخانیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ مین سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہین بلکہ صاحب بحر نے اوسکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہہ مضمون ہے کہ اگر کسی نے لقطہ یعنی پڑی ہوئی
چیز کو اوٹھا لیا پھر اوسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ مین پایا تو یہہ مرد اوس شخص سے خصومت نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی وقت
مین اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو ومن لا يد له صحيحة فلا يملك الخصومة كسارق سرق منه بعد
القطع لم تقطع بخصومة احد لما لهما لان يده غير صحيحة كما يأتي انفا اور جسکا قبضہ صحیح نہین مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہین چنانچہ

سارق کے پاس سے مال چوری ہوگیا بعد قطع کئے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہوگا کسیکی خصومت سے اگرچہ مال کا مالک ہو مطالبہ ہو اسواسطے کہ اسکا قبضہ اسکا غیر صحیح ہے
چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ویُقطع بطلب المالک ایضًا لو سُرِق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہوگئی
یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا ہم اسیطرح لیعنی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کرسکتا ہے حالانکہ
شارح نے تمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی ذکر کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کرسکتا ہے اسواسطے کہ تسلیم سے اسکا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی
الطحطاوی وکذا بطلب الراہن مع غیبۃ المرتھن علی الظاھر لانہ ہو المالک اور اسیطرح قطع ہو راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونیکے ساتھ بنابر قول
ظاہر کے ہو اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن الجامع الصغیر لا بطلب المالک للعین المسروقۃ او بطلب السارق لو سُرِق من
سارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق طلب کرنے سے یا سارق کے طلب کرنے سے اگر سارق کے پاس چوری ہوگئی بعد قطع کئے بسبب ساقط
ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کئے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں ولہذا اسیر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا
سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع او بعدہ دُرِئ بشبہۃ فان لہ ولرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد
فصار کالغاصب فحاصل بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان واختار الکمال ردہ للمالک بخلاف اسکے جب سارق ثانی نے سارق اول
سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ملجائی حد کے شبہہ پڑنے سے ہو اسطرح کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا ساقط بضرورت قطع تھا
سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہوجانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں
دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو
قاضی اس مال کو حفاظت میں رکھیگا جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق شیئًا وردّہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکمًا
کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بھبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرھن للشبہۃ او
نقصت قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونیسے پہلے مالک کو
پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو جیسے مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک اسکو دیا اگرچہ تملیک ہبہ
مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ بینہ دعوی کا با دلیل ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے
کم ہوجانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہوگا ان چاروں مسئلوں میں اقرا بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا لانہ باقرارہما
لانہ لو اقر انہ سرق وفلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو
ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی ہو اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلاں شخص نے اور فلاں منکر ہو
تو مقر پر قطع ہے جیسے اس قول سے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا ہم سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اسواسطے کہ دو سارقوں پر
قطع نہیں تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی ولو سرقا وغاب احدہما وشہدا ای شہد اثنان علی سرقتہما قطع الحاضر لان
شبہۃ الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک ان میں سے غائب ہوگیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا
اسواسطے کہ شبہۃ الشبہہ معتبر نہیں ہم یعنے اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہوسکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کیواسطے بیان کرے کیونکہ
یہ شبہہ کا شبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وتردّ السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا
اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو ہم قطع ہو اسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حد اور قصاص میں مکلف
کی قید ہو اسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بیّنۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولی
عند اقامتہا خلافًا للثانی لا عند اقرارہ بحد او قود چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اسکے مالک کے

شاہدون کی گواہی کے وقت خلافاً لابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک غلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ
ھذا لفظ الحدیث درر وغیرھا وفی الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہین سارق پر بعد قطع ہونے اوسکے دہنے ہاتھ کے یعنی درصورتیکہ موجود نہین
مال کے یہہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہہ حدیث بایں لفظ روایت کی کہ لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ م متن کی روایت حدیث کی بمعنی
ہی ہو اسطے کہ مصدر شرح ہے اور حدیث بمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی
مین حدیث مرفوع بایں لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث بایں لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف
اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وھبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پہیر دیا جاویگا اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اوسکو
بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اوسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ھلاک العین واستھلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ
یفتی باداء قیمتہا دیانۃ سواء کان الاستھلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ فرق نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا
اوسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایۃ مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اوسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ
لو استھلکہ المشتری منہ او الموھوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی مین ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنیوالے نے یا موہوب لہ نے اوسکو ہلاک کیا تو مالک
کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے م اور مشتری سارق سے اتنا پہیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما
لم یقطع فیہ اور اگر بعض چوریون کی جزا مین قطع ہوا تو باقی چوریون مین سے کسیکا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اوس مال کا جسمین قطع نہین ہوا م امام
کی دلیل یہہ ہے کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہے اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہے اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو
جب کیا سرقہ کے طرف سے قطع ہوا تو سب کے طرف سے قطع ہو چکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخصونکا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ
قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا
زیلعی کپڑا چرایا پہر اوسکو چیر کر گہر مین آدہا آدہا کیا پہر اوسکو گہر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اوسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پہاڑنے کے تا وقتیکہ پہاڑ ڈالنا
تلف کر ڈالنے کا موجب نہو اسطرح پر کہ اوسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اسوقت مین مالک کو اوسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اوس
کپڑیکا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پہر جب مالک ٹہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی م طحطاوی نے کہا اور اگر گہر سے نکالکر پہاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اوسکی قیمت بعد
نصاب نرہی ہو بعد چیرنے کے وھل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پہاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ
ہو سکتا ہے یعنی درصورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہان وجوب ضمان حق ہے ومتی اختار
تضمین القیمۃ یسقط القطع لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق
پہر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چرائی پہر
گہر مین اوسکو ذبح کر ڈالا پہر اوسکو گہر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اوسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق
اوسکی قیمت کا ضمان دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین وھو قدر نصاب وقت الاخذ دراھم ودنانیر او آنیۃ قطع وترد وقالا لا لتقوم
الصنعۃ عندھما خلافا لہ اور سارق نے جس چاندی اور سونیکو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب کے چوریکے وقت اوسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع
کیا جاویگا اور وہ مالک کو پہیر دیئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پہیر دینا نہوگا بسبب متقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے م صاحبین کے
نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا ہے اسواسطے کہ چاندیکا نام درہم ہو گیا اور سونیکا نام دینار ہو گیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا
شرعاً معتبر نہین بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندیکا برتن دس درہم وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم سے تو جائز نہین پس اوسکی ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تہی
تو قطع ہوگا اور مالک کو پہیر دیا جاویگا علاوہ اسکے درہم اور دینار مین چاندی سونیکا نام بہی باقی ہے اور اوسکے ساتہہ دوسرا نام حادث ہوگیا وما فی الخانیۃ لو

جعلہ آوانی فان کان یُباع وزنًا فکذلک وان عدّا ففی للسارق اتفاقًا غیاثیہ اور تانبا وغیرہ تو اگر اسکو چورایا اور اوسکے برتن بنائے سو اگر وہ ایسی چیز بکتا ہے تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دیا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تاویل ایہ ورہم اور تمر کے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ او لتّ السویق نقطع لا ردّ ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ تاوان وکذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافًا لما فی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافًا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردّہ لان السواد نقصان خلافًا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب شناسائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے شمنی ولا یۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا ہے اسواسطے کہ جو شخص اوسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کیوقت اوسپر اوسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکہنا چاہیے کذا فی الدر مترجم سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اوسپر قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم فقط حدود ہی میں خاص ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یُقطعان وقیل ان تمیّزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم یقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا تکن متمیزۃ قطعتا ہو المختار لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاوینگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اوسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاویگی زائد نہ کاٹی جاویگی اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاوینگی یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

باب قطع الطریق وہو السرقۃ الکبری یہہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہہ سرقہ کبری ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اسکو مقدم کر دیا کبری پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہے نہ بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اوسکے ملازموں سے اور شرائط قطع طریق سے یہہ ہے کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہوں یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانون کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک شہر کے اندر رات کیوقت متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور شرط یہہ ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہہ کہ قطاع الطریق اونمین سے ہوں جو وجوب قطع کے اہل ہوں اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہہ ہے کہ قطع نہیں اور شرط یہہ ہے کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور اون سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی من الشلبی والنہر والدر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص معصوم ولو ذمیًا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا یہی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہے شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہوں ہم نے جو معصوم الدم کہا یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اوسکی حد میں اختلاف ہے کذا فی النہر فلو علی المستامنین فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں اسواسطے کہ بسبب حربی ہونیکے اونکا مال مباح ہے اور عصمت اوسکی دائمی نہیں کذا فی البحر من الکافی فاخذ قبل اخذ شیء وقتل نفس حُبس وہو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے آیت قرآنی میں ثم نفی من الارض سے مقصود اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اوسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکالدینا مراد ہو تو اس سے

مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کو نکالدینا مراد لیجیے تو ہمیں اوسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی من جمیع الارض مراد
ہی اسطرح پر کہ اوسکو ایک مکان میں مقید کیجیے تاکہ جمیع اہل ارض اوسکے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج من الدنیا بولتے ہیں وظاہر کہ
ان المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کے احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں
ثابت ہو چکا ہے ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت
گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت
جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی
ہے کہ ابی بردہ کے لوگوں نے قطاع الطریقی کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے
قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جائے اور جسنے مال لیا اور قتل نہیں کیا اوسکے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے
گناہ گذشتہ کو گرا دیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یوں ہے کہ جسنے راہ میں ڈرایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والمطلاع
اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کر سکتا بعد التعزیر لمباشرۃ
منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظھور سیماء الصلحاء او یموت یعنی رہزن کو محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع ہونیکے سبب یہانتک
توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامات صالحین کی اوس سے ظاہر ہوں یا مر جاوے قید میں اگر اثار توبہ ظاہر نہوں ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ
مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب منکر یعنے تخویف کے اور صاحب کفایہ نے مبسوط شمس الائمہ سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی
وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت
نفعہ وھذہ حالۃ ثانیۃ اور اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اوسکا ایک
ہاتھ اور ایک پاؤں قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اوسکے ہاتھ پاؤں صحیح سالم ہوں تاکہ اوسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوں اور یہہ دوسری حالت ہے
ہم مخالف سے یہہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اوسکا بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں مقطوع یا شل
ہوگا تو قطع نہو گا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع نہیں کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ھذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا
فلذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص لو جعل بہ جزاء محاربتہ للہ تعالی بمخالفۃ امرہ وھذا الحل یستغنی عن
تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل کیا جاویگا نہ از روی قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول
اوسکا قصاص معاف نہیں کر سکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور سب قطاع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سبکے
قتل کیواسطے کافی ہے بسبب اجتماع فی قتل کے اللہ تعالی سے کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اوسکی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہیں آیت
قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیہ قرآنی یعنی (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ) میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی محاربہ کرتے ہیں اولیاء اللہ یا
یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب پر تو تقدیر مضاف کی
کچھ حاجت نہیں والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل
الثلثۃ او قتل وصلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے جزا
دینے میں چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے پھر اوسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قطع
کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہم وجہ حصر یہہ ہے کہ حالتیں ہیں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار
ہے کہ اول اور ثانی میں یا اول اور ثالث میں جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ثم صلب حیا فی

الاصح وكيفيته في الجوهرة اور سولی پر زندہ چڑہانا یہی قول صحیح ہے اور سولی پر چڑہانیکی کیفیت جوہرہ نیرہ میں مذکور ہے ہم جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑہانیکی
یون مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑی جاوے پہر اسکے اوپر ایک اور لکڑی عرضمیں باندھی جاوے پہر اوسپر رہزن اپنے دونون پاؤن رکھے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی
اور باندھی عرض میں جسمین دونون ہاتھ اوسکے باندھے پہر برچھی سے اوسکی بائین چھاتی میں کونچے اور برچھی سے اوسکا پیٹ خوب ہلاوے یہانتک کہ مرجاوے كذا في
المنح ويبعج بطنه برمح تشهيراً له ويخضخضه به حتى يموت اور اوسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اسکی تشہیر کیواسطے اور اسکو برچھی سے ہلادے تاکہ مرجاوے ويترك
ثلثة ايام من موته ثم يخلى بينه وبين اهله ليدفنوه لا اكثر منها على الظاهر وعن الثاني يترك حتى يتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اوسے
سولی پر چھوڑا جاوے پہر اوسیکے اہل قرابت والون میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اوسکو وہ لوگ دفن کرین تین روز سے زیادہ سولی پر نرہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہونیکے
کہ بدبو سے لوگونکو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین چھوڑا رہنے دیا جاوے تاکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرپڑے وبعد اقامة الحد عليه لا يضمن ما فعل من اخذ المال والقتل
والجرح زیلعی اور اوسپر حد قائم کرنیکے بعد ضمان نہین ہے اوسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا كذا في الزيلعي هم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعينه
باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا كذا في الملتقى وتجري الاحكام المذكورة على الكل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور
احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اونمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگر بعض نے قطع طریق بعضے لوٹ کرین اور باقی کھڑے
رہین یا مدد کرین لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا نہ علی حسب الجنایات المفصلۃ وتجري في عصاهم كسيف اور پتہر اور اونکی لاٹھیان
مانند تلوار کے ہین یعنے ہرچند امام اعظم کے نزدیک پتہر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بہر صورت قتل ہوگا اسواسطے کہ یہہ جزاء قطاع الطریق قصاص نہین
جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہہ جزای محاربۂ خدا و رسول ہے بنابر حد کے والحالة الخامسة ان انضم الى الجرح اخذ قطع من خلاف
وهدر جرحه لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہہ ہے کہ اگر زخمی کرنیکے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کئے جاوین
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع نہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط اقتص فان قتل ولم يأخذ نصابا قال الزيلعي لو كان مع هذا الاخذ
قتل فلا حد ايضا لان المقصود هنا المال وهي من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر مال
لینے کے ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہہ مسئلہ عجائبات سے ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر کوئی کہے کہ فقط قتل موجب حد ہے پہر یہان کیون حد نہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہہ ہے کہ
رہزنون کا اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے سے غالب ہے تو وہی معتبر ہوا اور یہہ اوسکا بخلاف صورت کے جب فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر
ہوگیا کہ اونکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی پر جنایت صورت خفت ہوئی
كذا في الخطائي وعن البحر قتل عمداً او اخذ المال ثم تاب قبل مسكه ومن تمام توبته رد المال ولو لم يرده قتل لا حدا بل قصاصا اور اگر رہزن نے قتل کیا
عمداً اور مال لیا پہر توبہ کی قبل گرفتار ہونیکے تو حد نہین اور اسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے كذا في المبسوط والمحيط اور اگر مال نہ
پھیریگا تو قصاص لیا جاویگا تو بھی حد نہین كذا في الينابيع عن البحر او كان منهم غير مكلف او اخرس او كان ذا رحم محرم من احد المارة او شريك مفاوض
یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن ذی رحم محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جنایت ایک شخص سے
سبب ... یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے كذا في المنح او قطع بعض
المارة على بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر اسمین تو حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحدہ کے ہوگیا او قطع شخص الطريق
ليلا او نهارا في مصر او بين مصرين یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب
عدم شرط قطع طریق وعن الثاني ان قصده ليلا مطلقا او نهارا بسلاح فهو قاطع وعليه الفتوى بحر ودرر واقره المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ اگر اوس نے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسیطرح یا دن کو ہتہیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اوسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے كذا في البحر والدرر اور مصنف نے

نقشہ سولی
چوبہ
چوبہ

بہی اسکو اپنی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے فلا احد جواب للمسائل الست معہد عنین یہہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا ہم اگر جنایات مذکورہ جس میں ساقط ہو گئی لیکن حقوق العباد کا
مواخذہ ہو گا کذا فی المحیط یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور نہ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح ولولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ
او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع
الطریق کالحر و کذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ غیر انہا لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں بمنزلہ آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایۃ میں بمنزلہ
مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑہائی جاویگی کذا فی المجتبی و فی السراجیۃ والدر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا
ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور در مختار میں ہے کہ قطاع الطریق کے گروہ میں ایک عورت نے بہی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ
قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلاً دس عورتون نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی مرتضی رح سنبلانی پر
قصاص ہے نہ بنابر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہہ توجیہ قول فتاوی پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر یہ ہیونکہ ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ
علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور قتل کرے
اسکو جو اوس سے اوسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا گیا اپنے مال کے سبب یعنی اپنا مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر
نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چہیننے
آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو اللہ تعالے کا نام یاد دلا یعنی یون کہہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال نا حق مت چہین اوسنے کہا کہ اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگون
سے استعانت کر اوسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اوسنے کہا اگر حاکم دور ہو مجہسے فرمایا تو قتال کر دوا اپنے مال کے یعنی مقاتلہ
کر اپنا مال بچانے کے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی تیسیر الوصول اور بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گہر میں گہسے اور اسباب نکالی تو اسکو
قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع اوسکی ہو بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پہینکدے تو صاحب مال کو اوس سے مقاتلہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ حد
مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقون نے لوگون کا مال لیا اور بہاگے اور مالکان مال نے اور لوگون سے مدد چاہی سو اونہون نے سارقون کا پیچہا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتہہ ہون یا ساتہہ نہون لیکن مددگار لوگ انکے مال کو پہچانتے ہون اور چورون سے چہین سکتے ہون تو ان مددگارونکو مقاتلہ کرنا مال چہیننے کے واسطے درست ہے
اور اگر مالک ساتہہ نہون اور مددگار اونکے مال کو نہ پہچانتے ہون اور نہ چہین سکتے ہون تو انکو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ
فی المصر ای خنق مراراً ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گہونٹنا اور
پہانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بار بار یہہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم میں قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب فساد پہیلانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اسکا شر
قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایک ہی بار
پہانسی دی ہو تو بطریق سیاست اوسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پہانسی سے مار ڈالنا بہاری چیز سے قتل کرنیکے برابر ہے اور اسمین قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے
کے سوا اور علماء کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمین دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم کتاب الجہاد
یہہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اسکو کتاب السیر اور کتاب المغازی بہی کہتے ہیں سیر بکسر سین و فتح یا جمع ہے سیرت کی بسکون یا فتح سیرت بمعنی سیر ہے یعنی
دو قسم ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم اول کے سیر بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ اچہا طریقہ ہو یا برا چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرۃ اور فلان مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع
کی زبان میں جنگ کفار اور اوسکے متعلقات میں سیر مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی
اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اباحت جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور
اہل اسلام انکو امان نہ دی ہو اور اون سے عہد صلح کا نکیا ہو اور شرط ثانی یہہ ہے کہ قتال کرنیسے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنی جہاد اور تجربہ کے موافق
یا جسکی رای اور جہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اوسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ دانستہ اپنی جان کو

ہلاکی میں ڈالنا ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہو گا جیسے کہ ہو اپنے نفس سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت میں نہ عبادت اسکے اَوْرَدَہٗ بعد الحدود لاتحاد
المقصود وہو دفع الفساد غیر خفی مصنف نے کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترتیب جہاد کی مخفی نہیں ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے
یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اسواسطے حدود اور جہاد دونوں حسن بغیرہ ہیں اور بعد جہاد کی ترتیب کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار
سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولیٰ بتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں اثر فسق سے اور جہاد میں اثر کفر حالانکہ کفر جمیع منافی سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا
ثواب اعظم اور اکبر ہے وہو مصدر جَاھَدَ فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ
شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعًا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شُمُنّی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے دین حق کی طرف
بلانے سے اور جو اسکو نمانے اوسکے قتال کرنے سے کہ لکھنے شرح الشمنی ہم قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور انکی ضرب اور مال غارت کرنی
اور انکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذالک اور مراد جہاد سے کوشش ہے دین کی تقویت میں اہل حرب اور اہل مرتد اور اہل بغاوت سے لڑکر اسمنے تو یہ جو شمنی نے
تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہو تو تعریف ابن کمال
کی جسکو شارح نے ذکر کریگا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وعرفہ ابن کمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال
او رأی او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں
بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر مسلمین کا جماو بڑہا کر یا سوا اسکے اور طرح کی مددگاری سے تو کلامہ یعنی جیسے کہ غیبوں کی تیمار داری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا اور انکی
وسعی پانی لانا اونکی اہل و عیال کی خدمت گزاری کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں مذکور ہے ومن توابعہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان لیس
وراءہ اسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہے یعنی سرحد دار الاسلام میں مجاہدین کا
اسواسطے ٹہیرنا کہ کفار دار الاسلام میں نہ آسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچاویں اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر حد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھروں میں مرابط ٹھیرینگے حالانکہ
ایسا نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا اور جہاں دو بار غارت گری ہوئی وہ اکیسو بیس برس تک رباط ہوا اور
جہاں تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبعمائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ
ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدًا امنًا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹہیرنے والے کی نماز پانسو نماز کی
برابر ہے اور ایکدرم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہ سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت
اور ہول سے قیامت میں محفوظ رہیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کردیا ف حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے تو اسکا عمل
منقطع ہو جاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا کہ تیرہ عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ۱ نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا
یہ سب نشر علوم میں داخل ہے ۲ دعا اولاد ۳ کہجور وغیرہ درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ جیسے وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثوں کے واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد
اسلام کی چوکیداری ۷ کنواں بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافرخانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ اشتہار ۱۳ رسم الخیر
نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی وغیرہ فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے
یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ ترشاق نفس کو گہیر رکھنا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے
صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر کہ پہر آئے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی
طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے پوچھا رسول اللہ سے اعمال میں سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑہنا میں نے کہا پہر کون افضل ہے
فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پہر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث میں

ف بعض نسخوں میں وہو مشتمل بمعنی دفع الفساد یعنی دفع کرنے فساد عالم کو متضمن نیکی کی ذریعہ ہیں ۱۲

جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول فقط اس حدیث میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نہ رہا ہو سکتا ہے کہ اسمیں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوٰۃ بعض پر فرض عین ہے کہ جو بالغ عاقل ہو اور اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر بسبب شرف ایمان اور اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوٰۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہے بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اور ابوداؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا یہان تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نہ کریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہیٰ اور اجماع اسپر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوائے ابو داؤد کے صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اوسکو نکر سکوگے پھر صحابہ نے دو یا تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام اور صلوٰۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہان تک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں بسر کرے ایک لحظہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہوسکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آنکھوں کو آگ نلگیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رودی اور دوسرے وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابو مسعود بدری سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ یعنی نکیل والیاں ملینگی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اوسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل وعیال کی بھی خبرگیری کریگا وہ بھی غازی ہے اور ابوداؤد میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھہ اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اوسنے جہاد نکیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل میں بھی خیال نکیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما میں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے ان میں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا جو قتال ہو اسلئے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابوداؤد میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار یہی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اوسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول **ہو فرض کفایۃ** کل ما فرض لغیرہ فھو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرتہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنیسے باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کیواسطے فرض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جب بعض کے کرنے سے مقصود حاصل ہو جاوے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہرچند مفروض لغیرہ ہے لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے ف یہہ کلام دو امر کا مفید ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو وارد قطعیہ ہیں قال اللہ تعالی قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب اور فرمایا کہ قتال کرو اون سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تمپر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے کہ ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کو

مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہوجاتا ہے تو اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور اسکا جواب یہہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام
ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض شرع سے مخاطب بخطاب جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد اون لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ کی رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ
ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ بغیرہ فرض ہے یعنی دین الہی کے غالب کرنیکے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیئے فرض ہوا ہے
توجب کہ یہہ غرض بعض لوگوں کے کرنیسے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہوجاویگا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہو کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض
عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنیکی کیا وجہ ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ موجب عدول یہہ آیت قرآنی ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ الی قوله وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى یعنی حقتعالےنے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوای اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں
پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالےنے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت
ہوا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہتا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہوگیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا
تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے
کہ مدار وجوب کا بیان ظن پر ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہے ابتداءً وان لم يبدؤنا به واما قوله تعالى فان قاتلوكم فاقتلوهم
وتحريمه في الاشهر الحرم منسوخ بالعمومات كاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم جہاد فرض ہے پہلے ہی اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا کی ہو اور
وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی اون سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات سے
چنانچہ یہہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جسوقت اور جہاں اونکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی ان قام به البعض
ولو عبيدا او نساء سقط عن الكل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہوجاتا ہے ہم بعض کے جہاد کے
ہونے کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو
بدون تمام مسلمین کے تو مومنین پر جہاد فرض عین ہوجائیگا مانند صوم اور صلوۃ کے کذا فی المنح وان لم يقم به احد في زمن ما اثموا بتركه اي اثم الكل من
المكلفين اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسیوقت میں تو اوسکے ترک کرنیسے سب گنہگار ہونگے یعنی سب قدرت والے مسلمان گنہگار رہونگے ہم یعنی ہمارا یہی اگر بعض مسلمین جہاد
نکرین تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو وایاك ان تتوهم ان فرضيته تسقط عن
اهل الهند بقيام اهل الروم مثلا بل يفرض على الاقرب فالاقرب من العدو الى ان تقع الكفاية فلو لم تقع الا بكل الناس فرض عينا
كصلوة وصوم ومثله الجنازة والتجهيز وتمامه في الدر اور کہیں ایسا نہ غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہوجاتی ہے اہل روم کے جہاد
کرنیسے مثلا بلکہ جہاد فرض ہے اوسپر جو زیادہ تر قریب ہو دشمن یعنی کفار سے پھر اوسکے بعد اوسپر جو اون سے اقرب ہے یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نرہے
کفار منہزم ہوجاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہوجائیگا مانند صلوۃ اور صوم کے اور جہاد کی مانند ہے نماز جنازہ
اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درمختار میں ہے یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اوسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات
بعیدہ پر اور اگر اوس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اوسکے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر وہ
بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علے ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا يفرض على صبي وبالغ له ابوان او
احدهما لان طاعتهما فرض عين وقال صلى الله عليه وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجهاد الزم امك فان الجنة عند رجل امك سراجيه
جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اوس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی اونمیں سے زندہ ہو اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ پر فرض عین مقدم ہوگا اور فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جب اونہوں نے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ہم جہاد میں

جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی ہو اسواسطے کہ اونکی اطاعت فرض عین ہی اور جہاد فرض عین نہین صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرو سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہین بولا ہان زندہ ہین فرمایا انہین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی انہین ہے کہ والدین کی خدمت جہاد پر
مقدم ہے اور ابو داؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن مین کوئی تیرا شخص
اوس نے کہا ہان والدین ہین فرمایا تجھکو اذن دیا ہی بولا نہین فرمایا تو پلٹ جا اور اون سے اجازت مانگ اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر اور جو اجازت نہ دین تو اونکے ساتھ نیکی اور
خدمت گزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق مین ہی کہ اصول کے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنیکو مکروہ جانین تو اگر اونکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو بدون اونکی اجازت کے
خروج نکرے وفیہ لایحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور اسی طرح یہ بھی ہی کہ جس سفر مین ہلاکی کا خوف
ہو چنانچہ جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اسمین جانا حلال نہین بدون اذن والدین کے اور جس سفر مین خطرہ نہین وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر واسطے
طلب علم کا سفر اسی مین داخل ہے اور اسیطرح ہی تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبدہ وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرها الزوج بہ لانہ
علی غیر المزوجۃ فر قلت تعلیل الشمنی بضعف بنیتہما یفید خلافہ قال فی البحر ثم الظاہر انہ لا رجوع الی النکاح ؛ تو ایسے اور جہاد فرض نہین
غلام اور عورت پر بسبب مولی اور زوج کے حق کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ واجب ہو جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اسکو جہاد کا حکم کرے کذا فی الفتح
منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اوسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے
بحر الرائق مین کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات مین ہی جیسے اور جہاد متعلقات نکاح سے نہین ہی تو عورت پر اوسکا امتثال لازم نہین تو وجوب جہاد
بھی نہین ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا ممنوع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب تو اس مین محیط سے منصوص ہی خلاصہ یہ کہ یون ہی کہا کہ جہاد حرہ عورت پر واجب نہین
خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہی اور جہاد مین کبھی کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط مین ہی [illegible] ہی جیسا بعض نے
گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد ای اعرج ہم فتح اور جہاد فرض نہین اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین مقعد یعنی اعرج لولا [illegible] منقول
ہی اور حموی نے مغرب سے نقل کیا کہ مقعد وہ شخص جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے بٹھا دیا ہو واقطع الید ہم اور جہاد واجب نہین [illegible] بریدہ پر [illegible]
اور دست بریدہ کے ہم معذور ہوتا ہی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید مین مصرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی تو [illegible]
عاجز ہو جہاد کی سبب سے اوسپر فرض نہین چنانچہ ضیاء مین اسکے طرف اشارہ کیا ہی ومدیون بغیر اذن غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بلا امرہ [illegible]
ہم وہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہین قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ [illegible] کے ضامن
بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کی اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اوسکے جہاد کرنا روا نہین [illegible] اور قرضخواہ
ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنا نہین شرط ہی اور میعادی قرض مین تو اسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اوسکو یقین آتا قبل مدت [illegible] کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ
ہم صحیح مسلم مین عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] معاف ہو جاتے ہین سواے قرض کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ
منہ فلیس لہ الغزو لما فیہ من ضیاعہم وتتمہ فی البزازیۃ والسفر ولا یقتضی الی المفسدۃ [illegible] بالاولی اور ایسے عالم پر فرض [illegible]
زیادہ تر فقیہ شہر مین نہین تو اوسکو جہاد کرنا جائز نہین لوگون کے ضائع ہونیکے خوف سے کذا فی [illegible]
وہان کے اہل اسلام ضائع ہونگے بسبب [illegible] اور جہالت کے اور بزازیہ مین ہی سفر کو عام کہا ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہین اور یہ [illegible] نہین ہی کہ مقید غیر مقید کا
بطریق اولے مفید ہی ہم تقیید سے مراد سفر [illegible] جہاد کیواسطے [illegible] افادہ کی ہی کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونیکے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض
نہین ہی بطریق اولے ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہین کہ غیر فرض ہو بلکہ کبھی غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی چنانچہ حج فرض کا سفر
وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے اس شرط پر کہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب
اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اوسکے جیسے باپ اور سوا اور قرضخواہ گنہگار رہوگا اس حالت مین جہاد کی منع کرنیسے کذا فی الذخیرہ

ھم دشمن عام ہی کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی مین کہا کہ اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہون تو انکے حق مین
جہاد فرض عین ہو اور انکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہی لیکن جب دیارت والے عاجز ہون یا کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہو جاتا ہی اسیطرح تدریجاً
درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق اور مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہین یا وہ تنگی مین اسوجہسے کہ انسان مخاطب نہین
نادانستہ کا اہی اور اسیواسطے فتح القدیر مین کہا ہی کہ فرض عین ہونیکی شرط یہ ہی کہ دوام خبر ہی یہانتک کہ اگر لوگونکو خبر نہ پہونچی نہین تو تکلیف مالا یطاق ہی اور جزائر ناسمجھ
سب اہل مشرق اور مغرب پر واجب ہی جسکو خبر ہوا اور اسیواسطے کہ مسلمان عورت قید ہوگئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہی جبتک کفار دار الحرب تک داخل
ہوگئے ہون اسواسطے کہ دار الاسلام مکان ہی احکام کے جو ہمارے حکم مین ہی کذا فی البحر الرائق ولابد لفرضیته من قید آخر وھو الاستطاعة فلا یخرج المریض المدنف
اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد ارھابا کذا فی فتح القدیر اور ضروری ہی جہاد کے فرض عین ہونیکے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت
اور قدرت تو خروج نکرے واسطے بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہئے جماعت بڑہانیکے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف
ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبه القدرة علی السلاح لا امن الطریق فان علم انه اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمه
القتال اور سراجیہ مین ہی کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے شرط ہی نہ امن راہ کا پھر اگر معلوم ہوا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا تو اسپر قتال
لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منهما فاسقا لانه خبر یشتهر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہی خبر دینا مستنفر اور
سلطان کے منادیکا اگرچہ ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہی تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ
مستنفر وہ ہی جو نفیر عام منادی کرے یعنی لوگ جوق جوق نکلین ھم
ثم الفی انما یجعل فی بیت المال ... ان الفی ھنا یعم الغنیمة ... حتی یجعل المال من الناس لاجل الغزو
[illegible] واسطے ... اسی لوگون سے مال کا
یاد رکہنا چاہئے ھم ... وشرح الوقایہ اور اسی سے مستفاد ہوا کہ فی یہان غنیمت کو شامل ہی
بیت المال مین کوئی مال موجود ہو ... اور غنیمت وہ مال ہی جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہی کہ جب تک
اور امام کے واسطے جیسا ظالم ... اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال ایسے ہی مصالح کیواسطے ہی نہ سلطان کے عیش و
عشرت ... اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب دفع کرنے کے ضرر کے کہ ضرر سے ھم
مراد تعدی ضرر ہی اور ... مال لینا بقدر اسکے مقدور کے تاکہ محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان حاصرناھم دعوناھم
الی الاسلام فان اسلموا فبها والا فالی الجزیة لو محلا لها کما سیجیئ فان قبلوا ذلك فلهم ما لنا من الانصاف وعلیهم ما علینا من الانتصاف
فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بها عندنا ویؤیده قول علی رضی الله عنه انما بذلوا الجزیة لتکون دماؤهم کدمائنا واموالهم کاموالنا
اگر ہم اہل اسلام کافرونکو گھیرین تو اول ہم انکو مسلمان ہونیکی طرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہی اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کیطرف بلاوین
یعنی جزیہ دینے کی انکو دعوت کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک سو اگر
وہ جزیہ دینا قبول کرین تو در صورت مظلومی انکو واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہی اور در صورت انکے ظلم کرنیکے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا
ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہی تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہین ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ ذمیون نے
تو جزیہ اسواسطے دیا ہی کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال ہمارے سے مال ہو جاوین ھم قول مرتضوی امام شافعی کی مسند مین بروایت محمد بن حسن
شیبانی مروی ہی کذا فی الفتح شرح طحاوی مین ہی کہ جب کفار اسلام قبول کرین تو انکے اموال سے تعرض نہو گا اور انکی اراضی سے خراج لیا جاویگا بلکہ عشر اور جیسا
مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین آکر اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین مکروہ ہی کذا فی المضمرات ولا یحل لنا ان نقاتل
من لا تبلغه الدعوة بفتح الدال الی الاسلام وهو وان اشتهر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شك ان فی بلاد الله من لا شعور له بذلك

بعث لو بلغه الاسلام لا الجزية نفي النار تحالا ينبغي قتالهم حتى يدعوهم الى الجزية نهر كما فالنقله المصنف اور حلال نہیں ہے لڑنا اون کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہیں پہونچی اور دعوت دینی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہو گئی ہے مشرق اور مغرب میں لیکن اسمین شک نہیں کہ بلاد خدا میں ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہیں پہنچے دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اسکو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ میں ہے کہ اون سے لڑنا مسنون اور نہین ہے کہ امام اون سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر برخلاف نقل مصنف کے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ دعوت اسلام ہو اسواسطے واجب ہے تا کفار سمجھ لیں کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہیں بسبب عدم عاصم یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقے ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب میں مشہور ہو کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع میں مصرح ہے انتہے تو مترجم خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط شہرت پر ہے اور صاحب بحر اسی تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر میں مجملا سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بلاد میں وہ لوگ بھی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہیں تو دعوت اسلام کرنا وہاں واجب ہے تاجہاں گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہیں پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہاں دعوت کرنا مستحب ہے و تدعو ندبا من بلغته الا اذا تضمن ذلک ضررا ولو بغلبة الظن کان یستعدوا او یتحصنوا فلا یفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے انکو جنکو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جس وقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعے کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین میں ابن عون سے ہے عبد اللہ بن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ تو اول اسلام میں تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور انکے چارپائے پانی پی رہے تھے تو انکے لڑنے والون کو قتل کیا اور انکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت ام المومنین سیدہ جویریہ کو پایا مجھ سے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اوس لشکر میں موجود تھے وان ابوا فعلیهم بالجزیة نستعین بالله ونحاربهم بنصب المجانیق وحرقهم وغرقهم وقطع اشجارهم ولو مثمرة وافساد زروعهم الا اذا غلب على الظن ظفرنا فیکره فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کرین تو ہم اہل اسلام مدد مانگین اللہ تعالیٰ سے اور اون سے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور انکو پانی میں ڈبو کر اور انکو آگ میں جلا کر اور انکے درختون کو کاٹ کر اگرچہ پھلدار درخت ہون اور انکی کھیتیون کو اجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونیکا تو درختون اور کھیتیون کا خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام میں آوینگے کذا فی الفتح م مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکا کرتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ فرمان عساکر اسلام کو حکم الٰہی یا ہے مسلم اور ابوداود اور ترمذی نے بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسیکو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اسکی ذات کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون کیواسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نکیجو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو انکو تین خصلتون کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اون سے اور روک جا اونکے لڑنے سے انکو اسلام کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اون سے اور باز رہ انسے پھر اون سے نقل مکان کی درخواست کر کہ اپنے ملک سے نکلکر مہاجرین کے ملک میں آرہین اور اون سے خبر کر دے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو انکو وہی ملیگا جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اون پر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کرین تو انکو خبر کر دے کہ وہ صحرائی مسلمین کے طرح ہونگے اون پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی میں سے انکو حصہ نہ ملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو اون سے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اور اون سے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اون پر چڑھائی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ورمیهم بنبل ونحوه وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبي فسئل ذلک النبي ونقصدهم ای الکفار اور اہل اسلام لڑین اور تیر وغیرہ پھینکا کرین اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بناوین یعنی اپنے آگے کھڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم انکو مارینگے اور قتال میں ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اون سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑین یا نہ لڑین هم رمی لغت عرب میں دور سے پھینکنے کو کہتے ہین خواہ درکا ہو تیر یا

ن یعنی نقصان ہوا
عله یعنی محفوظ ہونا بسبب دار الاسلام کے
عله بہ [illegible] ایا تمام ہو چکا ... جسکو ... کرین یہان نزول جمیع ... بعد ... وہ اسکی ... فقط

اون... منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات
اور جو مسلمان انکی طرف کی سپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو ان میں نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض تاوانوں سے مقرون نہیں ہوتے ہیں لڑائی
میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اسمیں ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الحرب میں ناخن بڑھانا مستحب ہے اسواسطے
کہ جب تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھرچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھ انکو بڑھانا غازی کو سنت ہے تاکہ رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ
ہے مسلمانون کو ثابت نہیں کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہوں ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی میں وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے
مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہ عدم فرار سوقت ہے جب کہ سب لوگ متفق الکلمہ ہوں اور اگر اختلاف ہو تو وحدت کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ و
بہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احدہم منہم اصلا ولو اخرج واحد ما حل حینئذ قتل الباقی لجواز کون المخرج ہو ذاک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا
کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو ان میں سے کسی کا قتل کرنا اصلا جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص ان میں سے نکالدیا گیا تو سوقت میں باقی لوگوں کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا من اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ
کالمصحف وکتب الفقہ والحدیث والمرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرۃ والمراد بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو
اور ہم منع ہیں ایسے کے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہو جیسے کہ مصحف اور کتابیں فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے
اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہو کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر میں قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین
میں ہم دلیل اگرچہ قرآن میں خاص ہے لیکن علت عامہ ہے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کردیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز
والاماء اولی اگر وہ بڑی لشکر میں قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہیں جسمیں اوسپر امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتوں اور لونڈیوں کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے
بہتر ہو اور مرد کے لیجانے کو جنگ و وزارہ وطحاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کم ترین لشکر چار سو ہے اور کم تر گھٹا ایک سو وان ادخل مسلم الیہم بامان جاز
حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایۃ اور جب مسلم دار الحرب میں اون سے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ
لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہوں اسواسطے کہ ظاہر وہ متعرض نہونگے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ
فلا بأس بہا اختیار اور ہم منع ہیں عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اوپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکورہ کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الاختیار ہم نقض عہد
کی یہ صورت ہے کہ مثلا ہم میں اور اون میں عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہانتک کہ اونکو اطمینان ہوا تو اب اوسدن لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی
کیوقت فریب کرنا اور دہوکا دینا جائز ہے اسطرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ اونکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہو گی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے اون پر حملہ کیا یا اہل اسلام
کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہاں آنکر اون پر ٹوٹ پڑے اور چاپہ مارا وعلی ہذا القیاس لڑائی کے بہت طریقے ہیں فتح القدیر میں ہے کہ حالت قتال میں
مبارز نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان کٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹ تو یہ جائز ہے انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ
جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأۃ و
غیر مکلف وشیخ ہرم کان لا صیاح ولا نسل لہ فلا یقتل ولا اذا ارتد اور ہم منع ہیں عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ
بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی قوت ہو کا ہی جنگ کے وقت کذا فی البحر نہ اولاد ہونیکی اوس سے توقع ہو تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا گیا اور نہ جب مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی
میں کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد میں مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہو گا کہ مجنون میں داخل ہے واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ
وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم منع ہیں کافر اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور بیٹھنے کے
عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیوں سے نہیں ملتے ان سبکے قتل کرنے سے ہم ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کو ان سے کچھ ضرر نہیں اور بنگال ہے ہندوستان کے اون جوگیون کا جو
گوشہ گیر اور کوہ نشین ہیں الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہو یا لڑائی میں

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر ان میں سے کوئی قتال کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کیوقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونے سے بھی مقتول ہونگی اور بادشاہ عورت بہرصورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نکرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقا مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کی قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کو کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اسکی عمر ایکسو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا یحل قتلہ ممن ذکرنا فعلیہ التوبۃ والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولو یوجد ثم لا یترکونہم فی دار الحرب بل یحملونہم تکثیرا للفیئ وتمامہ فی السراج وسیجیئ اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا ان لوگوں میں کا جنکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اوسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے جیسا کہ سب معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر امان دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں ہے دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں انکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب میں نہ چھوڑ آویں بلکہ انکو دار الاسلام میں اوٹھا لاویں غنیمت کے بڑہانے کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے آویگا ہم سراج وہاج کی پوری تقریر یہہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو انکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں انکو نہ چھوڑیں اسواسطے کہ جب وہ وہاں رہیں تو اون سے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اونکے بچنے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں نہ چھوڑے جاویں کہ اون سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کر سکتا اور نہ اوس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم ہے بوڑہیا کا کذا فی المنح ملخصا **فرعان** ذکرہما الشارح الاول لا بأس بحمل رأس المشرک لو فیہ غیظہم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جہل والقاہا بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر ہذا فرعونی وفرعون امتی کان شرہ علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامتہ ظہیریۃ پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اوٹھانے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اسمیں کفار کو رنج اور غصہ آوے یا غازیوں کی اسمیں تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابو جہل کا سر اوٹھا لایا تھا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے کہ اسکا شر مجھ پر اور میری امت پر عظیم تر تھا موسی اور اونکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کیوقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابو جہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر رہا الثانی لا بأس بنبش قبورہم طلبا للمال تاتارخانیہ وعبارۃ الخانیۃ قبور الکفرۃ نعمت الذمی دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں انکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ اصلہ المشرک بقتل کما لا یبتدئ قریبہ الباغی اور حلال نہیں بیٹے کو کہ اپنے مشرک جڑ کی قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپکو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح و یمنع الفرع عن قتلہ بان یشغلہ لاجل ان یقتلہ غیرہ فان تعذر قتلہ اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تا کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتلہ فہدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتلہ ولا یمکن دفعہ الا بقتلہ قتلہ لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہیں تو اب اونکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور اونکا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانیکی نہیں سوای قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وجوز الصلح علی ترک الجہاد معہم بمال منہم او منا لو خیرا لقولہ تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کا فروں سے ..... تھا مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہی اگر اسمین مصلحت اور بہلائی ہو اہل اسلام کیواسطے بدلیل قول اللہ تعالے کے کہ اگر کفار صلح کیطرف جہکین تو تو بہی اوسکی طرف جہک جا
اور یہہ آیت مطلق ہی لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مسلمین مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح ونتبذ ای نطرح نقض الصلح عند المصلحۃ
عن العہد الحرة لو خیر الفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باھل مکۃ اور ہم صلح کو پہینکدین یعنی صلح توڑ نیکا اعلام اور اطلاع کردین کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے
کیواسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اہل مکہ سے اور اعلام نقض صلح ثبوت ضروری ہی جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر
مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچہہ حاجت نہین اور اگر مال لیکر صلح کی ہوا اور ہنوز مدت باقی ہو تو اوسکے حساب سے مال پہیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے
کافر دار الاسلام مین آگئے ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہنچ لین یا اپنی مکانات کو درست
کرو بنالین تبتک اون سے لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی ہی اور یہہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بے موقع ہی بلکہ لائق تہا کہ قول اینہ
یعنی در صورت خیانت کفار اوس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح ہی کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کے طرف سے نہین ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی و نقاتلھم بلا نبذ
مع خیانۃ ملکھم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بلا اذنہ انتقض حقھم فقط اور ہم لڑین کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتہہ ظاہر ہونے
اونکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہو گئی باجازت بادشاہ اور اگر اوسکے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتال کیا ہو تو فقط اونہین
لوگون کے حق مین صلح ٹوٹ جاتی ہی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر یہہ قاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسیکے حق مین نقض صلح نہ ہوگا
کذا فی الفتح و نصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ و صارت دارھم دار حرب لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جب وہ
غالب ہو جاوین کسی شہر پر اور اونکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اون سے صلح کرنا اوسین مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جب وہ نقض عہد کرین
کذا فی العالمگیریہ ..... لان فیہ تقریر المرتد علی الردۃ وذلک لا یجوز قط اور اگر غالب نہوئے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح نکرینگے اسواسطے
کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکہنا ہوا اور یہہ جائز نہین کذا فی الفتح فان اخذ المال منھم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ
فانہ یرد بعد وضع الحرب کذا ذکرہ فی الفتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اونکا پہیر دینا نچاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہین بخلاف باغیون سے مال لینے کے
کہ وہ پہیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اونکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح والمراد فی الزیلعی یحرم ان نبیع منھم ما فیہ تقویتھم علی الحرب کحدید
و عبید و خیل لو بعد صلح اور یہہ بہی ہی کہ حرام ہی ہمکو کافرون کے ہاتہہ وہ چیز بیچنا جسمین اونکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گہوڑے ولا نحملہ
الیھم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نھی عن ذلک و امر بالمیرۃ وھی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور اونکی تقویت کی
چیز کو ہم لادکر نہ لیجاوین بطریق تجارت کے اہل حرب کیطرف اگرچہ بعد صلح کے یہہ ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی عن
عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہہ جائز ہی بطریق استحسان کے ثم ان ثمامۃ بن اثال مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا
اوس نے کہا کہ مین بیدین نہین ہوا مین اسلام لایا ہون اور محمد کی مینے تصدیق کی ہی اب تمکو ایکدانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
کے پہر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکہا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا یقتل من امنہ حر او حرۃ
ولو فاسقا او اعمی او شیخا او صبیا او عبدا اذن لھما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا
فاسق یا اندہا یا نہایت بڈہا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون
تتکافؤ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم یعنی مسلمانونکی خون برابر ہین اور سعی کرتی ہی اونکی ذمہ داری کیواسطے ادنیٰ اونکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہی
ازالۂ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہی کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اوسکا مال لوٹنے سے لیکن گرفتار اونکی پاس
مسلم یا ذمی قید ہو گا تو چہڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہہ ہی کہ وہ عقد غیر لازم ہی اگر اوسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہی کذا فی الملتقی

بای لغۃ کان الامان و ان کانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے
کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اوس بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرطیکہ کفار نے امان کو مسلمانوں سے سنا ہو امان نہیں اگر کفار دور ہوں کہ نہیں سنی ہے
ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں اونکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر
سن سکیں لیکن بظن غالب معلوم ہوا کہ انہوں نے نہیں سنا سوتے رہنے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کا سننا شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے و یصح
بالصریح کامنت او لا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے مثلاً یہ قول اوسکا کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے
صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ کتعال اذا ظنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو
امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا میں تجھکو قتل کروں سو کافر نے پہلا سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا
تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام بھی سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور اسکے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے یا آ اگر تو مرد ہے یا آ تا دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا
کرتا ہوں تو اسمیں بھی یہی تفصیل مذکور ہے و بالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہے
کہ میں نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ یہ طریقہ امان مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریہ و لو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک
نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسی مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی پھرا رہا
ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و صح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کیواسطے نہ اپنی اہل کے واسطے ہم جلبی
کہا شارح یہاں چوک گیا بحرالرائق کی عبارت میں تامل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لایکون ہو آمنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان یعنی اگر
کافر نے اپنی اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اوسکے جب اپنی اولاد کیواسطے امان مانگی تو وہ بھی امان میں داخل ہوگا تو یہ عبارت صاف صریح ہے
کہ امان کا طلب کرنا اپنی اہل اور اپنی اولاد کیواسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کی انتہی اقول
شارح علائی نے بنا بر تفسیر بحر کے غلط فہمی کی ہوگی کہ کتب معتمدہ اوسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لایکون آمنا بخلاف ذراریہ
واللہ اعلم و علمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہوا اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے
ولو غار علیہم عسکر آخر فوطئوا بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ و علی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ و ترد النساء والاموال الی
اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر اہل اسلام میں سے کسی شخص نے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اونپر غارتگری کی اور غنیمت بٹ جانے کے بعد اونکو امان دینے کا حال
معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا اوسپر خون بہا ہے اور جسنے اونکی عورتوں سے صحبت کی اوسپر مہر لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال
اون لوگوں کے پھیر دئیے جاوینگے یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاوینگی پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاوینگی کذا فی العالمگیریہ و ینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا
و قبلہ شیئا بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان دینے والا
تعزیر دیا جاوے ہم اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النہایہ و بطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ
مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو فلاں شمنی کا مقید بمسلم امیر بحر
تو ظاہرا غیر امیر کا امر کافی نہیں و اسیر و تاجر و صبی و عبد محجورین عن القتال و صححہ محمد امان عبد و فی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان
لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم اسیر اور سوداگر اور ایسے صبی اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا
مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اوسکے واسطے و مجانین و شخص اسلم ثمۃ ولو ہاجر الینا لانہم لایملکون القتال اور مجنون اور اوس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب
میں مسلمان ہوا اور اوسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے قوت کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اوسکی امان بے موقع ہے
ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں ہیں اور وہ شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہیں تو اسکا امان دینا بے معنی ہے

كذا في المنح عن السراج **باب المغنم وقسمته** يه باب هے غنيمت اور اوسكے بانٹنے كے احكام مين قاموس مين هے كه مغنم اور غنيم اور غنيمت اور غنم ايكهم
عبارت هين فيء سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتين اور غنيمت عبارت هے چيز كے پانيسے بدون محنت كے كذا في المنح في المغرب الغنيمة ما نيل من الكفار عنوة و
الحرب قائمة فيخمس وباقيها للغانمين والفيء ما نيل منهم بعد كخراج وهو لكافة المسلمين مغرب مين هے كه غنيمت وه مال هے جو كفار سے حاصل هو غلبه اور قهر سے
اور لڑائی هنوز موجود هو تو اوسمين سے خمس يعنے پانچوان حصه نكالا جاويگا اور باقي حق غازيون كا هے اور فيء وه مال هے جو كفار سے حاصل هو بعد لڑائی هو چكنے اور
دار الاسلام هو جانيكے جيسے زمين كا خراج اور وه سب مسلمانون كا حق هے نه فقط غازيون كا كذا في المنح اور فتاوى عالمگيرية مين هے كه غنيمت اوسكا نام هے جو كافرون سے حاصل هو
غازيون كي قوت اور كفار كے مقهور اور مغلوب هونيسے اور فيء وه هے جو كفار سے بدون قتال كے حاصل هو جيسے خراج زمين كا اور جزيه غنيمت مين خمس هے فيء مين نهين اور جو كفار سے
بطريق تحفه يا سرقه يا سپاهيانه بهاگنے سے حاصل هو وه غنيمت نهين وه فقط آخذ كي ملك هے اذا فتح الامام بلدة صلحا جرى على موجبه وكذا من بعده
من الامراء وارضها تبقى مملوكة لهم جب امام كسي شهر كو فتح كرے بطريق صلح كے نه لڑائی سے تو سب جب صلح كے عمل كيا كرے اور اسيطرح اوسكے بعد حاكم وهي عمل
جاري ركهين اور زمين اونكي كفار كي ملك مين باقي رهيگي هم قهستاني تها كه صلح كا اعتبار خراجي يا عشري ہونے پر هے تو اگر وهان كا پاني خراجي هے تو خراج پر امام صلح كرے اور اگر
عشري هے تو عشر پر صلح كرے اور اس صلح كا تغير جائز نهين كه بجائے نقض عهد هے كذا في الطحطاوي ولو فتحها عنوة بالقهر قسمها بين الجيش ان شاء او اقر
اهلها عليها بالجزية على رؤسهم والخراج على اراضيهم اور اگر امام نے بطور قهر اور غلبه شهر كو فتح كيا تو اوسكو اختيار هے كه درميان غازيون كو بانٹ دے اگر وه چاهے اور وهان
كے لوگون كو برقرار ركهے اونكي ذاتون پر جزيه باندهكر اور اونكي زمينون پر خراج يعني محصول مقرر كركے هم اگر امام نے اراضي كو غازيون مين تقسيم كيا چنانچه رسول الله
صلى الله عليه وسلم نے خيبر مين كيا تو زمين غازيون كي مملوك هو جاويگي اور اوسپر عشر معين هوگا نه خراج اور اگر بعد فتح كے وهان كے كفار كو برقرار ركها بطور احسان كے چنانچه امير المومنين
عمر فاروق نے ملك عراق مين كيا كه اونكے گهر اور اونكي زمين كو اونهين كے تصرف مين ركها جزيه اور خراج ليكر اور غازيون مين تقسيم نهين كي تو كفار حرصلي ... هون گے
اور زمين كے وهي مالك هونگے كذا في المنح اور كفار پر اونكي رقاب ... اور ضيع كا احسان كرنا بدون مال منقول كے مكروه هے بلكه اتنا مال دينا چاهيے كه خود كهاوين اور كهيتي كرين يهانتك
كه غله پيدا هو اور كافرونكو چهوڑنا بدون زمين اور مال كے يا فقط مال منقول دينا جائز نهين كه اهل اسلام سے پهر لڑنيكو تيار هونگے امام مالك نے موطا مين اسلم سے روايت كي كه ميني عمر فاروق
سے سنا فرماتے تهے كه اگر پچهلے مسلمانونكي محتاجي كا خيال نه هوتا تو جس گانو كو مسلمان فتح كرتے تو مين اونهين كے درميان تقسيم كر ديتا حصه حصه جيسے رسول الله صلے الله عليه وسلم نے
خيبر كو حصه حصه تقسيم كر ديا اس روايت سے ظاهر معلوم هوتا هے كه سب خيبر كو تقسيم كيا حالانكه ابو داؤد مين بروايت صحيح ثابت هے كه خيبر كو نصفين تقسيم كيا نصف اپني حاجات مين اور نصف
مسلمين كے درميان بين المسلمين مين اٹهاره سهم تقسيم فرمائے يعني هر سهم مين سو مردون كے حصے اصل كيے كذا في الفتح ملخصا والاول اولى عند حاجة الغانمين اور اول يعنے
لشكر مين بانٹ دينا بهتر هے غازيون كي حاجتمندي كے وقت او اخرجهم منها وانزل بها قوما غيرهم ووضع عليهم الخراج والجزية لو كانوا كفارا فلو مسلمين
وضع عليها العشر لا غير يا كافرونكو وهان سے نكال دے اور وهان اور قوم كو بساوے اور اونپر خراج اور جزيه مقرر كرے اگر وه قوم كافر هو اور اگر وه مسلمان هون تو اونپر عشر مقرر
كرے نه كچهه اور هم فتاوى عالمگيرية مين هے كه اگر مسلمان كو وهان لا كے بساوے تو اونپر عشر مقرر كرے چاهے خراج طحطاوي نے كها عشر هي مقرر كرنا اليق بقواعد فقه هے والله تعالى اعلم وقتل
الاسارى ان شاء ان لم يسلموا او استرقهم او تركهم احرارا ذمة لنا الا مشركي العرب والمرتدين كما سيجيء اور قتل كرے قيديونكو اگر امام چاهے بشرطيكه
مسلمان نه هو گئے هون يا اونكو لونڈي غلام بنا دے يا اونكو آزاد ذمي بنا كر چهوڑ دے سوا مشركين عرب اور مرتدين كے كه اونكا ذمي هونا جائز نهين چنانچه آگے مذكور هوگا هم قوله
ذمة لنا اي حقا واجبا لنا عليهم من الجزية والخراج يعني اهل ذمه پر همارا حق واجب هے از قسم جزيه اور خراج كے اسواسطے كه ذمه بمعني حق اور امان اور عهد هے اور اهل ذمه كو اهل ذمه
كها هے اسواسطے كه وه مسلمين كے عهد اور امان مين داخل هين وحرم منهم اي اطلاقهم مجانا ولو بعد اسلامهم ابن كمال لتعلق حق الغانمين وجوزه الشافعي
لقوله تعالى فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقوله تعالى اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم نهر مجمع اور حرام هے كافرون پر احسان كرنا يعني اونكو مفت چهوڑ دينا
اگرچه بعد گرفتاري اور اونكے مسلمان هونيكے اونكو چهوڑ دے كذا ذكر ابن كمال بسبب متعلق هو جانے غازيون كے حق كے يعني بعد فتح كے غازي كافرون كے مالك هو گئے تو اب مفت چهوڑنا
اونكي حق تلفي هے اور امام شافعي نے اونكا مفت چهوڑ نا جائز ركها هے بدليل اس آيت كے كه اما منا بعد واما فداء يعني لڑائی كے بعد يا احسان كر دو يا فديه لو يعني كچهه مال ليكر

چھوڑ دیا اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ فاقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع ہم دلیل نسخ یہ ہے کہ من اور فداء سورۂ محمد
مین مذکور ہے اور یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی ہے اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر
مین جو فدیہ لیکر کافرونکو چھوڑا تھا اوسپر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے
کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فداء کے واللہ اعلم وحرم فداؤهم بعد تمام الحرب اما قبله فيجوز بالمال لا بالاسير المسلم درر
وعند محمد وقت لا يجوز وهو اظهر الروايتين عن الامام شمني اور حرام ہے فدیہ لینا اون سے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ
قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر شرح الوقایہ یعنے اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اوس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہین اور صاحبین نے
کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فداء اسیر ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنے امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی ہے لیکن جواز ظاہر الروایۃ
ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انه لا يفادى بنساء وصبيان وخيل وسلاح
الا بضرورة ولا باسير اسلم بمسلم الا اذا امن على اسلامه اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ
نہ لیا جائے مگر بضرورت کے وقت اور نہ اوس قیدی کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہو مسلم اسیر لیا جائے مگر اوسوقت جائز ہے جب اسیر مسلم کے کافر ہوجانیکا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ
اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہین طحاوی نے
کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر ورنہ کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم
ردهم الى دارهم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم به من منع المن بالاولى اور حرام ہے اونکو پہنچانا انکے دار الحرب
مین شارح کہتا ہے کہ یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پہنچانا تو منع احسان بطریق
اولے معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پہنچانا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے
چھوڑ دینے بلا اخذ سے پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولے حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب مین پہنچا دینا وحرم عقر
دابة شق نقلها الى دارنا فتذبح وتحرق بعده اذ لا يعذب بالنار الا ربها اور حرام ہے کونچین کاٹنا اوس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لانا شاق
ہو تو اسکو ذبح کرڈالے اور ذبح کے بعد جلادے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہین سوا خدا تعالیٰ کے کما تحرق اسلحة وامتعة تعذر نقلها وما لا يحرق
منها كالحديد يدفن فی موضع خفی وتكسر اوانيهم وتراق ادهانهم مغايظة لهم جیسے جلائی جاتی ہین اونکے ہتھیار اور اسباب جسکا نقل کرنا دار الاسلام
کی طرف متعذر ہو اور جو چیز نہ جل سکے اونمین سے جیسا کہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور اونکے برتن توڑ دیے جاوین اور اونکے
تیل ڈھلکائے جاوین اونکی رنج رسانی اور دل سوزانی کیواسطے ويترك صبيان ونساء منهم شق اخراجها بارض خربة حتى يموتوا جوعا وعطشا
للنهی عن قتلهم ولا وجه لابقائهم اور اونکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران زمین مین چھوڑ دی جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے
مر جاوین بسبب منع ہونے اونکے قتل کے اور دار الحرب مین اونکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہین یعنی اگر اونکو باقی رکھیں تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون
سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہہ کہ اونکو لانیکی واسطے
بار برداری نہو وجد المسلمون حية او عقربا فی رحالهم ثمة ای فی دار الحرب ينزعون ذنب العقرب وانياب الحية قطعا للضرر عنا بلا
ابقاء للنسل تاتارخانیة مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو اونکے مکانونمین وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالین مسلمانون سے ضرر دفع
ہو اور انکو قتل نکرین تاکہ اونکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ وفيها مات نساء مسلمات ثمة واهل الحرب يجامعون الاموات
يحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت یہہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو اونکو آگ سے جلادین ہم طحاوی
نے کہا ظاہر یہہ حکم اوسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین ولا تقسم غنيمة ثمة الا اذا قسم عن

اجتہاداً ولحاجۃ الغزاۃ فتصح او للایداع فتحمل اذا لم یکن للامام حمولۃ اور تقسیم کیجای غنیمت وہان یعنی دارالحرب مین مگر جب امام نے قسمت کی جہاد
اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس بار برداری نہو فان
ابوا ملی یجبرہم باجر المثل فی روایۃ فاذا تعذر فلو بحال لو قسمها قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا ہو ماشی نقلہ وسبق حکمہ پہر اگر
غازی غنیمت لانیکو نہ مانین تو آیا اون پر امام جبر کریگا اجر مثل مقرر کر کے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت
مین پہر در صورت عدم جبر امانت رکہنی کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دی تو ہر شخص اپنے بوجہ کے اوٹہانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین
بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو پہر وہ صورت ہی جسکا نقل کرنا شاق ہو اور اوسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون اور لڑکون کو ویران
زمین مین چہوڑ دینا ولم نبیع الغنیمۃ قبلہا لا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول اما لو باع شیئاً بطعام جاز جوہرۃ اور ہمارے اہل اسلام نے بیچین غنیمت کو قبل
قسمت کے نہ امام کو یہہ جائز ہو نہ اوسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کہانیکے واسطے بیچو تو جائز ہی کذا فی الجوہرہ ورد
البیع لو قائم لفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو رد کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر
رد کرنا ممکن نہو تو اوسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیہ ومدد لحقہم ثمۃ کمقاتل لا سوقی وحربی اسلم ثمۃ بلا قتال فان
قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دارالحرب مین جا کر تو وہ غازی کے برابر ہی استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان
ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کا فرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بہی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے ہو اسطے نہین کہ اوسکا
وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحرالرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہی کہ اگر عورت دارالحرب مین جاوی اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوی اپنی میان کی خدمت کے
واسطے اور قتال نکرے تو اوسکے واسطے کچہہ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گہوڑی کے سائیس کا کچہہ حصہ نہین ولا لمن مات ثمۃ قبل قسمۃ
وبیع ولو مات بعد احدہما ثمۃ او بعد الاحراز بدارنا فنصیبہ لورثتہ لتاکد ملکہ تاتارخانیہ اور اوس غازی کا حصہ نہین جو دارالحرب مین مر گیا غنیمت
قسمت یا بیع ہونیسے پہلے اور اگر وہ مر گیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دارالاسلام مین تو اوسکے حصے مین ارث جاری ہوگا یعنی اوسکے وارث بقدر
وراثت کے پاوینگے بسبب اکد ہو جانے اوسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت لم تنقض ویعطی من بیت المال
یعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایکمرد نے لڑائی مین حاضر ہونیکا اور اوسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی
تو قسمت شکستہ نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اوسکے حصے کے بیت المال سے اوسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر وحررناہ
فی الوقف اور بحرالرائق مین جو وقف کا قیاس کیا ہے غنیمت پر تو اوسکو رد کیا ہی نہرالفائق مین اور اوسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے
کہا اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونیکے اور احراز نا ظر کے قبل از قسمت تو اوسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمۃ بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہی صاحب
نہر نے کہا در اور غرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہو گیا اسواسطے کہ یہہ حکم صلہ
عطا ہی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ اجرت ہی تو اسے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہی انتہی ملخصاً وحل لنا ای للغانمین
لا فیہ الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعاً للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ
وبہ الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یجز فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہی منتفع ہونا اسمین
یعنی دارالحرب مین جانورون کے چارہ اور طعام اور لکڑی اور ہتہیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکہا باتباع کنز اور وقایہ مین
ہتہیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کرنے امام کے اوسکے کہانے سے اکل سے مراد تناول اور
استعمال ہی جو ان سب چیزون کے مناسب ہو تو اگر امام نے اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کر دی تو مباح نہین تو لائق ہے مقید متون کی عدم نہی کی قید سے حلبی نے بحر
الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجئے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوئی تو اوسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع ولا تمول فلو باعوہ و ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غنیا فعقیرا اور غازیونکو انتفاع جائز ہی بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے بیچ کر غازی
نے بیچا ہو تو اوسکی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہوگئی ہو اور اوسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اوسکی قیمت کو خیرات کر دے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج
ہو تو خود کہا لے کذا فی المنح عن البحر ومن وجد ما لا یملکہ اہل الحرب کصید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک
او انفق نفعہ اجازۃ ولا رد للغنیمۃ پھر اگر دار الحرب میں ایسی چیز کو پایا جسکے کفار مالک نہیں جیسے شکار اور شہد تو وہ مشترک ہی سب غازیون میں تو
اوسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہوگئی یا اوسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت نفع
ہو تو بیع کو غنیمت میں پھیر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر و بعد الخروج منہا لا الا بوضعہا عم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا
جائز نہیں مگر سب غازیون کی رضامندی سو ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا الحرز نفسہ
فقط اور کافرون سے جو شخص کہ مسلمان ہوگیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اوسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچا لیا سو اگر غازیون نے اطفال اور مال کو
لیلیا ہو اوسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اوسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او ودیعۃ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی ففی یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو
امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کالو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علیہم ففیما لہ ثمہ
فی شئی سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہو پھر دار الاسلام کی طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اوسکا مال وہان غنیمت ہی
سوا اوسکے طفل صغیر کے بسبب اوسکے تابع ہونیکے اسلام پدری کے لا ولدہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا
لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتار ہونے کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اوسکا بالغ بیٹا اور اوسکی زوجہ اور اوسکا حمل اور اوسکی زمین اور اوسکا لڑنیوالا غلام اور اوسکی لڑنیوالی لونڈی
اور اوس کا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے ہم تو اگر اوسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگے تو اوسکے مال محفوظ میں اصل رہینگے حربی دخل دارنا
بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فئ لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ ولاخذہ خاصۃ وفی الخمس روایتان
قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اوسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانون کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل
اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہی خاصکر اور خمس میں دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ
للخدمۃ سفرہ فغزا بفرس المستاجر وسلاحہ نصیبہ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ میں ہو کہ کوئی کہا ایک شخص کو اپنی سفر
کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اوسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر جبوقت منقسم ہوگا جبکہ عقد میں شرط ہو گئی
ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہہ فصل ہی کیفیت قسمت میں یعنی غنیمت غازیون کیونکر قسمت ہو قسمت سے آیا
نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سو کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت التجاوز ای الانفصال من دارنا وعند
الثلاثۃ وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہی یعنے دار الاسلام سے جدا ہونیکے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور
اگر پیدل تہا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جبوقت خروج دار الحرب کا
ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکہے سو جسکا نام سوار وضع لکہا پھر اسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے
سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کریگا تو مستحق نہو گا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا
فشری فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اوسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اوسنے وہان گھوڑا
مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر
اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ میں سواے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے
مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اوسکے صاحب کے سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہہ جواب ہے کہ معارض ہے

و حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف مین ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کے واسطے ایک
حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پہر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام
اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولے ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی
اقوی ہوا اور کوئی قوی اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جن سے بخاری نے روایت
کی ہی سو دعوی بے دلیل ہے اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسھم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ
استحقہ استحسانا لا لو مھرا فکبر منار خانیہ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوای ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر
تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ
نپاویگا وکان الفرق حصول الارھاب بکبیر مریض لا بالمھر اور گویا کہ فرق دونون صورتون مذکورہ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے
ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ اخر او نفر ودخل راجلا ثم اخذہ فلہ سھمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اوسپر سوار
ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اوسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پہر اوسنے اپنی گھوڑی کو پایا تو اوسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین لا لو باعہ ولو بعد
تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوھرۃ والتبیین ما
یخالفہ وفی القھستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتھی فتنبہ ولتحفظ ھذہ القیود خوف
الخطاء فی الافتاء والقضاء دو حصے نپاویگا اگر اوسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اوسنے لڑائی ہو جانیکے بعد بیع کی ہو تو البتہ اوسکا حصہ ساقط ہو جائیگا قول اصح
مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکی نیت سوداگری کی تہی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بہی اس قول کو ثابت رکہا ہی لیکن شرنبلالیہ مین جوہرہ اور تبیین سے
اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی مین ہے کہ اگر غازی نے گہوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہے
بالاتفاق انتھی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکہنا چاہیئے بخوف خطا کاری انتا اور قضا مین مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی
کے بعد تو اوسکا حصہ ساقط نہین ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اوسکا قصد تجارت کا تہا انتھی مافی المنح حلبی نے
کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سھم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط
عند البعض قال المصنف الاصح انہ یسقط لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ انتھی اور یہی مطلب تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری
اور حفظ کا امر کرنا بیمعنی ہے انتھی قول الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اوسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور
خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہین اور یاد رکہنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم ولا یسھم لعبد وصبی وامراۃ وذمی ومجنون و
معتوہ ومکاتب ورضخ لھم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی
علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور ان کو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے
خمس کے ہمارے نزدیک جب کہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمار ونکی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے وتستفاد جواز
الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیھود علی الیھود ورضخ لھم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا مدد چاہنا
کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تہی یہودیون سے یہودیون پر اور انکو کچھ عطا کیا تہا ہم واقدی نے روایت کی ہے کہ
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ دس یہودی لیگئے تہے اہل خیبر سے لڑنیکے واسطے اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تہی اور وہ
مشرک تہا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السھم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السھم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچاوے انکی عطا بقدر سہم یعنے غازی کے
حصے کے برابر نہ دینا چاہیئے مگر ذمی مین جب کہ وہ راہ بتا دے تو سہم پر زیادہ کی جاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیئے جسقدر

کہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والھجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ
قاموس سواء اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عربی کے اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اوسکی
عجمی اور مقرف اوسکے عکس یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اوسکی عربی کذا فی القاموس یہہ گھوڑے سب برابر ہین سوار کا حصہ پانے مین ہم بعضی علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا
فقط عربی گھوڑے مین منحصر ہے مصنف اور شارح نے اوسکا ذکر دیا کہ گھوڑون کا تفرقہ کرنا بدلیل ہے ہو اسواسطے کہ رعب مضاف ہے جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالی
ومن رباط الخیل اور خیل سب گھوڑون کو کہتے ہین اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب مین قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا جفاکش اور باگ موڑنے مین نرم تر ہے
تو ہر ایک مین جدی جدی منفعت ہے لا یسھم للراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارھاب حصہ نہ دیا جاویگا اونٹ اور خچر اور گدہے کا بسبب عدم رعب اندازی
کے یعنی یہہ جانور جہاد کے لائق نہین اور اسمین نص بھی وارد نہین باوجود یکہ صدر اسلام مین اونٹ اور گدہے اور خچر جہاد مین بکثرت ہوتے تھے لیکن کسیکا حصہ منقول
نہین والخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنے پانچوان حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جائے
یتیم اور مسکین اور مسافر کو ہم یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونیکے اوسکو یتیم نہین کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فقط اور جائز ہے صرف کرنا
خمس کا ایک ہی قسم مین کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینون کو دے خواہ ایک
قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتھم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ مین ہے کہ اگر خمس کو غازیون پر صرف کرے بسبب اونکی حاجتمندی کی
تو جائز ہے اور البتہ مینے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین جسکا نام شرح ملتقے کا یہہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق
ہے تو ہمارے نزدیک یہہ تینون مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کئے جاوینگے سوا اور کسیکا دینا جائز نہین اقسام ثلثہ مین سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہون
محتاج ہون وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منھم ای من الاصناف الثلثۃ علیھم لجواز الصدقات لغیرھم لا لھم اور خمس دینے مین
محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہین مقدم کئے جاوین یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو واسطے نہ بنی ہاشم کے واسطے یعنی بنی
ہاشم کا یتیم اور یتیمون پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینون پر اور اونکا مسافر اور مسافرون پر نہر الفائق مین کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی
مطلب ہین فقط اور اونکا استحقاق فقط قرابت سے نہین بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھہ ہمکلامی مو انست اور مصاحبت
کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا اونکی عورتون کو بھی حصہ ملتا تھا پس بعد حضرت کی موت کے ساقط
ہوگیا بسبب باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کی مستحق ہونگی بسبب احتیاج کے ولا حق لاغنیاءھم عندنا اور خمس مین کچہ
حق نہین بنی ہاشم کے مالدارون کا ہمارے نزدیک یہہ اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچہہ نہین دیا
اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ای گروہ بنی ہاشم حقتعالی نے تمہارے واسطے لوگون کا غسالہ اور اونکا میل یعنے زکوۃ کو مکروہ کیا اور اوسکے عوض مین
خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہین مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہین مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
جو اونکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو اونکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان مصرف کا ہے نہ استحقاق کا
اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا اونکا غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد
مناف ہین اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد مین ہین اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد
مین جب کفار قریش نے آپس مین عہد کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ نہ بیٹھین اور اون سے کلام نکرین تاوقتیکہ وہ حضرت کو ندین قتل کرنیکے واسطے تو بنی مطلب نے بھی عہد کیا
کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئے اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہانتک کہ تین برس تک
پہاڑ کی گھاٹی مین حضرت کے ساتھہ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھہ چنانچہ کتب سیر مین یہہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابو داؤد مین جبیر بن مطعم سے
مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو

مین اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہین ہین اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم مین پیدا کیا سو کیا وجہ
کہ ہمارے بھائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور انکی آپکے ساتھہ ایک ہی طرح ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب
جدا نہوے کفر مین اور نہ اسلام مین انہم اور وہ تو ایک شے واحد ہین اور اپنی اونگلیون کو آپنے قینچی کیا اسمین حضرت نے اشارہ کیا اونکی نصرت کا یعنی موانست
اور موافقت کی نصرت جاہلیت مین جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تہا اسواسطے کہ اوسوقت نصرت قتال کی نہی کذا فی الفتح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور
احمد کا یہہ مذہب ہے کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربے کے برابر ہین اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہی چاہے اونکو دے چاہے غیر کو جسکو دے چاہے بعض کو یا تمام
غیر ذوی القربے کو دیوے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ شرح عینی ہدایہ اور فتح القدیر مین مفصل ہین وما نقلہ المصنف عن الحاوی ما فی الحاوی
یفید ترجیح الصرف لاغنیا ثم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف بحرالرائق سے یہہ نقل کیا ہی کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے وہ مفید ترجیح صرف کا
اغنیاء ذوی القربے کے واسطے اسمین اعتراض کیا ہی نہرالفائق مین کہ حاوی قدسی مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربے اور یتامی اور
مساکین اور ابناء السبیل مین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین بحرالرائق مین کہا کہ یہہ اسکا مقتضی ہی کہ اغنیاء ذوی القربے کے دینے پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
صاحب نہرالفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہے بلکہ اسمین انکے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربے مین اشتراط فقر سے سکوت
اسواسطے کیا کہ اعطاء خمس مین مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی
کے نام پاک کا بیچ تقسیم خمس مین اسکے نام سے برکت لینے کیواسطے ہی ابتداء کلام مین اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہی خمس کی کچہہ خصوصیت نہین ہے قرآن مجید مین ارشاد
ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل یعنی معلوم کرو کہ جو کچہہ غنیمت
مین حاصل کرو تو اسکا پانچوان حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربے اور یتامے اور ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کرو اور دفع اشتباہ کیواسطے اسکو ذکر کیا طبرانی مین ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچہہ آسمان اور زمین مین ہے وہ خدا ہی کا
ہے یہی رواہ ابو العالیہ کے قول کا کہ ایک حصہ بیت اللہ مین صرف ہوا اگر وہ قریب ہو اور نہین تو مساجد مین صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ
والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسیہ اور حصہ رسول
علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہی حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے
کوئی رسول نہین جیسا کہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس
جیسا کہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہی اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ اون پر حجت
ہی درالمنتقی مین کہا کہ ہرچند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہین جیسا کہ علماء کبار نے مذکور کیا ہی لیکن وصف رسالت مین آپکا کوئی خلیفہ نہین اسواسطے کہ آپکے
بعد کوئی رسول نہین اور یہہ مطلب نہین کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا
بسبب معدوم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذ والا لا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان
گیا دارالحرب مین امام کی اجازت سے یا قوت سے پہہ مال لایا غارتگری سے تو حصہ لیا جاویگا اوس سے جو کہ وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی اور اگر امام سے حکم نہین لیا یا قوت
اور شوکت سے دارالحرب مین نگیا اور کچہہ مال لایا تو اسمین خمس نہین اسواسطے کہ وہ جیسے مارنا اور لے بہاگنا ہی خلاصہ یہہ ہے کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہی اسمین
خمس ہے اور جسمین غلبہ نہین اسمین خمس نہین یا شوکت جانے مین تو قوت کا ہونا صریح ہی اور امام کے اذن مین اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی
مددگاری کا التزام کیا تو یہہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور منیہ مین ہے کہ اگر چار شخص دارالحرب مین گئے اور کچہہ مال لائے تو اوسکا
خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہین قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دارالحرب سے لاؤ گے
مین اوسکا خمس نہونگا تو اگر غازی با قوت ہون تو جائز نہین اور اگر اونکو قوت اور شوکت نہین تو جائز ہی وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا

فیقول من قتل قتیلاً فلہ سلبہ سماہ قتیلاً لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائیکے وقت ترغیب اور جوش لانیکے واسطے تو
یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اوسکے واسطے اسباب ہے اور کا زندہ کا ذکر کو مقتول کہا باعتبار اوسکے قریب ہونیکے قتل سے ہم نفل بمعنی لغت مین بمعنی زیادتی
غنیمت سے ہے نفل ہوئی اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیز دی گئی غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اگلے امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو
امام بعض غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگا کر اس بات سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولے جائز ہے اور بعد قتال کے
جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فہو لہ وقد یکون بدفع المال او ترغیب بالمال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اسیکی ہے اور گاہے تنفیل
مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب ہے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسہ واجب للامر بہ واختیاراً لادعی المقصود
امنہ وکہ تو ترغیب نفس واجب ہے اوسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اوسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا یخالفہ تعبیر
القدوری بلا باس لانہ لیس مطرداً لما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قال المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب
قدوری کے مخالف نہین تعبیر کرنا قدوری کا لاباس کرکے اسواسطے کہ لفظ لاباس کا فقط ترک اولے کو مطرد نہین بلکہ لاباس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسیواسطے مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ہو استحساناً اور انعام کا امام
مستحق ہوگا اگر اوسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اوسکے واسطے اوسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنابر استحسان کے ہم قیاس مین اسواسطے جائز نہین
کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قول قضا نہین تو در صورت عدم تخصیص امین تہمت نہین
بخلاف مالو قال منکم او قال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ لانہ اعمہ بعدہ کذا فی الظہیریۃ بخلاف سابق یہہ ہے اگر امام نے کہا
کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اوسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اوسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اسوقت مستحق ہوگا جب
تعمیم کردے اس تخصیص کو رستے کذا فی الظہیریۃ ہم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ امام نے غازیان مخاطب کے واسطے خاص کریکا اور دوسری صورت مین بسبب
تہمت کے مستحق نہوا ویستحقہ مستحق سہم ولا رضخ ولہ السلب کالذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وہ ذا
ای التنفیل انما یکون فی مباح القتل ولا یستحقہ بقتل امرأۃ ومجنون ونحوہم ممن لم یقاتل اور یہہ تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی
ہے تو اسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اونکے مانند کے قتل سے یعنی ان لوگون کے جنہون نے قتال نہین کیا وسماع القائل مقالۃ الامام لیس بشرط فی
استحقاقہ ما نفلہ اذ لیس فی الوسع اسماع الکل [illegible] قائل کی امام کے کلام کو شرط نہین اسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب کو سنانا انسان
کے مقدور مین نہین یعنے اظہار خطاب البتہ ہوسکتا ہے سو ہوگیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنۃ مالم یرجعوا وان مات الوالی او عزل
مالم یمنعہ الثانی نہی اور تنفیل مذکور شامل ہے ہر لڑائی کو جب تک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مرجاوے یا معزول ہو جاوے دوسرے والی نے
اسکے منع نکردیا ہو کذا فی النہر ہم یہہ متعلق ہے جب تنفیل قتال سے پہلے وقت نہین ہوا اور اگر عین حالت قتال مین ہوئی ہو تو اوسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی
البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط وہی تعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کی تحت مین اور وہ
شرط لفظ من ہے یعنے من قتل قتیلا فلہ سلبہ مین ہم حلبی نے بحر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضرور ہے اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر یمین مین علاوہ
اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف
ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ اوسنے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اوسکا اسباب تیرا ہے [illegible] اگر ایک غازی سے یہہ خطاب کیا اور
اوسنے دو کافرونکو مارا تو اوسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر سنے العموم اسیطرح [illegible] کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین سے کسی قتیل کو ماریگا
تو [illegible] اسباب ملیگا پھر اگر دسنے دو یا تین کو قتل کیا تو سبکے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہہ [illegible] کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس
فلک کذا فلم یصنع وان قطعت راسہ اولیاء القتیل فلک کذا [illegible] اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اوس سوار کو قتل کرے تو تیری

لفظ لاباس مستحب مین بھی مستعمل ہے

واسطے ایسا ہو تو یہہ صحیح نہیں اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی التتمہ قاضی خان نے کہا ہے اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہین بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہین تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین ولو نفّل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری وھو المشی لیلا الربع وسمع العسکر دونہا فلہم النفل مستحق کذا فی الظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپا مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنیوالون نے تو اونکے یہہ انعام ثابت ہے بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریۃ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہہ لفظ ماخوذ ہے سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر یہہ باعتبار اصل وضع کے ہے تو اب استعمال مین محفوظ نہین وجاز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا لعسکر والغزاۃ فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اوسکے برابر سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر غرر مین مذکور ہے درر مین وجہ فرق یون مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہے اور یہہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی ق لا ینفّل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لصنف واحد کما مرّ اور امام تنفیل نکرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دارالاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جب صرف خمس کا محتاجون کے واسطے ہوا تو محتاج مقاتل کے واسطے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ والسلب ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ کالحلی حلیۃ اخ اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اوسکے ساتھ ہے یعنی اوسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اوسکی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جسکو برتل کہتے ہین وہ سلب بفتحتین یعنے مسلوب ہے کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ ملک کا قبل احراز دارالاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جب مال کو بعد تنفیل کے پاوے تو اسمین خمس نہین اور وراثت اسمین جاری ہوگی اگرچہ موت دار الحرب مین مر جاوے اور یہہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہہ ہے کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ اجماعاً جب یہہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دارالاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اوسکی ہے پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اوسکو استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اوسکو اوسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کہ کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اوسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین اور محمد کے یہانتک کہ اوسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفّل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اوسکو چاہے تو ہمنے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہے حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علماء حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تاکہ دونون حدیثون مین تعارض باقی نرہے حدیث اول مین حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہے ہرچند یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بکثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہنچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ھل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ انتہی فقیر غفر لہ کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات مین

مرقوم ہے کہ کیا حلال ہے جماع اون لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین ان غازیون سے جبکہ واقع ہوا ہے اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ شرع تو جواب اسکا اون کا یا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی موجود نہین لیکن ۹۴۳ھ مین سلطان روم کے طرف سے تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو بعد خمس دینے کے شروع ہی شبہہ حرمت کا باقی نرہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے ہم تنفیل کلے سے یہہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہے اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضون کے واسطے مراد نہین اور عنقریب مذکور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلے نہ لشکر کے واسطے جائز ہے نہ سریہ کیواسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہین اور بالفعل اہل روم نے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہئیے ظاہر یہہ ہے کہ خمس نہین دیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اسکے یہہ جواب اسوقت مسلم ہے جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز نہو گی مگر اسوقت جب سلطان متاخر بہی تنفیل مذکور کو قائم رکہے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار علی بعضہم بعضا و علے اموالنا

یہہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر ہم چلپی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہے یون کہنا صواب تہا کہ بعضہم علی بعض

اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب اخذ ماله ملکه لاستیلائه علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب مین اور اسکا مال چہین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احراز دار مالک سے شرط نہین تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیونکو ہند مین پکڑ لیجائین تو وہان کفار ترک کی بہی ملک ثابت ہو گی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب مین مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اهل الحرب اهل الذمة من دارنا لا یملکونهم لانهم احرار اور اگر گرفتار کر لینگے کافر حربی ذمیونکو دار الاسلام سے تو اونکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلا سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیونکے اموال مثل اموال مسلمین کے اونکے مملوک ہو جاتے ہین وملکنا ما نجده من ذلك السبي لكافر ان غلبنا عليهم اعتبارا بسائر املاكهم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اوس قیدی کفار سے اگر ہم اونپر غالب ہوئے باعتبار اونکی باقی املاک کے یعنے اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پہر مسلمین اونپر غالب ہوئے تو اوس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیان کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اگر کافر حربی نے دار الاسلام مین اپنے ولد کو بیچا تو باتفاق روایات جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جا کر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ یہہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پہر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال لایا اسمین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہو گا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اوس نے بجبر نکالا تو اوسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہو گا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہین تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر اوسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہو گا اور اگر اسکو خوشی لایا تو مالک نہو گا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها بدارهم ملكوها لا للاستيلاء على مباح لما ان الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل في الاشياء التوقف والاباحة رأي المعتزلة بل لان العصمة من جملة الاحكام المشروعة وهم لم يخاطبوا بها فبقي في حقهم مالا غير معصوم فيملكونه كما حققه صاحب المجمع في شرحه اور اگر کفار غالب ہو گئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مؤمن ہو اور اموال کو دار الحرب مین لے گئے تو اوسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلا علی المباح کے ہونے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ اشیا مین اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنے وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے اموال اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اوسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح مین کی ہے ہم اشباہ مین مذکور ہے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کی طرف نسبت کیا ہے اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہہ ہے کہ افعال

مین قبل شرع کے کچھ حکم نہین تھے اور مصنف کی شرح منار مین ہے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے بعض حنفیون کے نزدیک اور نہین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اشیا مین توقف ہی یعنی کہ واقع مین اشیا کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور رہی لیکن ہم اوس پر واقف نہین ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصول عمادیہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہے طحاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی رای پر چلا ہو تحقیق شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب تھا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ہیں قول غیر اصح ہی اور قول اصح یہہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہین بنا براداء اور اعتقاد کے اور یہہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کے نہوئی تو اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو اونکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت مین قول بالا باحت کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تہا اوسیکا قائل ہوگیا ویفترض علینا اتباعہم اور یہہ فرض ہے اونکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور اونسے لڑنا اموال چھوڑانیکے واسطے فرض ہے تاوقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لیگئے تو مطلقا اونکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط فان اسلموا فلا نفس ملکہم اور اگر کفار مسلمان ہوگئے تو اونکی ملک ثابت ہوگئی یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہوگئے تو وہ مالک اموال کے ہوگئے اپنا جبراً اموال اون سے نہین لیئے جائینگے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوہا بدارہم اما قبلہ فہی لمالکہا مجاناً مطلقاً اور اگر ہم غالب ہوئی اون پر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب مین لیگئے اور قبل دار الحرب کے لیجانیکے تو اموال مذکورہ اونکے مالکون کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اوسکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فہو لہ مجاناً یعنی اگر ہم غالب ہوئی کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم کے بین المسلمین نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال اوسکو مالک کو مفت ملیگا بدون کچھ دیئے وان وجدہ بعدہا فہو لہ بالقیمۃ جبراً للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اوسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اوسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی کے زائل ہوگئی تو باین لحاظ اوسکے لینے کا اوسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اوسکا ضرر ہو جسنے اوسکو اپنے حصے مین پایا لہذا اس مال کو بقیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہہ دلیل عقلی ہے اور اوسیکے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیاً فلا سبیل لہ علیہ بعدہا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلہا اخذہ مجاناً کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اوسکے واسطے کوئی راہ لینی کی نہین اوس پر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو بعوض اوسکی مثل کے لیگا مثلاً گیہون عوض گیہون کے لیگا تو اوسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اوسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن لو اشتراہ تاجر منہم ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اوس قیمت کے کہ جسقدر قیمت سے سوداگر نے اوسکو مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اوسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بقیمت جنس کہ لے اگر اوسکو بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتہبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے اگر کفار سے اوسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدراً ووصفاً بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدراً او ادنی وصفاً فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بربوا لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اوسکے مالک کو اوسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور اسیطرح اگر اوسکو بعوض اوسکی مثل کے بوعدہ ادای قیمت خرید کیا یا بعوض اوس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہے خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اوسکا لینا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ خرید مفید ہے اور یہہ بیاج نہین اسلیئے کہ یہہ فدیہ ہے یعنی مثلی کی عدم مساوات بیاج اوسی صورت مین ہی اصل نہین ہے اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہہ فی الحقیقۃ فدا ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان فقئت عینہ وقطعت یدہ واخذ مشتریہ ارشہا اک

فَقَأَهَا المُشتَرِی فَیَأخُذُہٗ بِکُلِّ الثَّمنِ اِن شَاءَ لِاَنَّ الاَوصَافَ لَا یُقَابِلُهَا شَیءٌ مِنهُ یعنی مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اسکو مملوک کی
آنکھہ پھوڑ دی گئی ہو یا اوسکا ہاتھہ کاٹا گیا ہو اور یا اوسکے مشتری یا اجنبی نے اسکا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اوسکی آنکھہ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے
لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچہہ قیمت نہیں ٹہرتی وَالقَولُ لِلمُشتَرِی فِی قَدرِ الثَّمَنِ اَیِ الثَّمنِ بِیَمِینِہٖ عِندَ عَدَمِ البُرهَانِ لِاَنَّ البَیِّنَۃَ
مُثبِتَۃٌ وَلَو بَرهَنَا فَبَیِّنَۃُ المَالِکِ اَیضًا خِلَافًا لِلثَّانِی نہو اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار میں اوسکے قسم کہانیکے ساتہہ گواہ نہونیکے وقت اور
اگر کوئی گواہ او دیگا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہیں اور اگر دونوں گواہ لاوین تو مالک کے بہی گواہ اوسے ہیں بخلاف
ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ میں یون عبارت ہو فبینۃ المالک ایضا اوسلئے اور یہی نسخہ اولے ہی وَاِن تَکَرَّرَ الاَسرُ وَالشِّرَاءُ
بِاَن اُسِرَ ثَانِیًا وَشَرَاہُ اٰخَرُ اَخَذَ المُشتَرِی الاَوَّلُ مِنَ الثَّانِی بِثَمَنِہٖ لِوُرُودِ الاَسرِ عَلٰی مِلکِہٖ فَکَانَ الاَخذُ لَہٗ ثُمَّ یَأخُذُ المَالِکُ القَدِیمُ
بِالثَّمَنَینِ اِن شَاءَ لِقِیَامِہٖ عَلَیہِ بِهِمَا وَقَبلَ الاَخذِ الاَوَّلِ لَا یَأخُذُہٗ القَدِیمُ کَیلَا یَضِیعَ الثَّمَنُ اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ
دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اوسکی قیمت کے بسبب وارد ہونی گرفتاری کے مشتری
اول کی ملک پر تو اوسیکو لینا متعدم ہوا پہر مالک قدیم اسکو دونوں قیمتین دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے
قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نلے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو وَلَا یَملِکُونَ حُرَّنَا وَمُدَبَّرَنَا وَاُمَّ وَلَدِنَا وَمُکَاتَبَنَا لِحُرِّیَّتِهِم مِن وَجہٍ
فَیَأخُذُ مَالِکُہٗ مَجَّانًا لٰکِن بَعدَ القِسمَۃِ یُؤَدّٰی قِیمَتُہٗ مِن بَیتِ المَالِ اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر کے اور ہماری مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے
بسبب آزاد ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اوسکو اوسکا مالک مفت لے بلا عوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اوسکی قیمت بیت المال سے ادا
کیجائیگی حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوئی کہ سبب ملک کا محل ملک میں ہوتا ہی یعنے مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہو اور اسیطرح مدبر وغیرہ میں من وجہ
حریت ثابت ہی اور اگر تاجر کا فر ایسے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اوس سے بلا عوض لے کذا فی المنح وَنَمْلِکُ عَلَیهِم جَمِیعَ ذٰلِکَ بِالتَّغَلُّبِ لِعَدَمِ العِصمَۃِ
اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اونکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سبکو مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے وَلَو نَدَّ اِلَیهِم دَابَّۃٌ مَلَکُوهَا لِتَحَقُّقِ الاِستِیلَاءِ
اِذ لَا یَدَ لِلعَجمَاءِ اور اگر کافر ونکی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بہاگ گیا تو وہ اوسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونی استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے ہی اسواسطے کہ جانور
کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا ور ملک کفار کا مانع ہو وَاِن اَبَقَ اِلَیهِم قِنٌّ مُسلِمٌ فَاَخَذُوہُ قَهرًا لَا اَحرَارًا فَمَا
فَلَم یَملِکُوهُ لِظُهُورِ یَدِہٖ عَلٰی نَفسِہٖ بِالخُرُوجِ مِن دَارِنَا فَلَم یَبقَ مَحَلًّا لِلمِلکِ اور اگر دار الاسلام سے کفار کے لونڈی یا غلام مسلمان بہاگ نکلا سوا و نہوں نے اوسکو
زور پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہماری دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا ہم جب
تک غلام دار الاسلام میں تہا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تہا بسبب تحقق مولے کے تصرف کے تاکہ ہوا اوسکے انتفاع پر قادر ہوا اور
خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اوس پر زائل ہو گیا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا پہر جب
کفار کی ملک اوس پر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور
بعد قسمت کے اوسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک
نہونگے بخلاف مَا اِذَا اَبَقَ اِلَیهِم بَعدَ اِرتِدَادِہٖ فَاَخَذُوہُ مَلَکُوہُ اِتِّفَاقًا بخلاف اوسکے جبکہ غلام اونکی طرف بہاگ جائیگا بعد انکے مرتد ہونیکے
پہر کفار اسکو پکڑین تو باتفاق مالک ہونگے وَلَو اَبَقَ وَمَعَہٗ فَرَسٌ اَو مَتَاعٌ فَاشتَرٰی رَجُلٌ ذٰلِکَ کُلَّہٗ مِنهُم اَخَذَ المَالِکُ العَبدَ مَجَّانًا لِمَا مَرَّ
اَنَّهُم لَا یَملِکُونَہٗ وَاَخَذَ غَیرَہٗ بِالثَّمَنِ لِاَنَّهُم مَلَکُوہُ اور اگر غلام دار الحرب میں بہاگ گیا اور اوسکے ساتہہ گہوڑا یا اسباب تہا پہر ایک مرد نے یہہ سب اون سے مول
لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک ہو چکے
وَعَتَقَ عَبدٌ مُسلِمٌ وَذِمِّیٌّ لِاَنَّہٗ یُجبَرُ عَلٰی بَیعِہٖ اَیضًا زَیلَعِی شَرَاہُ مُستَامَنٌ هٰهُنَا وَاَدخَلَہٗ دَارَهُم اِقَامَۃً لِتَبَایُنِ الدَّارَینِ مَقَامَ الاِعتَاقِ

کہ لو استولوا علیہ وادخلوہ دارھم فابق منھم الینا اور آزاد ہوگا وہ تاجر مسلمان یا غلام ذمی ہو واسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا
کذا فی شرح الزیلعی وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے
چنانچہ اس صورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ
آئے یعنی امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوتا ہے کہ مسلم کا فر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط یعنی تباین دارین کو علت کے
قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو اشتراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استرداد کذا فی النہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی ہے اسواسطے
کہ اگر ہو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اوسکے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور
نہر الفائق میں اوس شراء کے مقام میں تواتر ہے یعنی اگر حربیوں نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کے طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا چنانچہ اوسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبید لھم ثم جاء الینا او الی عسکرنا وکذا اذا اشتراہ مسلم او ذمی او حربی
ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری
طرف دار الاسلام میں آیا یا اوس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اسکو مسلمان یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے
پیش کیا اگرچہ مشتری نے اوسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی ہذہ الصور العشر یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد
علیہ لان ہذا عتق حکمی یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہو جائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو
حق ولاء اوس پر نہوگا اسواسطے کہ یہہ عتق حکمی ہے کذا فی الدر وصورتین مستامن کی خرید سے آخر تک ہیں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسلئے
کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اوسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسیطرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر وفی
الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذ ابیلا انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق بجنانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر
حربی نے اپنے غلام سے کہا اوسکا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہوا اوسکے بیان اور مملوک ہوگیا اوسکے ہاتھ پکڑنے سے
یعنی اوس زوال ملک استیلاء جدید سے اوسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اوسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالیٰ اعلم **باب المستامن** ای الطالب
للامان یہہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ مستامن میں استیلاء نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد ذکر کیا ہو
یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک میں پناہ لیکر جائے خواہ مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب میں اہل
حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے تو اسکو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیء
من دم و مال و فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہو مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اوسپر حرام ہوگا کافر کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال
اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا اونکا مال ناحق لینا یا اونکی عورتوں سے قربت کرنا جائز
نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز
نکال لایا تو وہ اوسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغابازی کے تو اوسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے مالک ہوا اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور
حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اوسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اوسکو دار الاسلام میں خرید کیا
اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے خبث کے ملک میں دغابازی سے اور بہ حرمت وطی عند الرطابقہ
یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بلکہ مخطور ہو اسواسطے کہ غایہ یہہ ہے کہ خبث اصول میں متعدد اور منتقل ہو جاتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں
اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اوسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہہ قید مذکور ہے کہ وارث اوس مال کا
نہ جانتا ہو تب اوسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر یہ سنا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

عن المأسور قید ما لاخراج لانه لو غصب منهم شیئا ردّه علیهم وجوبًا مصنف نے اس مین اخراج کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کافرون کی کوئی چیز غصب کیگا تو اونکو پھیر دینا بروجوب ہے تاوقتیکہ وہ دار الحرب مین ہے اور یہی حکم ہے چوری اور خائنگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضه وان اُطلقوا طوعًا لانه غیر مستامن فهو کالمتلصص بخلاف اوس مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار ہو کر قید ہے تو اوسکو اونکی جان اور مال سے تعرض مباح ہے اگرچہ کفار نے اوسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین تو وہ متلصص کی مانند ہے یعنی جو دار الحرب مین چھپ کر جاوے فانه یجوز له اخذ المال وقتل النفس دون استباحة الفرج لانه لا یباح الا بالملک سو مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوای اباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے الا اذا وجد امرأته المأسورة او ام ولده او مدبرته لانه ما ملکوهن بخلاف الامة مسلم مستامن کو اباحت شرمگاہ حلال نہین مگر اوسوقت حلال ہے جب اوسنے دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا ہو اسواسطے کہ کفار اونکے مالک نہین ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے اونکی مملوک ہو جاتی ہے تو اوسکی وطی بھی حلال نہین ثم یطأهن اهل الحرب اذ لو وطئوهن تجب العدة للشبهة زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اوسوقت حلال ہین جب کہ اون سے اہل حرب نے وطی نکی ہو اسواسطے کہ اگر اونہون نے اون سے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانه حربی دینا ببیع او قرض او بعکسه او غصب احدهما صاحبه وخرجا الینا لم نقض لاحد بشیء لانه ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو دیون کیا خواہ بیع کے واسطے ہوا یا قرض کے واسطے یا بعکس یعنی مستامن نے حربی کو دیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نکرینگے اسواسطے کہ مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ آئندہ مین التزام کیا ہے اور ادانت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب مین واقع ہوئی وہان حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی اوسمین کچھ حکم کرسکے اور وقت قضا کے بھی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اوسنے زمان گذشتہ مین التزام احکام نہین کیا بلکہ آئندہ مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار حرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہوگیا منح الغفار مین ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے جو خرید وفروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب فتح القدیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مین قرض کو دین نہین کہتے ہو سکا کہ فقہا مفہوم کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے وکذا یفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانة لا قضاء لانه غدر اور مسلم کو مغصوب کے پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا انتہی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کیا ہے اور قرض بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانت اسواسطے فتوی ہوگا کہ ... یعنی قاضی بجبر حکم نکریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانة والغصب ثم استأمنا الینا ۱۲ اور ایسا ہی حکم جاری ہے اون دو حربیون مین جنہون نے وہ کیا یعنی ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام مین آئے پر مستامن ہوئے بنظر اوسی دلیل کے جسکو ہم نے بیان کیا یعنی دونون مین قاضی اسلام کچھ حکم نکریگا اسواسطے کہ اونہون نے التزام احکام اسلام کا مستقبل مین کیا ہے۔ فلو خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انه اسیره وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینة ککونه مکتوفا او مغلولا عملا بالظاهر جب حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ مین مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اوسکی گرفتاری پر چنانچہ اوسکی مشکین بندھی ہون یا اوسکے پاؤن مین طوق پڑا ہو تا ظاہر حال پر عمل کرنے ہو کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینهما بالدین لوقوعه صحیحا للتراضی واما الغصب فلا لما مر انه ملکه اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر اور انہون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو اون دونون مین قرض کا حکم کیا جاویگا بجہت واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہے اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبه عمدا او خطأ تجب الدیة لسقوط القود [illegible]

فی مَالِہٖ فیہما لِتعذّرِ الصیانۃِ علی العاقلۃِ مع تباینِ الدارین دو مسلمان مستامن ہین ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصداً یا چوک کر تو دیت واجب
ہوگی بسبب قائم ہونے قصاص کے وہان یعنی دار الحرب مین مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب نہ رہنے حفاظت کے
اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے ہے کہ اونہون نے بچانے مین قصور کیا سو یہہ امر تباین دارین سے متصور
نہین ہے لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائیگی وَالکفارۃُ ایضاً فی الخطأ لاطلاقِ النصِّ اور کفارہ بہی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے
یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو
وفی قتلِ اَحدِ الاسیرینِ الآخر کفّر فقط بلا دیۃٍ فی الخطأ اور دو قیدی مسلمان ہین ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ
بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولاشئَ فی العمدِ اصلاً لانہ بالاسرِ صارا تبعاً لھم فسقطت عصمتہ المقوّمۃ
لا المؤثِّمۃ فلذا یکفّر فی الخطأ اور کچہہ واجب نہین قتل عمد مین اصلاً نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتار ہونے کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اوسکی عصمت
متقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین صلاحاً عصمت متقومہ یعنی قیمت ٹھیرانیوالی وہ ہی جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور
عصمت مؤثمہ وہ ہی جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتلِ مسلمٍ اسیراً اومن اَسلم ثَمّہ ولو ورثتہ المسلمون ثَمّہ فیکفّر فی الخطأ
فقط لعدم الاحرازِ بدار الاسلام جیسے کسی قتل کرے مسلم اسیر کو یا اوسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون
دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت متقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرحپر کہ جو ہتک عصمت
کرے تو اوسپر قصاص لازم آوے یا دیت سو ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح فصلٌ فی استیمانِ
الکافر یہہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یُمکّن حربیٌّ مستامنٌ فینا سنۃً
لئلا یصیر عیناً لھم وعوناً علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایک سال تاکہ کافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو اونکا
مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکہنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر بسبب رقیق یا جزیہ تاکہ کافرون کا جاسوس نہو اور مسلمین کے اضرار مین اونکا مددگار نہو مگر کچہہ
مدت اونکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے مین سدِّ باب تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حدفاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت مین
جزیہ واجب ہوا ہو کذا فی المنح وقیل لہ قبلَ الامام ان اقمت سنۃً قید اتفاقی لجوازِ توقیتِ مادونہا کشہرٍ وشہرینِ درّ لکن ینبغی ان
لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جداً نہر وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا
تو ہم تجہپر جزیہ رکہینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کم از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدر لیکن لائق یون ہے
کہ اوسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کم مدت مقرر کرنیسے کذا فی النہر ہم جزیہ مقرر کرنا سال بہر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی
تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جاویگا جزیہ اوسپر لازم آویگا فان مکث سنۃً بعدَ قولہ فھو ذمیٌّ ظاہرُ المتونِ ان قولَ الامام لہ ذلک شرطٌ لکونہ
ذمیاً فلو اقام سنۃً او سنتینِ قبلَ القولِ فلیس بذمیٍّ وبہ صرّح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر وقال فی الفتح والاولُ اوجہ پہر اگر
حربی دار الاسلام مین سال بہر بعد قول امام کے ٹہیرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہہ ہے کہ امام کا یہہ قول اوسکے ذمی ہونیکی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال
یا دو سال دار الاسلام مین ٹہیریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسکی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بدون قول امام کے بہی ذمی ہوگا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر مین کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃَ علیہ فی حولِ المکثِ الا بشرطِ اخذِھا منہ فیہ اور
حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اوس سے شرط کر لینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کے یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجہپر جزیہ دینا لازم
آویگا تب تو لینا درست ہے ورنہ نہین ہو اسواسطے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونیکے لازم نہین آتا ہے مصنف نے
ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیاً یجری القصاصُ بینہ وبینَ المسلمِ ویضمنُ المسلمُ قیمۃَ خمرہٖ وخنزیرہٖ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اوسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اوسکی شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دیگا جب مسلم اوسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدية
عليه اذا قتله خطأ اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جب ذمی کو چوک کر مار ڈالیگا ويجب كف الاذى عنه وتحرم غيبته كالمسلم نہر اور واجب ہے
اوس سے تکلیف اور ایذا کو روکنا اور اوسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدير وفيه لو مات المستأمن في دارنا وورثته ثمة وقف ماله لهم
ويأخذه ببينة ولو من اهل الذمة فيكفيل ولا يقبل كتاب ملكهم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکے وارث
دار الحرب میں ہیں تو اوسکا مال اونکے واسطے رکھہ چھوڑا جائیگا اور اوسکے وارث مال کو گواہ لاکر پاوینگے اور اگر اونکی وراثت کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن
لیکر اونکو مال ملیگا اور وہ جو اونکے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الى دار الحرب بعد الحول ولو لتجارة او لقضاء حاجة
كما يفيده الاطلاق فى منعه لان عقد الذمة لا ينقض فمفاده منع الذمي ايضا اور جب کافر مستامن دار الحرب کی طرف پہر جانیکا ارادہ کرے بعد
ایک سال کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کیونکہ اسلئے اوسے روکا جائیگا
کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونیکے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے
صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے كما يمنع لو وضع عليه الخراج بان الزم به واخذ منه عند
حلول وقته لان خراج الارض كخراج الرأس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اوسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے بطور
کہ خراج اسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اوس سے لیا جائیگا اوسکے وقت آنیکے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہوجائیگا
یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا عشری زمین میں زراعت کی تو اوسپر خراج لازم آیا تو وہ اوس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب
میں نہ جانے دیگا او صارت له اى المستأمنة الكتابية زوج مسلم او ذمي لتبعيتها له وان لم يدخل بها یا مستامنہ کتابیہ کیواسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا
یعنی دار الاسلام میں اوس سے مسلم یا ذمی نے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے واسطے اگرچہ زوج نے اوس سے قربت نہ کی ہو لا عكسه
لامكان طلاقها لیکن اسکے عکس یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اوسکی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں
جا سکتا ہے بخلاف عورت کے وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نكحها هنا فطالبته بمهرها فلها منعه من الرجوع تتارخانيه اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام
میں نکاح کیا سو زوجہ نے اوس سے اپنا مہر مانگا تو اوسکو اوسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم يقم حتى مضى الحول فهو یعنی صار
ذميا على ما قدمنا من الدرر سو اگر مستامن نہ ٹہرے یا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اوسکا ذمی ہوجانا سزاوار ہے بنابر اوس روایت کے جو درر سے مذکور ہوچکی
یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بہر رہیگا تو ہم تجہپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت درر
ومنه علم حكم الدين الحادث في دارنا اور مستامن کے حکم سے معلوم ہوگیا اوس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا
روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بہر ادائی دین نکریگا تو ذمی ہوجائیگا فان رجع المستأمن اليهم ولو لغير داره حل دمه لبطلان
امانه پہر اگر مستامن پہر گیا حربیوں کے طرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اوسکا خون بعد داخل ہونیکے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہوجانے اوسکی امان کے
تو وہ حربی ہوگیا فان ترك وديعة عند معصوم مسلم او ذمي او دينا عليهما فاسر او ظهر عليهم بالبناء للمجهول بمعنى غلب عليهم فاخذ او قتل
سقط دينه وسلمه وما غصب منه واجرة عين اجرها لسبق يده پہر اگر مستامن دار الحرب میں پہر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ
گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پہر بعد فتح ہونے دار الحرب کے گرفتار رہا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اوسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اوسکو قتل کیا بعد غالب ہونے
کے تو اوسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اوس سے غصب کیا اور کرایہ اوس ذات کا جسکو اوس نے اجارہ دیا تہا ساقط ہوگیا بسبب مقدم ہونے قبضہ
امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تہا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اوس مسلمین کے
ید سے اسبق ہے تو اوسکے مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وما كان له كوديعته وما عند شريكه ومضاربه وما في

بیتہ فی دارنا فیئاً اور مال اوسکا چنانچہ اوسکی امانت اور جو مال کہ اوسکے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اوسکے گھر میں ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہو جائیگا یعنی سوائے اوس
کے مال کے کہ وہ اوسکے قبضے میں ہے بعد یرا کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہے لہذا امانت وغیرہ غنیمت ہو جائیگی اوسکی ذات کی تبعیت سے واختلف
فی الرہن والصحیح انہ للمرتہن بدینہ اور خلاف روایت ہے اوسکے رہن میں اور نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ وہ مرتہن ہی کو ملیگی ہے بعوض اوسکے
دین کے ہم کہتے ہیں یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جائے اور اوس سے مرتہن کا دین ادا کیا جائے اور جو زیادہ ہو وہ ادای دین سے وہ غنیمت ہے میں کہتا ہوں
صاحب بحر نے محمد کے قول کو ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے ولا ادر الحلبی وفی السراج لو بعث من یاخذ الودیعة والقرض
یجب تسلیمہا الیہ انتہی اور سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر مستامن نے کسی شخص کو دار الاسلام میں امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اوسکو امانت اور قرض کا سپرد کرنا
واجب ہے ش ہم کہتے ہیں یہ اوسواسطے کہ اوسکا مال غنیمت نہیں ہوا اور اوسکی گرفتاری یا قتل سے سو منفرد رہا ولو علیہ یتوفی منه دینه هنا قالوا
امانت ودیعتہ فیئاً اور بنابر جو تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اوسکے مال سے دین اوسکا جو اوسنے دار الاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی
سے اگرچہ اوسکی رسیت غنیمت ہوگئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیهم فدیته و
قرضه وودیعته لورثته لان نفسه لم تصر مغنومة فکذا ماله کما لو ظهر علیه فهرب فماله له اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل
کیا گیا یا وہاں گرفتار ہوئے بغیر فقط مرگیا بدون غلبہ اہل مسلمین کے دار الحرب پر تو اوسکا دین اور قرض اور امانت اوسکے وارثوں کے واسطے ہے اسواسطے کہ ذات اوسکی
معنوم نہیں ہوئی تو اسیطرح اوسکا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اوسکا مال اوسیکے واسطے ہے کیونکہ اوسکی گرفتاری اوسکے
بھاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو اوسکا دین ساقط ہے اور اوسکی امانت غنیمت ہے ۱ دار الحرب پر غالب
ہونے اور اوسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ دار الحرب اوسکی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اوسکا مال
غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہے تو آپ ورنہ تو اوسکے وارث لینگے ۱ اوسکے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے ۲ اوسکے مقتول ہونے سے
بدون غلبے دار الحرب کے اوسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی هناله ثمة عرس واولاد وودیعة مع معصوم وغیره فاسلم هنا او صار ذمیاً
ثم ظهرنا علیهم فالکل فیء لعدم یده وولایته ولو سبی طفله الینا فهو مسلم ایک حربی یہاں دار الاسلام میں ہے جسکی وہاں دار الحرب میں
جورو اور اولاد اور امانت ہے شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ ہے وہ یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے
تو اوسکی جورو اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہونے اوسکے قبضے اور ولایت کے اور اگر اوسکا طفل دار الاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک
مسلم ہے ہم طفل مسلمان ٹھیرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہوئے بخلاف اون اطفال کے جو دار الحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع
اپنے باپ کے نہوئے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمة فجاء هنا فظهر علیهم فطفله حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں
دار الاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اوسکا طفل صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اوسکا باپ مسلمان ہوا تھا
تو دونوں دار الحرب میں واقع تھے کذا فی المنح ووديعته مع معصوم له لان یده کیده محترمة اور امانت اوسکی شخص معصوم کے ساتھ اوسیکی واسطے
ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت دار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیره فیء لو عیناً غصبها مسلم لعدم النیابة فتح اور
سوائے امانت کے اور مال اوسکا غنیمت ہے اگرچہ اوسکی کسی چیز کو مسلم نے اوس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک
کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی له اصلاً اور امام کو واسطے اوس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہے جسکا کوئی ولی وارث نہیں
ہے ش مقصود یہ ہے کہ اوسکا خون بہا لیکر بیت المال میں رکھے اور قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نکیا اسواسطے کہ جنایات میں مذکور ہوگا ودیة
مستامن اسلم هنا من قاتله خطأ لقتله نفساً معصومة اور امام کو اوس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے جو یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوا
اوسکے قاتل سے [illegible] خون بہا بسبب قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب میں کالعدم ہے لہذا امام اوسکا

خون بہالیگا اسواسطے کہ امام اوسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین وفی العمد له القتل قصاصاً او الدية صلحاً لا العفو نظراً لحق العامة اور لاوارث مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہالینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال مین داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کرنے مین اونکی حق تلفی ہے حربی او مرتد او من وجب علیه قود التجأ بالحرم لا يقتل بل يحبس عنه الغذاء ليخرج فيقتل لان من دخله فهو آمن بالنص وسيجئ فی الجنايات حربی یا مرتد جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم مین تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اوسکا کھانا روکا جائیگا یعنی اوسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً ندیگا تاکہ وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہوکر پھر حرم کے باہر قتل کیا جائے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا بموجب نص قرآنی کے یعنی ومن دخله كان آمناً یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات مین آویگا لا تصير دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثة باجراء احكام اهل الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا يبقى فيها مسلم او ذمي آمناً بالامان الاول على نفسه دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے اور اوسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ اور ... کہ وہان مسلمان یا ذمی ... شرک ... اول سے اہل شرک ہی سے اہل کفر مراد ہین یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان ... اور حکم اسلام ... نہ ہوا اور اتصال بدار الحرب سے مراد یہ ہے کہ دونون کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی شہر نہ واقع ہوا اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت ہی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کے جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتین ہین یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہوجائین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہوکر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑکر اپنے ملک پر غالب ہوجائین ... سب صورتون مین وہ ملک دار الحرب نہوگا امام ... شرح ... کہا کہ ... دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنیسے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے ... طحطاوی نے کہا کہ دار الاسلام دار الحرب ہوجائیگا تو وہان ... نہ جاری ہوگا اور مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا ... اور احکام مذکورہ منتفی ہونگے جب دار الحرب دار الاسلام ہوجائیگا ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء احكام اهل الاسلام فيها كجمعة وعيد وان بقى فيها كافر اصلى وان لم تتصل بدار الاسلام درر وهذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فكأنه تركه لخفاء بعضه ووضوح باقيه اور دار الحرب دار الاسلام ہوجاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اوسمین چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہان کافر اصلی باقی ہو اور گو وہ ملک دار الاسلام سے متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے گویا مصنف نے اوسکو شرح مین ترک کردیا بسبب اپنے بعض مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون ... طحطاوی نے کہا اور اوسکے واضح ہونے مین بحث ہے شرح ملتقی مین شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا اور ایک شہر یعنی ... کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب ... جو ابد باکہ وہ کسی مین داخل نہین کہ وہان کسی کا قہر اور حکومت نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین ذکر کرچکے ہین کہ ... شہر دار الحرب مین داخل ہی اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ... سے کہ بحر ... دار الحرب کے حکم مین ہے تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اوسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اوسپر اور استروشنی نے اپنی فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہوجائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہی اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط مین اسیطرح مذکور کیا ہی اور امام ناصر الدین نے منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہی تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجائیگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط مین مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ مین ہین بلاشک وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ کفار نے اوسمین احکام کفر کے بھی جاری نہین کئے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین اور جس شہر مین اونکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہی بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت بسبب موادعہ ہے یا مخادعہ اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور ... کا

دار الاسلام کبھی دار الحرب نہین ہوتا

باب العشر والخراج والجزیۃ

رنے مین کسی ایک شخص تابنی ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے دور خواہش کرین کہ ہر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیہ
یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین مع جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہوجاتا ہے تو اوسکے بعد
وظائف مالیہ کو ذکر کیا جو ذمی پر ذمی ہونیکے بعد لازم آتے ہین یعنی ذمیکی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج رأس کی تفریعات مین کثرت تھی
لہذا اونکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسی مین گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کردیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل
اور تتمیم ہوجاے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اوسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت مین عبارت ہے واحد
مین عشرۃ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیداوار سے خارج ہوا اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور رأس سے لے وہ مسمی بخراج ہے یہ مصنف نے
تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی منح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور
خراج اور جزیہ ملے تو اوسکے مستحقین پر صرف کرے والا اسکا وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اوسکو حلال جانیگا وہ
کافر ہے اور ہمارے زمانہ کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنی ملک کی محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور
اہل استحقاق کو محروم کرکے اوسکو بیہودہ اپنی عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وهی من حد الشام والکوفۃ
الی اقصی الیمن وما اسلم اهله طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانه الیق بالمسلم زمین عرب کی
اور شام اور کوفہ کی حد سے منتہای یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اوسکی زمین لشکر
اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے مع کرخی نے کہا عرب عبارت ہے مین حجاز اور
تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ تہامہ مین اصل سے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی
زمین کا نام ہے اور حجاز اوس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات
اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء
راشدین سے منقول نہین کہ وہان کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہین ویسے ہی اونکی ملک سے خراج درست نہین ولذا بستان مسلم او کرمہ
کان دارہ درر و غرر فی باب العاشر یاتی من هذا وحررنا فی شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور او سکا جہان اسکا گھر تھا عشری ہے
کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اسکا ذکر یہان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین مع شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر
گھر ذمی کا ہے تو اوسمین خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اوسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اوسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشری ہے
اور اگر مسلم یا ذمی نے اوسکو کاہے خراج کے پانی سے سینچا اور کاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد قری
العراق وحدہ من العذیب بضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران بضم فسکون قریۃ بین بغداد وهمدان عرضا
اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات
کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حاء و سکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان مع نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اونکو سواد کہا
بسبب اونکی اشجار اور زراعت کی سبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور نہایت بانغ
ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب
کوفہ کے اور شاید کہ اوس چشمہ کے کنارے پر گانون آباد ہو سے بعذیب دونون قولون مین خلاف نرہا ومن العلث بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ
شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب الی عبادان بالتشدید حصن
صغیر هنط البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی طولا اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ و سکون

ولکون منہم ثعلبیہ کا عراق طول کہا ہی کہ شارح وقایہ وغیرہ نے یعنی ... اور ... علویہ پر موقوف ہی ساتا جانب کی مشرق کے دجلہ قریب ہی شہر نامی بہرام
ثانی میں ہی مصنف مغرب نے اپنی شرحین نقل کیا کہ غلط ہی عبادان اب تشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہی دریای شور کے کنارے پر مثل میں وارد ہی عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین
یعنی بلکہ دریا ہی کذا فی المستصفی الطحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہی دریای فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون
یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام مسیرۃ اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہی اور عرض اوسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی الشرح
مع بحر الرائق مین شرح وجیزہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہی اور عرض اسی فرسنگ کا اور جملہ اوسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہی کذا فی
النہر وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سوا اقر اھلہ علیہ او نقل الیہ کفار اخر او فتح صلحا خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک
کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوای مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اوس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اوس ملک کیطرف اور کفار لاکر بسائے
گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہی ہم سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج
مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر ہی سے اسواسطے
مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہی اور اسمین تغلیظ ہے و لہذا خراج بجبر لیا جاتا ہی اگرچہ کافر نے اوسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کے
کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہر چند کہ مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے
نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نلیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض السواد مملوکۃ
لاھلہا یجوز بیعھم وتصرفھم فیہا ھدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فیہ اور سواد عراق کی زمین مملوک ہی وہان کے
لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مثل ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر
وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اونکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح ہم اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو
ملک بصلح فتح ہوا اور اوکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اونکو جائز ہی اور ارث اوسمین جاری ہی یہانتک
کہ کوئی شخص اوس زمین سے باقی نرہی تب اوسکی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو گی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قرایہ ہندوستان کے زمیندار
اپنی زمین کے شرعا مالک ہین اونکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہی اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر وتجب الخراج فی ارض
الوقف الا المشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی
اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اوس موقوفہ زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اسکو وقف کیا اوسکے مشتری نے تو نہ اوسمین عشر ہے
نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اوسکو وقف نکیا چنانچہ مینے اسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہی ہم بیت المال
کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدیدہ واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض
خراجیۃ والعشر لو عشریۃ در ومر فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو
کذا فی الدر اور یہہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا وقالوا اراضی مصر والشام خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین ہم ہدایہ مین ہے
کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جب کہ اوسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی النہر وفی
الفتح المأخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت
لبیت المال وعلی ھذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشیء منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ
زاد فی البحر وینبغی فی العقار بضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجیء فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی
سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جو حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنیوالون کی ملک نہین

گویا عدم ملوکیت اوسکی بسبب مرجانے اوسکے مالکون کے ہے اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور یہ وجہ ہے کہ تو صحیح نہین جیسا امام کا اوس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو یتیمین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اوسکی بیع اور شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحرالرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا زمین کی خرید مین رغبت زیادہ ہوگئی ہو اسکی دونی قیمت ہوجا فسے تو اوسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے مین کہتا ہون باب الوصے مین آویگا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر دارو غہ کیا شرح سنیتہ مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہین یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مرگئے بلا وارث اور اسکی ملک بیت المال کے طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک مین تا قیامت باقی رکہا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والون کو دو طریق پر یا مزارعین کو مالک کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین اونکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اون سے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق مین پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق مین تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج لیکن ملتقی اتاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ اسمین زمین کا بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اوسکا جواب یہ ہے جو مذکور ہو چکا کہ حاصل امام کے حق مین خراج ہے اور مزارعین کے حق مین اجرت بلفظ سرور عدم صحت خراج حقیقۃ وحکما بحیثیت اراضی مذکورہ دو طرح مزارعین کو دی تو اوس اراضی مین اونکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین اور وراثت اوسمین جاری نہین کذا فی الحطاب وہما ولی مفتی دمشق فضل اللہ الرحمتی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فانت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ بہت تو یہ فتوی مفتی دمشق رحمتی کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب اون کے مالکون کے تو وہ بیت المال کے طرف راجع ہوئین سوائے کاشتکار کے ہاتھ مین عاریت کے ہے انہی اور نہر الفائق عن الواقعات لو اراد السلطان شراءہا لنفسہ یامر غیرہ ببیعہا منہ لنفسہ اھ اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کو خریدنا چاہے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلا وکیل بیت المال کو امر کرے اوسکے بیچنے کا جسکو وہ خرید کرے اپنے واسطے انتہی مخطاطی کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اوسکو اوس حالت پر محمول کیا جاوے جب یتیمین کو ضرورت ثابت ہو اور اذا علم الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ صرح عدۃ ونص عن المشتراۃ من بیت المال وان شرط الواقفین صحیحۃ لانہ لا اجر علی رافعہا اور جب حال معلوم ہو بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شراء محض یہ معلوم تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہے اور یہ صحت کی معلوم ہوگئی صحت وقف اون زمینون کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اون اراضی موقوفہ پر خراج نہ ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اونکے بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو مشہور ہے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمی باذن الامام او دفعہ لہ کما مر خراجی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اوسکو بطور عطا دیا جیسا مذکور ہو چکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ ماقارب الشئ یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم آباد کیا تو اوسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شے کے قریب ہوتا ہے اوسکو اوسیکا حکم دیا جاتا ہے پھر اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہو تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گہر کے آگے کے میدان میں جیسا خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اوسکی ملک مین نہو یعنی اوسکو بسبب نزدیکی کے وہان مٹی ڈالنا اور گہوڑا باندہنا درست ہے کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر فالکافر لا یبتدأ بالعشر اور وہ دونون قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اوس سے عشر لیا جائیگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اوس سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر یعنی ابتدا نہین لیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاوے خراج کے پانی سے تو اوس سے خراج لیا جائیگا سو اسطرح کہ افزونی کہیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ مضمون فقط موات یعنی افتادہ

زمین مین جاری ہو وا التقسیم اراضی کی باعتبار اوسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو جسکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروعہ کو جبتک پانی کو عشری
اور خراجی کر موصوف نہین کرسکتے اور مصنف نے یہہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہی یہہ
پانی کو ذکور کیا بموجب قول محمد کے کذا فی الطحاوی عن الحموی وهو ای الخراج نوعان خراج مقاسمة ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوه
وخراج وظیفة ان کان الواجب شيئا فی الذمة يتعلق بالتمكن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہو ایک خراج مقاسمہ ہو اگر واجب بعض
خارج ہو جیسے پانچوان حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہو اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق ہی بسبب قادر ہونے کے زمین سے انتفاع
مالک ہند خراجکو محصول اور لگان کہتے ہین اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمع بولتے ہین خراج مقاسمہ خارج یعنی کہیت کی پیداوار سے متعلق ہی نہ قدرت
انتفاع سے یہان تک کہ اگر اوس کہیت زراعت نہ ہو وی گا تو اوس پر کچہہ بھی واجب نہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہہ ہی کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر کے ہے لیکن مصرف اوسکا خراج
کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی الله عنه علی السواد لكل جريب هو ستون ذراعا فی ستين بذراع كسرى سبع قبضات وقيل المعتبر
فی كل بلد عرفهم وعرف مصر التقدير بالفدان فيه وعلى الاول المعول جیسا کہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے سواد عراق
پر ہر جریب کی بابت جریب ساٹھہ گز در ساٹھہ گز سے یعنی ساٹھہ گز طول اور ساٹھہ گز عرض کسریٰ کی گز سے جو سات قبضہ کا گز ہے اور بعضون نے کہا جریب میں
ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہی فدان سے[1] کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی ہو فاضل
اور صاحب محیط ہی اور قول اول بہت صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو تو ابھی تولازم آتا ہی اتحاد خراجکا باوجود اختلاف مقادیر ہندوستان مین مساحت
زمین کی بیگہے کے حساب ہوتی ہے بیگہہ ساٹھہ گز قطعی طول میں اور ساٹھہ عرض مین ہوتا ہے اور یہ قطعی گز تخمیناً ہاتھہ زائد ہی کسریٰ کی گز سے یبلغه الماء صاعا
من بر او شعير ودرهما لخص على عمرو من احوج الدقة ومن الخ[illegible] جو زمین کہ پہونچتا ہی ایک صاع گیہون یا جو اور ایکدرم
ہر جریب کا اسپر مقرر کیا کذا فی الزیلعی ... صاع سے مراد وہ صاع ہی جو آٹھہ رطل ہوتا ہی اور
آٹھہ رطل کے سیر کے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور پاؤ چہٹانک ہی ... کہ کہیت مین بویا جاوے اوس میں ایک صاع لیا جاویگا گیہون ہون یا جو مسور ہو یا جوار
اور کچہہ ہی صحیح ہے ... درہم مراد ہے جو وزن سات مثقال کے برابر ہون تو ایکدرم تین ماشہ اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہہ ہوا کہ بلا تفاوت
فی بیگہہ تخمیناً تین سیر کچہہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ... ولجريب الرطبة خمسة دراهم اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درم خراج مقرر
ہوا ... ہی کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم ... اور ... نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب مین
ہی رطبہ بفتح را اور السب ... اوسکی رطاب اور کتاب ... جیسے گکڑی کہیرا اور خربوزہ اور بینگن اور ...
ہوا اور کتب لغت مین قول اول ہی مذکور ہے انتہے کلام النہر ... رطبہ ... کو کہاتی ہین اور ...
تفسیر کتاب العشر کی نقل مین یاد ... اعتماد ... والله تعالى اعلم ... النخل متصلة التي ... اور ہر جریب انگور اور نخلستان مین جسمے
درخت باہم متصل ہون اوسکا ... خراج ہی یعنی فی جریب ... درہم ... شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کہجور دونون مین قید ہے
جس زمین کے گرد احاطہ ہو ... درخت انگور ... اوسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی المنح ولما سواه مما ليس
فيه توظيف عمر کزعفران وبستان وهو كل ارض يحوطها حائط وفيها اشجار متفرقة يمكن الزرع تحتها فلو ملتفة اى متصلة لا يمكن زرعها
فهو كرم طاقته اور ما سوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف اور تعیین نہین جیسا کہ زعفران اور بوستان بقدر اوسکی
طاقت کے خراج ہی شارح نے کہا بوستان اوس زمین کا نام ہی جسکے گرد احاطہ ہو اور اوسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اوسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اوسکے درخت
گنجان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہو ونهاية الطاقة نصف الخارج لان التنصيف عين الانصاف فلا يزاد عليه
فی خراج المقاسمة ولا فی الموظف على مقدار ما وظفه عمر رضی الله تعالى عنه لان طاقته على الصحيح كافی اور نہایت طاقت نصف ما خرج

[1] فدان بفتح فا و دال مشدد آلہ کشاورزی ... معرب ... [illegible]

اسواسطے کہ تنصیف یعنی آدہا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج سے زیادہ نہ لیا جاوے بٹائی کے محصول مین اور نہ جمعی محصول مین زیادتی چاہئے اس مقدار سے جسکو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقرر فرمایا اگر زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکہتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم خراج فاروقی سے زیادہ لینا جائز نہین کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عاملون سے پوچہا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی انکو طاقت نہین اونہون نے کہا نہین بلکہ ہمنے بہ طاقت کو معین کیا ہے اور اگر ہم چاہتے کچہ زیادہ مقرر کرتے تو بہی اسمین گنجائش تہی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بہی زیادہ لینا جائز نہین ہے اسلئے کہ فاروق عادل نے باوجود طاقت اور گنجائش کے بہی زیادہ لینا تجویز نکیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی مین موجود ہے تو جو زمین کہ [illegible] فاروق عنہ کے مفتوح ہوئی [illegible] اور حاکم چاہے کہ اوسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہوگا کذا فی المنح طحطاوی [illegible] کہ ہمارے زمانہ کے ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ دیتے ہین اور اگر یہہ بہی مسلم کہ [illegible] کی ہو کر ستاجرہ ہوگئی [illegible] تو بہی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہین چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ اخ [illegible] الخراج الموظف ینتقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی [illegible] خراج جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اوسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کی دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گہٹایا جاوے نصف تک [illegible] اور بنا بر جواز کے طاقت کیوقت اور لائق یون ہے کہ زیادہ نلیا جاوے نصف خارج سے اور کم نکیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نلے اور دو سیر سے کم نکرے اور یہہ حکم بٹائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اسمین یعنی جوہرہ حدادی مین ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین مین انگور بووے یا کوئی اور درخت جبتک تو اوسپر زمین کا خراج [illegible] کہ انگور وغیرہ کہانے کے لائق ہو ہم خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم وکذا لو قلع الکرم وزرع [illegible] فعلیہ خراج الکرم اور اسیطرح اگر انگور کو اوکہاڑ ڈالے اور اناج بووے تو اوسپر انگور کا خراج واجب ہے ہم اوسپر جب انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اعلی کو چہوڑکر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جو اخس الامرین کے طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اوسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چہوڑ کر مثلا باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہئے اسکا فتوی ندینا چاہیئے تا حاکم ظالم لوگون کے مال نہ چہین لین یعنے جسکا مال ظلم سے لیا چاہئے تو اوسپر یہہ کہینگے کہ اس نے شلا انگور یا زعفران کی زراعت چہوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اوسسے خراج زعفران اور انگور کا لینگے ولو اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور کہانے کے لائق ہو تو اوسپر خراج لازم آویگا بقدر اوسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اوس محصول سے جو اوس مین پر قبل انگور بونیکے تہا ہم طحطاوی نے کہا فاعلم مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یون تہا کہ بعد ان سطیم کے مذکور کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہہ مضمون مکرر ہوچکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شئ فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہین اونمین کچہہ خراج نہین انتہی ما فی الجوہرۃ الحدادی ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ مین کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب کے روکنے کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ الخانیۃ قوم شروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والآخر الاراضی واراد وا قسم الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء والا کان جملۃ فان لم تعرف الکروم الاثر وما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ مین مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیئے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونون نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تہا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہان کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور سوای انگور کے کچہہ اور نام سے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نجانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اوسکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی من الخانیہ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ

اِن لم یُعلَم قَدرُہٗ ابتداءً تُرِکَ علٰی مَا کان ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پہر اہل قریہ نے خراج برابر کرنیکی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تہا یا کم و بیش تو بطور سابق چہوڑا جاویگا وَلَا خَراجَ اِن غَلَبَ المَاءُ علٰی اَرضِہٖ اَو انقَطَعَ اَو اَصَابَ الزَّرعَ آفاتٌ سَماوِیَّۃٌ کغرقٍ وحرقٍ وشِدّۃِ بَردٍ اِلّا اِذا بَقِیَ مِنَ السَّنَۃِ مَا یُمکِنُ الزَّرعُ فیہ ثانیًا اور محصول نہین اوس کشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب آیا یا پانی زمین سے منقطع ہو گیا یا کہیت کو آسمانی آفات پہونچین جیسے کہیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر ہو تو البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہو سکے فتح القدیر مین کہا فتویٰ اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہو گا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نکر سکے فتاویٰ خیریہ مین کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بہی غرق اور حرق کے ساتہہ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اوسکا دفع کرنا نہین ہو سکتا اور شک نہین کہ کہیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چڑیا بہی اسیطرح ممکن الدفع نہین لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندے جانور اور انکے مانند مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچہہ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین اور زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور انکے مانند ہیں اور یہی قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر ہے اور فتاویٰ عالمگیری مین وجیز کردری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان وغیرہ کا کیا خوب طریقہ تہا کہ جب مزارع کی زراعت اوسکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تہی تو اوسکو بیج وغیرہ مصارف اپنی خزانی سے دیتے تہے اور کہتے تہے کہ ہم اپنی رعیت کشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اونکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہے بحر الرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچہہ ندے تو اولٰی اقل یہ ہے کہ اوس سے خراج کا مطالبہ نکرے اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہا کالانعام والفارۃ والدودۃ یجب وھلاک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جب کہ آفت آسمانی نہو اور اوس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور انکی مانند کی کہیتی کہا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کہیت کا ٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہو گا اور قبل کہیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہو گا تو خراج ساقط ہو گا مگر اوس وقت ساقط ہو گا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کہیتی ہو سکے چنانچہ یہہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین نہ داخل کرنا مسلم نہین بلکہ یہہ آفت آسمانی ہے نہین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اوس سے احتراز ممکن نہین ولو ھلک بعضہ اِن فضل عما انفق شیءٌ اُخِذ منہ مقدار ما بیناہ مصنف نے اسکی تتمہ فی الشرنبلالیۃ معزیًا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچہہ غلہ فاضل پڑہے خرچ سے تو اوس سے خراج لیا جاوے اوس قدر جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور اوسکا تتمہ شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے ذکر کیا اور فتح القدیر مین سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہوا تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح پر کہ فی جریب ایک صاع اور ایک درہم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہہ ہے کہ اول یہہ دیکہنا چاہیے کہ مزارع کا اس کہیت مین کتنا خرچ ہوا پہر غلہ کی پیداوار کو دیکہنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو محسوب کرلے پہر اگر کچہہ بچے تو اوس مین سے مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی نصف سے قال وکذا یحکم الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین علامہ طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتہہ ملحق کرنا ظاہر اصحیح نہین فَاِن عَطَّلَھا صاحبُہا وکان خراجُہا موظفًا او اَسلَمَ صاحبُہا او اشتریٰ مسلمٌ من ذمیٍّ ارضَ خراجٍ یجب الخراج پہر اگر خراجی زمین کو اوسکے مالک نے معطل رکہا نہ بویا اور اوس زمین کا خراج موظف یعنی مقرری تہا یا اوس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی کی زمین خراجی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے مصنف نے سبب تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب زمین زراعت پر قادر تہا اور اوس نے زراعت کی تو تقصیر اوسکی ثابت ہوئی لہٰذا خراج اوس پر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اسکے کہ طاقت نہو یا بیج نہو ان اسباب سے تو حاکم کو چاہیے کہ اسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کیواسطے رکہے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے یا خزانہ بیت المال کے مال سے زراعت کراوے اور اگر یہہ کچہہ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے خراج لے اور یہہ حکم بلا خلاف ہے کذا فی البحر وغیرہ

بعد جو قیمت باقی رہی وہ مالک کو دیا اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً تو خراج نہیں لیکن بقاءً ہی اسواسطے
کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تہی اور اوسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج
مقاسمۃ لا یجب شیء کما لو عطلہ اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تہا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ
روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ یعمرہا وہدم دارہ
لا اراضی حرام بلا شبہۃ نہر اور تجھکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے
اور یہ نام فلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے بسنے پر کہ اپنے گہر کو آباد رکہے اور اوسے زمین میں زراعت کرے سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر
نحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیء علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا
ولا جبر علیہ بسببہا وانما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں
ہی بحر الرائق کے طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اوسپر واجب نہیں جسنے
اوسمیں زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی در صورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اوسپر جبر نہیں اوسکے سبب سے جو حکام ظالم
اسکو ضرر پہونچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصاً جب کہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی
وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا تتجرا الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع کوئی کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اوس عمدہ چیز کا
خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جسارت نکریں یعنے اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اسکو
مال لینے کا بہت حیلہ ملیگا کہ اسنے مثلاً زعفران چھوڑ کر باجرا بویا اور اوس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان
بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے
جسمیں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی العنایہ ہم فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ ان زراعت میں تین مہینے پر
تو میں ہو ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی اور نہ لیا جاوے عشر اسے زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ
امام صاحب کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا
والا بان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دوبار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر معین خراج
ہے اور اگر معین خراج نہو بلکہ بٹائی کا خراج ہو تو دوبار لیا جائیگا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جسے بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دیا
ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو
بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور
سلطان یا اوسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اوسکو بخشدیا اگرچہ کسیکی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال
ہے اگر وہ خراجکا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراجکا مصرف نہو تو وہ خراجکو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ
حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بہی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء
سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو
تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اسکو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ میں ہے بزازیہ کیطرف
نسبت کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا چاہیے اور المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہو یعنی خراج سے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہین انتہی یہہ مین نے برجندی
مین دیکھا مصرف جزیہ مین اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہی اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ یہہ روایت رافع اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو اون پر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہین اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین
محمول ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال وحاصلہ ان الرقبۃ لبیت
المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق مین ہی کہ ابو یوسف کے
قول سے یعنی جواز ترک خراج یا واسطے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل
یہہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہی اور محصول اس زمین کا معافیدار کے واسطے ہی اور اسوقت مین تو صحیح نہین معافیدار کی بیع اور نہ اوسکا ہبہ اور نہ اوسکا
وقف ہان اوسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارہ مستاجر کے اقطاعات کو بعض عرف مین انعام کہتے ہین اور بعض اوسکو جاگیر اور صلہ بولتے ہین اور صورت
اوسکی یہہ ہے کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کری کہ وہ اوس سے فائدہ پاوین تو یہہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملک اور معاش
بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اوسکو معافیدار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہین اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ وہ معافیدار کی ملک
نہین اوسکو فقط خراج مین اختیار ہی نہ رقبہ ارض مین ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل
نصیبہ الی اخرہ ثم مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان اخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ وتقتضی
قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبر اور منجملہ حوادث فتوی یہہ مسئلہ ہی کہ اراضی کو اگر معاف کردیا سلطان نے اوسکو اور اوسکی اولاد کو اور اوسکی
نسل اور ذریت پس ماندہ کو اس شرط پر کہ اوسکی اولاد سے جو مری اوسکا حصہ اوس کا حصہ اوسکے بہائی کو پہونچے پہر معاف کرنیوالا سلطان مرگیا اور جسکے واسطے
معافی تہی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ مین منتقل ہوگیا تو وہ معافی اوسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو مینے فقہا کی کلام مین نہین دیکھا
اور مقتضی اونکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہی تعلیق کرنیوالے کی موت سے سو اسکو غور کرو ہم تعلیق سے یہہ قول مراد ہی کہ جو اونمین سے مرے اوسکا حصہ اوسکے
بہائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہہ حکم ہی کہ وہ اراضی اوسکی اولاد کے واسطے نہو بلکہ اوسکی
اولاد بالاصالت معافیدار ہی نہ بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر سلطان نے
زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کردی یا بادشاہ زمین کا مالک ہوا پہر اوس نے ایک شخص کو معاف کردی تو اوسکو وقف کرنا اوس زمین کا جائز ہی ہم زمین افتادہ کی
معافی سے یہہ مراد ہی کہ ایک شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکور کو اپنی واسطے آباد کیا تو وقف کرنا
اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہوگیا بملک حقیقی تو اوسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے والارصاد من السلطان لیس
بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا نہین ہی البتہ انتہی ملخص النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس سے عبارت ہی کہ جو لوگ کہ بیت المال کے
مستحق ہین اونکے واسطے بیت المال سے بقدر اونکے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہین اور یہہ جو حکم
وزرا و مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کے واسطے ارصاد مقرر ہی اوسکا نقض ہرگز جائز نہین
اسواسطے کہ یہہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہین ابطال مستحقین بیت
المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل الدین اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہی انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد
مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا سو انہون نے اسکے جواز کا
فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اونکے ساتہہ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اونکے موافقین نے یہہ ارادہ نہین کیا کہ یہہ وقف حقیقی ہی اور

کرنا غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اوسکا وقف صحیح ہو بلکہ علما و مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اوسکے مستحق کے
واسطے علیحدہ ہو گیا تا اونکو بسہولت پہونچ جاوے ہو اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور اپنا حق اون سے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا
فی حاشیة الطحطاوی وفی الاشباہ تنبیہ تکمیل انقول لی ان الذین افتی العلامۃ قاسم بصحتہ اجارۃ المقطع له وان للامام ان یخرجه متی شاء
اور اشباہ مین قبل گفتگو وہی ہے کہ علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافی دار کو جب چاہے بے دخل کردے
یعنی اراضی کو ضبط کرلے ہم وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کے مانند ہے یہ مستاجر کے او مستاجر کو اجارہ دینا
درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجه عنه لانه تملکه بالاحیاء فلیحفظ
اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے ساتھ مقید کیا ہے اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اوسکا نکال
لینا معافیدار سے جائز نہین اسواسطے کہ زمین افتادہ کا سبب آباد کرنیکے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے ہم والی ملک کو لازم ہے کہ
تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا اوسکے موافق خراج لے یہانتک کہ پورا
اخراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بقدر غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے اگر دونون فصلون
مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدہا محصول ربیع مین لے اور آدہا خریف مین اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو ہر کاٹ کا پانچوان
محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار اور علی ہذا القیاس جسقدر خراج ہوا ہو وہ مرحلہ وار تو اوسکے مقدار کے سے لے اور خراج لینا چاہئیے غلہ
تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہین غلہ کہانا بدون ادای خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کہانا
جائز نہین بدون ادای عشر کے اور اگر کہائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے خراج لینے کے واسطے کذا فی
العالمگیریة **فصل فی الجزیة** یہ فصل ہے جزیہ کے احکام مین ہی لغۃ الجزاء لانها تجزئ عن القتل والجمع جزی کاللحیۃ واللحی وہی
نوعان جزیہ لغت مین بمعنی جزا ہے اسواسطے کہ جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم
اول وفتح ثانی جیسا کہ لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری اموضوع منہ بالجزیة بصلح لا یقدر ولا یتغیر لانه العقد
یعنی جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اوسمین تقدیر اور تغیر نہین ہے اسواسطے کہ یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اوسکو بدلنا عہد شکنی ہے
یہ جو کہ اوسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آیندہ نہین والا وہ تو صلح مقدر ہوا ہے وما وضع بعد ما قہرنا وافتوا علی املاکہم یقدر فی کل سنة علی
فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجه کان ینابیع وتکفی صحته فی اکثر السنة ہدایہ اثنا عشر درهما فی کل شہر درهم اور
جو جزیہ کہ ٹہرایا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر اونکو قائم رکہنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہے کسیطرح قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست
رہنا اوسکا اکثر سال مین موجب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درم اوسپر معین کئے جاوین ہر مہینے ایک درم یعنی تخمینا پانچ آنہ مہینا وعلی وسط
الحال ضعفه فی کل شہر درهمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اوسپر اوسکا دونا مقرر کیا جاوے یعنی ہر مہینے دو درم اور ہر سال مین چوبیس درم و
علی المکثر ضعفه فی کل شہر اربعة دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانه بأول الحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر دونا متوسط کا یعنی ہر مہینے مین چار
درم اور سال مین اڑتالیس درم ہو اور تقسیط بحساب ماہوار آسانی کے لئے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدای سال مین ہوتا ہے کذا فی البنایہ ہم قبل وجوب ابتدای سال
مین ہو اور وجوب ادا آخر سال مین ہو من ملک عشرة الاف درهم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درهم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون
المائتین او لا یملک شیئا فقیر قاله الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیه الاعتماد وجوز اعتبر ابو جعفر العرف وہو الاصح تتارخانیہ اور جو
دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درم سے کم کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ
فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکہا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی

فصل فی الجزیۃ

التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہی سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتی ہون وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری مین اسکو صحیح کہا اور اختیار مین اسکو مختار
کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ھذہ الصفات فی آخر السنۃ لانہ وقت وجوب الاداء اھ اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین
آخر سال مین معتبر ہے کذا فی فتح القدیر یہہ اسواسطی کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہی کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود السامرۃ
لانھم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ توخذ منھم عندہ خلافا لھما اور
مقرر کیا جاوی جزیہ اہل کتاب پر سو یہود مین قوم سامرہ داخل ہے اسواسطی کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتی ہین اور نصاری مین فرنگی اور ارمنی داخل
ہین اور خانیہ مین ہی کہ قوم صابی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوی نہ صاحبین کے نزدیک ھ کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اوس سے جزیہ ہی اور صابی امام کے
نزدیک منجملہ نصاری ہین اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہین چلپی نے کہا ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہی کہ صابی منجملہ عرب ہین اسواسطی کہ اگر وہ عجمی ہوتی
تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ مین اونمین اختلاف نہوتا اسواسطی کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہی کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ
والسلام علی مجوس ھجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیون پر ہجر بفتحتین بحرین
مین ایک شہر کا نام ہی اور وہ عرب مین داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونی اوسکے
استرقاق اور مملوک بنانے کے تو اوس پر جزیہ بہی جائز ہوا اھ عجمی خلاف عربی ہی وثن وہ ہی جو دیوار مین منقوش ہو اور اوسکا جثہ نہو اور صنم اوسکا نام ہی جو بصورت
انسان ہو اور صلیب وہ ہی جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی المنح بحر الرائق مین کہا وثن وہ ہی جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی
مین ہی کہ وثن وہ ہی جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہی کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر
جزیہ نہ مقرر کیا جاوی عربی بت پرست پر اسواسطی کہ معجزہ اوسکے حق مین ظاہر تر ہی تو وہ معذور نہوا اھ حق عرب مین معجزہ اسواسطی اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم انہین مین پیدا ہوئی اور قرآن مجید انہین کی زبان مین اوترا تو وہ اوسکے معانی اور فصاحت کی زیادہ تر واقف ہوئی تو کفر اونکا سخت ہوا لہذا اونپر سخت
حکم ہوا کہ جزیہ اونسے مقبول نہین یا اسلام لاوین یا مقتول ہون اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھی حقیت اسلام کے لیکن اونمین قیاس متروک ہو گیا بسبب
نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سی اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سی خارج ہو گئی اگرچہ وہ عرب مین رہین اسواسطی
کہ وہ عربی الاصل نہین ومرتد فلم یقبل منھما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہین مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سی کچھ مقبول نہین سوای اسلام یا
تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد نی اسلام سی مطلع ہو کر کافر ہو گیا لہذا اوس سی اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے کچھہ مقبول نہین ولو ظھرنا
علیھم فنساؤھم وصبیانھم فیء اور اگر ہم غالب ہون کفار عرب یا مرتدین پر تو اونکی عورتین اور لڑکی غنیمت ہین مگر یہہ کہ نسا اور صبیان مرتدین مسلمان ہونی پر مجبور کی جاوینگی
بخلاف نسا اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وصبی وامراۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر
اور ام ولد کی لڑکے پر جزیہ نہین ھ ہدایہ مین وارد ہی کہ ام ولد پر جزیہ نہین اور حالانکہ یہہ غیر مناسب ہی کیونکہ جب نسا و احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہو گا تو مراد وہان
ام ولد ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من زمن من زمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہین
مشتق ہی زمن زمن زمانۃ سی یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہو گئی یا اوسکے قوی بیکار ہو گئی تو اس تفسیر سی فالج زدہ اور عاجز بوڑہا زمن مین داخل ہو گیا واعمی وفقیر
غیر معتمل وراھب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھی اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اوس درویش پر جو لوگون سے نہین ملتا جلتا
جزیہ نہین اسواسطی کہ درویش نصرانی قتل نہین کیا جاتا اور جزیہ لازم سقاط قتل کیواسطی ہی وجزم الحدادی بوجوبھا ونقل ابن الکمال انہ القیاس ومفادہ
ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نی یقین کیا ہی واجب ہونی جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین نقل کیا ہی
کہ یہی قیاس ہے اور قیاس کہنے سی مستفاد یہہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کر ھ برجندی نے فتاوی قاضی خان سی نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ
لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ مین اور ایک روایت محمد سے یہہ ہی کہ جزیہ نہ لیا جاوی انتھی تو اس سی معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا

فی الطوق و من الحوی والعبرة فی الاهلیة للجزیة وعدمها وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد الوضع لم توضع علیه
جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے تو مجنون کو ہوش آیا یا غلام آزاد ہو یا صغیر بالغ ہو لیا یا بیمار تندرست ہوا بعد
امام کے تو اوس پر جزیہ نہ رکھا جائیگا [illegible] کہ بعد وضع امام کے کا ہی جزیہ مقرر نہ ہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد ہے کہ اوس سال [illegible]
آیندہ سے معین ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیه لان سقوطها بالعجز وقد زال
بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہوگیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے ہو اسکے بعد اوس پر مقرر کیا جائیگا کیونکہ اوس کا سقوط تھا عاجز ہونیکے سبب اور وہ عاجز
اوسکا عجز زائل ہوگیا کذا فی الاختیار وهی ای الجزیة لیست برضی منا بکفرهم کما طعن الملحدة بل انما هی عقوبة لهم علی اقامتهم علی الکفر
فاذا جاز امهالهم للاستدعاء الی الایمان بدونها فبها اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون واخذها علیه الصلوة
والسلام من مجوس هجر ونصاری نجران واقرهم علی دینهم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں اونکے کفر پر جیسا کہ ملحدون نے دین میں طعنہ دیا
بلکہ جزیہ تو اونکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافرون کا ایمان کی طرف بلانیکے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہانتک کہ کفار جزیہ دیوین ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیه الصلوة
والسلام نے ہجر کے مجوسیون اور نجران کے نصاری سے جزیہ لیا اور اونکو اونکے دین پر رہنے دیا یعنی اونکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کرین
ہم شارح نے یہہ جواب دیا اوس سوال کا جو منح الغفار مین اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اوسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر
جائز ہو تو چاہیے کہ زانیون سے عوض ملنے اور اسیطرح اور معصیت کے عوض مال لینا جائز ہو فالحاصل جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت
اور اذلال ہے اوس پر الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث والآیت تفرع علیه بقوله فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنة یعنی پر جزیہ کے
عقوبت ہونیپر اتنا ہی متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوجاتا ہی ذمی کے مسلمان ہونے اگرچہ بعد تمامی سال کے [illegible] نے کہا کہ [illegible]
کہ اگر مسلمان ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے وتسقط المعجل لسنة لا لسنتین نیز علیه سنة فخراجها
ساقط ہوگا یعنی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اوسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی [illegible]
جزیہ نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہی تو ایک سال کا اوسکو پھیر دیا جائیگا [illegible] بالموت والتکرار
للتداخل کا بیان ہی اور ساقط ہوتا ہی جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے [illegible] ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہی [illegible] زمانة او یبرد
فقیرا او مقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہی جزیہ بسبب [illegible] ہو جائے یا
یا پیر فرتوت کہ کام نہیں کرسکتا [illegible] التکرار فقال واذا اجتمع علیه حولان تداخلت والاصح سقوط جزیة السنة الاولی بدخول
السنة الثانیة زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض [illegible] مصنف نے تکرار کا بیان کیا سو یون کہا اور جب ذمی پر دو سال
مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنے ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے لگنے
سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی [illegible] کہ وجوب جزیہ کا اول سال مین ہوتا ہے خراج ارض کے برعکس کہ وہ آخر سال مین واجب
ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی
وبالتداخل کالجزیة وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبة بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاه
فی الخانیة لصاحب المذهب فکان هو المذهب اور ساقط ہوتا ہی خراج قول اصح مین کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے
جزیہ کے مانند اور قول ضعیف مین ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے
کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور خانیہ مین سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب مذہب کے طرف نسبت کیا تو

یہی تو یہ مذہب ہمارے علما کا ہے کہ جب خراج کم ہو جاوے بسبب عاجزی کے ... اگر کمی بسبب عاجزی کے نہو تو بالاتفاق خراج لیا جائیگا کذا فی المنح وعند الاسلام کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا فی النہایۃ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ کیفیت ہے کہ خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو یعنی خارج ہے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی البحر وذہبا الاجل اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور نہایہ میں ہے کہ خلاف نہیں ہے ... اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری میں ہے جسکے اوسکا اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد اھدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جاوے اگر اوسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اوسکو حکم کیا جاویگا کہ آپ لاوے اور دینے والا کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے یعنی دالا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان آذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے کہ ای دشمن خدا کے دے اور اوسکی گردن میں دھپ رسید کرے اور اوسکو یا کافر نہو اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اگر اوسکو اس سے تکلیف ہو گا کذا فی القنیہ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ہے کہ نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسہ اور نہ صومعہ اور نہ آتش خانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح م بیعہ لغت میں عبادتخانہ ہے اور نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادت خانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ جسکو مرتفع بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہوکر اوسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای ما انہدم الا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی آخر اللقطہ برفع الفاعل اور جو منہدم عبادتخانہ ہو وہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی جو عبادتخانہ جسکو امام ڈہا دے وہ نہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا ہو چنانچہ اشباہ کی کتاب اللقطہ کے اخیر میں مذکور ہے م مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ عبادتخانہ قدیمہ سے تعرض نکیا جاوے اور جو قدیم گرجاوے اوسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور نہ تجاوز کرے پہلی شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے م اگر بنا ہوا اوس سے عدول ہو یا وہ جو کفایت کرتا ہو اسمیں بناء ثانی کی زیادتی سے اولی ہے کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے ... تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہوا اوسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اوسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی واما القدیمۃ فتترک مسکنا فی الفتحیۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القهستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو فتحی کے واسطے جو بزور فتح کیا گیا مسکن اور صلحی میں عبادت کے واسطے چھوڑے جاتے ہیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا علامہ حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ بلاد صلحیہ ہو یا بعد میں آیا ہو اوس کے کل معابد منہدم کیجائیں جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز و جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنی لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر ہے لباس اور ہیئت ہے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ وجاز بغل کحمار تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اوس وقت جب امام اون سے مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے حمایت کرنے مسلمین کے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدہے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین والمختار للمتاخرین انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدہے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہوں اور نہ پگڑیاں باندہیں

اور اگر ذمی سوار ہو کیونکہ بسبب ضرورت کے تو بمجامع مسلمین میں سواری سے اوتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعة فی مقدمه شبه الرمانة
اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالان زین کے مانند ہیں پشم آگندہ جیسے کہ گدہی کا ہوتا ہو مانند انار کے صدر محل رکوب پر دستے اعانت امام ہی یا ضرورت فی ابواب جواز
اور عدم جواز رکوب میں صاحبان نے ذکر نہین کیا تھا کہ برذعہ بجذف حرف تعبیر کر شارح کو مناسب تہا کہ کالبراذع کہتا ہو اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ولا یعمل ما
یستکثر اور نہ کام کرے ایسا جسکو بہت سمجھا جاتا ہو اسواسطے کہ وہ بہت استعمال میں عزت ہی کذا فی الفتح ویظهر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف
او شعر اور ذمی بوزار رکھی کستیج کو یہ لفظ فارسی ہے معرب بمعنی زنار صوف یا بال کا ہم ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہی موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب
کپڑون کے اوپر باندھے ملا ترین کذا فی المنح عن المغرب وهل یلزم تمییزهم بکل العلامات خلاف اشباه والصحیح اذا تهاونوا فله ذلک وکذا
نقل الشرط تتارخانیه اور کیا لازم ہی تمیز ذمیون کی جمیع علامات سے اسمین خلاف ہی کذا فی الاشباه اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہو
تو اوسکو یہہ جائز ہی اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہئیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں نے کہا کہ ہاں ذمیہ کی تمیز تین علامات سے ضروری ہی اور بعضون
نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور اسی پر بعضون کا فتوی ہے کذا فی اللطیف عن الذخیرة ویمنع من لبس العمامة
ولو زرقاء او صفراء علی المشهور نهر ونحوه فی البحر واعتمد فی الاشباه ما تقدم انما تکون طویلة سوداء اور منع کیا جاوے پگڑی باندھنے سے اگرچہ
آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول مشہور کے کذا فی النهر اور اسیطرح بحر الرائق میں ہے اور اسی قول پر صاحب اشباہ میں اعتماد کیا ہی چنانچہ اسکو ہم پہلے ذکر کیا
ہی اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرة والمختصة باهل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ
رفیع وابراد رقیقة اور منع کیا جاوے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور ایسی پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ
رفیع اور چادرین باریک ہم شاید کہ صوف مربع سے شاید جبہ مراد ہی کہ مخصوص اہل قرآن اور اہل علم سے ہم جبہ عرب کا ایک لباس ہے اور جوخ عمدہ بانات کا
کشادہ آستین لباس عرب کا ہی جسکو فصیل اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتابه ومباشرته یکون بها معظما عند المسلمین وتمامه فی الفتح اور منع کیا جاوے ذمی
لکھائی اور اوس کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹہہرے اور پورا بیان اوسکا فتح القدیر میں ہے ہم یعنی کاغذ تحریر کا کام مثل منشی گری
یا متصدی گری کے نہ دیا جاوے اسیطرح اوسکو داروغگی تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نچاہئیے جسمین مسلمان اوسکے حاجتمند ہون وفی الحاوی وینبغی ان یلازم
الصغار فیما یکون بینه وبین المسلمین فی کل شیء وعلیه فیمنع من القعود حال قیام المسلم عنده بحر اور حاوی قدسی میں ہی اور سزاوار ہے
کہ لازم کی جاوے ذمی کو ذلت اور حقارت اون معاملات میں جو اوسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہون ہر چیز کے اندر اور اسکے موجب تو منع کیا جاوے
بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونیکے وقت اوسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمه وتکره مصافحته ولا یبدأ بسلام الا لحاجة ولا یزاد فی الجواب علی و
علیک اور حرام ہی تعظیم اور توقیر اوسکی اور مکروہ ہی اوس سے مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نکیا جاوے مگر بسبب حاجت کے اور اوسکے سلام کے جواب میں وعلیک سے
زیادہ نکہا جاوے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اوسکے واسطے کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہے ذخیرہ میں ہی کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اوسکی خدمت کی
فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اوسکا دل اسلام کے طرف مائل ہو تو کچھہ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اوسکی تعظیم کے واسطے بلانیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسی
طرح اگر مسلم ذمی کے واسطے کھڑا ہو گیا بطمع اوسکے اسلام لانیکی تو کچھہ مضائقہ نہین اور اگر اوس نے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلانیت مذکورہ یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا
ہو گیا تو مکروہ ہی ویضیق علیه فی المرور ویجعل علی داره علامة وتمامه فی الاشباه من احکام الذمی اور اوسپر تنگی کرنا چاہئیے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانون
سے راہ میں دبکر چلے اور اوسکے گھر پر کچھہ علامت مقرر کیجاوے اور اسکا پورا بیان احکام ذمی میں اشباہ سے ہے ہم علامت کا فائدہ یہہ ہے تا سائل اوسکے
واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہی وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکة و
والمدینة لانهما من ارض العرب قال علیه الصلوة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارة جاز ولا یطیل واما
دخوله المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمه والسیر الکبیر اخر تصنیف محمد رحمه الله تعالی فالظاهر

انہ اوکذ فیما استقر علیہ الحال انتہی۔ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کہا زاہدی نے کہ جانیں ہم اور یہ نکتہ کہ وطن بنانا ذمی سے ہو چکا کہ
حرمین شریفین عرب کی زمین ہے جس میں زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ا[illegible] ہوا سب کی زمین ہیں دو دین جمع ہوا اور اگر ذمی داخل ہو وہاں تو اسکے واسطے جائز ہوگا
ہی اور وہاں زیادہ نہ ٹھہرے اور مسجد حرام میں اوسکا جانا سو یہ جائز ہی ہے جیسا مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہی اور کبیر میں ظاہر مصنف کی کتابون
حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہی ہے کہ کبیر میں اوسی قول کو ذکر کیا ہی جو آخر الامر میں ثابت ہو گیا ہے یعنی منع دخول انتہی وفی الخانیۃ ویمنعون ان یتشبہوا بالمسلمین
باللباس انتہی اور خانیہ میں ہی اور امتیاز کی جاوے مسلمانون کی عورتون میں سے اونکے غلامون میں زنار سے ہم اونکی عورتون کے گلون میں ڈوری کے طوق ڈالی
جائیں اور اونکی ازار میں علامات کی ازار ہی ہے مخالف ہون کذا فی الاختیار والذمی اذا اشتری دارًا ای ارادہ شراءھا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ فلو اشتری
یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت در[illegible] اور ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اوسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اوسکے ہاتھ
بیچنا لائق نہیں سو اگر اوسنے مول لیا تو اوسپر جبر کیا جاوے اوسکے بیچنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گھر
خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین
وقد احاط بہ الکفرۃ وکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان بہ فہل یحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ
ثلاث لئلا یأخذہا المسلمون بقیمتہا جبرًا فی القول وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ہذا اصلا من کتاب
اور مفتی ابو السعود کے معروضات میں کتاب الصلوۃ میں وارد ہی کہ اون سے سوال ہوا اوس مسجد کا کہ اوسکے گرد پیش کوئی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اوسکو کافرون نے
گھیر لیا سو امام اور مؤذن وہان جایا کرتے ہین اپنی مہینے یا سالانے کے واسطے سو وہان اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہیں تو اونکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی
موصوف نے یا ان قول جواب دیا کہ اون گھرون کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے فورًا لیلیں اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اس باب میں وارد ہوا ہی تو حاکم کو
ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب میں بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہہ ہے کہ امام اور مؤذن مستحق وظیفہ ہین کہ اپنے کام پر مستعد و قائم
ہین کذا فی الحاشیۃ وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدًا
او جاریۃ ماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس وفی الخانیۃ وغیرہا ویؤمرون بما کان استخفافا لہم وکذا تمیز دورہم
عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات میں کتاب الجہاد میں ہے کہ بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیون کو نہ خدمت کرنے
ذمیون کا اگر ذمی نے کسی غلام یا لونڈی سے اوسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اوسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہ میں ہے کہ ذمیون
اور ذمیہ کو وہ امر کیا جاوے جسمین اونکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کی جاوے اونکے گھرونکی ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی باموریکہ استخفاف ہوئی
تو استخدام میں اونکی تعظیم ہوتی ہے لہذا او پر تعزیر شدید لازم ہوئی واذا تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود
نفعہ علینا ولیروا تعامل المسلمین فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناہم وشرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھر مسلمانون کی
آبادی کے اندر کرایہ لینا چاہیں شہر میں تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اوسکی منفعت کے مسلمین پر اور تاکہ اہل ذمہ اہل اسلام کی معاشرت کو دیکھیں تو اسلام
قبول کریں بشرطیکہ جماعات مسلمین انکی سکونت سے کم نہوں شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم تقلیل الجماعات بسکناہم امروا بان یعتزلوا
عنہم ویسکنوا ناحیۃ لیس فیہا مسلمون وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر اونکی رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اونکو
مسلمین سے علیحدہ ہونیکا اور اوس کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جس میں مسلمین نہ ہی ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی
فی الاشباہ واختلف فی سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن رد شیخ
الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطأ فانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر
بعد ما نقل عن الشافعی انہم یمنعون ان یسکنوا فی امصار المسلمین وبالحرم عنہا وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ

خاصة نقلاً عن النسفي والمراد اي بالمنع المذكور عن الامصار ان يكون لهم في المصر محلة خاصة يسكنونها ولهم فيها منعة عارضة كمنعة المسلمين فاما سكناهم بينهم وهم مقهورون فلا كذلك كذا في فتاوى الاسكوبي فليحفظ ۔ اشباہ میں ہے اور خلاف واقع ہے ذمیوں کی سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہر میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول معتمد ہے اور سب کتابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے انکو رد کیا ہے اور اسپر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے گویا وہ حنفیہ کا مذہب سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح میں بعد نقل کرنے امام شافعی سے اس قول کو کہ ذمیوں کو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہر میں اور وہاں سے نکلجانے کا اور خارج شہر کر رہنے کا حکم کیا جاوے اور انکو واسطے ایک محلہ خاص بنو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کر کے [illegible] کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہے کہ انکو واسطے شہر میں ایک محلہ مخصوص ہو جسمیں وہ سکونت کریں اور حالانکہ انکو واسطے وہاں جماعت باشوکت اور عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپسمیں اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہوں سو اسطرح منع نہیں کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم کہتے ہیں کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام میں کم زور ہو کر رہیں تو منع نہیں اگرچہ تمام محلہ میں رہیں لیکن اگر باجماعت اور قوت ہوں چنانچہ تمرتاشی نے ذکر کیا یا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہے تو منع کئے جائینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہے تو اسپر محمول ہے کہ جب انکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ۔ ولا ينتقض عهدهم بالغلبة على موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب زاد في الفتح او بالامتناع من قبول الجزية او بجعل نفسه طليعة للمشركين بان يبعث ليطلع على عورات العدو فلو لم يبعثوه لذلك لم ينتقض عهدهم وعليه يحمل كلام المحيط ۔ اور ذمیوں کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب میں جاکر ملنے سے فتح القدیر میں زیادہ کہا ہے یا عہد شکنی ہوگی جزیہ قبول کرنے سے انکار [illegible] یا اپنے تئیں مشرکین کا جاسوس بنانے سے [illegible] دار الحرب میں بھیجا جائے [illegible] پس اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجیں تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور یہی تفصیل ہے کلام محیط کا محمول ہے ہم محیط میں ہے کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر دیا کرے تو یہ نقض عہد نہیں صاحب بحر نے رفع خلاف کے واسطے تاویل کی [illegible] اور جب اہل حرب اسکو جاسوسی کے واسطے بھیجیں [illegible] صاحب نہر اور [illegible] شارح نے [illegible] تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی ۔ وصار الذمي في هذه الاربعة كالمرتد في كل احكامه لانه التحق بالاموات الا انه لو اسر يسترق والمرتد يقتل ولا يجبر على قبول الذمة والمرتد يجبر على قبول الاسلام ۔ اور ہوگیا ذمی ان چاروں صورتوں میں مرتد کے مانند اوسکے کل احکام میں مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا ۔ لا ينتقض عهده بقوله نقضت العهد زيلعي بخلاف الامان الحربي فانه ينتقض بالقول بحر ۔ نہ ٹوٹیگا اوسکا عہد اوسکے یوں کہنے سے کہ میں نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کی امان کے کہ وہ ٹوٹ جائیگی قول مذکور سے کذا فی البحر ۔ ولا بالاباء عن اداء الجزية بل عن قبولها كما مر ونقل العيني عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلثة لكن ضعفه في البحر ۔ اور ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ادا جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر مذکور ہوچکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادا جزیہ کے نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے بحر الرائق میں اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ۔ ولا بالزنى بمسلمة وقتل مسلم وافتتان مسلم عن دينه وقطع الطريق ۔ اور عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اوسکے دین سے بہکانے سے اور قطع الطریق سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اوسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے کہ اوسکی اولاد [illegible] اور رقیق نہوگی اور اوسکا مال غنیمت نہوگا ۔ وسب النبي صلى الله عليه وسلم لان كفر المقارن لا يمنعه فالطاري لا يرفعه ولو هو مسلم قتل كما سيجيء ۔ اور نہیں ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دینے سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہو عہد کے مانع عہد کا نہیں تو جو کفر کہ طاری ہو بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا مگر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق میں

آویگا ہم شیخ شامی نے ذخیرہ سے تفصیل یہیں نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہتھے یا انہون نے یہودیون کو
ناحق قتل کیا یا حضرت کے طرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اوسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ آنحضرت
کے طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹ جائیگا انتہی اور یہہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب
علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی و
تبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاویگا اور مارا جاویگا دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے عینی کا ابن ہمام صاحب
فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا ہم بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث خلاف
اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کی ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہہ البتہ ہے کہ مؤمن کا دل مسئلہ سب مین
قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا
القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنیکا
جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جب کہ ظاہر ہوجاوے کہ بدگوئی اوسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ثم طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ
جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اوسکی یہی عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو نقل افتی فی بکر الیہودی قال لنشتم النصرانی نبیکم عیسی ولد
الزنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے ایک یہودی کے حق مین جس نے نصرانی سے یون کہا تھا کہ معاذ اللہ کہ تمہارا نبی
عیسی ولد الزنا ہے یہہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب گالی دینے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب گالی دینے کے قلت ویؤیدہ
ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا
اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول
بما روی ان عمیر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شامی
کہتا ہے مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہہ مؤید ہے کہ ابن کمال باشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ
مین جو اسطرح تصریح کی ہے اور حق یہہ ہے کہ ذمی قتل کیا جاوے ہمارے نزدیک جب کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی
ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل اوس عورت کی جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال
کیا ہے اس روایت سے کہ عمیر بن عدی نے جب کہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اوسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول
علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکی قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرہ تو مسئلہ یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اوسکو
بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرہ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو اب دونون قولون
مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم وبہ نختم ما من حال باب تغلبی تعالبیۃ لا من طفلہم الا الخراج یضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ
المعہودۃ بذکرنا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جائیگا بنی تغلب کے مال سے نہ اونکے بچون سے سوای خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا
جائیگا باحکام متعلقہ زکوۃ اوس مال سے جس مین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے یہہ اسلئے کہ صلح اوس قوم سے اسیطرح واقع ہوئی ہے ف تغلبی بکسر لام
منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کے طرف، وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا
آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اون سے جزیہ طلب کیا اونہون نے جزیہ دینے سے انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہمسے
بھی زکوۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اوس قوم کے روم کو بھاگ گئے

مسلمان ہر ... کے بعد ... لیا گیا ... بڑے لوگ پڑھ ولرٹنے والے ہین اور عرب ہین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی نکیجو اور اون سے جزیہ نام ... کے ... اور ... ذکر ... گیا ... زکوۃ ... پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اونکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور ... زکوۃ ... بہیں کیونکہ زکوۃ اون پر واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف ... کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہوا ... مین کا وظیفہ ہے عبادت نہین کذا فی البحر اور جب ... پر ... کو تو باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس ... اور ایک سو بیس بکریان ... چار بکریان ... ہذا القیاس اونٹ سو کہ ... الفتح ولا یؤخذ من مولی ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج ... القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اوسکے ... یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اوسی قوم مین داخل ہے سو یہ مخصوص ہے ... صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اوسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندہم ان قتالنا للّٰہ لا لذ باجوہرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ... ذمی ... وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اوس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اوس مال کا جو کافرون کے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اوسوقت قبول کرے جب کہ اونکے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ہمارا لڑنا ... کے واسطے ہے نہ دنیا کی منفعت کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اوس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغور نا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف مین داخل ہوگئے کذا فی الفتح ... سد بالفتح وبضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد ہے کہ اون لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اوس محل خوف کی ... حفاظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور فقہا اور علما بھی مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہ ہما کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اوسمین حصہ نہین مگر اوس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگونکو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب اور تقسیم کے گواہ یعنی تقسیم بین الورثۃ اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی العلوم ... ذراری ... کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم ارہ اور ضرورت روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اونکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین مذکورین کی ذریت کی کذا فی شرح مسکین اور بسبب ... بحر الرائق مین یون کہہ کر اور کیا اونکی ذریت کو روزی دیجائیگی اونکی باپون کے مرجانیکے بعد حالت طفلی مین ہنوز اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہو اور اوسکے واسطے اوسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہوگیا تو اوسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہوگا اوسکی تبعیت سے اور اوسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے کہا فتوی اسی پر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اوسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اونکی اولاد کے واسطے مفروض ہوا وہ اونکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف

زکوٰۃ و عشر مرّ فی الزکوٰۃ ومصرف خمس و رکاز مرّ فی السیر وبقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلاوارث ودیۃ مقتول بلاولی ومصرفہ
لقیط فقیر و فقیر بلاولی۔ اور بیان یہانتک تمام ہو چکے تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوٰۃ اور عشر کا مصرف کتاب
الزکوٰۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتہی قسم کا بیت المال یعنی لقطہ کا
مال اور متروکہ بلاوارث اور خون بہا اوس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلاولی ہی یعنی انکے نفقات اور انکے معالجات اور انکے
مرنے کی تکفین اور انکی جنایات کی دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہی کہ ہر قسم کا ایک
ایک گہر بنا دے کہ وہ گہر اوسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا اور چوتہا لقطات
اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانے کرنے کا یہہ ہی کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے
کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہی بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اوسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے
مصرف مین پہر جب اوس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تہا اوسمین پہیر دے مگر جب کہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس کے ہوا اور اہل خراج پر صرف
کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پہیر دینا کچہہ ضرور نہین اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر
الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمین بادشاہ تقصیر کریگا
تو حق تعالی اوس سے حساب کا لینے والا ہی کذا فی شرح الزیلعی اور قنیہ مین ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تہے اور عمر فاروق انکو بقدر
حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تہے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین بہتر ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ
فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہین
مفتی ہی اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے مین حافظ قرآن ہوتا تہا وہ احکام کا بہی عالم ہوتا تہا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شیء للذمی فی بیت
المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچہہ حق نہین ذمی کے واسطے بیت المال مین مگر یہہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اوسکو
بیت المال سے دیں جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی نصف الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف
بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال مین مرگیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہی تو وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبضے
کے حموی کی شرح مین ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہانے دونون مین فرق کیا ہی سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاے اوسکو رزق
کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ بخشش یا ہی کے دیا جاے اوسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ عطا وہ ہی کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری
مین لکہا جاے چنانچہ جاگیر ہمارے عرف مین لیکن جاگیر ماہانہ ہو اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر شریعۃ
اور اہل عطا یعنی سالانہ دار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی اور مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ اور بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضی والمفتی والمدرس ہی کہ
اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بہی شامل ہی ولو مات فی آخرہ او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ لا یستحب الصرف الی قریبہ لانہ اوفی
تعبہ فیندب الوفاء لہ اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال مین یا بعد تمام ہو جانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہے تو مستحب ہی اوسکا
صرف کرنا اوسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ اوس نے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بہی پورا کر دینا اوسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے
وارثون کو دیکر۔ استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہی محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی
مقتضی ہے کہ اوسکے وارثون کو دینا واجب ہوا اسواسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہی
بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اسوقت مین اگرچہ اوسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحطاوی ومن تعجلہ ثم مات او عزل
قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لیکے پہر مرجاے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے

[illegible]

کہا جسقدر سال مین سے باقی رہا او سکا حساب سے پہیر دے اور بعضون نے کہا پہیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک خلاف امحمد کذا فی المنح عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ قال ہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور موذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف اونکے واسطے ہو اور اونکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہی اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بجای اجرت کے ہی اور یہہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی اور متن کے نسخون سے ساقط ہی اور پورا بیان اسکا درر غرر مین ہے اور کتاب الوقف مین ہمنے اسکو ملخص بیان کیا ہے اور اگر امام اور موذن کے واسطے اجرت معین ہی تو وہ موت سے ساقط نہین ہوتی درر غرر مین صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گانون مین امام سے پرزمین وقف ہی سو امام نے اوسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اوس گانون سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اوس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کہانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہی طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہہ باب ہی مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کئے کفر اصلی سے مراد یہہ ہے کہ اوس سے ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہی جس سے ایمان مقدم ہوا ہو ھو لغۃ الراجع مطلقا و شرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پہر جانے والے کو کہتے ہین مطلقا خواہ ایمان سے پہرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پہر جانے والے کو مرتد کہتے ہین وَرکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور رکن جاری کرنا ہی کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ہی یہہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہی اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو صفت نالائق سے موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد مصمم کرے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہی سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر خبر مین جسکو آنحضرت اللہ تعالی کی طرف سے لائے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے ماننا یہی حقیقت ہی ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بہی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیا و جنت و جزا و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حرمت خمر وغیرہ کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہی یا تصدیق مع الاقرار سے ہی دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علماء محققین قول اول پر ہین محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہی تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا انکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہی تو وہ مؤمن ناجی ہے والا مؤمن مخلد فی النار ہی والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہی احکام دنیویہ کے جاری کرنیکے واسطے اونکے متفق ہونیکے بعد اس بات پر کہ مؤمن اسکا اعتقاد رکہے کہ جب کوئی اوس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اوس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اوسنے اقرار نکیا تو اوسکا یہہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہی اور احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہے پہر اگر وہ مرگیا اور زبان سے ایمان کا اقرار نکیا اور اوسکے دل مین تہا کہ جو کوئی اوس سے پوچہیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مؤمن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اوسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اس پر اجماع ہی کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہہ ہے کہ جب اوس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اوسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اوسنے اقرار نکیا تو یہہ عدم اقرار کفر عناد ہی ہے اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہہ کہ اگر اسکا معتقد نہ یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نکریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہہ ہے

کتاب المرتد

کہ جب اوس نے اقرار کیا تو اوسکے ایمان مین کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اوس نے اپنی نیت مین اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالی اعلم قال المصنف و فی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا او فتح القدیر مین ہے کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے م فتاوی خیریہ مین بحرالرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک اور اوسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اوس کا تکلم کیا وہ سبکے نزدیک کافر نہین اور جسنے معلوم کرکے قصدًا تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اوسکے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمین خلاف ہے والکفر لغۃ الستر وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنے اخفا کے ہے اور شرع مین عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے مثلا جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلا چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منھا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منھا اور کلمات کفر کے فتاوے مین مشہور ہین بلکہ اونکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل مین باوجودیکہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اونمین سے مگر اوسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ اویگا بحرالرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اونمین سے یعنی جسمین فقہا کا اختلاف ہو اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل سخت خطرناک ہے فائدہ بعضی موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تا اہل اسلام اوس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہے اوسکا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اوسکی اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اوسکے کسی نام مقدس سے یا اوسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اوسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اوس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اوس علیم اور قدیر کے طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اونکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اوسکا ایمان نہ لاؤن وہ کافر ہے رافضی جب شیخین کو بدکہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے بخلاف اور ازواج طاہرات کے کہ اونکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیون کا یہہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑکر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہہ صاف کفر ہے یہہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اوسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور اونکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑہے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑہ دوسرے نے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اوٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز پڑہتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑہ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑہنا اور نہ پڑہنا برابر ہے یہہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ مینے بہت نماز پڑہی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو مزا او نہین یا حلال مجھکو مزا دیا نہین یا نماز کو مینے طاق پر رکھدیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اوسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہہ جو علم سیکھتے ہین داستان سیکھتے ہین اور یا ہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ یہہ تزویر ہے سو دو کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا کچھ نہین یا یون بولا کہ یہہ بات کس کام آتی ہے درم چاہیے کہ سر جب حشمت اور عزت ہے علم کس کام آتا ہے سو یہہ قول کفر ہے جو شخص ...

بعض الفاظ جو موجب کفر ہیں ان کا ذکر

بطور وعظ بیٹھے اور اوسکے ساتھ چند لوگ ہون اور اوس سے مسائل پوچھتے ہون اور اوس پر ہنسی کرتے ہون اور اوسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہو جائینگے
شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنیسے اور اگر خصم اوسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد
کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تا اوسکا مال بک جاے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین اور اصل یہ ہے کہ جو
حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا مال تو وہ کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اوسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہین تو نہین
مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اوس نے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہے کہ توبہ کرون وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے
وقت یا قمار کھیلنے کیوقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے مسخراپن اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط
اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اگر بعینہ اسی مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ
اگر کوئی دوسرا جہان بھی ہو اوس نے کہا کہ اوس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمہ کفر سکھاوے وہ کافر ہے اگرچہ بطور لہو ولعب کے سکھاوے
اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاے یہہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح
مگر بغرض دفع سردی یا گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے مگر جب جنگ مین بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہین جو مشرکین کی
عید مین بطریق تعظیم جاے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے عیاد مشرکین یعنے کفار کے میلے چنانچہ ہولی دوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیون کے
نوروز مین جلسے سے اونکے افعال کی موافقت کے سبب سے اوسدن مین اور اوس چیز کو خرید کرنیسے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز
کے واسطے نہ واسطے کہانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اوسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اوسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین
امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کہانا کہانیکے وقت کلام نکرنا یا حالت حیض مین عورتون کے پاس نرہنا بہتر فعل ہے مجوسیونکا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور
ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطانکو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم
شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہین اسواسطے کہ بعضی الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ
خصائص اسماء الہیہ سے بلا وصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اوس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اونکا
ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اونکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا
نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولیگا روٹی کہانیکو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ
فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اوسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کی نزدیک مومن نہین جس قول اور فعل کے کفر ہونے مین
علما کا اختلاف ہو تو اوسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر ازراہ خطاء وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی
حاجت نہین کذا فی العالمگیریہ واللہ تعالے اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل و
سکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط کذا ثم اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہین
مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسوسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونیکے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین
کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہے کہ صحیح
نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اوسکا قصور معاف نہوگا اھ بحرالرائق مین قید لگائی
ہے کہ اوسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اوسنے اپنی خوشی بلا جبر اوسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا
علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاے حاکم اوسپر اسلام عرض کرے یعنی اوس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے
کہ اوسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اوسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اوسکا

شبہہ دور کیا جاوے یہہ بیان ہے ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر اوسکو کوئی شبہہ پڑگیا ہو تو دفع کیا جاوے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة
ایام یعرض علیه الاسلام فی کل یوم منها خانیة اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف مین حبس بنا بر استحباب کے ہے تینون دنون مین
ہر روز اوسپر اسلام پیش کیا جاوے کذا فی الخانیہ ان استمهل ای طلب المهلة والا قتله من ساعته الا اذا رجی اسلامه بدائع حبس تین دن کا اوس
وقت ہے جب کہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اوسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اوس وقت قتل مین جلدی نکرے
جب کہ اوسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنه یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظهر علیه التوبة فان عاد
فکذالک تتارخانیه قلت لکن نقل فی البزازیه عن الشرح وفی الخانیة معزیا للبلخی ما یفید قتله بلا توبة فلیتنبه اور اسیطرح مہلت دیجائیگی
اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسری بار کے ارتداد مین ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہان تک کہ اوسپر آثار توبہ کے
ظاہر ہون پہر اگر چوتھی بار ارتداد کے طرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح من التاتارخانیہ شارح کہتا ہے
لیکن بزازیہ مین آخر صدر وخانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا فتح
القدیر مین تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایة قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر اور اختیار سے نقل کئے اور مختصر کرخی مین مذکور ہے کہ جو چوتھی
بار کا ارتداد مین امام اوسکو مہلت ندے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اوسکو قتل کرے کذا فی حاشیة الطحطاوی فان
اسلم فیها والا قتل لحدیث من بدل دینه فاقتلوه سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اوسکو قتل کرو روایت کیا احمد والبخاری نے کذا فی المنح واسلامه ان یتبرأ عن الادیان سوی
الاسلام او عن ما انتقل الیه بعد نطقه بالشهادتین وتمامه فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہو جاوے سب دینون سے سواے
اسلام کے یا اوس دین سے بیزار ہو جسکے طرف اوسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم بحر الرائق مین کہا مرتد کی اسلام مین بعد
شہادتین سواے اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا اہل اسلام مین شرط ہے اور اگر دار الحرب مین مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ مین اسلام
مین داخل ہوا یا دین محمدی مین آیا تو یہہ دلیل ہے اوسکے اسلام کی ولو اتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه ما لم یتبرأ بزازیه اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو
بولا بطریق عادت کے تو اوسکو نافع نہین جب تک سواے اسلام کے اور دینون سے تبرا نکرے کذا فی البزازیه وکره تنزیها لما مر قتله قبل العرض بلا ضمان لان
الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اوسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے ہو اسواسطے کہ کفر مباح کرنیوالا ہے اوسکی خون کا
ہم دلیل گذشتہ یہہ ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب کا مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر مین کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہین لیکن تعزیر ہے
اور اسی طرح قاطع عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدهریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن
یقر بهما لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی الله علیه
وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا اله الا الله وفی الثالث بقوله محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما
مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراهیة الدرر اور عرض اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ
قسم پر ہین بعضے خالق کے منکر ہین چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہین چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہین یعنے یزدان اور اہرمن کے اور بعضے
کا قر خالق اور اوسکی وحدانیت کے مقر ہین لیکن رسالت انبیا کے منکر ہین جیسے حکماء فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہین جیسا کہ
بت پرست اور بعضے سبکا اقرار کرتے ہین لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہین چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیون سے
لا اله الا الله کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستون سے ان دونون مین سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور
خامس یعنی عیسویہ سے دونون قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھہ تبرا کرنیکے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر کراهیة الدرر فلاسفہ سے

یہان حسب کلام یونانیین مراد نہیں لیکہ بعض مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہین اور عیسویہ نصاری مراد نہین بلکہ ایک قوم ہی یہود کی جو عیسی اصفہانی یہودی کیطرف منسوب ہے شارح سے ایرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہو یعنے مجوسیون ادا ی شہادتین ضروری ہو اور نظاہرا درنتم ہی مجوسیون کے بانسبت انکار توحید اور رسالت میں ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وحیث تنزیل فلہ اقسام من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن غنیم وغیرہما وفی زکاۃ فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور سوقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہین اور اونکے اسلام مین حکم مختلف ہو [illegible] عام لہذا وہ درر مین شرط ہوئے تبراکر یہودی اور نصرانی مین [illegible] اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الزکاۃ مین ہی ایسا ہی فتوی دیا ہے [illegible] بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہے تو [illegible] شہادتین معمول ہے کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بکفر

مسلم [illegible] روایۃ ضعیفۃ [illegible] الاشباہ [illegible]

[illegible] خلاف [illegible]

ضعیف روایت [illegible] منسوب [illegible]

سعود [illegible]

فی المسئلۃ [illegible]

اور درر وغیرہ مین ہے جب [illegible] موجب کفر کی اور ایک وجہ مانع کفر [illegible]

اوس شخص کی نیت مین [illegible] نیت مین [illegible]

[illegible] الشہادۃ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] النبی [illegible]

[illegible] والسلام [illegible] اللہم [illegible] خدا [illegible] پناہ مانگتا ہون [illegible]

تیری [illegible] گناہ کی واسطے جسکو مین نہین جانتا بلا شک [illegible]

[illegible] جب زندگی کی امید نہ ہی مقبول ہے نہ ایمان لانا اور سوقت [illegible]

الدرر [illegible] متفق علیہ نہین بلکہ بعض علما [illegible] قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکرہ تقبل شہادتہما [illegible] وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور [illegible] ہی کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور وہ منکر ہو تو [illegible] گواہی مقبول ہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہو گواہی ایک مرد اور دو عورتونکی اسلام لانے پر [illegible] مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اوسکی توبہ مقبول ہی مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین ازانجملہ ایک وہ ہی جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گزشتہ ہم سے قول غیر معتمد ہو اور حق یہ ہی کہ اوسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا والکافر بسبب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اوس مرتد کی

جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے سو اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اوسکی توبہ مقبول نہو گی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اوسکی
توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالے کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے
جو توبہ کرنے سے زائل نہین ہوتا ہم سیہ جو کہا کہ اوسکی توبہ مقبول نہین یعنی بسقاط قتل مین مقبول نہین کذا فی الفتح بحرالرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا
کے نزدیک اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا
للبزازیۃ اور اوسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین شک کرے اور [illegible] اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین بزازیہ
نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اوسکا قتل ہے اور جو شک کرے
اوسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہو گیا وکذا فی الشفاء [illegible] بالتعلیل [illegible] وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی
الاشباہ [illegible] ولا یستخف بہ [illegible] حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوی مین ہے [illegible]
[illegible] کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہوگیا [illegible]
[illegible] یعنی [illegible] بعد ما یتحقق [illegible] خلافا لابی ہاشم والامام
[illegible] الرسالۃ فینبغی [illegible] کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی ولو ارتد
[illegible] ہذا التصحیح [illegible] الا کفر [illegible]
[illegible] مصنف مین سوال [illegible]
[illegible] اور اسنوی مین توبہ کلام حضرت
[illegible] گالی دینے سے ہو اوسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اوسکی
[illegible] اگر ابی ہاشم اور امام فخر الدین کا قول ملاحظہ کیا جائے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اوسکا
[illegible] کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے ہم وجہ مانع کفر اس سوال
[illegible] والدین اقربین معہود مین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت ہوا
[illegible] بان ابغضہ بقلبہ قتل حتی الکمال التصریح بہ لکن صرح
فی الشفاء [illegible] لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہے کہ جو گھٹا دے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنی قول سے
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے [illegible] اوس محبوب رب العلمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی
تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض نے آخر شفا مین تصریح کی ہے کہ حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اوس سے کہ توبہ اوسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہین
فی شرحہ قد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن [illegible] تعالی ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول و
عزاہ [illegible] ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی والزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد
ولفظ النتف من سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ کما عن
الشفاء فلیحفظ اور بیہ بھی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین او رمیرے مشائخ مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر
وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا ہے اور اسکو منجملہ
علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور متفرق تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہا مین کہ حکم اوسکا مانند مرتد کے ہے اور
نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے اور مرتد کے ساتھ جو کیا جاوے

[illegible handwritten marginal note]

جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہی یعنی اصرار میں قتل ہے اور توبہ میں نہیں اور یہہ ظاہر ہے اوسکی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حاصل کلام یہہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف منتہی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہیں جو اسکا قول حنفیوں پر حجت ہو سبب یہہ ہے کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اوسکے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء ان قولہ یا ابن الفاعلۃ الخ او یا ابن ماۃ کلب الخ وان قولہ لہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہے کہ یون کہنا کہ ای بیٹے حرامزادی کے یا ای فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی سے کہ لعنت کرے خدا بنی ہاشم پر اوسیطرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کی شتم کی مانند ہے تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیوں کے واسطے حجت نہیں ومن حوادث الفتوی مالو حکم حنفی بکفرہ بسبب نبی هل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ اخری وان حکم بموجبہ ہر اور حوادث فتوی سے یہہ ہے کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کی شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اوسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہان جائز ہے اسواسطے کہ یہہ دوسرا حادثہ ہو سنا گر حادثہ کہ حنفی نے اگرچہ شافعی المذہب بموجب حکم بھی کرے یا سو کذا فی النہر یعنے اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہونا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ ہا عدم قبول توبہ میں طحطاوی نے کہا کہ ہمتہ اال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہے حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین تو ہمکا ذکر بلا وجہ ہے قلت ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود سئوال ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال آکل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا بسبب استفہامہ الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول عن اعتقاد یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یفید الزندقۃ فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا تقبل ویقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رای الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ۹۵۵ تقرر هذا الامر بآخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی ملخصا ولکن التوفیق شارح کہتا ہے پھر میں نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات میں ایک سوال جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اوسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جن پر عمل کیا جاوے تو مفتی ممدوح نے یہہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اوسکے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جاوے تجدید ایمان کا تو قتل نکیا جاوے اور کفر ثانی اوسکا مفید زندقہ ہے سو بعد گرفتار ہونے کے اوسکی توبہ مقبول نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جاوے اور قبل اوسکی گرفتاری کے اختلاف ہے اوسکی توبہ مقبول ہونے میں سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہیں اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ میں ممالک محروسہ کے قاضیوں کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاح اور خوبی اوسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور فقط کیجاوے اوسکی تعزیر اور حبس امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص ان لوگوں سے نہو جنکی خیر اور نیکو کاری دریافت ہو تو قتل کیا جاوے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ میں مستحکم ہو گیا یہہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دونوں فریق میں سے وہ کس میں سے ہے اہل صلاح میں سے ہے یا اہل فسق میں سے تو موافق اوسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی رفع ہو گیا اور طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اسواسطے کہ اوسکا کلام محمل حسن پر محمول ہو سکتا ہے یعنی اوسکے کلام کی یہہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اسمیں حدیث ضعیف پر عمل نہیں یا یہہ مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اوس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے بلا وجہ احتمال سے اوسپر کفر کا حکم نہیں ہو سکتا اور محمل استفہام اوسکے قول میں بنا پر ہے نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین ہو منحوا پر بتقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ اوسکا ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم ولا یکفر بسب الشیخین او بسبہما کما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید ومن کتب الشیخین

او طعن فیهما کفر لا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا وهذا یقوی القول بعدم قبول توبة من سب الرسول صلی الله علیه وسلم وهو الجانب الذی ینبغی التعویل علیه فی الافتاء والقضاء رعایة لجانب حضرة المصطفی صلی الله علیه وسلم انتهی لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی اصل الجوهرة وانما وجد علی هامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انه لا ارتباط له بما قبله انتهی قلت ویکفینا ما مر من الامر فتدبر یعنی جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کر کے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا اون دونوں کو طعن کیا کافر ہو گیا اور توبہ اوسکی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث [illegible] نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یون کہکر کہ یہ یعنے شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ شاتم مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب ہے جسپر اعتماد کرنا افتاء اور قضا میں لائق ہے برعایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے اوسکا وجود تھا نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملادی گئی باوجودیکہ اوس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ماقبل سے انتہی اور صاحب النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطان روم جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کر [illegible] شیخین کے تبرا کرنیوالے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اوس کا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اوسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کہ عدم قبول توبہ نصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم تھے تو اوس دربار کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہے کہ اوسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اور [illegible] روایت عالمگیری [illegible] تو پائی گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہون اگر جوہرہ کے سب نسخون میں روایت مذکورہ ہوتی تو بھی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] توبہ مقبول ہے [illegible] الا ان الکلیة والحکم [illegible] اور جب یہہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری [illegible] [illegible] [illegible] قول ثابت نہیں [illegible] کذا فی حاشیة الطحطاوی وفی المعروضات المهدیة والمعنا ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انه خارج عن الشریعة [illegible] [illegible] الاضلال ومن طالعه ملحد ماذا یلزمه اجاب نعم فیه کلمات تباین الشریعة وتکلف بعض المتصلفین لارجاعها الی الشرع لکنا تیقنا ان بعض الیهود افتراها علی الشیخ قدس الله سره فیجب الاحتیاط بترک مطالعة تلک الکلمات وقد صدر امر سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه انتهی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ میں یہہ سوال ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور گمراہ کرنیکے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اوسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی نے جواب یا کہ ہان اوس کتاب میں چند کلمات خلاف شرع ہیں [illegible] [illegible] اہل تکلف [illegible] [illegible] شریعت کیطرف [illegible] اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو بالیقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہود نے اون کلمات کو شیخ قدس اللہ سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاطا اون کلمات خلاف شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی اوسکی عدم اشتغال پر تو واجب اجتناب کیا ہے ہر وجہ سے یعنی [illegible] [illegible] [illegible] انتہی تو [illegible] [illegible] جو شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی حاتمی طائی اندلسی مشہور بابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور [illegible] [illegible] میں وفات پائی اور صالحیہ میں دفن ہوئے علامہ عصر اور عارف کبیر عارف مناوی نے طبقات میں [illegible] ناصر الدین طبلاوی سے نقل ہے کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اکثر لوگ اون سے فیضیاب ہوتے اور [illegible] رہی کہ آپ ہمکو فصوص الحکم پڑھکر سنائیے وہ قبول نکرتے تھے [illegible] بعد الحاح کثیر استخارہ کر کے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار [illegible] عدم صحت عبارت تمہارا مطلب ہے کا چنانچہ چند مدت وہان جاکر اوقات معینہ میں [illegible] [illegible] مؤید الشریعة ہے تقریر بہ ہیم فرمایا کرتے تھے پھر نوبت یہ [illegible] ایسے بار ہی مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ [illegible]

رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اوسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تہا پہر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہہ مجہپر منکشف ہو تو حقیقت مجہپر
کشف ہوئی سو مجکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین محقق ہو گیا لہذا مین اس کتابسے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا او رصفت کے
بعد کہا ہی کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جسکے سببسے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہی کہ ان
کلمات کا جو ظاہر مطلب ہی وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین اونکی اصطلاح ٹہر گئی ہے کہ ان امور کی
تعبیر الفاظ مذکورہ سے کیجاوے تاکہ نا اہل کذاب ان امور کا دعویٰ نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین واقف منصف کو تردد
نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ اونکی بعضی تصانیف مین البتہ جابجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا سے معصوم نہین چنانچہ
طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضی مسائل مین خطاء کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنای کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہی نا واقف اصطلاح ان کو
مخالف شریعت سمجہتا ہے اور واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کی کلام مین گمراہی مسلمین کے واسطے کچہہ کلمات مخالفہ شریعت درج کردیئے
ہین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بہی اسکے معترف ہین چنانچہ اونکی تصانیف سے ظاہر ہی جب یہہ
ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ ان کلمات کا جائز نہین بالخصوص کم علم نا آشنای عرفان کے حق مین انکا دیکہنا سم قاتل ہے اور یہہ جو بعضی جاہل متصوف
کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچہہ مضر نہین شریعت عوام کے واسطے ہی اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہہ قول مناجات اور الحاد ہی شیخ الشیوخ شہاب الدین
سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے اور طبقات عارف مناوی
مین خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہو اوسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا
مدعی ہو اور شریعت محمدیہ ہی مین سے ایک حکم اوسپر مشکل ہو وہ کاذب ہی حق تعالیٰ ہمکو اور مسلمانونکو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین
وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سؤال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ
عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما ؎ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف + من علمہ غرقت
فیہ خواطرہ + اور البتہ تعریف کی ہی صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اوس سوال مین جو اونکے پاس بہیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہی کہ الٰہی مجکو گویا کر اوسمین
جسمین تیری رضامندی ہی جو اعتقاد کہ مین رکہتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالیٰ کی عبادت کرتا ہون وہ یہہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تہا حال
اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تہا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینیوالا تہا اور آثار شکستہ معارف کا زندہ کرنیوالا تہا باعتبار فعل اور
اسم کے جب کہ فکر مرد کی کنارہ چاہی اوسکے دریای علم کے کنارے سے تو ڈوب جاوین اوسمین خطرات اوسکے یعنی اوسکے فہم سے عاجز ہو جاوے بحر لا تکدرہ
الدلاء وسحاب تتقاصر عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملأ الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ و
ناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ؎ وما علی اذا ما قلت معتقدی + دع الجہول یظن الجہل عدوانا واللہ واللہ واللہ العظیم ومن
اقامہ حجۃ للدین برہانا + ان الذی قلت بعض من مناقبہ + ما زدت الا لعلی زدت نقصانا + الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب
علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وسیلاب عظیم ہی جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہی جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہین
یعنی چہپ جاتے ہین ستارون سے مراد اونکے زمانیکے اہل عرفان ہین اونکی دعا سات آسمانونکو پہاڑتی تہی یعنی مستجاب الدعوہ تہے اور برکتین اونکی منتشر تہین سو بہاتی کنارون
کو سیر کیا تہا اور البتہ مین اونکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو مین نے اونکی تعریف لکہی ہی اوسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر ہی
اور میرا گمان غالب ہی کہ مین نے اونکا انصاف نہین کیا یعنی اوسکا حق وصف ادا نہین کیا اور کچہہ مجہہ پر حرج نہین جسکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون دور کر اوس جاہل کو جو جہالت
گمان کرتا ہی زیادتی سے واللہ واللہ باللہ العظیم اور اوسکی قسم جسنے شیخ اکبر کو حجت دین اور برہان کیا ہے تحقیق کہا ہی کہ جو مین نے اونکی تعریف کی ہی وہ قدر قلیل ہے اونکے
مناقب و فضائل سے بلکہ زیادہ نہین کیا ... بلکہ نقصان کیا ... اور اونکی فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اوسکی نقص شکنی تہا

صاحب قاموس نے کہا کہ ان کی کتابوں کے خواص سے یہ ہے کہ ان کا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اوسکا سینہ کھل جاتا ہے واسطے معضلات اور مسائل مشکلات کے علم و قد لخص علیہ الشیخ العارف عبد الوهاب الشعرانی فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرة من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصا اپنی اوس کتاب میں جس کا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرة من بحر علوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اوس کتاب کو اور اللہ سے توفیق ہے عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبة له اور جو کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اوس سحر یعنی جادو کے اوسکی توبہ مقبول نہیں ہے حاشیہ شلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اوسی طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے حنفیہ ... کا کہ سحر کے حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا اختلاف اہل علم کے حرام ہے اور اوسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اوسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اوسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقا کفر کہنا خطا ہے بلکہ اوسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر میں اوس چیز کا رد ہے جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہیں پھر جو سحر کہ کفر ہے اوس میں مرد مقتول ہونگے نہ عورتیں اور جو سحر کفر نہیں اور اوسمیں اہلاک نفس ہے تو اوسمیں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اوسمیں مرد اور عورتیں برابر میں مقتول ہونگی بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ ساحر کی بواسطے کہ ساحران فرعون جب ایمان لائے تھے تو اونکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق میں محمول ہے اور احکام آخرت کے حق میں تو بلاشبہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن عادل میں وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیری کے سات پتے سبز لے اور اونکو دو پتھر کے درمیان کچلے پھر اوسکو پانی میں گھولکر آیة الکرسی اوسپر پڑھے پھر اوس سے تین چلو لیکر غسل کرے تو اوسکی بستگی انشاء اللہ تعالی دفع ہو جاتی ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو امرأة فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح میں بسبب اوسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے کہا کہ یہ ہم غیر حنفی کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہو گی بلکہ حبس کیجاوے گی اور مرتدہ کے مانند اسکا ... زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اوسکے سحر کا کفر غیر متعدی ہے بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقة لا توبة له وجعله فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی حظر الخانیة الفتوی علی انه اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہے بسبب زندقہ کے اوسکی توبہ مقبول نہیں اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر مذہب قرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگوں کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اوسنے بعد گرفتاری کی توبہ کی تو اوسکی توبہ مقبول نہیں اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اوسکی توبہ مقبول ہے فاد فی الشرنبلالیة ان الخناق لا توبة له اور معراج ... میں تصریح کی ہے کہ ... اوسکی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمیکو مارتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد میں ... وفی الشمنی الکاهن قیل کالساحر اوسمیں یہ ہے کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں اور فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو ... اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن اخبار لاتے ہوں ہمارے علماء نے کہا کہ اگر وہ ... کا معتقد ہو کہ شیاطین ... جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہیں وفی حاشیة البیضاوی للملا خسرو والداعی الی الالحاد ... اور ... کے حاشیہ میں ... میں ہے جو الحاد کیطرف لوگوں کو بلاتا ہے ... یعنی اوسکی توبہ مقبول نہیں ... کا معتقد ہو وفی الفتح ... الذی یبطن الکفر ویظهر الاسلام ... الزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انه ینکر فی الباطن ... ثم یظهر اعتقاد ... وتمامه فیہ ... فتح القدیر ... جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق ... میں بعض ضروریات دین کا منکر ہے ... اور ظاہر میں اوسکی ... کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو ...

زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق سے کے اظہار توبہ پر اطمینان نہین کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہی اور منافق اوسکے مانند ہی خفا مین اور اوس کا حال
یون معلوم ہو سکتا ہی کہ کوئی شخص اوسکے اسیطرح سے آگاہ ہو گیا یا اوسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ و فعلہ اعتقد تحریمہ
اولا و یقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ و الامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر مین ہی کہ کافر
ہوتا ہی ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اوسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان
کے واسطے اور اوسکی اباحت کا اعتقاد نرکہتا ہو تو کافر نہین ہوتا اور اسوقت مین گیارہ قسمکے مرتد مستثنی ہین یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہی سوای گیارہ شخصون کے یعنی جس کا
ارتداد کفر سے ہوا اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور بیہاسی دینی والا اور کاہن اور ملحد اور
اباحی اور منافق اور بعضی ضروریات دینی کا منکر باطن مین و اعلموا ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا
والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جاے اگر توبہ نکرے
مگر چند شخص مرتدین پر قتل نہین اگرچہ توبہ نکرین عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوجاے اور جو زبردستی مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو
مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہہ صورت ہی کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان
ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اوس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اوسکے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی
تعریف اوسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا فر بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ زبردستی اسلام پر قائم رکہا جائیگا کذا فی الشرنبلالیہ زاد فی الاشباہ ومن
ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل و امرأتین انتہی اشباہ مین اتنا زیادہ کیا ہی کہ جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بہی مقتول نہوگا انتہی
حموی نے کہا کہ یہہ قول اور کی روایت ہی لو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل ولو علی نصرانیۃ قبلت اتفاقا
وتمامہ فی اخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو اونکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف
یہہ ہی کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر مین ہی ہم دونون
وجہہ فرق یہہ ہی کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہی امام کا اور معلوم
کی روایت یہہ ہی کہ ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی اسلام پر اور دو نصرانیون کی گواہی نصرانیہ کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضی خان نے امام کے
قول پر فتوی دیا ہی کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہین اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی و یلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بعد لحاقہا ثم بلغ
مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل مین ملحق ہی صبی سے وہ شخص کہ جسکو مرتدہ نے دار الاسلام مین جنا
جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر مست جبکہ اسلام لایا اور لقیط بہی اسواسطے کہ مسلمان ہونا اسکا حکمی ہے نہ حقیقی وفی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی
والمستأمن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور
خانیہ وغیرہ مین مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہی اور کافر ذمی اور مستأمن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہین لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ مین عدم صحت اسلام مکرہ کو
قیاس پر محمول کیا ہی اور استحسان مین صحیح کہا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے تو مستثنی چودہ قسمکے مرتد ہین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاے اور توبہ نکرے قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے
عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستأمن جبکہ زبردستی مسلمان کئے جائین اور جس کا اسلام دو مردونکی گواہی سے ثابت ہو پھر شہادت سے
رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور
جسکو مرتدہ دار الاسلام مین جنی جبکہ وہ بالغ ہو کر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول
بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل و بطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو تقبل توبتہ والانبیاء کالردۃ
بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما فی الاشباہ زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی ہذا المحل واقرہ المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہون نے

ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اوس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار ارتداد سے ہی توبہ ہی اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہو جانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اوس ارتداد مین ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کے ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق مین اسقدر زیادہ کہا کہ مینے دیکھا ہے اسکو جو اسمقام مین خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقا محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ مین بھی اور ثابت رکہا ہی ہمکو مصنف نے اپنی شرحمین اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتد ہین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہہ ہی کہ شارح خمسہ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتون سے زائد ہی (وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنى وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح) اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اوس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہی اوسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کی کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہی اوسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہو اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہون تو موجب کفر نہین اور اوسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی (ولا يترك المرتد على ردته باعطاء الجزية ولا بامان موقت ولا بامان موبد ولا يجوز استرقاقه بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدة خانيه) اور مرتد چھوڑا نجائیگا اپنی ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہین اوسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے جائز ہے کذا فی الخانیہ (والكفر كله ملة واحدة خلافا للشافعي فلو تنصر يهودي او عكسه ترك على حاله ولم يجبر على العود) اور جمیع اقسام کفر کی ایک دین اور ملت ہین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہو گیا یہودی یا اوسکی عکس ہوا تو اوسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر نکیا جائیگا پہلی دین کے عود پر (ويزول ملك المرتد عن ماله زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملكه وان مات او قتل على ردته او حكم بلحاقه ورث كسب اسلامه وارثه المسلم ولو زوجته بشرط العدة زيلعي بعد قضاء دين اسلامه وكسب ردته فيء بعد قضاء دين ردته وقالا ميراث ايضا ككسب المرتدة) اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے زوال موقوف یعنی اگر وہ پہر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک عود کیا اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد پر یا مقتول ہوا یا لحاق دار الحرب کا اوسپر حکم ہو گیا تو حالت اسلام کے اوسکے کسب کا بھی وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقای عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادای دین اسلام کے اور اوسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد ادای دین ارتداد کی اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہی مرتدہ کی کسب کے مانند حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا مداین اور ... قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی (وان حكم القاضي بلحاقه عتق مدبره من ثلث ماله وام ولده من كل ماله وحل دينه وقسم ماله ويؤدي مكاتبه الى الورثة والولاء للمرتد لانه المعتق بدائع) اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اوسکا دین ہو جائیگا حال لازم الادا ہوگا اور اوسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کو ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنے اوسکے وارث ابتداء ولا کے مالک نہون گے بلکہ عصبہ بنفسہ اسکو وراثت مین پاویگا اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اوسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی (وينبغي ان لا يصح القضاء به الا في ضمن دعوى حق للعبد بحر) اور لائق یہہ ہی کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین کذا فی النہر یعنی حکم لحاق قصدا صحیح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کی مانند ہی اور موت کا دن داخل تحت قضا نہین اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہی (واعلم ان تصرفات المرتد على اربعة اقسام فينفذ منه اتفاقا ما لا يعتمد تمام ولاية وهي خمس الاستيلاد والطلاق وقبول الهبة وتسليم الشفعة والحجر على عبده المأذون) اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اوس کا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کہ ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکہنا اپنے عبد ماذون کا

هم استیلاد کی صورت یہہ ہے کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اوسنے اوسکا دعوی کیا تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھہ اوسکا وارث ہوگا
اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پھر طلاق اوسپر کیونکر واقع ہوگی اوسکا جواب یہہ ہے کہ نوع بینونت سے امتناع طلاق
لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے کذا فی البحر ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح
والذبيحة والصيد والشهادة والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہو یعنی جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہو اور وہ پانچ
چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث ہم نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور
مہال اوسکا تامل کے واسطے ہے اور نکاح اوسپر باز رکھیگا اور باطل اوسکی شہادت ہے نہ تحمل اوسکا اور ارث باطل ہے یعنی مرتد کسی کا وارث نہین لیکن اگر وہ
مرگیا تو اوسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ويتوقف منه اتفاقا ما يعتمد المساواة وهي المفاوضة اور وہ تصرف اوسکا بالاتفاق موقوف
ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل ہوگی او ولاية متعدية وهي التصرف
على ولده الصغير یا موقوف رہیگا اوسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر ويتوقف منه عند الامام وينفذ
عندهما كل ما كان مبادلة مال بمال او عقد تبرع كالمبايعة والصرف والسلم والعتق والتدبير والكتابة والهبة والرهن والاجارة
والصلح عن اقرار وقبض الدين لانه مبادلة حكمية والوصية اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف
جو مبادلہ مال کا ہے ساتھہ مال کے یا عقد تبرع ہے چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا
دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا ہم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ وہ دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اوس چیز کا بدلا لینا
چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے ويبقى امانه وعقله ولا شك في بطلانها اور باقی رہا اوسکا امان دینا اور دیت کا حکم اور شک نہین اونکا باطل ہونے مین
اسواسطے کہ ذمی بھی دوسرے کو امان نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولے اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اوسکی دیت باطل ہے
واما ايداعه واستيداعه والتقاطه ولقطته فينبغي عدم جوازها اور مرتد کا ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی
النہر فان اسلم نفذ وان هلك بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطل ذلك كله اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے
اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اوسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبله قبل الحكم
فكانه لم يرتد وكما لو عاد بعد الموت الحقيقي زيلعي پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی
زندہ ہوجاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی ہم جب اوسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجای عدم ارتداد ہوا
تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اوسکا آزاد نہوگا اور اوسکا دین مؤجل غیر مؤجل نہوگا اور اوسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اوسکی ملکیت اوسی مین عود کریگی
بلا حکم قاضی و رضای وارث اور اگر وارث نے اوسکا مال تلف کیا ہو تو ضامن ہوگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان
جاء مسلما بعده وماله مع وارثه اخذه بقضاء او رضى ولو في بيت المال لا لانه فيء نهر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے
اور حالانکہ مال اوسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اوسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اوسکا بیت المال مین ہے تو اوسکو نپاویگا
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اوسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان هلك ماله
او ازاله الوارث عن ملكه لا ياخذه ولو قائما لصحة القضاء اور اگر اوسکا مال ہلاک ہوگیا یا اوسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل
کر دیا تو اوسکو نپاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث مین وله ولاء مدبره وام ولده اور اوسی کے
واسطے ہے اوسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومكاتبه له ان لم يؤد وان عجز عاد رقيقا له بدائع اور مرتد مذکور کا مکاتب اوسی کا ہوگا اگر

مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہیں ادا کیا اور اگر عاجز ہوا اداے بدل کتابت سے تو پھر اوسکا مملوک ہوجائیگا کذا فی التبیین و تقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام
لان ترک الصلوٰۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ اور جس عبادت کو حالت اسلام مین ترک کیا ہو اوسکو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے
اسواسطے کہ ترک صلوٰۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی فتاویٰ قاضیخان عن شمس الائمۃ وما ادی منہا فیہ یبطل اور جو عبادت
کہ اسلام مین ادا کی وہ باطل ہو گئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج
فقط اور قضا نکی جائینگی عبادتین سوای حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اوسپر فقط حج واجب
ہو قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے مطرزی نے کہا اعادہ حج کا حصر منوع ہے اسواسطے کہ اگر اوائل وقت نماز پڑھ کر مرتد
ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اوسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیئا یجب بہ
القصاص او حد السرقۃ یعنی للمال المسروق لا الحد خانیہ واصلہ انہ یؤاخذ بحق العباد واما غیرہ فعلی التفصیل مسلم نے کسی کا مال
لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہے یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیہ اور قاعدہ اوس کا یہ ہے کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ
ہوگا اور غیر حق العبد مین تفصیل ہے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ
ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی قید مین محبوس ہے اور اس کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ نہوگا اور حدود واللہ مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے
پاس محبوس نہین اور اس کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اوس سے مواخذہ نہین کذا فی المنح او الدیۃ ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد
فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء مسلما یؤاخذ بہ کلہ مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ
مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ دار الحرب مین جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزون کا اوس سے مواخذہ
ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا ثم اسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد
الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے
کسی چیز کا مواخذہ اوس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے اون افعال مین جن کا مرتکب ہوا بوقت محاربہ
ہونے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج باخر بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من نقض موتہ او تطلیقہ ثلثا و
کذا لو لم یکن ثقۃ فاتاہا بکتاب بطلاقہا واکبر رأیہا انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہوجانے کی
تو اوسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے مین زوج کی موت کی
یا اوسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اوسکی طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کو ظن غالب ہو جاوے اوسکے
حق ہونیکا کچھ مضایقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اوسکے نکاح کر لے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تحبس ابدا ولا
تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس بٹھائی جاوے
اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہان تک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نکیجائیگی بخلاف امام شافعی کے عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے جو آپ کو سحر کا
خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اوسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسمین قتل نساء کی نہی
وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونون کو شامل ہے بلکہ امام اعظم نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اونکے قید رکھنے اور جبر و اسلام
قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضمان نہ دیگا اگرچہ
مرتدہ لونڈی ہو قول اصح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیۃ وتحبس عند مولاہا لحاجتہ
الی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح وبتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولا کے پاس محبوس کیجاوے اوسکی خدمت کرنیکے واسطے سوای

جائے کے خواہ اوسکے حبس کرنیکا اپنے پاس ہوئے طالب ہو یا نہو اور اوسکی مہر کا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنیکے دونون حقوق مین یعنی حق خدا اور حق مولی

ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السیئ لا باس بہ وتکون رقیقۃ للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیء للمسلمین فیشتریہا من الامام او یصرفہا الیہ لو مصرفا ۔ اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چہوڑ کر غیر سے اسیکا فتوی ہے اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اونکے بری قصد کے استیصال کے واسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلا کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمین کے واسطے نہ فقط زوج کے واسطے تو زوج اوسکو امام سے خرید کرلے یا امام اوسکو بخشدے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا ۔ مترجم کہتا ہے کہ مرتدہ کا یہہ قصد ہے کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہوجائے اور امام سے اوسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلا سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی ۔ ولکسبہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض ۔ تأمل ۔ وفی الزاہدی انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتأمل ۔ اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اوسکے وارثون کے واسطے ہے اور اوسکا زوج مسلم اوسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین کہتا ہون اور زاہدی مین ہے کہ زوج اوسکا وارث نہوگا اگر وہ چنگی ہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہوئی تو اسکو تامل کرلے ۔ حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو اسکا مفہوم اسکے ماقبل مین پایا یعنی قولہ لو مریضۃ انتہی ۔ اور ایک نسخہ مین یہہ عبارت زائد ہے ویرث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیہ ۔

ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر وارثہ لو امتہ مسلمۃ مطلقا وکذا لو کافرۃ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد او لحق بدارہم ۔ مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اوسیکا بیٹا آزاد ہے اوسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اوسکو چھہ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مرجائے یا دار الحرب مین جاملے ۔ وکذا لو کانت امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصف لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد ۔ اور یہی حکم ہے اوسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اوسکا وارث ہوگا مگر اوسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اوسکو چھہ مہینے سے زیادہ مین ابتدای ارتداد سے جنی اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب اوسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنی ولد تابع ہوتا ہے ماں باپ مین سے اوسکا جسکا بہتر دین ہو سو یہان ماں ہو کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اوسکا اسلام پر لانا ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ ماں کا پھر جب وہ مرتد ہوا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی الشامی ۔ وان لحق بمالہ ای مع مالہ وظہر علیہ فہو ای مالہ فیء لا نفسہ لان المرتد لا یسترق ۔ اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنی مال کے ساتہہ اور اہل اسلام کا اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو اوسکا مال غنیمت ہے نہ اوسکی ذات اسواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا ۔ فان رجع ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الوجہ نہر فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ باللحاق نقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکمہ ما مر انہ لہ قبل قسمتہ بلا شیء وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ ۔ پھر اگر مرتد دار الاسلام مین آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور پھر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اوسکا اوسکے وارث کے واسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز سے اوسکا وارث ہوگیا اور حکم اوسکا گذر گیا کہ وہ مال اوسکے وارث کا ہے قبل اوسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے دیگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو مثلی دیکر لیگا ۔ وان قضی بعبدہ لشخص ما ارتد لحق بدارہم لابنہ فکاتبہ

الا ابن فجاء المرتد مسلما فبدلهما او لو عتقا لهما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے غلام کو مکاتب
اوسکے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اوسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولاء دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر
پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطأ فلحق او قتل فدیته فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردة
بحر عن الخانیة مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو
اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اوسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیہ وکذا لو اقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعاینة او بالبینة فانه
فی الکسبین اتفاقا ظهیریة اور ایسا ہی حکم ہو اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کسبوں
ہی بالاتفاق کذا فی الظهیریة واعلم ان جنایة العبد والامة والمکاتب والمدبر کجنایتهم فی غیر الردة اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب
اور مدبر کی اونکی جنایت غیر ارتداد کی کے برابر ہے یعنی مولے مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے اونکو دیدے [illegible]
کسب ارتداد میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت یده عمدا فارتد والعیاذ بالله ومات منه او لحق فحکم بلحاقه ثم جاء مسلما
فمات منه ضمن القاطع نصف الدیة فی ماله لوارثه فی المسئلتین لان السرایة حلت محلا غیر معصوم فاهدرت [illegible]
لانه فی الخطأ علی العاقلة مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ الله مرتد ہو گیا اور اوسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر آیا
میں مسلمان ہو کر آیا سو اوسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضامن ہو اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنی فقط [illegible]
ہوگی نہ جان کی ہو واسطے کہ سرایت الی النفس محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہوئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہو واسطے کہ خطا [illegible]
وقید بالحکم بلحاقه لانه ان عاد قبله او اسلم ههنا ولم یلحق فمات منه بالسرایة ضمن الدیة کلها لکونه معصوما [illegible]
ایضا اور مقید کیا حکم لحاق دار الحرب کے ساتھ ہو واسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہان دار الاسلام میں اور دار الحرب میں
لحوق نہوا پھر مرگیا اوسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری دیت کا ضامن ہوگا ہو واسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا [illegible]
ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فهدر لو عمدا لفوات محل القود ولو خطأ فالدیة علی العاقلة فی ثلث سنین [illegible]
علیهم خانیه ولا عاقلة للمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اوس زخم سے مرگیا تو قصاص [illegible]
فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس نے کسی کا اوپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں [illegible]
خطا میں عاقلہ پر ہو واسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق وکسب مالا واخذ بماله ولم یسلم فقتل
فبدل کتابته لمولاه وما بقی من ماله لوارثه لان الردة لا تؤثر فی الکتابة اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے
مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اوسکا بدل کتابت اوسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے ہو واسطے کہ ارتداد
اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدة ولدا وولد له ای لذلک المولود ولد فظهر علیهم جمیعا فالولدان فی [illegible]
والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت به ثمه لتبعیته لابویه لا الثانی لعدم تبعیته الجد علی الظاهر [illegible]
اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ نے بیٹا جنی اور اوس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اون سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
غنیمت ہیں اپنی مان کے مانند اور بیٹا زور سے مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اوسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے [illegible] اتباع
والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر علی الاسلام نہیں بسبب اوسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاهر الروایہ میں تو حکم اوسکا حربی کے مانند ہے
ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا
یا اوسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا ہو واسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح [illegible]

لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم ای علی اہل تلک الدار فانہ لا یسترق ویرث
اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فہو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا لامہ فلا یرث اباہ لرقہ
بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پہر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب
مین جاملی پہر وہان لڑکا جنی پہر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ
مسلمان ہو اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہان تک کہ گرفتار ہوئی پہر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہو اپنے
باپ کا تابع ہوکر اور مرقوق ہے اپنی مان کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا
للثانی ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جب کہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہو بخلاف ابی یوسف کے اور علما نے اُس
کے مخلد فی النار ہونے مین بسبب معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کاسلامہ فانہ یصح
اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اور اسکے مسلمان ہونیکے
مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر مان باپ کا یہہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائیگی مارکر یہہ تفریع
ہو اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وہو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیہ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز
الخبیث من الطیب والحلو من المر قائلہ الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رأیت نقلہ اور صبی
عاقل عبارت ہو ممیز سے اور وہ یعنی طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہو کذا فی المجتبی والسراجیہ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہو کہ جو سمجھتا
کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہو کتاب انفع الوسائل مین یون کہکر کہ
مین نے اوس فقیہ کو نہین معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹہیرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے ہم حموی اور
قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہو حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہو جو جانے کہ اسلام حق ہو اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ
جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور یہہ خلاف شرا کے ہو اسلئے اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچہہ نہین سمجھتا خصوصا اس زمانہ مین
کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع وکان یفتخر بہ حتی قال ؎ سبقتکم الی الاسلام
طرا + غلاما ما بلغت اوان حلمی + وسقتکم الی الاسلام قہرا + بصارم ہمتی وسنان عزمی + اور تقدیر سن کا یہہ مؤید ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام
نے علے مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر اونکی سات برس کی تہی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تہے یہان تک کہ فرمایا اصحاب کرام سے مخاطب ہوکر
کہ مین نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونیکے طرف لڑکپن مین جب کہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تہا اور چلایا مین نے تم کو اسلام کے طرف زبردستی اپنی
سنت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچہی سے ہم صحیح قول یہہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹہہ برس کی تہی چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہو کذا فی الفتح
اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہہ ہو کہ صبیان مین مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین
زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تہے اور رسول منتظر کے مومن اور مصدق تہے
اور یہہ تصدیق اونکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہو کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری
علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین ہیں اسواسطے کہ صحابی وہ ہو جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام
کا مصاحب ہوا کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع فرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر المختار عند الماتریدی انہ
مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پہر دریافت کرنا چاہئے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام
علما کا یہہ ہو کہ ہان فرض واقع ہوتا ہو بالاتفاق اور تحریر مین ہو کہ ابو منصور ماتریدی کی نزدیک قول مختار یہہ ہو کہ صبی عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہو بالغ کے مانند یہانتک

کو اگر مر جاویگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہیگا کذا فی النہر الفائق و فی شرح الوھبانیۃ ﴿ بلدہ ویش درویشان کفر بعضھم + و یحمل ان لا کفر وھو المحرر + کذا قول شیء للہ قیل بکفرہ + ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر + علامہ عبدالبر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش درویشان کہنی کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہہ ہے کہ یہہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شیء اللہ کے قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں مم شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ رساتیق شروان میں مشہور رہی کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اوسکے یہہ ہیں کہ جمیع اشیاء مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مطلب قول مذکور کا یہہ ہے کہ مسکنۃ المساکین فقر الفقراء تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم متمکن ہوئی بمسکنت مساکین یا محتاج ہوئی بیسطرف بفقر فقرا اور اسمین ایک شی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جای اباحت جمیع اشیاء اور شیء اللہ کے کفر ہونیکی شاید یہہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لئے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اوسکے محتاج ہیں اور لائق یون ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اسواسطے کہ اسکی تاویل یون ہو سکتی ہے کہ قائل کہے کہ میں نے یہہ ارادہ کیا کہ میں شے کو طلب کرون اللہ تعالی کے اکرام کے واسطے شارح نے اسکو اختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اسیطرح ہے و من قال شیء للہ بعض یکفر + ویخشی علیہ الکفر بعض یکفر + کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہیں یا عبدالقادر شیئاً للہ ہر چند راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اوسپر نص ہے لہذا ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالی (الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اوسنے حق تعالی کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یری ﴿ ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ + ولا سیما بالدف یلھو و یزمر + اور جو رقص کو حلال جانے اوسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصاً وہ رقص کرنیوالا جو دف پر باجے اور حالت لادی ہم قرطبی نے نقل کیا کہ یہہ اگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک و شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ﴿ ومن لولی قال طی لمسافۃ + یجوز جھول ثم بعض بکفر + واثباتھا فی کل ما کان نادراً + عن النسفی النجم یروی و ینصر + اور جو ولی کے واسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے اور بعضوں نے اوسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی اور منصور ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد نے اسی قول کی ہے کیونکہ کرامات اولیا کے مومن ہیں اسواسطے کہ یہہ قول مثلے مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حداد میں اسکا بیان گذر گیا **باب البغاۃ** یہہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فرصت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب و منہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور یہہ معنی طلب یہہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یہہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرنے تھے مم صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور ہر مجاوزت اور افراط سے و ہو طلب ما لا یحل من جور و ظلم نہر اور عرف میں بغی عبارت ہے اوس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم ہے کذا فی الفتح و شرعا ھم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوتے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کرین تو وہ باغی نہیں اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے مم جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اوسکے سبب سے امن میں ہو گئی پھر ایک جماعت مسلمین نے اوسپر خروج کیا سو اگر یہہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمانوں امام کی اعانت کرین کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کرین کہ اعانۃ علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اوسکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اونکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہیں تا آنکہ سب طالب دنیا ہیں انتہی ملخصاً کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق و علم حکمھم و بغاۃ و یجی حکمھم و خوارج و ھم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دماءنا و اموالنا و یسبون نساءنا و

باب البغاۃ

یکفرون اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پہر دریافت کرنا چاہئے کہ اطاعت امام سے خارج ہونیوالے تین قسم ہین ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت یا بتاویل بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہین جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور انکا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہین جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اونکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین ہمارے نبی علیہ افضل الصلوۃ والسلام کے اصحاب کو اور انکا حکم مانند حکم باغیون کے ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی ہے ہم فتح القدیر مین ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج درحکم بغاۃ ہین اور بعض محدثین اونکے کفر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا مین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج مین اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین مذکور ہے کہ بعض فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے تکفیر کرتے ہین اوس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے ہان یہہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر اون فقہا کی کلام مین وارد نہین جو مجتہدین ہین اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہے حلبی نے کہا کہ یہہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اون رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین اور حالانکہ یہہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنے ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم و انما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ اون کا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اوسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامۃ مین مذکور ہوچکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہوجاتا ہے امام دو چیز سے شراف اور رئیسون کے بیعت کرنیسے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاوے اوسکی رعیت مین اوسکے غالب ہونے اور دبدبہ سے ہم امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہین بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رائے اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسائرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگونے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا اور نہین اس سبب سے کہ عاجز ہونیکے اونکا مغلوب ہونیسے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید کذا فی التاترخانیہ وتمامہ فی کتب الکلام سو جب کہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پہر اوسنے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اوسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو سو اسلیے کہ وہ بسبب قہر اور شوکت کی پہر سلطان ہوجاویگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اوسکی واسطے قوت حاصل نہین تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعۃ الامام وطاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درد وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پہر جب کہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اوسکے اوس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہوگئے ایک شہر پر تو امام انکو اپنی طاعت کے طرف بلاوے اور اونکی شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم اذ الحکم یدار علی دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اوسمین مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال اونکا پہلے یہان تک کہ اونکی جماعت پرشان ہو اسلیے کہ حکم قتال کا پہرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع اونکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا اونکا قتال حلال ہے اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین ہم قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نچاہئے تا وقتیکہ وہ شروع نکرین کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جنکو

امام نے اوس کو ایسے کسی عذر سے بلایا تو اون پر اجابت اوسکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اوس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سو اسمین کیونکر فرض نہوگی ہونا اعمدہ ہی کذا فی البدائع ہے اور یہہ جو امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گہر مین بیٹہکر سو اوس صورت پر محمول ہے کہ جب امام نے اونکو نہین بلایا اور بعضے صحابہ کبار کا بیٹہہ رہنا باغیون کے قتال سے اونکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچہہ تردد تہا حلت قتال مین اور کچہ حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دوزخ مین ہونگے سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح ... والا لزم بیتہ درر وفی المبتغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لاینبغی للناس معاونۃ السلطان ولا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہے قتال پر اور نہین تو اپنے گہر مین بیٹہہ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمانون نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگونکو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا ان کان خیرا للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو مسلمان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر اونکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یوخذ منہم شیء اور اون سے کچہہ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذنا منہم رہونا واخذوا منا رہونا ثم غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن نحبسوا الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذالک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذالک لا نفعل برہونہم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پہر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہم سے اول لی پہر اونہون نے بدعہدی کی اور ہماری اولون کو قتل کیا تو ہم اونکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن اونکو محبوس رکہینگے یہانتک کہ اہل بغی ہلاک ہوجائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جب وہ ہماری اولونکو قتل کرین تو ہم اونکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہوجائین ہم اونکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین اکر ہماری امان مین ہے کذا فی البحر ولو لہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای اتم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اونکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور اونکے بہاگنے والیکا پیچہا کرے اور اگر جماعت اونکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بہاگے کا پیچہا کرنا نچاہیے بسبب نہ رہنے خوف کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی تحدث توبۃ سراج اور سلطانکو اختیار ہے اونکے قیدی مین چاہے اوسکو قتل کرے چاہے محبوس رکہے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین اگر وہ توبہ کرین تو بہی قیدی کو قید مین رکہے یہانتک کہ وہ بہی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلہم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم اون سے لڑین منجنیق اور غرق کرنیسے اور اسکے سوا اور طریق سے بہی مانند کفار کے وما لا یجوز قتلہ من اہل الحرب کنساء وشیوخ لایجوز قتلہ منہم مالم یقاتلوا اور جنکا قتل کرنا کفار مین سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈہون کا اوسکا قتل باغیون مین سے بہی جائز نہین تا وقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنی اگر باغیونکی عورتین بوڈہے قتال کرینگے تو اون کا قتال جائز ہے سوای اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ مباشرۃ مالم یرد قتلہ اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنی محرم باغی کو اپنی ہاتہ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اوسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اوسکا جائز ہے اگر چہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوای والدین کے کذا فی البحر ولم تسب لہم ذریۃ وتحبس اموالہم الی ظہور توبتہم فترد علیہم اور اونکی ذریت بندی نکی جای اور اونکے مال محبوس ہین اونکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اونکو پہیر دیے جائینگے ہم اور اونکی عورتین بہی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے منع فرمائی اور وہ ہین پیشوا اس باب مین کذا فی المنح وبیع الکراع اولی لانہ انفع قنیۃ اور بیچ ڈالنا اونکی دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہہ ہے کہ قیمت کا امانت رکہنا ... بلا صرفہ ہے والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ویقاس علیہ العبید ہم اور دواب کی بیع پر اونکے غلامون کی بیع قیاس کیجاتی ہے کذا فی النہر ونقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولا ینتفع بغیرہما من اموالہم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم اونکے ہتہیارون اور گہوڑون سے اور اون دو چیزون کے سوا اونکی اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجائے اگر چہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج ہم جناب بخصوص کی

باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کئے بصرہ میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت نہیں اور انکی ذریت بندی نہیں کذا فی البحر

ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان دعواہ لیس لا مع معہ قرینۃ لبقاء بغیہ فیحتمل لقاء کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیئے تو عادل اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوس نے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا کہ میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دیئے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اوسکے ساتھ ہتھیار رہیں تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اوسکی بقاء بغاوت کا سو جب ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شیٔ فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اوپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اوسکے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص و دیت اسواسطے کہ اوسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شہداء ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بلا غسل اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو ان پر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کئے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن دیکر دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم الی الآفاق وکذلک رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض المتأخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلب لنا فتح وشرح الجہاد اور مکروہ ہے انکے سرونکو اطراف عالم میں پھرانا اور اسیطرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ مثلہ ہے اور اسکو بعض متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اوسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب ہوئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اوس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوئے ہوں اور اگر اونکے احکام جاری ہوئے ہوں تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے اون پر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعکس اذا قال الباغی قتلتہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے برعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جب باغی بولا اوسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اوسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے ہم باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اوس نے نفس مباح الدم کو تلف کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جب اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح ولو قال انا علی حق فی الخروج علی الامام وامر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوے پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوے سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہو گی تو وارث نہو گا کذا ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اوسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اوس پر دیت لازم ہوگی جیسی مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص اسواسطے کہ اوسکی اباحت کا شبہہ موجود ہے

ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر اور حموی نے لکھا اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیچنے کو مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ میں باغی اور قطاع الطریق اور لصوص سبکو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب ملتقی اور اوس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسے لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے اہل بغاوت سے نہیں بسبب اونکے فرصت نہ پانے کے ہتھیار بنانے کی واسطے بسبب انکے قریب الزوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا اھ میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسے ہتھیار اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ قائم نہ ہو جیسے حربی حیوان اور کبوتر اور نبیذ اور بیشہ

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہین اوسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر و فی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عاد لاً ﴿﴾ و لو کتب قاضیہم الی قاضینا کتاباً فان علمنا انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ و الا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیون کے قاضی کا حکم نافذ ہی بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیون کے قاضی نے ہمارے قاضی کیطرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اوسنے دو عادلون کی گواہی سے حکم کیا ہی تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہین تو نہین انتہیٰ اور محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہی کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رای کے مخالف ہو اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات مین نافذ ہی اگرچہ قاضی عادل کی رای کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

كتاب اللقيط

یہہ کتاب ہی لقیط کے احکام مین عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لتعرضہما للفوات النفس والمال و قدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے ساتھہ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا ہی اسواسطے کہ جان اور مال دونون معرض ہلاک مین ہین جیسے جہاد مین نفس اور اموال معرض تلف مین ہین اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اوسکے متعلق ہونیکے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہی مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل لقیط لغت مین وہ ہی جو زمین سے اوٹھایا جاوے فعیل بمعنے مفعول ہی پھر اوسکا استعمال غالب ہوگیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پہینکا اور ڈالا گیا آخر اوسکو کوئی اوٹھا لیگا اسواسطے اوسکو لقیط کہا و شرعاً اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفاً من العیلۃ او فراراً من تہمۃ الریبۃ اور شرع مین لقیط انسان کے اوس بچے کا نام ہی جسکے لوگون نے اوسکو پہینکا یا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ آثم و محرزہ غانم اوسکا ضائع کرنیوالا یعنی جو اوسکو نہ اوٹھاوے وہ گنہگار ہی اور اوٹھا لینیوالا فائدہ پایگا یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ و لو لم یعلم بہ غیرہ نفرض عین و منہ رؤیۃ اعمی تقع فی بیر یعنی لقیط کا اوٹھا لینا فرض کفایہ ہی اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اوسکی ہلاکی کا اگر وہ اوسکو نہ اوٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوای اوسکے تو اوسوقت مین اوٹھانا فرض عین ہی اور یہی مانند ہی اندھے کو کوئین مین گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اوسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اوٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمین شفقت اور جلانا ہی جان کا و شفقت اطفال پر فضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیون کے جلانیکے برابر ہی حق تعالی نے فرمایا و من احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا کذا فی الزیلعی و ہو حر مسلم تبعاً للدار الا بحجۃ رقہ علی خصمہ و ہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہی دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اوسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہان ملتقط ہی بسبب سابق ہونے اوسکے ہاتہہ کے م سید ی و مل ش کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہین اور مخاصم یہان کوئی نہین شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہی اسواسطے کہ اوسکے رکہنے مین سبقت ید کے احق ہی تو اوسکا تصرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہان بینہ مراد ہی نہ اقرار کذا فی الطحطاوی و ما یحتاج الیہ من نفقۃ و کسوۃ و سکنی و دواء و مہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہی خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر جب کہ سلطان نکاح کر دے وہ بیت المال مین ہی بشرطیکہ ملتقط اوسکا اوٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے و لئن کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اوسکی کہین قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اوسکے مال مین یا اوسکی قرابت والون پر ہین و لذا قیل و لو دیۃ فی بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم اور ارث لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال مین ہے جیسے اوسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہی اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہی تو اگر لقیط محلہ مین مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال مین داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمداً قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہی چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرلے لیکن سلطان معاف نہین کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اوسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی و لیس لاحد اخذہ منہ قہراً و ہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا و اقرہ المصنف تبعاً للبحر و حرر فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسیکو جائز نہین لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اوسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہی یا نہین فتح القدیر مین کہا کہ جائز نہین اور ثابت رکہا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ ہان سلطان کو لینا زبردستی جائز ہی لیکن اوسکا لینا لائق نہین مگر بسبب موجب کے یہہ کہ ملتقط حفاظت کے لائق نہو فلو اخذہ احد منہ کان للاول ردہ الیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے بزور

لیا اور خصومت کی اوس ملتقط اول نے تو اوسیکو پھیر دیا جاویگا مگر اسوقت نہ پھیرا جائیگا جب کہ اوسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق آپ باطل کر دیا وهذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وترجح احدهما کما لو وجده مسلم وکافر فتنازعا قضی به للمسلم لانه انفع للقیط خانیة ولو استویا فالرای فیه للقاضی بحر یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اوس صورت میں ہے جب ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلمان اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام کفر میں تو اوسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر [illegible] نسبه من واحد بمجرد دعواه ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینة خانیة اور اگر دو ملتقط نے پایا اور کسی نے اوسکے [illegible] کا نسب یا ملتقط سے ثابت ہو جائیگا بمجرد اوسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہوں کے کذا فی الخانیہ ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہوتی ہیں نہ قصدا کذا فی الحموی ومن اثنین مستویین کحالة امة مشترکة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے [illegible] دو شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کا ولد نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر ہوں جنمیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا وعبارة النقایة [illegible] الاکثر من اثنین فعن الامام انه یثبت الی خمسة ظاهرة فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الام نهر لکن فی القهستانی عن النظم ما یفید ثبوته من الاکثر فلیحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہوا اور شرط نہیں اتحاد ماں کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب پانچ سے زیادہ میں بھی ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے زیادہ اکثر میں نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة واحدة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بینة ولو رجلا وامرأتین علی الولادة صحت دعوتها والا لا لما فیه من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا اگر شوہر نے اوسکی تصدیق کی یا دائی جنائی نے اوسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اوسکی تصدیق نکی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر ولو لم یکن لها زوج فلا بد من شهادة رجلین اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعته امرأتان واقامت احداهما البینة فهی اولی به وان اقامتا جمیعا فهو ابنهما خلافا لهما الکل من الخانیة اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اوسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک کسیکا بیٹا نہیں [illegible] خانیہ سے منقول ہیں وان ادعاه خارجان ووصف احدهما علامة به ای بجسده لا بثوبه ووافق فهو احق اذا لم یعارضها اقوی منها کبینة الاخری ثم یده وسبقه واسلامه وسنه ان ارخا فان اشتبه فبینهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اوسمیں کوئی نشانی بیان کی یعنی اوسکے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا [illegible] اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اوسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اوسکا آزاد ہونا یا اوسکی سبقت قبض میں یا مسلمان ہونا یا اوسکی اتنی عمر ہونا کہ اوسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ ذکر کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے [illegible] مسلم ہو اور [illegible] علامت کا فرق ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثی [illegible] انه ابنه اور ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اوسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ [illegible] بیٹی ہے پھر دیکھا تو خنثی ہے [illegible] خنثی مشکل ہے [illegible] جائیگا [illegible]

اور اگر غرض شی مشکل نہیں تو اوسکو دلایا جایگا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرط توافق دلالۃ دوسرے کو دلایا جایگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہو گی تو حکم نہو گا کما فی الظہیریۃ مقدم شی کہا یون کہنا مناسب ہے وان لم یصف احدہما شیئا فہو بینہما کذا فی الحاوی ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم تاتارخانیہ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیون نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جایگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی ولکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبل عقلہ الادیان مالم یبرہن بمسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا نہر اور ثابت ہوگا نسب لقیط کا ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتہہ سے چہین لیا جایگا قبل عقل ادیان سے یعنی تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اوسکا بیٹا ہے پہر جب یہہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہے اور اسمین لقیط کا فائدہ ہے باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اوسکا ضرر ہے اور ثبوت نسب کا ذمی سے ولد کا کافر ہونا ضرور نہین ہے اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہے اپنی مان کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت مین نہ اوسکی مضرت مین کذا فی المحیط عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ یعنی لقیط مذکور مسلم ہے بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نپایا گیا ہو چنانچہ ذمیون کے گانون مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہا اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ کو چار صورتین کا محتمل ہے اسواسطے کہ لقیط کو مسلم پاویگا ہمارے مکان مین یعنی اہل اسلام کی آبادی مین تو وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافر کی آبادی مین تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے مکان مین یا مسلم نے پایا کافر کے مکان مین تو ظاہر الروایۃ مین مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہے اسواسطے کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہے کذا فی الفتح ویثبت نسبہ من عبد وہو حر وان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی ترجیحہ وہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط کا غلام سے بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اوسکا بیٹا ہے اوسکی اوس زوجہ سے جو لونڈی ہے اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کبہی آزاد ہوجاتا ہے قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے عتاق کے یہہ قول محمد کا ہے اور زیلعی کا کلام اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہے ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والآخر من ہذہ الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہے حرہ سے وہ مقدم ہے بسبب نسب کے ثابت ہونیکے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہے ایک جانب سے وان وجد معہ مال فہو لہ حملا للظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اوسیکا ہے ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اوسکے صرف کو اسکے مال بہی رکہدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہے نہ وہ مال جو اوسکے قریب ہے فیصرفہ الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اوس مال کو پانیوالا یا غیر اوسکا لقیط کیطرف صرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ وہ مال ضائع ہے یعنی اوسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تو ایسے مال مین ایسے مصرف کیطرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریۃ لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء مالم یعقل عنہ بیت المال خانیہ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولا ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہے یعنی بعضی علما کا یہہ مذہب ہے کہ ملتقط معتق کی مانند ہے کذا فی البحر ہان لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونیکے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جبتک بیت المال سے اوسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہے بلکہ اوسکا مال اوسکی موت کے بعد بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے کسی حرفت سکہنے مین کیونکہ یہ مجتبی مین ہے نہر الفائق مین یون مناسب ہے کہنا کہ اوسکو علم سکہاوے اور اگر اوسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکہاوے ویقبض ہبتہ وصدقتہ اور اوسکے ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز بطور ہبہ یا خیرات دے تو اوسکے واسطے محفوظ رکہے ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن ولو علم الختان

لانہ ملتقط کحصین مخیرہ اور جائز نہیں ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا پھر اگر ایسے نے یہہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والا نہ جانا کہ وہ ملتقط ہی تو ضمان صامن ہوگا کذا فی الذخیرۃ ولہ نقلہ حیث شاء وینبغی منعہ من مصر الی قریۃ یعنی اور ملتقط کو جائز ہی اوسکا لیجانا جہان چاہے اور لائق ہی اوسکا روکنا شہر کے لیجانے سی گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اوسکی خو بگڑ جائیگی ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع وکذا اجارۃ فی الاصح لان الولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط پر نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہیں اور ایسے ہی اوس کا اجارہ نافذ نہیں قول اصح مین اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اوسکے مال اور جان مین سلطان کے واسطے ہے بسبب اس حدیث کی کہ بادشاہ اوسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وھب او تصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لم یصدق فی ابطال شیئ من ذلک لانہ متہم وتمامہ فی الخانیہ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا ازاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرمادیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہی تو اوسکی تصدیق نکیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین اسواسطے کہ وہ اس اقرار مین متہم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ مین ہے ومجھول النسب کلقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اسپر دلالت کرتا ہی کہ لقیط کے جیسے احکام مجہول النسب مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطۃ

یہہ کتاب ہی لقطہ کے احکام مین ہی فتح: وتسکین القاف اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہی اور سکون قاف بھی جائز ہی یہہ اسم مال ملتقط کے واسطے موضوع ہی کذا فی شرح العینی وشرعا مایوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرع مین لقطہ وہ مال ہی جو ضائع پایا جاوے یعنی مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیہ عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سی تعریف لقطہ یون ہی کہ جو مال پایا جاوے اور اوسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شیئ ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملیک اور محیط مین ہے کہ لقطہ عبارت ہی چیز ضائع کے اوٹھا لینی سی حفاظت کیواسطے غیر شخص کیواسطے نہ واسطے تملیک کے ہم لقطہ شیئ مرفوع ہی نہ رفع تو یہان رفع بمعنی مرفوع ہی اسمین بہتر تشبیہ کہ تملیک کے مقام پر تملک ہو کذا فی الطحطاوی وھذا یعم ما علم مالکہ کلوا قع من السکران وفیہ انہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف بل یدفع لمالکہ اور یہہ تعریف محیط کی اوس مال کو بھی شامل ہی جسکا مالک معلوم ہو جیسا کہ کوئی چیز مست سے گرے اور اس تعریف مین یہہ خلل ہی کہ مست کی گری چیز امانت ہی لقطہ نہیں ہوسکتی کہ وہ پہچنوائی نہیں جاتی بلکہ اوسکے مالک کو دیجائیگی ندب رفعھا لصاحبھا ان امن علی نفسہ تعریفھا والا فالترک اولی اور مستحب ہی چیز کا اوٹھا لینا اوسکے مالک کیواسطے نہ اپنے لئے اگر ایمان ہو اپنی ذات پر اوسکی تعریف کرنیکا اور اگر ایمان نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اوسکا ترک بہتر ہو وفی البدائع وان اخذھا لنفسہ حرم لانھا کالغصب اور بدائع مین ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہو اسواسطے کہ وہ غصب کے برابر ہی ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعھا کما مر لان لمال المسلم حرمۃ کمالنفسہ فلو ترکھا حتی ضاعت اثم وھل یضمن ظاھر کلام النھر لا وظاھر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیہ جماد یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انہ یضمن انتھی اور واجب ہی اوٹھانا یعنی فرض ہی کذا فی الفتح وغیرہ اوسکی ضائع ہونیکا خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہوچکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال کیواسطے حرمت ہی جیسے اوسکی جان کی حرمت ہی سو اگر اوسکو چھوڑا یہان تک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اوسپر ضمان لازم آویگا یا نہیں ظاہر کلام نہر الفائق سے یہہ ہے کہ ضمان نہیں اور ظاہر کلام مصنف کا اسکی شرح مین یہہ ہی کہ ہان اوسپر ضمان ہی اسواسطے کہ صیرفیہ مین ہی کہ ایک گدہا کسی انسان کے گیہون کہاتا ہی سو اوسنے اوسکو نہ روکا یہانتک کہ وہ کہا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہہ ہی کہ وہ ضمان دیگا انتھی ومعتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہی یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اسکی مؤید ہی اور مسئلہ حمار مین اتلاف مشاہد اور محقق ہی بخلاف ترک لقطہ کہ یہان تلف غیر مشاہد اور غیر محقق ہے اسواسطے کہ ممکن ہی کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھہ مین آوے جو اس سے زیادہ تر امین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ لو رفعھا ثم ردھا الی مکانھا لم یضمن فی ظاھر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ مین ہی کہ اگر لقطہ اوٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین ہم اور مقابل ظاہر الروایۃ کی قول بالضمان ہے وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدھوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منھم اور صحیح ہی لقطہ اوٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور غافل اور مست کا بسبب نہونے حفاظت کے اون سے ہم جب صغیر اور غلام لقطہ اوٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولے پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فان اشھد علیہ بانہ اخذہ لیردہ

کتاب اللقطۃ

علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علی اگر اوسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اوسنے لقطہ لیا ہے تا اوسکو پھیر دیوے اوسکے
مالک او وارث پر کرنیکے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اوسکو میرے پاس بھیجو و عرف ای نادی علیہا حیث وجدہا
وفی المجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اوسپر پکارتا رہا جہان اوسکو پایا اور مجامع ناس مین یعنی مساجد کے ابواب اور بازارون مین اور رستون مین یون پکارتا
رہا کہ مینے کسیکی چیز پائی ہے مین اوسکے مالک کو نہین جانتا تو اوسکا مالک میرے پاس آوے اور اوسکا پتا بتاوے کذا فی المنح اور اگر اوس کی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے
شخص کو دیدے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم
ہوجاوے کہ اوسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یا یہانتک کہ تعریف کرتے سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جاوے جیسے کہانے کی چیزین یا پہل ہے علم سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا
یہی قول مفتے بہ ہے کذا فی المضمرات اور خلاصۃ الروایۃ مین ایک سال کی تعریف ہے مطلقا کذا فی المبسوط پہر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ ہر جمعہ مین یا ہر مہینے یا ہر ششماہی میں تعریف
کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کہجور کی افتادہ گٹھلیان یا انار کے چھلکے تو اوسسے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی
ملک اوس سے زائل نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پہینکی کیونکہ قوم متعین سے کہا جو اوٹھا دے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط سنابل متفرقہ[1]
کا بعد جمعیہ کا کذا فی الطحطاوی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ مین امانت ہوگا یعنی بالتعدی لائق ضمان نہین
ان لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ
سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نکیا باوجود اوسکے قادر ہونیکے یا اوسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اوسکا مالک انکار کرتا ہو پہیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے
ابو یوسف نے قول ملتقط کا اوسکی قسم کیساتہہ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکہا اسکو مصنف وغیرہ نے ہے قول صحیح مین محمد
بہی ابو یوسف کے ساتہہ ہین کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ
اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچہہ فرق نہین درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کے دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین
کچہہ فرق نہین امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہانتک کہ مالک اوسکا پیدا ہو اسواسطے
کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا یحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرف کے اسواسطے حرم مین تعریف کی قید نہین
دوام ثابت ہوا اوسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ التقاط حلال نہین مگر معرف کو اور اپنے اسواسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ وہان کی نفع اس وہم کا ہے
کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط نسمجہے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافرون کی ہے جو متفرق ہوگئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیل
اور کثیرہ کی تعریف مین کچہہ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد یہہ قول ہے کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بہر تعریف کیجاوے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک
مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایکدن تعریف کیجاوے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا
علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیہ پہر بعد تعریف کے اوٹہانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر
محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اوسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اوسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب معلوم ہوجاوے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال مین رکہا جائیگا کذا فی
التاتارخانیہ وفی القنیۃ لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اوسکی وصیت کرجانا واجب ہے والا واجب نہین
کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پہر اگر اوسکا مالک آیا تصدق کرنیکے بعد تو وہ مختار ہے کہ اوس
تصدق کو جائز رکہے مین اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اوسی مالک کو اوسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب
اجازتہا ظاہر یا مالک مختار ہے ضمان لینے مین ظاہر یہہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان
لم یشہد لا ابیہ او وصیہ التصدق وضمانہا فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ مین ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اوسپر لازم آویگا اگر اوسنے اوٹہاتے
وقت شاہد نکیا مگر پہر اوسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان بیانہ جائز نہین صغیر کے مال سے ولو تصدق بامر القاضی فی الاشبہ کان لہ ان یضمن

[1] جمع سنبلہ بمعنی خوشہ و گندم و غیرہ ۱۲

القاضی او الامام لو فعل ذلک لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر لازم ہی اگرچہ اوسنے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ ہکو اختیار ہی کہ قاضی یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہہ خیرات کرنا ہی غیر کے مال میں بغیر اوسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او یضمن المسکین ان هلکا فی یدہ ولا یرجع بہ علی صاحبہ یا ضمان لے مالک اوس فقیر سے جسنے اوسکا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے جس سے ضمان لیوے وہ دوسرے سے پہیر نہ لیوے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اوسکو فقیر سے لے ولا شیء للملتقط لمال او بہیمۃ او ضالۃ من الجعل اصلا الا بالشرط لمن ردہ فلہ کذا فلہ اجر مثلہ تتارخانیہ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گمشدہ کے ملتقط کو سوا کچہہ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اوسکو لاوے اوسکے واسطے اتنا مال ہے تو اوسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیہ جیسے اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہی وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا ما لم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن لبقر وکدم لابل تتارخانیہ اور بہولے بہٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہی جبتک اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہو پہر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتہہ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گای بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ ہمر قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہی جسکے چار پاؤں ہوں اگرچہ پانی میں رہتا ہو یا ہر جانور بی تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بہیڑ بکری اور مرغی اور بالوکبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہہ جو حدیث صحیح میں اخذ بہیمہ سے نہی وارد ہی اوسکا جواب مبسوط میں یوں دیا ہی کہ یہہ حکم تہا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی پہر ہرگز اطمینان نہیں کہ اہل خیانت اوسکو چہوڑیں تا مالک پا جاوے تو اب اوسکا التقاط بہی افضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہے ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ حاوی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں واقع ہو بشرطیکہ اوسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے میں احسان کرنے والا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دیا بدون اوسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع علیہ لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک لا ما زعمہ ابن ملک فہر مگر ہوقت صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پہیر لیجیو سو اگر قاضی نے پہیر لینے کو نہ مذکور کیا تو اوسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح میں یا اوسوقت دین ہوگا جب کہ لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونیکے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اوسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اوسسے پہیر لینے کو کہا ہی اور اسکا وہ مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہی کذا فی النہر ہم ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہہ مطلب سمجہا ہی کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نکیا اور ملتقط دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو پہیر لینے کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی منقح المدیون رب للقطۃ واب للقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پہر دریافت کرنا چاہئے کہ در صورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہی اور لقیط کا باپ یا اوسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہو جانیکے وان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الابق وسیجیء فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو انتفاع کے جیسے گم ہوا گہوڑا اور اونٹ تو اوسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اوسپر صرف کرے اوسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اوسکا اجارہ صحیح نہیں اوسکے بہاگ جانیکے خوف سے اور یہہ عنقریب آوے باب الآبق میں وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو نہ بقی ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بہیڑ بکری میں تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت رکہہ چہوڑے اور اگر خرچ کرنا اوسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنیکا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ سوالیکہ قاضی کی ولایت نظری ہی یعنی مال مصلحت کے واسطے ہی سو اگر وہ مال میں مصلحت نہو تو اوسکا امر بالانفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا اور ملتقط کو جائز ہی ندینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پہر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اوسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی در صورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا لو صدقہ مطلقا بین او لا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پہر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہی بلاجبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اوسنے علامت بیان کی ہو یا بیان نہ
کی ہو اور جائز ہی ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھہ جائز نہین قول اصح مین کذا فی النہایۃ. التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدھا فی ید غیرہ فلا
خصومۃ بینھما بخلاف الودیعۃ مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ الخصومۃ لان یدہ احق. ایک شخص نے لقطہ اوٹھایا سو ضائع ہوگیا اوسکی پاس سے
پھر اوسکو پایا غیر کے ہاتھہ مین تو دونون مین خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہہ ہی کہ
اوسکو خصومت کرنا درست ہی اسواسطے کہ اوسکا ہاتھہ زیادہ تر حقدار ہی بسبب تقدم. علیہ دیون ومظالم جھل اربابھا وآیس من علیہ ذلك من معرفتھم
فعلیہ التصدق بقدرھا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ھذا مذھب اصحابنا لا نعلم بینھم خلافا لکن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیھا
اعتبارا للدیون بالاعیان. ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر یہہ دیون اور مظالم ہین وہ اونکی پہچان سے ناامید ہوگیا تو اوسپر تصدق
واجب ہی اوسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اوسکا تمام مال اسمین کھپ جاوی یہہ مذہب ہی ہمارے اصحاب کا اسمین اونکا اختلاف ہمکو معلوم نہین چنانچہ جسکے ہاتھہ مین ایسی چیزین
اور اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اوسپر تصدق واجب ہی دیون کا اعتبار اسپر کرکے ہم مظالم یعنی سرقہ یا غصب اور اگر اصحاب دیون اور مظالم یا اونکی وارث
معلوم ہون تو بری الذمہ نہوگا دنیا اور آخرت مین بدون اونکو دینے کے اور اسیطرح اگر اونکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہہ مراد نہین
کہ اونکی تصدق کا ثواب اونکے اصحاب کو ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اونکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہہ ہے کہ تصدق خدا کی نزدیک ذخیرہ ہی حق تعالی سے امید ہے
کہ اوسکے خاصمین کو ایسے راضی کردیگا کذا فی الحاوی. ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جب کہ یہہ تصدق
کریگا تو اوسپر مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی مراد واللہ اعلم یہہ ہی کہ دیون اور مظالم مذکور وہ مال ضائع کی
مانند ہین اور فقرا اوسکے مصرف ہین اور صورت نہ معاف نہ مستحقین کے اور ادا ہی مین ہین حق تعالی کو اوسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ اوٹھ
جائیگا … رجل … وجد لقطۃ وعرفھا ولم یجد ربھا فانتفع بھا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ … ہے کہ
ایک شخص نے پایا لقطہ اور تشہیر کی … اوسکے مالک کو نہ دیکھا سو اوس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب پھر مقدور والا ہوا تو واجب ہے اوسپر خیرات کرنا
اوسکے مانند یعنی عوض … رجل مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اھلہ ایک شخص مرگیا جنگل مین تو اوسکے رفیق کو …
اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اوسکی اوسکے لوگون کو پہنچانا جائز ہی اسلئے کہ جنگل بعید ہوتا وطن سے والا بعینہ اوسکا اسباب پہنچانا چاہیے محیط سرخسی
اما ان لہ قیمۃ کالنواۃ وقشر الرمان فالاخذ کسائر ما نبذ اصحابہ … اگر … تو وہ لقطہ ہی اگر قیمت …
اوسکے لینے والی کا … جیسے … باقی مباحات … کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی … فی بیت انسان … ولا یعرف وارثہ ذکر ترکتہ
کاللقطۃ ما لم یکن کثیرا فلبیت المال بعد ما یفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدھم فلہ لو فقیرا اور حاوی مین ہے کہ مسافر مرگیا ایک انسان کی گھر مین اور وہ
اوسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہے تو اوسکا ترکہ لقطہ کے مانند ہی حکم مین جب زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہو تو بیت المال کے واسطے ہی بعد تلاش کرنے اوسکے وارثون کی
چند سال تک سو اگر وارثون کو نہ پایا تو وہی انسان اوسکو لے اگر وہ محتاج ہو … تشبیہ سے مفہوم ہوا محیط … اختلط
بہائم غیرہ لا ینبغی لہ ان یأخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ لیرد علیہ لانہ کاللقطۃ … وان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لان الفرخ
ملک الغیر وان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعرف ان الام غریبۃ لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالی …
اونکے رہنے کا مکان ہی جسمین غیر کے پالو کبوتر … مل گئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اوسکا لینا اور اگر لے تو … تعریف کے اوسکے مالک کو طلب کرنا … واسطے
کہ وہ لقطہ کی مانند ہی سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ماں مسافر ہو تو مالک مکان اوس سے متعرض نہو کہ غیر کی ملک ہی … جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے …
اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہی اور اگر اوسکو معلوم نہین کہ … غیر کا مسافر کبوتر ہی تو … کچھہ گناہ نہین ان شاء اللہ تعالی …
اذا … تلك الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وھکذا کان یفعل الامام الحلوانی مضمرات … مین کہتا ہون اور جب مکان والا …

تو اگر وہ فقیر ہی تو اوسکو کہاوے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کرے پہر اوس سے خرید کرے اگر چاہے شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی
کیا کرتے ہیں کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مر بثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا بأس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد
اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص پہلون پر ہو کر نکلا جو درختون کے نیچے پڑے ہین شہرون کے سوا دیہات مین تو اوسکے کہانے کا کچہ مضایقہ نہین جبتک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم
نہو اور اسی قول پر اعتماد ہے شرح وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص درختون کے نیچے پڑے پہلون پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر مین ہو تو اوس کا کہانا درست نہین مگر
اس شرط سے کہ معلوم ہو جاوے کہ اوسکے مالک نے مباح کر دیا ہی خواہ بتصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے ہو اسواسطے کہ شہر مین مباح کر دینے کی عادت نہین اور
اگر باغ مین ایسے پہل ہون جو سالہا سال باقی رہتے ہین اور سڑتے نہین جیسے اخروٹ اور بادام تو اوس کا لینا جائز نہین جبتک اون کا مالک معلوم ہو اور اگر
ایسے پہل ہین جو مدت تک باقی نہین رہسکتے تو اوسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہین اور بعضون نے کہا کچہ مضایقہ نہین جبتک
صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اگر دیہات اور قریات مین تو اگر پہل باقی رہنے والے ہین تو اونکا لینا بدون دریافت اذن
مالک کے جائز نہین اور اگر ایسے ہون جو باقی نہین رہتے جلد سڑ جاتے ہین تو یہہ قول بالاتفاق ہی کہ اوس کا لینا درست ہی جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پہل درخت پر
ہین تو شہر اور گانوون مین کہین لینا درست نہین بلا اذن مالک کے مگر یہہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہہ بخل نہین کرتے ہین تو اوسکا کہانا
درست ہو لیکن اوٹہانا جائز نہین انتہے ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل اوسکی یہہ ہے جو ہمنے مذکور کی وفیہا ... واختلاف
ثقاف تفاح من النہر جاریا یجوز وکمثری وفی الجوز ینکر اور وہبانیہ مین ہے اور سیب اور امرود کو نہر جاری سے لینا جائز ہوا اور اخروٹ مین لینا جائز نہین
اور نہر جاری کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا جبکہ سڑ جانیکے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب سڑنے کے اور
مالک کیواسطے رکہنا درست ہے اگر قیمتی ہو ورنہ اوسکے ہی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہہ کتاب ہے
آبق یعنی غلام گریختہ کے احکام مین مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا ہی لیکن لقیط اور
لقطہ مین عروض تلف باعتبار ذات کے ہی اور آبق مین باعتبار انتفاع مولے کے ہی نہ باعتبار اوسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ
ابن کمال فیدخل الہارب من مؤجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہی لونڈی غلام کے چلے جانے سے ازراہ شرارت اور سرکشی یہی
تعریف کی ہی ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہے آبق کی تعریف مین وہ غلام جو بہاگ گیا مولے کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانتدار اور وارث کے وصی کے
پاس سے ہم موجر بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی ... اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ
غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اوسکے ضائع ہونے کا یعنی مولے کے ہاتہ پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ رکہنے مین مال مسلم کا قائم رکہنا ہی ... لا
لنفسہ اور حرام ہے اوس کا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب کما فی البدائع وحکم اخذہ کلقطۃ اور اوسکا
پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اوسکے حفظ پر ... اور اگر عاجز ہو تو مستحب نہین اسواسطے کہ بدائع مین ہے کہ اوس کی
گرفتاری کا حکم لقطہ کا مانند ہی فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا
باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پہر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اوسکو دے اگر اوسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اوس سے ضامن لے اگر چاہے
بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اوسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بہی اوس سے خدا کی یون قسم لے کہ اسنے غلام کو اپنی ملک سے کسیوجہ سے خارج نہین کیا یعنی نہ بیچا نہ ہبہ کیا ہم یہہ مسئلہ
اون مسائل مین سے ہی جنمین گواہی اور قسم مجتمع ہوئی ہو اسلیے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود سے مغایر ہی کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہی اور قسم سے
ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے
اقرار کیا کہ وہ اوسکا غلام ہے یا مولے نے اوسکی علامت یا اوسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اوسکو دیدے ضامن لیکر شرح کہا وان لم یبرہن خلاف ہی برہن پر کہ کوئی
گواہ ... سمجہو طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ در صورت بینہ دفع واجب ہے اور در صورت اقرار او ذکر علامت واجب نہین فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ فالقول لہ ان

کتاب الآبق

ویبرھن علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر بولے اوسکے بہاگنی کا منکر ہو مختا نہ دینی کے خوف سے تو خدا کی قسم کہا ہی کہ وہ نہیں بہاگا گر نہ گرفتار
کرنے والا گواہ لاوے اوسکے بہاگنی پر یا مولی کے بہاگ جانیکے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی
ولو علم مکانہ لئلا ینضرر المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جاوی تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے اگرچہ اوسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو
کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اوسکی قیمت کو اوسکے مالک کیواسطے محفوظ رکہے اور رکہ لے اوسکی
قیمت سے جو خرچ ہوا اوسپر یعنی اگر بیت المال سے اوسپر خرچ ہوا تو اوتنا اوسکی قیمت سے بیت المال مین رکہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تہا کہ شارح ثمن کے لفظ کو
نہ لاتا اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرھن او علم دفع باقی الثمن الیہ اور اگر مولی بعد بیچ آیا اور گواہی سے اپنی
ملک ثابت کی یا علامت بیان کرکے تو باقی قیمت اوسکو دیجاویگی علم بحلیہ لکہا علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے اسیطرح قاموس سے بہی مطلب
بتخفیف ثابت ہوتا ہے ولا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع لحکمہ لا ینقض اور مالک نہین مولی اوسکی بیع کے توڑنیکا اسواسطے
کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہین ٹوٹتی قلت لکن رایت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ
عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبید السپاھیۃ فلھم اخذھا من مشتریھا ویرجع المشتری بثمنہ علی
البائع واما فی عبید الرعایا فکذلک اذا کان بغبن فاحش والا فللرعایا الثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مھم مین
کہتا ہون مینے دیکہا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات مین کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیون کے منع کرنے مین اہل لشکر کے غلامون کی بیع کی اجازت
دینے سے اور اسوقت مین تو صحیح نہین سپاہیون کے غلامون کی بیع تو اونکو مشتری سے لینا جائز ہی اور مشتری اوسکی قیمت بائع سے پہیرلے اور رعایا کے
غلامون مین بہی یہی حکم ہے جب کہ بیع مین بہت نقصان سے ہوئی ہو ورنہ اگر بیع مین خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت ملیگی اور اسیکا حکم سلطانی وارد ہوا ہی
انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولی تدبیرہ او کتابتہ او استیلادھا لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ
ولد منھا ویبرھن علی ذلک نہر اور اگر مولی نے گمان کیا کہ اوسکے مدبر یا مکاتب ہونیکا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اوسکی تصدیق نہوگی نقض بیع مین مگر جسوقت تصدیق
ہوگی کہ مولی کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اپنے گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف فی الضال قیل اخذہ افضل وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ
فایصالہ الیہ اولی اور بہولے بہٹکے غلام مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اوسکا لینا افضل ہے اور بعضون نے کہا کہ چہوڑنا افضل ہے اور اگر اوسکا گہر جانتا ہو تو اوسکا
پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیء علیہ ایک غلام بہاگا سو اوسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ
مینے اوسکے ساتھ کچھ مال نہین پایا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اوسپر کچھ نہین ہی ولمن ردہ خبر لقولہ الاتی اربعون درھما الیہ من مدۃ سفر فاکثر ومولی
والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پہیرلاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پہیرلانیوالا اون لوگون سے
ہی جو محنتانہ کے مستحق ہین اگرچہ پہیرلانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اوسکے مولی کا ہی جعل بضم جیم اور جعالہ بکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہی جس سے ابتدا
جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسپر محافظت مال مولی واجب نہین اور جو اوسکا خادم نہو اور جس سے مدد نے استعانت نہین چاہی شارح نے کہا مردہ کی خبر
مصنف کا آیندہ قول اربعون درہما ہی قیدبہ لانہ لا جعل لسلطان وشحنۃ وخفیر ووصی یتیم وعائلہ ومن استعان بہ کان وجدتہ فخذہ فقال نعم او کان
فی عیالہ وابن واحد الزوجین مطلقا زیلعی وشرنبلالیہ نتف وھبانیہ ولو الجیہ فالمستثنی اثنا عشر کہ مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی ہی اسواسطے کہ محنتانہ نہین ہی
بادشاہ کیلئے اور کوتوال اور رہنما اور یتیم کے وصی اور یتیم کے عیال دار اور جس سے مدد چاہی ہی اسطرح پر کہ اگر بہاگے غلام کو پایا تو اوسکو پکڑ لینا سو اوسنے کہا اچہا یا غلام کا
پہیرلانیوالا مولی کی عیال مین ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال مین ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شرنبلالیہ اور ایسے ہی اجر نہین کذا فی النتف والوہبانیہ والولوالجیہ تو استحقاق اجر
گیارہ شخص مستثنی ہوئے طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر اسحساب سے گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین بیٹے سو دو ہین یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پہیرلاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے
اور بحر الرائق مین عدم استحقاق کی صورتین بیان اونکو شمار کیا ہی جیسے وہ فرزند کی عیال مین ہو تو یہ دو صورتین شارح کے اس قول مین داخل ہین او کان فی عیالہ اربعون درھما

فبطل صلحه فيما زاد عليها ولو بلا شرط له استحسانا غلام کے پھیر لانیوالیکو واسطے چالیس درم محنتانہ اگرچہ شرط نکی ہو موافق محنتانہ کی بنابر استحسان کے پھر جب اس چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے اور قیاس یہہ ہے کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اوسکی مقدار مین خلاف ہے لہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر مین کمتر تاکہ جمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی المحیط وعن المحبوبی ولو رد ذا امة ولها ولد یعقل الاباق فجعلان عند محمد اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اوس کا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو محنتانے ہین کذا فی النہر فجعل وان لم یعقل فجعل عند الثانی لثبوته بالنص فلذا عول علیه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسی واسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشهد انه اخذه لیرده والا فلا شیء له محنتانہ لازم ہے اگر پھیر لانیوالے نے پھیر گواہ کیا ہو کہ اوسکو گرفتار کیا ہے پہونچا دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اوسکے واسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اوس نے اپنے واسطے گرفتار کیا ولو رده من اقل منها بقسطه وقیل یرضخ له برأی الحاکم ویقدر بالاصطلاح به یفتی تاتارخانیه بحر اور اگر پھیر لانیوالیکو واسطے کم مدت سفر سے محنتانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسکو قدر قلیل دینا چاہیئے حاکم کی تجویز سے یا اوسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہے. کذا فی البحر عن التاتارخانیه ولو من المصر فیرضخ له او بقسطه کما مر اور اگر اوسکو اوسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولے رہتا ہے تو اوسکو قدر قلیل دینا چاہیئے یا چالیس کے حساب سے جیسا کہ گذر گیا وام ولد ومدبر وماذون یلحق بالقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہے محنتانہ مین وان مات المولی قبل وصوله ای الآبق وهو مدبر او ام ولد فلا جعل له لعتقهما بموته اور اگر مولی مر گیا غلام کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانیوالیکو واسطے محنتانہ نہین بسبب آزاد ہو جانے دونون کے مولی کی موت سے اور آزاد کے پھیر لانے مین کچھہ محنتانہ نہین وان ابق منه بعد اشهاده المتقدم لم یضمن لانه امانة حتی لو استعمل فی حاجة نفسه ثم ابق ضمن ابن ملك عن القنیة اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانیوالیکے پاس سے بعد اوسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانیوالے پر ضمان نہین اسواسطے کہ غلام اوسکے پاس امانت تھا اور امین پر بلا تعدی ضمان نہین تو اگر اوسنے غلام کو اپنے ذاتی کام مین لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیه وفی الوهبانیه لو انکر المولی اباقه قبل قوله بیمینه ویلزم من بدا ان یرد قیمته مالم یبین اباقه اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر مولی نے اوسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتہہ اور قاصد پر اوسکی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اوسکا بھاگنا ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولی کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی ضمیر لو ابق او مات قبله مع تمکنه منه لانه غاصب اور ضامن ہوگا اگر بھاگ گیا غلام یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود قدرت کے اوسپر تو اشہاد کے اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل له فی الوجهین خلافا للثانی فی الثانی لان الاشهاد عنده لیس بشرط فیه وفی اللقطة اور اوسکو محنتانہ نہین دونون صورتون مین یعنی در صورت فرار بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے محنتانہ مین اور لقطہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد بھاگ جانے … محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولی واجب نہوگا بلکہ اونکے نزدیک محنتانہ بدون پہونچا دینے کے واجب نہین … اونکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر تہا کہ شارح اپنے قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور انه اخذه لیرده کے قول کے پاس ذکر کرتا … کہ خلافا للثانی وضمن قبله کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ …

قسم ثانی فهو وان ابق منه … ولا جعل برد مکاتب لحریته یدا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اوسکے آزاد ہونیکے تصرف کی راہ سے … عبد الراهن

علی المرتهن لو قیمته مساویة للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیه بقدر دینه والباقی علی الراهن لان حقه بالقدر المضمون منه اور محنتانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اوسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر ہو اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اوسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اسواسطے کہ اوسکا حق اوسی قدر ضمان کے ہے ہم محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مر گیا ہو اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہوجاتا کذا فی الفتح والبحر و

جعل عبد اوصی برقبته لانسان وبخدمته لآخر علی صاحب الخدمة فی الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها علی صاحب الرقبة او بیع العبد فیه ای فی الجعل اور محنتانہ اوس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اوسکی خدمت کرنیکی وصیت دوسرے

انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال ہو اسواسطے کہ منفعت اوسیکے واسطے ہی پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اوسکی گردن کے مالک سی مختار ہ پھیریگا غلام بجڑ الاجاے مختار ہ مین وجعل ماذون مدیون علی من یستقر له الملک فان بیع بدا بالجعل والباقی للغرماء اور مختار غلام ماذون مدیون کا سپر جسکی ملک اوسپر ٹہرجاوے خواہ مولی کی خواہ وارثون کی سو اگر وہ بیچا جاوے تو پہلی قیمت سی مختار دیا جاوے اور باقی قرض خواہون کو ملیگا بجعل ابق جنی خطأ لابی ید الاخذ علی من سیصیر له چنانچہ واجب ہے مختار اوس غلام کا جس نے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھہ مین اوسپر جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر مختار نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وما موھوب علی موھوب له وان رجع الواھب بعد الرد لان زوال ملکه بالرجوع بتقصیر منه وھو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا مختار واسطے غاصب پر ہی اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اوسکو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیر دینے کے بعد ہو اسواسطے کہ زوال ملک موہوب بسبب رجوع کی اوسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سی وجعل عبد صبی فی ماله اور صغیر کے غلام کا مختار اوسکے مال مین ہے ولا یبق نفقته کنفقة لقطة کا مرا اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہی چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرج کیا ہو تو احسان ہے اسکو مالک سی پھیر لے نہین سکتا اور اوسکے اذن سی پھیر لے سکتا ہی بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ہو وله حبسه لدین نفقته اور غلام کے گرفتار کرنیوالے کو اوسکا حبس کرنا اپنی نفقہ کے دین کے واسطے درست ہی ولا یوجره القاضی خشیة اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یوجره للنفقة وبه جزم فی الھدایة والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ پر نہ دے اوسکے دوبارہ بہاگ جانیکی خوف سے ولیکن اسکو محبوس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسکو اجارہ دے نفقہ کی واسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہی ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر فی التاتارخانیة مدة حبسه بستة اشھر ونفقته فیھا من بیت المال ثم بعدھا یبیعه القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گمہوئی غلام کے کہ اونکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چہ مہینے کے ساتھہ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہی پہر مدت مذکور کے بعد قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اوسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھہ چھوڑے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری دفع الامر للقاضی لیفسخه غلام مذکور بہاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہی قاضی سی نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کرے اسواسطے کہ مشتری روز غلام کے انتظار سی متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہی شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سی اسواسطے ہی کہ غائب اور بے نشان ہونیمین دونون برابر ہین ھو لغة المعدوم وشرعا غائب لم یدر لحی ھو فیتوقع قدومه ام میت اودع اللحد البلقع ای القفر جمعه بلاقع فدخل الاسیر ومرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہے اور شرع مین اوس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہی کہ اوس کا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنے قفر ہی یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہی تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین لاحق ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین کیا دلیل اسکی یہ ہے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہی حالانکہ مکان اوسکا معلوم ہے یعنی دار الحرب لیکن نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہی جس کا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اوس کا معلوم نہین اور کنز اور فتاوی عالمگیری مین بہی جہل مکان کو شرط کیا ہی اور صاحب بحر نص صریح سی جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہی وھو فی حق نفسه حی بالاستصحاب ھذا ھو الاصل فیه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہی باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسه غیره ولا یقسم ماله تو نکاح کری اوسکی زوجہ اوسکے غیر سی اور اوس کا مال وارثون پر تقسیم کیا جاوے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انه لیس لامین بیت المال نزعه من ید من بیده ممن امنه علیه قبل ذھابه کما سیجئ فعلی ھذا تلخز انه المفتیین میں کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اوس شخص کے ہاتھہ سی جسکو

کتاب المفقود

مفقود نے اپنی مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا خزانة المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اوسکا اجارہ فسخ نکیا جاوے و نصب القاضی من یاخذ
وکیلا یاخذ حقہ کغلاتہ و دیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجة اور حاجت کیوقت منصوب کرے قاضی اوسکو یعنی وکیل کو جو
مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اوسکے وہ دیون جنکے مدیون مقر ہین منکر نہین اور محافظت کرے اوسکے مال کی اور قائم رہے اوسپر اسطرح کہ مثلا
کہیت کا کٹوانا اور خرمن گاہ مین جمع کرنا پھر غلہ کو بہوسی سے جدا کرکے مخزن مین رکہنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی سے
مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسیطرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس
سو اگر مفقود کے طرف سے کوئی وکیل ہو تو اوسکو اوسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اوسکے گہر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ
شخص اوسکا وصی نہین کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعة وشرکة فی عقار او رقیق
ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہة القاضی انہ لا یملک الخصومة بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب
صاحب خصومت نہین ہوسکتا اوسمین جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کے زمین یا غلام وغیرہ مین اسواسطے کہ وکیل نہ تو مالک نہین
اور نہ اوسکا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہین بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب مین خلاف نہین اسواسطے
کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہین بلکہ خلاف ہے مالک کے وکیل مین جسکو قبض دین کیلیے واسطے اوسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہین تو امام کے
نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہین کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء وتبعہ الکمال الا بتنفیذ قاض
اخر لکن فی الخلاصة الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا
زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا مین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اوسکا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہین مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ مین ہے
کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر ہم عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکہے
اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی المذہب قضا علی
الغائب کا معتقد ہو اور حنفی المذہب تو کیونکر اوسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہین علی ما ہو الصواب پھر
اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اوسکے نفاذ مین دو روایتہ ہین معتمد یہ ہے پھر اگر دوسرا قاضی اسکو نافذ کردیگا تو خلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اوسکا حکم کرے گا تو نافذ
نہوگا اسواسطے کہ اوسکا امام اوسکا معتقد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقة ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف
فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اوس چیز کو جسکے بگڑجانے کا خوف نہین نہ نفقہ مین بیچے نہ اوسکے غیر مین بخلاف اوس چیز کے
کہ جسکے سڑنے اور بگڑنیکا خوف ہے کہ اوسکو قاضی بیچڈالے اور قیمت اوسکی رکہہ چہوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاة والامناء
بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاة غیر مامورین بفسخہ نعم اذا بیع بالغبن
الفاحش فلہ فسخہ نہر ملتحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات مین یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کے طرف سے مامور ہین بیچڈالنے کی مطلقا
اگرچہ اوسکے بگڑنیکا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اوسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہین اوسکی بیع فسخ کرنیکی ہان جب نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو
اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت
والون پر اور وہ اوسکے اصول ہین اور فروع ہم اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بہی چنانچہ باب النفقات مین مذکور ہوچکا ولا یفرق بینہ
وبینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اوسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے بخلاف امام مالک کے امام مالک کے
نزدیک جب وہی چار برس تک مفقود الخبر رہ گیا تو قاضی اوسمین اور اوسکی زوجہ مین تفریق کردے پہر وہ وفات کی عدت بیٹہکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے
بہی حکم کیا تہا اوس شخص مین جسکو جن اوٹہا لیگئے تہے ہماری دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا امراتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اوسکی زوجہ ہے یہانتک

کہ اوسکے پاس خبر پہونچی یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضے نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اوسکو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اوسکی موت معلوم ہو یا طلاق اور یہہ اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہین اور موت حیز احتمال مین ہے تو نکاح شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت مین فتویٰ دی یعنی حنفی المذہب کو سزاوار ہے کہ لا باس بہ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن بنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی ید البنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضی لا ینبغی لہ ان ینزع المال عن موضعہ ای لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود میت ہے اپنی غیبت کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہان تک کہ اگر ایک مرد مرگیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ متوفی کی دو بیٹیون کے ہاتھہ مین ہے اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہین یعنی کسیکو اوسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور ان لوگون نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہین کہ مال کو اوسکے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو متوفی کی بیٹیون کے ہاتھہ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہین اوس مال کا جسکی وصیت ہوئی اوسکے واسطے جب کہ وصیت کرنیوالا مرگیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ ٹہرا رکہا جاوے اوسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہمسن اقران اور امثال سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کے واسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت دیکھے تو اوسکی موت کا حکم دے ہم مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہین اون مین تین سال کی تقدیر ہے بحر الرائق مین کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب سے منحرف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب قیما تقبل علیہ البینۃ نہر اور طریقہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ جسکے ہاتھہ مین مفقود کا مال ہے اوسکو قاضی خصم ٹہراوے مفقود کیطرف یا قاضی کسیکو اوسکا کارندہ بنا کر اوس پر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی اتحاف المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری افندی کی اتحاف المفتیین مین قنیہ سے یہہ منقول ہے کہ مفقود کی موت کا حکم قاضی کی قضا سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اوسکی موت احتمالی ہے تو جبتک اوسکے طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اوسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور قہستانی قدری افندی کا قول اول پر اوسکی ترجیح کا منعقد ہے قدری افندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط پہر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اوسکو وہ حصہ وراثت کا ملیگا جو اوسکے واسطے ٹہرا رکہا گیا ہم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد ہی موت حکم کے تو اوس براوہ اوس میت کے برابر ہے جو زندہ ہوگیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھہ مین باقی ہوگا اوسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہوگیا اوسکا مطالبہ نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اوسکی زوجہ اوسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اوسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اوسکا اوس پر کچہہ اختیار نہین وبعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت ویقسم مالہ بین من یرثہ الآن اور بعد موت اقران کے اوسکی موت کا حکم کیا جاوے اوسکے مال کے حق مین جس دن کہ یہہ معلوم ہو یعنی اوسکے اقران کا مرنا تو اوسی دن سے اوسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اوسکا مال تقسیم کیا جاوے اون لوگون کے درمیان مین جو اوسکا اب وارث ہین ہم اور جو اوسکے وارث قبل مدت کے مرگئے اونکو حصہ نملیگا گو یا مفقود اب مرگیا اور اسیطرح اوسکی ام ولد اور مدبر اب آزاد ہون ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب وہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اوسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اوسکے واسطے ٹہرا رکہا گیا تہا وہ پہیرا جاوے

اون لوگون کے طرف جو اوسکی مورث کے وارث تھے اوسکی موت کے نزدیک ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ حجت مثبتہ ہم اسیواسطے اوسکی موت کا حکم نہین اوسکے مال کے حق مین گم ہونیکے وقت سے ہو اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم تقسیم کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھہ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوس وارث کو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوسکے دو حصون مین سے اوسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اوٹہار کھا جائیگا هم مثلا ایک شخص مر گیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھہ مین ہے اور سب وارثون نے فقدان ابن مین اتفاق کیا پھر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اونکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا اونکا حصہ ہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اوٹہار کہا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق ہوتے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھہ سے مال نلیا جائیگا تا وقتیکہ اوسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحله الفرائض ولذا حذفه القدوری هم وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہان حذف کیا هم یعنی اگر حمل کے ساتھہ دوسرا ایسا وارث ہو جسکا حصہ ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اوسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اوسکے متیقن ہونیکے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اوسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اوسکو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اوسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور بھائی چھوڑے تو اوسکو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹا جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹیا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اوسکو کچھہ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اوٹہار کہا جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدهما وله ان یکاتبهما ویبیعهما قاضی کو درست نہین شخص غائب و مجنون کی لونڈی اور اونکے غلام کا نکاح کر دینا اور اسکو اختیار ہے اونکو مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اونکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکة

یہہ کتاب ہے شرکت کے احکام مین لا تخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد یتحقق فی ماله کما اذا مات مورثه پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھہ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ کاہی شرکت ثابت ہو جاتی ہے مفقود کے مال مین اوسکے مورث کے مر جانیکے وقت هم مصنف کتاب الشرکة کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہہ کہ کاہی مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا اور مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ گیا اور یہہ مناسبت انہین دونون مین مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہے دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھہ مال ہو کذا فی المنح هی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بها العقد لانها سببه شرکت بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نرہے عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت مسبب ہے عقد کی طحطاوی ذکر کیا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہے اور بعضے نسخون مین لانها سببه ہے اور اسمین قلب ہے بلکہ لانه سببها کہنا تہا ہے وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوهره اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہے عقد بین المتشارکین سے اصل یعنے راس المال و منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما او رکن شرکت کا شرکة العین مین دونون مالون کا ملجانا ہے یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کی مانند خلط ہے یعنے دونون مالون کا ملانا اور ملا لینا کیونکہ اوسکا بھی یہی حکم ہے کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین وہ لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول ارکان ہے جیسے ایک کہے کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرا شریک یون کہے کہ مین نے قبول کیا وشرط جوازها کون الواحد قابلا للشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز قابل شرکت ہو علیہ کہ قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھہ مستحق کے شریک کرے جیسے فصوليين شرکۃ ملک وهی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عیناً وحفظاً کثوب هبّته الریح فی دارهما فانهما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہہ ہے کہ چند شخص دو ہون یا زیادہ مالک ہون ایک چیز موجود کے یا مالک ہون حفاظت کے جیسے ایک کپڑا ہوا سے اڑکر دو شخصون کے گھر مین آ ڈالدیا تو وہ دونون شریک ہین اوسکی حفاظت مین کذا فی القہستانی او دینا علی ما هو الحق فلو دفعه المدیون لاحدهما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح وسیجیٔ متناً فی الصلح یا چند لوگ مالک ہون دین کے بنابراس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن مین آویگا ہم بعضون نے کہا کہ دین مین شرکت نہیں الا مجازاً ہو یعنی کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہہ ہے کہ شرعاً مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من محل الاختصاص بما اخذه ان هبة المدیون قد حصته وکسبه دَینَ اللّٰه بن حصته وهذا نیه اور جو دین کہ شریک نے لیا اوسکے اختصاص کی یہہ تدبیر ہے کہ شریک قرضدار سے اپنے حصے کے بقدر کپڑا خرید لے الخ کما فی الاشباہ ہم یعنی دین مجازی ہے سقاطاً ولهذا غیر مدیونکو ہبہ ناجائز نہیں بالارث او ببیع او غیرهما بای سبب کان جبریاً او اختیاریاً ومتعاقباً کما لو اشتری شیئاً ثم اشرک فیه آخر منیه یہہ شریک مالک ہون بسبب ارث کے یا بیع کے اسواے انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اوسمین دوسرے شخص کو شریک کرلیا کذا فی منیہ ہم سوای ارث اور بیع کے اسباب ملک ہبہ اور صدقہ اور دو شخصون کا غالب ہونا حربی کے مال پر یا تہیلی پھٹ کر دو شخصون کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہون کا جو مین ملا دینا ان سب صورتون مین شرکت املاک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء ها ای الاملاک اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبه لعدم تضمنها الوکالة اور ہر شریک شرکت ملک کا اجنبی کے مانند ہے اوس تصرف کی امتناع مین جو مضر ہے اوسکی ساتھی کے مال میں یعنے شریک کے حصے مین تصرف مضر اسکو کرنا جائز نہیں بسبب متضمن ہونے شرکۃ الملک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی ہو اسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین مین کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح له بیع حصته ولو من غیر شریکه بلا اذن الا فی صورة الخلط لمالیهما بفعلهما کحنطة بشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترك قہستانی وتمامه فی فصل الثلاثین من العمادیة ونحوه فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصہ کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اوسکے اذن کے مگر خلط کی صورت مین غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں جیسے دو شخصون نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائی جیسا گیہون کو جو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کہیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان مسئلہ کا عمادیہ کی تیسوین فصل مین ہے اور ایسیکے مانند ابن نجیم کے فتاوی مین ہے ہم خلط مین فعل شریکین کی قید ہو سمجھی لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہوجایگا ضمان دیکر شرکت نرہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت مین اور انکی غیر مین کیا فرق ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ جب دو شریکون مین ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونون نے گیہون کو خرید کیا یا ورثت مین پایا تو ہر دانہ گیہون کا دونون مین مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ بیچ بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اوسمین ہر دانہ پورا مملوک ہے ایک شخص کا اوسمین دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو اوسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کرکے لہذا اوسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھہ بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اوسمین بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسوجہ سے ہے کہ شریک درخت کو اکہاڑنے سے اور عمارت کے ڈہانے سے ضرر ہوئیگا کذا فی الطحطاوی وفیها بعد ورقتین ان المبطخة کذلك لکن فیها بعد ورقتین نحو بیع البناء او الغرس المشترك فی الارض المحتکرة ولو لاجنبی فتنبه اور ابن نجیم کے فتاوی مین دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزون کی فالیز بہی اسیطرح ہے یعنی اوسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اوسی کتاب مین اور دو ورقون کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ مین قائم ہے اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی

[illegible]

تو خبردار ہو جاؤ شارح نے تنافی کتاب کو پر آگاہ کر دیا اور طمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتبرہ کے موافق ہے یعنی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہا الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ مذکورہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک
ہو حلبی نے کہا عدم جواز بیع ساج ہی غلط ہے المین اوراوسکے بعد کے طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللاخر ان یبطل
البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل
کر ڈالے یعنی یہ اسلئے کہ بائع کا حصہ بیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے وہ اوسکے شریک کے حصے میں پڑ جائے اگر
اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوا وفی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للاخر یجوز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک
او بشرط القلع او ہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم
والقطع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں اون میں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اوس نے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت
تو جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوای بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں
اسواسطے کہ گھر کے گرانے میں اوس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ہے بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے
اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے بیچا تو اوسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے
وقت اوسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ
منہا من رجل والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے
کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اوسمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا
ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ہم طحطاوی نے کہا قلع مشتری بعد تقسیم درست ہوا اور یہ حکم
اون اشجار میں ہے جن میں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے اونکا یہ حکم نہیں وفی النوازل باع نصیبہ
من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان آوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتضررہ بہا اور نوازل
میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اوسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہوگا قسمت سے
اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہونچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناءہ بلا ارض علی انہ یترک للمشتری البناء فالبیع
فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو
چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا
فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام
وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اوس اختلاط کی
صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اوسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام
جانور مشترک کے اسواسطے کہ اونمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ہم اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلا
کہ تھیلی پھٹ کر دو اسم ملگئی یا گٹھیا پھٹکر گیہون یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں
اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو ہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی تحفۃ
لمن ابتلی بالافتاء ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنی ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ فی

الاشیاء المشترکہ ہیں اور وہ رسالہ اوس شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہے م رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے کذا فی النہر و زاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر نے غرر شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے خلط اور اختلاط پر تو اوسکے طرف مراجعت کر م حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہہ مطلب ہے کہ استثناء صورت خلط و اختلاط پر یہہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تہا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث و الثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اوسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہے م حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علماء نے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس [illegible] مسائل مہایاۃ کی بمناسبت مقام مذکور ہوئے ہیں جنکو مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترک میں [illegible] چاہئے کہ باری باندہنا منافع مشترکہ میں جائز ہے بنابر استحسان کے اور اوسمیں قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت میں اسواسطے کہ اوسمیں منافع کا اجتماع ہے زمان واحد میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علے التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ او عاریت نہیں کہ اونکا بطلان ہوجاتا ہے موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ وہ چیز میں ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بہی حاصل ہے اور خلاف مستعمل سے مختلف نہیں تو یہہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گہر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انہوں نے آپسمیں یہہ قرار دیا کہ بعضے مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اسمیں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ اوسمیں رہے یا اپنا مکان اوس گہر کا کرایہ کو دے اور اگر اسمیں یہہ قرار پایا کہ ایک شخص اوپر رہے اور دوسرا نیچے تو بہی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ شے جو اوس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی لیکن اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہہ جائز ہے صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن اونکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں رہیں تو یہہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بہی جائز نہیں بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں ہو اسواسطے کہ غلام اپنی طاقت سے خدمت کرتا ہے بالایطاق کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سوار میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پہل لیا کرے یا بکریوں میں ایک کا ایک شخص دودہ لے اور دوسرے کا دوسرا شریک تو یہہ جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ اونکو بقا نہیں تو قسمت اونمیں متعذر ہے اور پہل اور دودہ یہہ شے موجود ہیں اونمیں تو بخوبی قسمت ہوسکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بتعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہے کہ مشترک گہر میں ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اوسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گہر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گہر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اوسمیں داخل ہونا اور بیٹہنا اور اسباب رکہنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہوجاویں اور حالانکہ یہہ جائز نہیں پہر جب یہہ ٹہیرا تو شریک حاضر اپنی ملک میں ساکن رہا تو اوسپر کرایہ کیونکر ہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اوسمیں رہا م شرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی

عقد کی شرکت ہی یعنی وہ شرکت جو واقع ہی بسبب عقد کے قابل ہی واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال
اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اوس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہی اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو
چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ تو بھی ویسے درم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہی پھر
اوس دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اوتنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود
علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط یہ ہی ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح مین جیسے جنگل
کی لکڑیاں لینا ہم معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اوسمین قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جب اوس چیز کو دونون شریک حاصل کرین
تو دونون مین شرکت ثابت ہو تو ایک کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات مین حاصل
نہو گی چنانچہ جنگل کی لکڑیون وغیرہ میں اور شکار مین اسواسطے کہ توکیل امین صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص اوسکا مالک ہوگا نہ اوسکا
شریک کذا فی شرح الربیعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ
العقد کی دوسری شرط نہونا اوسکا ہو قاطع ہی شرکت کا چنانچہ شرط کرلینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہی کہ کاہی منفعت سوائے
قدر معین کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہی پھر مثلا زید اور خالد شریک ہین تجارت مین اور زید نے ہزار روپیے دئیے اور خالد سے کہا کہ
مجکو دو یا چار روپیہ سیکڑہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہہ شرط ناجائز ہی اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کی سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے
نصیب یا مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہہ شرط ہی کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت
ہی اور یہہ شرط ہی کہ فائدہ جزء شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک ہی واسطے نصف منفعت ٹہرالے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد
ہوجائیگی ہیے وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجی اور شرکۃ العقد چار قسم ہی
ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتہی وجوہ اور پچہلی دو قسمون سے مفاوضہ اور عنان بہی ہوتی ہی چنانچہ آویگا بحر الرائق مین کہا کہ زیلعی نے شرکت کو
یہہ قسم کہا ہی اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہی یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم ہی مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہی اور اسیکو طحاوی اور
کرخی نے ذکر کیا ہی اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہی ایکا توہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ مین مفاوضہ اور عنان نہین ہوتی اور عالمگیری مین ذخیرہ
سے بہی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہین فاما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئ اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہی اور مفاوضہ مشتق ہی تفویض سے
اور تفویض بمعنی مساواۃ ہی یعنی ہر چیز مین برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہی کہ مزید بہی مزید سے مشتق ہوتا ہی اور یہہ خلاف مشہور ہی کذا فی
شرح الملتقی قاموس مین کہا کہ مفاوضہ عبارت ہی اشتراک سے فی کل شئ اور مساوات سے لہذا ہدایہ مین کہا چونکہ یہہ شرکت عام جمیع تجارات مین ہے اور تفویض کرتا ہی ہر
شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہہ عقد مسمی بمفاوضہ ہی لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ مین ہر چیز کی مساوات لازم نہین اسواسطے کہ زیادتی ایک شریک
کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مفسد شرکت نہین اور بعضون نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہی فوض سے بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہہ عقد جمیع تصرفات کی انتشار اور
ظہور پر مبنی ہی لہذا اوسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہی اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب
صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا اس یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہین تو لازم ہی کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے
شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہین لیکن ضمنا صحیح ہی چنانچہ مضاربت صحیح ہی باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خریدکی توکیل سے
عبارت ہی لیکن درضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونون شریک اوس مال مین برابر ہون جس سے شرکت صحیح ہی پھر صحت شرکت کی قید سے
عرض اور عقار خارج ہے تو اسکی زیادتی مضر مفاوضہ نہین وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت مین دونون برابر ہون جیسا کہ وانی نے اسکی تحقیق کی
ہی ہم وانی نے حاشیہ درر مین کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہی مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہہ منفعت کی برابری کو بہی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہین کیا کہ خرچ

اپنی مختصر مین منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہی کہ دونون منفعت مین برابر ہون بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی و تطرفا دینا لاخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی فی الدین اور بشرطیکہ دونون شریک برابر ہون تصرف اور دین مین مخفی نہین کہ تصرف مین برابر ہونا مستلزم ہی دین کی برابری کو ھ اور ہنداز یلعی نے کہا کہ خلاف فی الدین خلاف فی التصرفات کا موجب ہی کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اوسکی بیع پر قادر نہین اور شرط مفاوضہ یہہ ہی کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل ہے پھر اور شراب اور اسیطرح مسلم اون دونون کی خرید پر بھی قادر نہین واجازھا ابو یوسف مع اختلاف الملة مع الكراهة اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہی خلاف ملت کے ساتھہ بھی مگر کراہت کے ساتھہ اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہین فلا تصح المفاوضة و ان صحت عنانا بين حر و عبد و لو مكاتبا او ماذونا و صبي و بالغ و مسلم و كافر لعدم المساواة تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہی باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر ہونے دونون کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہی اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور سید مالک نہین و علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف مین برابر نہین چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا و افاد انها لا تصح بين صبيين لعدم اهليتهما للكفالة و لا ماذونين لتفاوت قيمتهما اور مصنف نے اپنی کلام مین اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہین دو نابالغون مین بسبب اونکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہین دو ماذون غلامون مین بسبب متفاوت ہونے دونون کے قیمت مین یعنی جب قیمت مین برابر نہو تو ضمانت مین برابر نہوگی حالانکہ مفاوضہ مین ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کیواسطے ضرور ہی و كل موضع لم تصح المفاوضة لفقد شرطها و لا يشترط ذلك في العنان كان عنانا كما مر لاستجماع شرائطه كما سيتضح اور جس موضع مین شرکت مفاوضہ صحیح نہوئی بسبب فقدان اوسکی شرط کی اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان مین شرط نہین تو وہ شرکت عنان ہو جائیگی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر مین مفاوضہ صحیح نہین لیکن عنان صحیح ہی اوسکی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہونگی و تصح المفاوضة بين حنفي و شافعي و ان تفاوتا تصرفا في متروك التسمية لتساويهما ملة و ولاية الالزام بالحجة ثابتة اور صحیح ہی شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونون ذبیحہ متروک التسمیہ مین متفاوت ہین باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونون کے ملت مین اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہی یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہی اور ثبوت حجت کا بواسطے اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہی اسواسطے کہ شافعی المذہب کا یہہ گمان ہی کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونونکو درست ہی اور حنفی کا یہہ زعم ہی کہ وہ دونونکو جائز نہین تو دونون تصرف مین برابر ہین اپنی اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے كذا في النهر و لا تصح الا بلفظ المفاوضة و ان لم يعرفا معناها سراج او بيان جميع مقتضياتها ان لم يذكرا لفظها اذ العبرة للمعنى لا للمبنى اور شرکت مفاوضہ صحیح نہین مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اوسکے معنے کو نجانتے ہون یا اوسکے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہی اگر اوسکے لفظ نہ ذکر کیا ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہی لفظ کا ھ لفظ مفاوضہ مین مسلم اوسکے معنے کا ہونا اسواسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہین اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہی کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمی مونے ایکدوسرے سے یون کہا کہ مین تیرا شریک ہوا اپنی سب مال مین بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونون جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ مین باینطرح کہ ہر شخص دوسریکا ضامن ہے كذا في البحر و اذا صحت فما اشتراه احدهما يقع مشتركا الا طعام اهله و كسوتهم استحسانا لان المعلوم بدلالة الحال كالمشروط بالمقال و اراد بالمستثنى ما كان من حوائجه و لو جارية للوطي باذن شريكه كما سيجي اور جبکہ شرکت مفاوضہ باستجماع شرائط مذکورہ صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کریگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنی اہل و عیال کا طعام اور لباس خرید کرنا مشترک نہین بنا بر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال معلوم ہو وہ زبانی شرط کے برابر ہی اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنی شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آئندہ مین آویگا اور وطی کی مانند خدمت ہے اور اذن شریک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی و للبائع مطالبة ايهما شاء بثمنها اي الطعام و الكسوة و يرجع الاخر بما ادى على المشتري بقدر حصته ان ادى من مال الشركة اور بایعکو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہی دونون مین سے جس سے چاہے خواہ مشتری سے بالاصالة خواہ اوسکے شریک سے بالکفالة اور دوسرا شریک مشتری سے جو اوسنے قیمت ادا کی بقدر اوسکی حصہ کے اگر اوسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی ھ اور اگر اپنی غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نکریگا اور شرکت مفاوضہ باطل ہوگی اگر مال ہو وہ اوس جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہی اسواسطے کہ اس مال کے داخل ہونے سے اوسکی ملک مین مال اوسکا زیادہ ہوگیا مساوات شرط تھی باقی نرہی اور اگر مال ... مفاوضہ ... شرکت ...

چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی البحر اے وکل دین لزم احدهما بتجارة واستقراض وغصب واستهلاك وكفالة بمال بامره لزم الآخر ولو
لزومه باقراره اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضامنی جسکو مکفول عنہ کے امر سے ہو تو وہ دین دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو ہم کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اوسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت
بنفس میں وہ بالاجماع لازم نہیں کذا فی الملتقی وشرحه الا اذا اقر لمن لا تقبل شهادته له ولو معتدته فيلزمه خاصة كمهر وخلع وجناية وكل ما لا يصح
الشركة فيه مگر جب شریک نے دین کا اقرار کیا اوس شخص کے واسطے جسکے حق میں اوسکی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو خاص یہ دین
اوسیکو لازم ہوگا بالخصوص نہ اوسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور وہ چیز جسمیں شرکت صحیح نہیں ہم زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت
اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور آقارب لازم نہیں اسواسطے کہ یہ دین اوس چیز کے بدل ہیں جسمیں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر یہ کہ شریک کو
وفائدة اللزوم انه اذا ادعى على احدهما فله تحليف الآخر ولو ادعى على الغائب له تحليف الحاضر على علمه ثم اذا قدم له تحليفه البتة
ولو بالجية اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اوسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار و عدم بینہ اور اگر
مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اوسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اوس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیة حاضر
کے علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اوس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وهب لاحدهما او ورث ما تصح فيه
الشركة مما مر ووصل ليده ولو بصدقة او ايصاء لفوات المساواة بقاء وهي شرط كالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے
ہبہ یا ورثہ میں وہ چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اوسکے ہاتھ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول
بواسطہ خیرات اور کسیکی وصیت کے ہو تو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم اسواسطے کہ
عقود غیر لازمہ میں بقا درحکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ ہر ایک میں قبضہ ہونا شرط بطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل
بقبض ما لا تصح فيه الشركة كعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اوس چیز کے قبض سے جسمیں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب اور زمین واذا بطلت بما
ذكر صارت عنانا اي تنقلب اليها اور جب کہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اون کے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان بن گئی بسبب امکان اسکے
اسواسطے کہ مساوات اوسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضة وعنان ذكر فيهما المال والا فهما تقبل ووجوه بغير النقدين والفلوس النافقة والتبر والنقرة
اي ذهب وفضة لم يضربا ان جرى مجرى النقود التعامل بهما والا فكعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوای نقدین اور فلوس رائجہ
اور بے سکہ چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجای نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجای دراہم اور دنانیر رائج نہ ہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوای
نقدہ غیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہوں گی تبر
بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض هو المتاع غير النقدين وحيلتها كما في ان باع كل منهما
نصف عرضه بنصف عرض الآخر ثم عقدها مفاوضة او عنانا وهذه حيلة لصحتها بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر یکے از دو شخص
دونوں میں سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہو جانے
شرکت العقد کے اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اوس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوای ہے اور بحرکت عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب
ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہوگئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں
تصرف کرنا اور بعقد سے شرکة المال شرکت العقد ہوگئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہوگیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب
شریک کے اتفاقی قید ہے اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض جمیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی
ہے وهذا ان تساويا قيمة وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت به الشركة ابن كمال فقوله بنصف عرض الآخر اتفاقي اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیچکر نا اونسی ہی جب دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو کمتر قیمت والا اوس قدر اپنا اسباب
بیع کرے جس سے شرکت ہو جاے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے ہم مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیچکر ہے تو تمام مال دونون مین
تین ثلث ہو گا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پہر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہو گی کذا فی
المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہیگا وہ مفسد شرکت نہین ہے اسواسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید اتفاقی ہے یا قصدی تا
مفاوضہ اور عنان دونو کو شامل رہے ہے اسواسطے کہ مفاوضہ مین تساوی شرط ہے نہ عنان مین کذ افی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ
کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہین غائب مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب تعذر جاری ہونیکے موجب شرکت پر
یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہو تو دونون منفعت کا ہونا متعذر ہے ہم شبلی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین
بلکہ خریدکے وقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وتفتح اور شرکت عنان لکھا ہے اور فتح عین کا بہی جائز ہے ہم اما عنان عطف ہے
اما مفاوضۃ پر یہہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آیا اور سامنا ہونا سو جب ایک شریک نے دوسریکو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے
جو اوسکے سامنے آوے لہذا یہہ شرکت سمے بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے ہے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنی بعض مال کی عنان تصرف دوسرے
شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہہ بیان ہے اوسکی شرط کا ہم ظاہراً قید فقط کی اسکی
مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھہ باقی شروط مفاوضہ موجود ہین تو شرکت مفاوضہ ہے والا لائق یہہ ہے کہ عنان
منعقد ہو اور فقہ ہے کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہین ہوتی یہہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہہ نہین کہ عدم کفالت شرط ہے لذا فی
البحر فتصح من اهل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اهلا للکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے جیسے بچہ
صغیر اور اوس بالغ کم عقل سے جو بیعکو سمجہتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکہتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ہم اہل توکیل رجال اور نساء و بالغ
اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہے کذا فی العالمگیریۃ تو ان سبکو کرین تو شرکت عنان صحیح ہے بل الوکالۃ وا
لذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسواسطے عنان صحیح ہے عام اور خاص کر کے اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ
عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بہی اسطرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح و
عکسہ اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتہہ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنے تفاضل منفعت نہ مال مین ہم دونون شریکون کا مال برابر ہو یا کم و بیش
اور نفع دونون مین برابر یا کم و بیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہہ جائز
نہین کہ یہہ شرکت نرہی قرض ہو گیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال
دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر
اور عنان صحیح ہے مخالف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپیہ ہم عنان مین تخصیص خلاف جنس اسکی موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ
یہہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہین تو مفاوضہ جائز ہے والا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ وبخلاف الوصف
کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع
دونو شریکو نکی شرط کے موافق ہو گا ولم تشترط الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواۃ ولا اتحاد ولا خلط اور عنان صحیح ہے ساتہہ
ملانے دونون کے ... نفع کی شرکت عقد کیطرف نہ مال کے طرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط ہم عدم مساوات التفاضل پر متفرع ہے اور
عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہے ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری

احکام شرکت عنان

مطالبہ قیمت کا کیا جائیگا اور اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای مع
بقاء مال الشرکۃ والاّ فالشراء لہ خاصۃً لئلا یصیر مستدیناً علی مال الشرکۃ بلا اذن یعنی اور شریک مشتری قیمت بھرکر اپنے شریک سے بقدر اسکے
حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنی ذاتی مال سے یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں یا بالکہ منجملہ اعیان اور اسباب کے ہو گیا ہو
تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا تا نہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک
شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہو تو شریک سے قیمت بھر لے بقدر اوسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک
ہی اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے اودہار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اوس نے
شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بھلاک المالین او احدھما قبل
الشراء والھلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیھما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کے ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کے اور ہلاک
مالک کی مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنیکے وان اشتری احدھما بمالہ وھلک بعدہ مال الآخر قبل ان
یشتری بہ شیئاً فالمشتری بالفتح بینھما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء
اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اوسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ شرکت کی
دونوں میں بشرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لے اوسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کی خرید کے وقت میں
المشتری بفتح کہا قیام شرکت علت ہے فالمشتری بینھما کی تو اسکا ذکر اوسکے متصل مناسب تہا وان ھلک مال احدھما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی
عقد الشرکۃ بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منھما بمالہ ھذا یکون مشترکاً ذکرہ صدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینھما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح
لصیرورتھا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہو گیا پہر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح
کر دی عقد شرکت میں اسطرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خرید کی
وہ مشترک ہوگی دونوں میں بموجب دونوں کی شرط کے یہ اشتراک اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں بسبب باقی رہنے شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اوس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہے ایک
شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل ہو گئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی تہی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہو گئی ہے سو اب کوئی شریک دوسرے کی نسبت
تصرف نہیں کر سکتا کذا فی المنح ویرجع بحصتہ ثمنہ والا ای ان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا علی الوکالۃ فیھا ابن کمال فھو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ
لما بطلت بطل ما فی ضمنھا من الوکالۃ اور شریک مشتری اوسکی قیمت کا حصہ بھر لے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور تصریح وکالت پر اتفاق
نکیا ہو وکما اشترط ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اوسی شخص کی مخصوص ہوگی جسنے خرید کی ہے اسواسطے کہ شرکت جب باطل ہو گئی بسبب ہلاک کی مال کے تو جو اوسکے ضمن میں وکالت تہی سو
بہی باطل ہو گئی وتفسد باشتراط دراھم مسماۃ من الربح لاحدھما لقطع الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت
میں سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہے مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لیکر باقی کو تقسیم
کرینگے تو یہ شرط قاطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل ہوا سوای اسو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مخصوص ہو گیا
تو یہ شرکت نرہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح وتبعہ القہستانی لا لانہ شرط لعدم فسادھا بالشروط وظاھرہ بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر
و مصنف شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب فاسد ہونے شرکت کے شرط فاسد سے اور ظاہر اس قول کا
یعنی عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح لمصنف قلت وبہ صرح صدر الشریعۃ
وابن الکمال بفساد الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے مطابق
نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب رکاوٹ کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ [illegible] صدر الشریعۃ اور ابن کمال

گئی ہیں اور فقہا کی اس قول سے کہ شرکت فاسد نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف نہر سمجھے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب
واضح تر ہو گا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی در صورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت
فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر لہ او یحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے
جائز ہے کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے کہ یہہ تاجروں کی عادت ہے ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب
المال اور ہر شریک کو جائز ہے کہ وہ مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو نہ عامل کے واسطے ہم نے بضاعت کے یہہ معنی عرفی
ہیں اور باعتبار لغت کے بامعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لان الشرکۃ تتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھا دے اور عاریت
دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا ببیع وشراء فلو نہاہ لا نفاذ ضمن
الآخر صحۃ نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اوسکا منع کرنا صحیح ہے
کذا فی البحر تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ ویبیع بما عز وہان خلاصہ اور جائز ہے
بیع کرنا شریک کو بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے وبنقد ونسیئۃ بزازیہ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی
البزازیہ ویسافر بالمال لہ حمل او لا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن والا لا ظہیریۃ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر میں لیجانا
مال کا خواہ اوسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضون نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہیں کذا فی الظہیریۃ
ھم تفسیر الحمل میں اختلاف ہے بعضون نے کہا وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضون نے کہا جو اکیلا نہ اوٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہہ ہے کہ سفر میں
اختلاف ہے اور صحیح یہہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضای شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق
اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من رأس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہو
تجارت میں کذا فی الخلاصہ ھم عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اوسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفع میں
محسوب لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کریگا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ھم اسواسطے شریک نہیں
کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایۃ ولا الرہن الا باذنہ او یکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہیں شریک
رہن کا مگر اپنے شریک کی اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین میں ھم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اوسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز
ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ایسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا در صورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والمنیہ وحینئذ ینفذ اقرارہ بالرہن والارتہان
سراج اور اسوقت میں یعنی جب کہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہوا تو صحیح ہے اوسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ
وہذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنیکا اور اوسکو تجارت کے اذن دینیکا اور لونڈی کے نکاح کر دینیکا اور
یہہ سب جو مذکور ہوا اوسوقت ہے جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا فعنانا
بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بنا دے اگر یہہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے
کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو
علی مال اور جائز نہیں دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اوس کا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے
ولا الہبۃ الا لثوب وتحوہ فلو وہب فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اوسکے
مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصے میں جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ گوشت اور روٹی اور میوہ کے خلاصہ یہہ ہے کہ چاندی
سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذا صرح کما فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے

اذن سے ایسا اذن جو صریح ہو قرض مین کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برأیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والھبۃ اور سراج مین ہو جب کہ
ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اوسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہو سوای قرض دینے اور ہبہ کرنیکے یعنی اس قول سے
رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر ولکن اکل ما کان اتلافا للمال
او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ ومالیس کذلک لا ینتظمہ عقدھا اور اسیطرح قرض کے مانند
جس مین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہو واسطے طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اسکو عقد شرکت
منتظم نہین وصح بیع شریک مفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہو شریک مفاوض کی بیع اوس شخص
جسکی گواہی اوسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اوسکا بیٹا اور باپ اور یہہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی
المفاوضۃ عندہ لا بزازیۃ صحیح نہین اوسکا اقرار دین کا تو یہہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک مفاوض نے
مثلا اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہہ اقرار غیر صحیح شرکت مین جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم یجز فی
حصۃ شریکہ اور خلاصہ مین ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہین اوسکے شریک کے حصے مین یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے
اوسنے اقرار کیا کہ یہہ لونڈی فلان شخص کی ہے تو یہہ اقرار اوسکے شریک کے نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان ولو باع احدھما لیس
للاخر ان یقبض ثمنہ ولا المخصومۃ فیما باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اوسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اوسکی بیع اور ادائے مین خصومت
بیچنے مین یعنی جس ایک شریک نے بدل لیا دین یا اوسمین شریک نہ خصومت نہین کر سکتا وھو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران
والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ کما فی الحرمین الاکمل فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان
علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ تصدق فلیحفظ ھذا الضابط اور وہ شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانتدار ہو مال مین
اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ مقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کو دینے مین اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ
بحر الرائق مین ہے وکالت ولوالجیہ سے سند لا کر جسنے حکایت کی اوس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اوسمین ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اوسکی
تصدیق نہوگی اور اگر اوس حکایت مین نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اوسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہہ ہے کہ
اگر انہ شریک ہے کو منافی مال کے سوی تو اوسکا قول بیع الیہ مین معتبر ہے خواہ یہہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین اسکا مفید ہے اسواسطے
کہ انہون نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کے ولیکن کیا ہے موکل مر گیا ہو وکیل نے کہا کہ مینے قبضہ کیا اسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہو گئی اور وارث اسکی منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مینے ودیعت موکل کو
دی ہے تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کے واسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دو نون صورتون مین اوس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین وکیل بقبض ودیعت نفی ضمان کی
حکایت کرتا ہے لہذا اوسکی تصدیق ہوگی ... قبض دین حالی ضمان موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی البحر ویضمن بالتعدی وھذا الحکم فی الامانات اور ضامن ہوگا شریک
بسبب تعدی کی اور یہی حکم ہو امانات کا ... نہین مگر تعیین ... فی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ مین ہے کہ تعیید
شرکت کا ساتھہ مکان کے صحیح ہو تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کی وفی الاشباہ نھی احدھما شریکہ
عن الخروج وعن بیع النسیئۃ صح اور اشباہ مین ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانیسے اور ادھار بیچنے سے تو یہہ نہی جائز ہو یعنی اگر اسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا تو ضمان دیگا کما
یضمن الشریک بمنا ثا اومفاوضۃ بحرہ بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ علی المذھب والقول بخلافہ غلط کما فی نفع الخانیۃ وسیجی فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن
ہوتا ہے شریک اپنی شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر جبکہ مر جائیسے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اوسنے اپنے شریک کے مال کا جو اوسکے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو اوسپر ضمان ہے بنا بر
مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی نفع الخانیہ اور کتاب الودیعۃ مین اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی کتاب الامانات مین ہے کہ احد المتفاوضین جب گیا
اور اوسنے بیان نکیا اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے تو اوسپر ضمان نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فروع مسائل ملحقہ شارح نے المحیط

قد وقع حادثتان الاولی نهاه عن البیع نسیئۃ فباع فاجبت بنفاذه فی حصته وتوقفه فی حصۃ شریکه فان اجاز فالربح لهما محیط میں ہے کہ دو حادثے
واقع ہوئے پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیچ کی تو میں نے جواب دیا بیع کے نافذ ہونیکا بائع کے حصے میں اور موقوف
ہونے بیع کا اوسکے شریک کے حصے میں پھر اگر شریک اپنے حصے کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اوس کا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اوسکے حصے کی بیع
باطل ہے الثانیۃ نهاه عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجبت انه غاصب حصۃ شریکه بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط فانه مقتضاه
فساد الشرکۃ فہ دوسرا حادثہ یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا
کہ وہ اپنے شریک کے حصے کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہ ہو گا اور مقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت
غصب سے مرتفع ہوئی انتہی ویتفرع علی کونه امانۃ ما سئل عنه قاری الهدایۃ عمن طلب محاسبۃ شریکه فاجاب لا یلزم بالتفصیل ومثله المضارب والوصی
والمتولی فهو قضاۃ زماننا لیس لهم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول … نہر الفائق میں ہے اور متفرع ہے مال شرکت کا امانت ہونے پر وہ مسئلہ
جس کا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبے طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا تفصیل لازم نہ کیا جائیگا یعنی چونکہ شریک امین ہے تو نفع
نقصان میں اوسکا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض
سے کچھ ارادہ نہیں سوای حرام ملنے کے ہم حلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نہ لاتا کہ لفظ فیہ کافی ہے اور آخر میں یہ کہتا انتہی
تقبل وتسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان اور شرکت تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں یہ شرکت تقبل اسواسطے
کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کیطرف ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال
اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالباً اگرچہ دونوں کو عمل … ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم
اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقها یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ
اون اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان کا لازم نہیں شرکت میں ہم ممکن
استحقاق عمل کی قید سے اون اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر
ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسیکا کپڑا لے اور قطع کرے اور دوسرا خیاط کو دے کہ سینے کیواسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنه تعلیم کتابۃ وقرآن
وفقه علی المفتی به اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے … تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے موجب قول مفتی … متاخرین کے نزدیک اسپر فتویٰ ہے کہ
طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکۃ دلالین ومغنین وشهود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسؤال لان التوکیل بالسؤال لا یصح
قنیه واشباه بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کی گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کی قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کی اسواسطے سائلین کی
شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنیکے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں
بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت
قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قرات زمزمہ یعنی گٹکری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب
عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم ہے جو اموات کے واسطے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینهما علی ما شرطا مطلقا
فی الاصح لانه لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمه اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب اونکی شرط کے مطلقا قول
اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اوسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاث یعنی ایک ثلث ایک شریک کا
اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار اتقان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی
ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنی جب کہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور

منفعت مال ہی تو یہہ مال عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہی یعنی عمل تعلیل کی تقویم مال کثیر سی صحیح ہی چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھیرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر پھلا
شرکۃ الوجوہ کو اوسیپر سکے اور زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے بیان ہوگا کذا فی النہر وکل ما تقبلہ احدھما یلزمھما وعلی ھذا الاصل
فیطالب کل واحد منھما بالعمل ویطالب کل منھما بالاجر ویبرأ دافعھا بالدفع الیہ ای الی احدھما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر
لازم ہو جائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سی اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک
شریک کو دیکر والحاصل من اجر عمل احدھما بینھما علی الشرط ولو الاخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا
عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ یستحق الاجر بزازیہ اور جو مزدوری ایک شریک کی کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں
میں تقسیم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہونا بالخصوص
قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہی غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگا دی تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیہ واما وجوہ کا
ھذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور یا شرکۃ الوجوہ یہہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کی اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ ہوا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار خریدکرنا
بدون وجاہت نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت او اعتبار لوگوں میں ہوتا ہی اوسیکے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی النہر ان عقداھا بلا مال علی ان یشتریا نقدا
او نوعا بوجوھھما ای بسبب وجاھتھما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینھما اور شرکت وجوہ یہ ہے اگر
دونوں شریکوں نے ایسا عقد کیا بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خریدکریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں موجب وجاہت
اوسکے قیمت اسکی دیں جسکو دونوں خرید کیا اور جو باقی رہے بعد ادائی قیمت کے وہ دونوں میں منقسم ہو شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور ان کے پاس مال
نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالی نفع دے وہ ہمارے بابین منقسم ہو
موجب اسی شرط کے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع ویکون کل منھما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطہ السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور
وجوہ کی عنان ہوتی ہی اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ سطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یعنی مفاوضہ ذکر کریں اسی
شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ عمل کو قبول کریں اور ضامن ان اعمال کے برابر ہوں اور نفع اور نقصان میں تساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقا شرکت میں
اگر مال اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ سطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اوسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اوسکی مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت
اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں فرق ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریہ عن الفتح والمحیط واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت
تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من التقبل والوجوہ الوکالۃ
لاعتبارھا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سی وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطھا اور شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جب کہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اوسکی شرط کے خلاصہ یہہ ہے
کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت در صورت مفاوضہ والربح فیھا علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بنصفین او
اثلاثا لتکون الربح بقدر الملک فلا یؤدی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر
شرط شریکین کے ہوگا خریدی ہوئی چیز میں بنا صفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدہوں آدہ خریدی ہو تو نفع بھی آدھوں آدہ ہوگا اور اگر ایک
شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اوسکے نفع کے طرف نوبت نہ پہونچے
جس کا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اوس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اوسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خریدی کی چیز کے ہی اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ

مین زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے نفع دونون مین بقدر ضمان کے ہوگا پہر اگر ایک چیز او دہار خریدکی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کرلیا تو یہہ نفع اوس کا مواجب کا ضمان اوس پر نہین لہذا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفی الدر لا یستحق الربح الا باحدی ثلثۃ بمالٍ او عملٍ او تقبلٍ اور در رمین ہے کہ نفع کا استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنیسے ہم مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت مین اور عمل سے نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص دوکان پر بیٹہا ہے اور لوگ اوسکو سینے پرونے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہے بسبب تقبیل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرعاً جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ یہہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہے جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریۃ لا تصح شرکۃ فی احتطابٍ واحتشاشٍ واصطیادٍ واستقاءٍ وسائر المباحات کاجتناءِ ثمارٍ من جبالٍ وطلب معدنٍ من کنزٍ وطبخ آجرٍ من طینٍ مباحٍ لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گہاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پہلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت نہین ہوسکتی اور اخذ مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت اثبات ولایت تصرف سے اوس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہان حاصل نہین ہوا اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جسکی وضع پیدائشی ہو اور کنز وہ ہے جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونونکو شامل ہے تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدنٍ وکنزٍ جاہلی کہتا تو فتاویٰ عالمگیری کے مانند تو مناسب تہا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص ا نکو خرید کرکے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہے عینی نے کہا یہہ شرکت تو جوہ ہے اور فتح القدیر مین کہا کہ یہہ شرکۃ الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معاً فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اوسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتہہ حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ہر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اوسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاویٰ خیریہ مین ہے کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گہر مین رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہین اور حاصل کسب یکجا رکہتے ہین اور تفاوت تہا اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور ایسیصورت چند بہائی اپنی باپ کی میراث مین سوداگری یا کہیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب میں تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ وللمعین اجر مثلہ بالغاً ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمد یؤذن باختیارہ نہر وعنایۃ اور مباحات مین جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنی ساتہی کی مدد سے تو وہ چیز اوسی شخص کی ہے اور اوسکے ساتہی کے واسطے اجرت ہے اوسکی محنت کی مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو جاسے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اوس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اوسکے مختار ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ ہم حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایۃ البیان مین ہے کہ قول ابو یوسف استحسان ہے والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللاٰخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیؤجرہا والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللاٰخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اوسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تاکہ اوسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہے تو یہہ شرکت فاسد ہے اور تمام نفع مالک کا ہے اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گہر کا ہم قنیہ مین ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اوسنے اپنے ساتہہ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اوسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چار دن مین برابر تو یہہ شرکت

فصل

فاسد ہی اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہی اور اوسپر ملاحون کی اجرت مثل ہے ولو لیبیع علیہا البر فالربح لرب البغل وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدھما
بغل وللآخر بعیر فالربح بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر ھ اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا کہ وہ اوسکے اوپر گیہون لاد کر بیچے تو نفع
گیہون بیچنے کا مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونون مین منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی
اجرت کی مانند کذا فی النہر ھ صاحب نہر نے کہا ہی اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونیکی لیاقت نہین رکھتی وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ
العقد بموت احدھما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اوسکی موت
معلوم کی ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اوسمین شرط نہین موت سے شرکت اسواسطے باطل ہو گئی کہ شرکت مین وکالت ضروری ہی اور موت سے
وکالت باطل ہو جاتی ہی کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے
لحوق بدار الحرب پر حالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہو گیا ہو وتبطل ایضا بانکارھا وبقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کی انکار سے اور یون
کہنے سے کہ مین تیری ساتھہ کام نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدھما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ھو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل
ہو جاتی ہی ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنیسے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی
کذا فی البزازیہ بخلاف زیلعی کے کلام زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور
فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی ہے نہ حکمی ھ طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنی فسخ انکاری اور اظہار
عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کے جنون
مطبق ہونیسے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کر دی مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التتارخانیہ ھ ظاہرا شرکت فسخ ہونیکا حکم
نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی یا چھہ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدھما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن
کل وادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اوسکے اذن کے
پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھہ ہی زکوۃ دی یا تقدیم او تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن
ہی اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر شرکت
عنان ہو جسمین دونون کا مال کم و بیش ہو تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے پھیر لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ
او لا کالمأمور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی فیہ لا یشترط العلم خلافا لھما اور
اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے ادا زکوۃ اور کفارہ کا
مامور جب کہ فقیر کو دی بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور اسمین علم شرط نہین امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اون کے نزدیک ضمان نہین درصورت عدم علم ھ درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ اوس نے ادا کیا آمر کا اور یعنے فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اوس پر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے
دینے سے کچھہ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اوسپر ضمان لازم آیا خواہ اوسکو اسکا علم ہوا یا نہوا اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما
معزول ہو گیا بسبب فوت ہو جانے محل کے اور یہہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہی
اسکو عتاق کا علم ہوا یا نہو کذا فی المنح لشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطاھا فھی لہ بلا شرکۃ
لاشتمل لتضمن الاذن بالشراء للوطی الھبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بالملک ومقتضی المشترکۃ وھبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ
وہ لا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کی صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کی تا اوس سے وطی

کر ہی تو وہ لونڈی اوسیکی ملک خاص ہو گی نہ شرکت کی صفت مملوک مشتری ہو گی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی
حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہیں سوای ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اوس امر میں جسمیں تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہے
اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ كل بثمنها وعقرها للتضمن المفاوضة الكفالة اور
لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اوس کا مہر مثل لینا ہر شریک سی بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو ہم بیان لف و نشر مرتب ہے
یعنی بائع ہر شریک سی قیمت اوس کی لیسکتا ہی اور مستحق مہر مثل ومن اشترى عبدا مثلا فقال له اخر اشركني فيه فقال فعلت ان قبل القبض
لم يصح وان بعده صح ولزمه نصف الثمن وان لم يعلم بالثمن خير عند العلم به اور جسنے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ مجھکو شریک
کرلے سو مشتری نے کہا کہ مین نے یہہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہی اور اوسکو نصف
قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونیکے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح
نہو گی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال اشركني فيه فقال نعم ثم لقيه اخر وقال مثله واجيب بنعم فان كان القائل
عالما بمشاركة الاول فله ربعه وان لم يعلم فله نصفه لكونه مطلوبه شركته في كامله وحينئذ يخرج العبد من ملك الاول
اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلا غلام کی خرید مین سو مشتری نے کہا ہان تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اوسنے بھی یہی کہا
کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہان تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہے اور اگر اوسکو
مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پورے غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اس وقت مین غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے ہم قائل ثانی در صورت
علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کر سکتا
مگر اپنی نصف مین تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی در صورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو غلام میں شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب
اول نصف عبد میں قائل اول کو شریک کر چکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام مین کچھہ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح ما اشتريت اليوم من انواع التجارة فهو بيني و
بينك فقال نعم جاز مثلا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو مین آج خرید کرون تجارت کی اقسام سی سو وہ مجھہ مین اور تجھہ مین مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہان تو یہہ جائز ہی کذا فی الاشباہ
ذکر یوم اور وقت شرط نہین اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہین کرسکتا بدون اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونون خرید مین شریک ہوئے ہین کذا فی العطاء وفيها تقبل ثلثة عملا بلا عقد
شركة فعمله احدهم فله ثلث الاجر ولا شيء للاخرين اور اشباہ مین ہے کہ تین شخص نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کر دیا تو اوسکو تہائی مزدوری ملیگی اور
باقی دو شخصون کو کچھہ نہ ملیگا ہم چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کر دیا تو دو ثلث عمل اوسنے
بطور احسان کیے لہذا مستحق مزدوری کا نہوگا ابن وہبان نے کہا یہہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جبکہ اون سے کام لینا بطور نہو اسواسطے کہ ظاہر
حال عامل یہی ہے کہ اوس نے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پائیگا فروع مسائل ملحقہ شارح القول لمنکر الشرکة قول معتبر شرکت کے منکر کا ہے ہم اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ یہہ میرا شریک مفاوض ہے اور دوسرا شخص منکر ہی اور مال منکر کے قبض میں ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا فی الفتح برهن الورثة على المفاوضة لم يقبل
حتى يبرهنوا انه كان مع الحي في حيوة الميت گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہیں جبتک اسپر گواہ نہ لاوین کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تھا شریک میت کی زندگی مین اسواسطے کہ
مقتضی بقاء مال نہیں بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہی کہ یہہ مال مشترک ہی بعد اوسکے نصف مال کا حکم ہوگا برهنوا على الارث والحي على المفاوضة قضى للحي بنصفه
وارث گواہ لائی میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جائیگا کذا فی
الفتح تصرف احد الشريكين في البلد والاخر في السفر فاراد القسمة فقال ذو اليد قد استقرضت الفا فالقول له ان المال في يده تصرف کیا ایک
شریک نے شہر مین اور دوسرے نے سفر مین ہر کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ مین نے تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہیں
تو اوسی کا قول معتبر ہے اگر مال اوسکے ہاتھہ مین ہم اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے سے بعد قبض مال کی شرط کی ہے

حاجت نہین ہے اور اگر مانگنے والا تمرہ ... لا خرہ [illegible] فغلطہ فدسہ فی التراب لم یجبرہ حلف فقط چند لوگون نے انگور کا باغ خریدا پھر اوسکا پھل بیچا اور

اوسکی قیمت آپسمین بانٹ لی ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اوسنے مال کو مٹی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اوس سے فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اوسپر نہین کہ وہ

امین ہے دفع لاخر مالا قرضہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنضہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ایک شخص نے

دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اوسکو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خریدا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا

قرض مانگا کذا فی الفتاوی ... تو اگر یہ نقد حاصل ہونے تک صبر نکرے تو اسباب لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب کی قیمت سے نہ خرید کی بموجب بیعہما متاع

علی دابۃ ... سقطت ... احد ... بغیبۃ الآخر فان ہلاک المتاع او نقصہ یجب حصتہ قنیہ دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر

لدا ہوا راہ مین وہ جانور گرا ... دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اوسکے

حصہ کے کرایہ لیوے کذا فی القنیہ دابۃ مشترکۃ قال البیطار ان لم تکوہا فکواہا الحاضر لم یضمن ایک جانور مشترک بیمار ہوا سالوتری نے کہا کہ اگر

داغ نہ دو گے ہلاک ہو جائیگا سو اوسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین داغ دیا پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہین کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخرب

ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہے اسمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اوسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوا تو ساکن پر ضمان ہے مشترک

گھر غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم مین سوای اپنے حصے کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحون مشترکۃ

قال احدہما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی پن چکی مشترک ہے دو مین سو ایک شریک نے کہا

دوسرے شریک سے کہ اسکی مرمت کر سو اوسنے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے مین تیری عمارت سے راضی نہین سو اوسکی تعمیر کی تو اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہین لیسکتا کذا فی جواہر الفتاوی مراد طاحون مشترک سے پن چکی

مراد ہے وفی السراجیۃ طاحون مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع

الکل من منح المصنف اور سراجیہ مین ہے کہ مشترک پن چکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اوسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا

یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت فالضابط ان کل من اجبر ان یفعل

مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنیکا جبر ہو سکتا ہو تو

جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کی بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اوس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہے درصورت جواز جبر شریک ثانی قاضی سے التماس کر سکتا

ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کرا دے پھر باوجود اسکے جبکہ اوسنے نالش نکی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نہ ٹھیرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعویٰ نہین کر سکتا

اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہو گا کیونکہ وہ اپنا مال بچانیکو اسمین مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعویٰ کریگا اور یہ قاعدہ جمیع

فروع مذکورہ کو شامل ہے سوای مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہراً جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے اسواسطے کہ قاعدہ مذکورہ کی اور نظایر کے موافق ہے پھر سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر

محمول ہے جب بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ کلکری نہر ومرمۃ قناۃ وبئر ودولاب

وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم

کحمام وخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہین کیجاتی مگر تین صورتون مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی

ضرورت مین چنانچہ صلاح نہر اور کاریز اور کنوئین اور رہٹ اور معیوب کشتی کی مرمت اور اوس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہین ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی

محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اوسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جائیگا اور اگر دونون شریکون مین اتنا اور

پردہ نہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کے واسطے جبر ہوگا اور اسیطرح کا حکم علی التفصیل ہر ایک اوس چیز مین ہے جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ

اور پن چکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہے خانیہ مین ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیرون

کے دو گہرون کے درمیان مین اور اوس دیوار پر دونون وغیرہ کا بوجہ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی

دوسرا اوسکی ہیکو نہیں مانتا تو قاضی وہان امین کو بہیجے کہ اوسکو دیکہے کہ اگر ترک مرمت مین دونو کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی ہوا دیوے اور جامع الفصولین مین ہے

کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہوکر جنگل ہوگیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونو شریک تقسیم کرلین اور اگر عمارت قائم ہو اور کچہ منہدم ہو تو جو شریک مرمت کیا چاہے

اوسپر زبردستی جا ہو اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر دین ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ و فی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فلا

لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز و بعدہ جاز و ان اراد قلعہ یقاسمہ فیقلع من نصیبہ و یضمن الزارع

نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع ؎ اور مجتبے کی کتاب الغصب مین ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے ہوا اوسکو شریک نے اوسکو آدہا بیج دیا تا

کہیتی دونو مین مشترک ہو اگر کہیتی جمنے سے پہلے یہہ کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ ... [illegible] ... اور اگر شریک غیر زارع نے قسمت

اور کہاڑ ڈالنا ارادہ کیا تو اوسکو ... تقسیم ... [illegible] ... نقصان ... [illegible]

سے ہوا اور ٹہیک یہہ ہے کہ نقصان زراعت کا ... [illegible] ... طحطاوی نے کہا قول ... [illegible] ... اسواسطے کہ عبارت مجتبے کا لفظ القلع منتہی ہوگئی ... [illegible]

مجتبے سے نسخ ... [illegible] ... تصرف ... [illegible] ... اسواسطے کہ غاصب ہی شریک ہو جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کہیتی کی انتہی ملخصا و فی قسمۃ

المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا یجبر و قسم و الا بنی ثم آجرہ لیرجع و تمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور ...

کی کتاب القسمۃ مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہوجائے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین

اوسکی تقسیم کیجاویگی ... دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم نہو تو ... شریک ... اوسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پہر اوسکو کرایہ دیکر نصف خرچ

حاصل کرلے اور ... منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکۃ ... [illegible] ... ولو بلا اذن شریکہ ناظر ؎ فیما حکاہ الخلط

والاحتیاط ؎ تجوز ذلک البیع و التعاطی ؎ اور منظومہ محبیہ مین ہے ایک شریک ... اپنا حصہ ... سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک جائز ہے بیع کی صورت کی

صورت خلط اور اختلاط کے تو یہہ بیع اور تعاطی جائز رکہی گئی ہم ۔ یہہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول باب مین مذکور ہوچکا ؎ و الشریک ہہنا لو باعا ؎

حصتہ من فرس و ابتاعا ؎ ذلک منہ الاجنبی و ہدا ؎ و کان ذا بغیر اذن الشرکا ؎ فان یشا ء اضمنوا الشریک او ؎ من

اشتری منہ علی ما قد رووا ؎ پہر سیان شریک اگر اپنا حصہ گہوڑے مین بیچا اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گہوڑا ہلاک ہوجاوے اور یہہ بیع بغیر اذن

شریکون کے ہوئی ہو تو بموجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لین یا اوس سے جس نے اوسے خرید کیا ہم ۔ صورت اذن شریک ضمان

نہین اور شریک پر ضمان اوس صورت مین ہے جب اوس نے گہوڑا مشتری کو تسلیم کردیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے

کذا فی الطحطاوی ؎ و ان بنی کل شریک اشتراء حصۃ حمام لہ من آخر ؎ و کان شخص منہما قد اذنا ؎ لذاک فی تعمیرہا و البنا ؎ فلا رجوع

صاحب المستاجر ؎ فذا البنا علی الشریک الآخر ؎ اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام کا دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونو شریکون مین سے اس

مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنانیکی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہیں اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے کہا شارح نے

حاشیہ پر یہہ عبارت یہان لکہی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن التی ہم یرجع اکلہ او بحصتہ ظاہر ... یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہہ ہے کہ مستاجر اذن

دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لیگا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اوسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ

یہی عبارت بعض نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اوسکی لفظ منہ ہے تو یہہ قرینہ ہے کہ یہہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت مصنفین یہہ ہے کہ حاشیہ

کے اختتام کے بعد منہ لکہتے ہین ؎ لو احد من الشریکین سکن ؎ فی الدار مدۃ مضت الزمن ؎ فلیس للشریک ان یطالبہ ؎ باجر السکنی

ولا المطالبۃ ؎ بانہ یسکن مثل الاول ؎ لکنہ ان کان فی المستقبل ؎ یطلب تہایؤ الشرکا مجاب فافہم و دع التشکیکا ؎ دونو شریکون

مین سے ایک شریک رہا گہر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اسکا اوسکو مطالبہ ہے کہ اوسمین رہے زمان اول

کی برابر لیکن اگر زمانہ مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور رضا یا کرے تو تمہی لی کیا جاویگا سو اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت

فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے اونکے پاس کچھہ مال نتہا تو یہہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اسلئے
کہ بیٹا معین ہے باپکا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اوسکی معین اور مددگار ہوگی
ہان اگر زوجہ کا علحدہ پیشہ ہوگا تو اوسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہے کا سبب واحد ہے حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک
ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھہ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اوسمین مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین
تو اگر ایک شخص کچھہ حاصل کریگا تو دوسرا اوسمین شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہے پہر ایک شریک اوسپہ کچھہ لادکر بستی سے چلا اپنی شریک کے اذن سے
پہر اونٹ راہ مین گرپڑا اوسنے شریک نے اوسکو حلال کرڈالا تو اگر اوسکی زندگی کی امید تہی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نتہی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اوسکو
حلال کریگا تو ہر صورت اوسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گای بکری چراتیوالیکا کہ درصورت قطع امید حیات اوسکو ذبح کرنے مین ضمان نہین اور
غیر سمنے کے ذبح مین ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچہے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد
نے فرمایا مین سبب رکہتا ہون کہ کچھہ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور کیلی اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز
ہے ایک گہر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چہت پر چڑہے تو دوسرا اوسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق مین متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ
مشترکہ مین تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہہ نفع فقط اوسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم قرض دے مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک
ہین پہر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب الوقف

یہہ کتاب ہے وقف کے احکام مین ﴿م﴾ محاسن وقف کے ظاہر ہین کہ اسمین انتفاع طبقات محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد و محتاجین کے اور عمل صالح کی انہہ ہے کہ بعد موت کے بہی
اوسکا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نتہا یہہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوتی ہے اور ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف مشہور
ہین کذا فی الاسعاف مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا
داخل کرنا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہے نہ وقف مین ﴿م﴾ غیر کا ادخال شرکت مین تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتہہ تصرف اور
نفع مین داخل ہے لیکن وقف مین ساتہہ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی مانند
یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونون سے اس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب
مال کی ملک مین رہتا ہے اور وقف مین اکثر کے نزدیک اوسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوبتر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ الحبس وقف لغت مین بمعنی حبس
یعنی بند کرنا اور روکنا ﴿م﴾ ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسیلئے
اوسکی جمع اوقاف ہے و شرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع مین وقف عبارت ہے حبس
عین سے وقف کرنیوالیکی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو ﴿م﴾ یہہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالی
زیادہ کی اور یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ تبصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے
کہا کہ تعریف وقف یہہ اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہئے اور صرف منفعتہا الی من احب یعنی اوسکی منفعت کا صرف کرنا جدہر چاہے اسواسطے کہ اغنیا کیطرف صرف کرنا
بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہے بشرطیکہ اوسکو آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنی تعریف جامع
ہوجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور اسپر محیط کی عبارت کی دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسلئے کہ قربت نہین
بخلاف اسکے کہ اگر اوسکو آخر مین محتاجین کیواسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی ولا اصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ
اور قول اصح یہہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہین مثل عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندہما ہو حبسہا علی

حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى ابن كمال وابن الشحنة
اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنیسے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اسکی منفعت کے صرف کرنیسے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پس جب واقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اوسکا باطل کردینا جائز نہیں اور اوسکا وارث اوسکو وراثت مین نپاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے
کذا صرح ابن کمال وابن الشحنة وسببه ارادة محبوب النفس في الدنيا ببر الاحياء وفي الآخرة بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب نفس اور پسندیدہ
جانی کا دنیا مین دوستون کے ساتھ اور آخرت مین ثواب حاصل ہونیسے یعنی بالنية من اهلها لانه مباح بدليل صحته من الكافر یعنی حصول ثواب وقف
اوس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلم عاقل بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف صحیح ہوا کہ وقف فی نفسہ
عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد يكون واجبا بالنذر فيتصدق بها او بثمنها ولو وقفها على من لا يجوز له الزكوة جاز في
الحكم وبقي النذر وبهذا عرفت صفته اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنیسے تو چیز موقوف کو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر اوسکو وقف کیا اوسپر
جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم مین وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی ھ صفت وقف کی یہہ ہے کہ وہ مباح اور قربت
اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہذا ذمی سے وقف صحیح ہے اور اوسکو کچھہ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف
فرض منذور ہے چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا ولد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف کریگا تو وقف
جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا فی البحر اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اوس مسئلہ کے ساتھہ مخلوط کردیا جب
صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو [illegible] چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونیکا بحر [illegible] ہے [illegible] اگر کلمہ وقف
یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور اگر وہ کہے کہ مین نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر کچھہ نیت
نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحكمه ما مر في تعريفه اور حکم وقف کا گذر گیا اوسکی تعریف مین ھ حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف مین مذکور ہوا یعنی
تصدق ہے منفعت کا ومحله المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے
وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اوسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں وركنه الالفاظ الخاصة كارضي هذه صدقة موقوفة مؤبدة على
المساكين ونحوه من الالفاظ كموقوفة لله او على وجه الخير او البر واكتفى ابو يوسف بلفظ موقوفة فقط قال الشهيد ونحن نفتي به للعرف
اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہین چنانچہ یون کہنا کہ میری یہہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یون کہنا کہ یہہ زمین
خدا کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہہ زمین یا یہہ باغ موقوف
ہے بلا ذکر مصارف اور بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہین بسبب عرف کے ھ الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف
مع الشرائط لکھی بلا تلفظ تو وقف صحیح نہین بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی مین ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہین جبتک اوسکو اپنے ہاتھہ سے نہ
لکھے اور شاہدون کو اوسکے مضمون پر گواہ نکرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر
علمانے محمد کے قول پر فتوی دیا اشتراط التسلیم مین کذا فی الطحطاوی وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات
کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح نہین وان يكون قربة في ذاته اور شرط وقف یہہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو ھ تو مسلم یا
ذمی کا وقف نصاری پر یا یہود کے معابد پر اور فقرا اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنا قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ مین ہے کہ تصدق علی الغنی مین ایکطرح کی قربت
ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بكائن شرط وقف کی یہہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے ھ تو
اگر اپنی کچھہ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہین یا یون کہا کہ یہہ زمین فقرا پر یا میری قرابت والون پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور
اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہین بسبب عدم تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا مرا تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہین بسبب تعلیق کے اور اگر

یون کہا کہ اگر یہہ گہر میرا ملک کر دون بیچ ڈالا ہو اوقت تکلم یہہ گہر اسکا مملوک تہا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق ایسی شرط پر جو موجود ہے ولا مُضافاً ولا مُوقّتاً ولا بخیار
شرط اور نیز شرط وقف یہہ ہے کہ مضاف نہو اور موقت نہو اور خیار شرط نہو ھ اضافت وقف اسطرح کہ یہہ اگر مرتد ہو کل بار ہون جلبی نے کہا کہ عدم اضافت تو شرط وقف کی کہنا
غلط ہے اسواسطے کہ نہر اور نہر میں جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہو ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ الی حاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط
یہہ ہو کہ وقت کیساتہہ اوسکی بیع کو اور اوسکی قیمت صرف کرنیکو اپنی حاجت میں ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کریگا یعنی اسطرح کہ یہہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجکو حاجت ہوگی
تو بیچکر میں اوسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف اوسکا باطل ہے کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر
میں ہو کہ اگر مرتد نے وقف کیا پہر وہ مقتول ہوا یا مر گیا ... تو وقف باطل ہے ھ وقف مرتد میراث ہوجائیگا خواہ وہ مقتول ہو یا اپنے
اجل سے مرا ہو یا ... مسلمان ہو ... وقف صحیح ... اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی کذا فی البحر فلا یصح وقف مسلم
او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی ... وقف ... مسلم یا ذمی کا ... حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر ھ ... سے جمیع
... کفار کا ... میں باطل ہو اور اگر ... جاہلیت میں یعنی حربی ہونیکے وقت ... تو صحیح یہہ ہو کہ بعد ذمی ہونیکے ... سے
... اور قول معتمد یہہ ہو کہ مجوس پر وقف جائز ہو کذا فی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی
غیر دینہ ... فلا شیء لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے ... اوسکو صدقہ ... دیا جائے
یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اوسکی اولاد سے مسلمان ہوجائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے تو اوسکو محاصل وقف
سے کچہہ حصہ نہین تو اوسکی شرط لازم ہوگی بنا برمذہب مختار کے اسواسطے کہ ... تعریفات میں ... ہو کذا الخصاف والملک ... الموقوف
بالمعدل او ... بافراز مسجد کا سجہ او بقضاء القاضی لانہ ... ان یسلمہ الی المتولی ... المفتی
معزوا للفتح ... من قبل السلطان لا المحکم ... ملک واقف کی زائل ہوتی ہو موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد جدا کر دینی ہو چنانچہ عنقریب اسکا
بیان ... اور ... کے حکم کر دینے سے ... بادشاہ کیطرف سے مقرر ہو نہ محکم کے حکم سے ... قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہد فیہ میں مختلف فیہ ہے اور
... یہہ ہو کہ ... متولی کو وقف تسلیم کر دی ... ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب ... وقف نہین ... کذا فی معین المفتی عن الفتح ... قاضی بعد رفع
... ھ مصنف نے لزوم ... کو زوال ملک ... اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہو
اسواسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہین خلاف لزوم وقف میں ہے سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اسمین بیع اور ارث نہین اور نہ بیع
... اور ... نے صاحبین کے مذہب کو اسطرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تہے جب
ہارون الرشید کیساتہہ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اوسکے نواح میں اوقاف صحابہ کرام کے دیکہے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ
یہہ ہو کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح ... علاوہ اسکے فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اوسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ میں
قاضی مرتشی ... ہین تو اسوقت میں لزوم وقف نہین ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی ... والصحیح ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور اگر ادیگا
گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہو محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہو اور ... قاضی القضاۃ بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہو کذا
فی المحیط ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر ام لا فتسمع افتی ابو السعود مفتی الروم بالاول
وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ
افتی المصنف ... قضا بالوقف حکم ہو سب پر کہ اوسمین دوسری ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہین یا سب لوگون پر حکم نہین کہ دعوی مذکور مسموع ہو
ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ میں یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلون سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہو اور اوسکو فواکہ بدریہ میں تصحیح کیا ہو اور اسیکا فتوی

مستغرقۃ [illegible] وبالموت اذا علق به ای بموته کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انه کوصیة تلزم من الثلث بالموت لا قبله ولو لوارثه

وان ردّوه الا انه یقسم کالثلثین بالملک زائل ہوتی ہو وقف کی موت ہو جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب میں مر جاؤں تو اپنی گھر کو فلانے پر وقف کیا تو

صحیح یہی ہے کہ وقف وصیت کی مانند لازم ہوگا تہائی مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ وقف اپنے وارث کیواسطے وقف کیا ہو گو اوسکو وارثوں نے جائز نہ کیا ہو لیکن ثلث

تقسیم ہوگا وارثوں پر [illegible] ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنی مرض الموت میں اپنی بیٹوں پر وقف کیا اونکے بعد اونکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتکہ

نسل باقی رہے بعد اوسکے [illegible] وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیاں اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اوسکے وقف کرنے سے راضی نہیں اور میت کا کچھ مال نہیں سوا

اس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث میں نہ دو ثلث میں تو دو ثلث وارثوں میں بقدر انکی سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اوسکا جو کرایہ وغیرہ

ہوگا وہ وارثوں پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکی حصص کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹوں پر پھر انکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر وقف کی شرط کی مانند اور وارثوں کا

[illegible] اوسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہہ ہے قال ارضی ہذہ موقوفة علی ابنی فلان فان انفصل ولدہ وولد ولدہ ونسلہ لم تجز الورثة فھی

ارث بین کل الورثة [illegible] فاذا مات الموقوف علیہ صارکلھا للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہہ زمین وقف ہے میرے فلانے لڑکے پر جب وہ مرے تو اوسکی

[illegible] نسل پر اور وارثوں نے اوسکو جائز نہ کیا تو وہ ارث ہے سب وارثوں میں جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جب کہ وہ مرگیا تو تمام زمین نسل کیواسطے

ہے انتہی الترجمہ صاحب بحر [illegible] تھا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک ہیں اور ایک ثلث وقف ہے اور اوسکا محصول وارثوں

پر تقسیم ہوگا جبتک کہ وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آئندہ میں دیا فقول البزازیة انه ارث ای حکما فلا خلل فی عبارته

فاعتبروا الوارث بالنظر للغلة فی الوصیة وان ردّوا یا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثه لانها لم تتمحض له بل للغیر بعدہ فافهم تو بزازیہ کا یہہ قول کہ

ثلث وقف کا ارث ہے محصول تو ارث حکمی ہے یعنی باوجود وقف ہونیکے تاحیات موقوف علیہ تا میراث کے تقسیم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت میں تو فقہانے وارث

کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثوں نے اوسکو جائز نہ کیا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت بیان

[illegible] وارث کیواسطے نہیں ہے جو جائز نہو بلکہ غیر وارث کیواسطے بھی ہے [illegible] بعد وارث کی تو سمجھ لے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہتی لہذا اسمیں دونوں

اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہوجاوے طحطاوی نے کہا شارح کا یہ جواب نہیں اسواسطے کہ

عبارت بزازیہ میں صریح ہے کہ تمام زمین ارث ہے جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہے [illegible] اوسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہوجاویگی اور شارح کا جواب جیسا اوپر تک ہوسکتا ہے لیکن بنظر

النسل نہیں ہوسکتا اسلئے کہ نسل کیواسطے ثلث ہے نہ سب زمین [illegible] وقفتہا فی حیوتی وبعد وفاتی مؤبدًا فانه جائز عندهم لکن عند الامام مادام حیًا

هو نذر بالتصدق بالغلة فعلیه الوفاء وله الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا مالک اپنی ملک کو موقوف بنا لیوے [illegible] یعنی اوسکو وقف کیا اپنی

زندگی میں اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہہ جائز ہے [illegible] امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہے تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اوسپر وفاء نذر

لازم ہے اور اوسکو اوس سے رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر [illegible] تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے انتہی جواز یعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی

لزوم نہیں [illegible] فیقول الدلال لو افتقر یفسخه القاضی لو عبرا

[illegible] منظور [illegible] وقف کو رجوع کرنا جائز ہے جبتک کہ وہ زندہ ہے بالذا

ہو یا محتاج ہو تو قاضی [illegible] اگر وقف محتاج ہو تو قاضی اوسکو فسخ کردے اگر وقف پر قاضی کی

تسجیل نہوگئی ہو منظور فیہ [illegible] اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہیں بلکہ واقف خود فسخ میں مختار ہے اور قید فقر کی بھی کچھ حاجت نہیں اور [illegible]

[illegible] مفتی [illegible] واقف کچھ [illegible] اور مفتی کو یہی فسخ کا فتوی دینا جائز نہیں اسواسطے کہ [illegible] امام کے قول پر کسی نے فتوی نہیں دیا کذا

فی الطحطاوی [illegible] ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق به ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی [illegible]

[illegible] اور وقف تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یوں نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ [illegible]

تسلیم جدا کرکے بیچ ہونی ہو اور غیر مسجد مین متولی تقرر کرنے اور اوسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہو کذا صرح ابن کمال وکیف ما کان فالحق ان وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہین ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جاوے تو جائز نہین وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ وقف کا جدا کر دینا قسمت کے مبنی ہو اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہو تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہین رکہا اور امام ابو یوسف نے قبض نہین شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکہا اور اختلاف ہی محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہی سواے مسجد اور مقبرہ کے کہ انکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بہی تمام نہین بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہو اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا اور خلاصہ اور بزازیہ اور درر اور ولوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان مین کہا کہ مشاع مین امام محمد کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر۔ ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائطہ الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جاوے جہت قربت کیواسطے جو منقطع ہو یعنی انجام کار وقف ہمیشہ دائمی ہو سکے۔ یہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہی وقف کی شرائط خاصۃ کا محمد کے قول پر اسواسطے کہ وقف انکے نزدیک صدقہ ہی اور ابو یوسف نے اوسکو اعتاق کی مانند قرار دیا ہو رحمہم اللہ ابو یوسف سے دو روایتین مین ایک روایت یہ کہ تابید وقف مین ضرور ہو لیکن ذکر دوام شرط نہین اور یہی قول صحیح ہی اور دوسری روایت یہ ہو کہ دوام شرط نہین اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہو کذا فی الہدایہ والمنح مخمولی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہین اسواسطے کہ اول تو وہ انکے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہین ہوتا مگر قضا سے پہر بیان شرائط مین محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی لزوم وقف مین بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل فی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہی اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہی وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ مین ہو کہ اسیپر فتوی ہو اور مصنف نے بہی اپنی شرح مین اسکو ثابت رکہا ہو واذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت وجزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف مین مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہو بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر معینہ تو اوسکی موت کے بعد وقف کو وارثون کی طرف موقوف ہو جائیگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الفتح مین کہتا ہون اور خانیہ مین یقین کیا ہو صحت موقت کا مطلقا تو خبردار رہو اور ثابت رکہا اسکو شرنبلالی نے رحمہ اللہ مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہین ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ مسئلہ ابتیر ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید جب شرط نہین تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ مین ہو کہ ایک زمین اپنی اولاد کو ایک مہینہ یا دو مہینہ وقف کیا اور اس سے زیادہ کچہ نکہا تو جائز ہو اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اوسکا قول یعنی عدم زیادت اوس تفصیل کا مشیر ہو جسکو ہلال نے بیان کیا ہو کہ اگر وقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہو اور اگر یہ شرط نہین تو صحیح ہو تو خانیہ کی عبارت مین اطلاق نہین جسکو شارح نے بیان کیا ہو مگر تطبیق ان وقت داد رکہو اور توفیق عبارات کی یون ممکن ہو کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہو کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہو اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اوس روایت پر محمول ہو جسمین مطلقا اشتراط تابید نہین اور قول بتفصیل ابو یوسف کے اوس قول صحیح پر محمول ہو جسمین تابید معنوی ضرور ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی التدبیر پہر جب وقف باجماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہین ہوتا اور تملیک اوسمین نہین اور نہ عاریت اور نہ رہن ہو سکتا ہو اسلیے وقف کرنیوالیکو رہن کا کرنا باطل ہو چنانچہ کتاب التدبیر مین مذکور ہو چکا ولو سکنہ المشتری والمرتہن ثم بان انہ وقف او للصغیر لزم اجر المثل قنیہ اور وقف مین مشتری یا مرتہن رہا پہر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہو یا صغیر کا مملوک ہو تو اسپر اجرت مثل واجب ہو کذا فی القنیۃ ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی قاری الہدایۃ وغیرہ اور قسمت کیا جاوے وقف مستحقین مین بلکہ اہل استحقاق نوبت نوبت اوس سے فائدہ لین مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہو قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف الآخر اما اذا اختلفت جہۃ وقفہما قال قاری الہدایۃ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہو جب کہ قسمت موقوف علیہ اور وقف اور اوسکے شریک مالک یا دوسرے وقف یا [illegible] کے درمیان ہو جب جہت مصلحت وقف کی مختلف ہو مولانا صرح قاری الہدایہ رحمہ اللہ یعنی وقف ہی جب لے جورت دو وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی نقصان کا فیصلہ ہو کہ رفع خلاف اور متفق علیہ ہو گئی سو اگر [illegible] تو امام کے نزدیک قسمت [illegible] جہت استعمال کرنا چاہیو اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہو گی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہین تو قسمت نہ

احتیاج نہیں ہے اسلیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہو ولو وقف نصف عقار له فالقاضي يقسمه مع الواقف صدر الشريعة وابن الكمال وبعد موته [illegible]
القاضي او وقف من الملك ولهم بيعه به افتى قارى الهدايه واعتمده في المنظومة المحبية اور اگر واقف نے اپنی زمین کا نصف وقف کیا جسکے علاوہ [illegible]
تقسیم کر دے یا موجود وقف ہے كذا صرح صدر الشريعة وابن الكمال اور واقف کی موت کے بعد اوسکے وارثوں کو تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دے اور وارثوں کو نصف [illegible]
بیع کرنا جائز ہے اور سب کا فتوی دیا قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں م انفع المسائل میں مذکور ہے کہ جمع بین الوقف والملک کے تقسیم قاضی کو جائز نہیں [illegible]
تراضی سے كذا في [illegible] لا الموقوف عليهم فلا يقسم الوقف بين مستحقيه اجماعا درر وكافي وخلاصه وغيرها لان حقهم ليس في العين [illegible]
في فتاواه وفي فتاوى قارى الهداية هذا هو المذهب وبعضهم جوز ذلك یعنی موقوف علیہم کے قسمت ملک وقف معتبر نہ ہوگا بین مستحقین کے باجماع امام [illegible]
کے كذا في الدرر والكافي والخلاصة وغيرها اسواسطے کہ مستحقوں کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اوسکے محاصل میں ہے اور اسیکا [illegible] نے اپنے فتاوی میں اور فتاوی قاری ہدایہ
فتاوی میں ہو کہ یہی مذہب ہے اور بعض علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہے م یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے كذا في الطحطاوي ولو سكن بعضهم ولم
يجد الآخر موضعا يكفيه فليس له اجرة ولا له ان يقول انا استعمله بقدر ما استعملت لان المهاياة انما تكون بعد الخصومة قنيه
اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اوسکو کافی ہو تو اوسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اوسکو یوں کہنا جائز ہے
کہ مکان وقف کو میں استعمال کروں گا جسقدر تو نے استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے كذا في القنيه م طحطاوی نے کہا
خصاف کی عبارت ہے [illegible] قنیہ کیطرف منسوب کی نعم لو استغله كله احدهم بالغلبة بلا اذن الآخر لزمه اجر حصة شريكه ولو وقفا على سكناهما [illegible]
الملك المشترك ولو معدا للاجارة قنيه ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک اجرت
لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اوسمیں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو كذا في القنية قلت
ولو بعضه ملك وبعضه وقف يأتي في الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آویگا ويزول ملكه عن المسجد والمصلى
بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عند الثاني وشرط محمد والامام الصلوة فيه بجماعة وقيل يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية [illegible] اور زائل
ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک [illegible]
نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے م [illegible]
امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اوسکو [illegible] نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک اشاعۃ کا مسجد کرنا جائز نہیں [illegible]
واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص [illegible] عمارت نہیں اور [illegible]
یا دوام کا لفظ ذکر نکیا لیکن [illegible] مسجد ہوگیا [illegible] كذا في [illegible]
کے ساتھ اپنی ملک سے جدا کر دے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے [illegible] بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنا دی ہو اور لوگوں کو [illegible]
اذن دیا اگرچہ اسکی راہ بھی شرط کی ہو تو سب کے نزدیک مسجد ہوگئی و الا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہوگئی اور منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط
نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنا بر صحیح روایت کے [illegible] ساتھ اذان اور اقامت کے [illegible] نماز جہری
بھی شرط ہو تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت کی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اوسکے تنہا نماز سے مسجد ہوتی
بالاتفاق اور متولی یا قاضی [illegible] تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی كذا في العالمگيريه [illegible] ابو یوسف کا قول [illegible] اوسکو مقدم کیا
تنویر اور درر اور ملتقی کی [illegible] مسجد ہو جاتی ہے كذا في الطحطاوي فرع مسئلہ [illegible] اهل المحلة [illegible] ان كان
من اهل المحلة لهم ذلك والا لا بزازيه اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکو بنانا [illegible] اہل محلہ ہو تو جائز ہے [illegible]
البزازيه واذا جعل تحته سردابا لمصالحه اي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيرها [illegible]

وله بيعه و يورث عنه خال (فالمينا) اور جب کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کیواسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اوسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہو گی اور اسکو اوسکی بیع جائز ہے اور اسکے بعد اوسکا وارث ہو دیگا بخلاف صاحبین کے یہ مذہب امام کا قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلی یا اسفل یا جوانب مین باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوگا کذا فی المحیط و عن البحر کما لو جعل وسط داره مسجدا واذن للصلوة فیه حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اوسمین نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہو گی مگر جبکہ مسجد کے واسطے راہ بھی شرط کر دے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیه فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیه اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں ہے اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر واقف نے [illegible] کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے مسجد ہو گیا یا اوسمین نماز پڑھی ہے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا کہ میں نے اسکی نیت کی تھی تو اوسکی تصدیق نہو گی کذا فی تاتارخانیہ پس جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہو گا تو اوسکا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اوس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جائے کذا فی البزازیہ م کرایہ لینا ہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا مسجد کے واسطے جائز کہا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اوسکی کچھ حاجت نرہی تو وہ مسجد ہی باقی رہیگی امام اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اوسکی ملکیت واقف اور اوسکے وارثوں کیطرف عود نکریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مسجد علی الدوام کر دی اور اوسمین نماز پڑھی جا چکی ہے کذا فی المنح الحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته عند محمد اور مسجد مذکور امام محمد کے نزدیک بانی یا اوسکے وارثوں کو اوسکی ملک عائد ہو گی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ نقل ہو گی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اوسکا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اوسکی دوسری مسجد میں صرف ہو گی اور یہ روایت [illegible] حاوی کے مخالف ہے کذا فی المنح ثم ان فی الخلاف المذکور حشیشه و حصره مع الاستغناء عنهما اور خلاف مذکور میں انسے مراد ہے کہ مسجد کی گھاس اور اوسکی چٹائیاں جب انکی حاجت نرہی یعنی شیخین کے نزدیک بالکل داخل رہینگی اور محمد کے نزدیک واقف کی ملک ہو جاوینگی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیه تفریع علی قولهما درر اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنواں جب لائق انتفاع نہ رہے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئیں اور حوض کا اوس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئیں اور حوض کے جو اوس سے قریب تر ہے یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر م عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اوس مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اوس مسافرخانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو وقفها وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل فلو قبله صح قلت لکن سیجیء معزیا للفتح موید اذا زاده ان للواقف الرجوع فی الوقف و لو مسجلا [illegible] ایک شخص نے اپنی زمین فقراء پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اپنے وصی سے کہا کہ اس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں [illegible] خارج ہو چکی ہے [illegible] قاضی کے حکم [illegible] اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آویگا [illegible] واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ [illegible] م یہ استدراک [illegible] معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر الیه لانهما حینئذ کشیء واحد [illegible] اور جہت [illegible] بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہو گیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی [illegible] ایک مسجد کی [illegible] م مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] ایک شخص نے [illegible] مصالح کیواسطے [illegible] وقف میں کیا تو اگر

ایک مسجد کے امام یا موذن کا وظیفہ کم ہو گیا اوسکو وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد وقف کی فاضل آمدنی سے اونکو دیا جا سکتا ہو اور تتمہ میں علامہ فرم نے کہا کہ ہمارے حیثیت کو سطر پر محمول کرنا علامہ بزازی کے
مسئلہ کے مخالف ہو اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف و جہت کی یون مثال دی ہو کہ دو وقف ایک مسجد پر ہون ایک وقف اوسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اوسکے امام اور موذن کیواسطے
کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا و مدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لا یجوز لہ ذلک اور اگر دو وقف اپنی جہت
سے کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصون نے دو مسجدین بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونون پر اوقاف وقف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے
پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقرہ واکرتہ بفتحات وھم عبیدہ الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلون اور کھیتی
کرنیوالے اپنے غلامون کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہو بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتح اول و ثانی جمع اکار ہو یعنی کشتکار اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہو کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصۃ و نفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فیہ
بل تجب قیمتہ لیشتری بھا بدلہ اور جائز ہو وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کی مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اوسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہو اور اگر وہ غلام
مقتول ہو عمدا تو اوسمین قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت دینا واجب ہو تا عوض اوسکو دوسرا خرید کیا جاوے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ
لانہ مجتھد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحتہ وبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان
جاز الافتاء والقضاء باحدھما جیسے وقف منقول چنانچہ صحیح ہو وقف اوس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو اسلئے کہ وقف مشاع میں مجتہدین کا اختلاف
ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہو کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جب کہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہو کذا فی البحر و شرح المصنف رحمہ اللہ بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو ورنہ مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی ہو یا قاضی
حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی دینا اور حکم کرنا مردود ہو کذا فی الطحطاوی وکما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم
ودنانیر اور جائز صحیح ہو وقف اوس مال منقول کا بھی بالقصد یا بالتبع جسمین لوگون کا عمل جاری ہو گیا یعنی جسکے وقف کا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی
اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر بھی ہم کہو کہ اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں خلاف نہیں اسواسطے کہ اسمین احادیث و آثار وارد ہین بلکہ ان کے غیر میں اختلاف ہو مشہور
یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہو اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یون منقول ہو کہ محمد مجوز وقف منقول ہین مطلقا اور ابو یوسف بشرط
رواج اور ظاہر نہر الفائق اسپر دلالت کرتا ہو کہ وقف منقول اونہیں شہرون میں منحصر ہو جہان اوسکے وقف کا رواج ہو اور مفتی ابو سعود کے نزدیک اوسکا مطلق نہیں کذا فی الطحطاوی
قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابو سعود و مکیل و موزون فیباع ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ھذا لو وقف
کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ لغیرہ وھکذا جاز خلاصہ میں کہتا ہون بلکہ سلطان کا حکم قاضیون کو
صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہوا ہو چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہو اور جو چیزیں کیلی اور وزنی ہیں وقف کرنیکا تو کیل اور موزون بیچی جاوے اور اوسکی
قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کوئی من گیہون یا جو وقف کرے اس شرط پر کہ متولی اوسکا قرض دیا کرے مزارع کو جسکے پاس بیج
نہیں تاکہ وہ بووے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اوتنا اوس سے لیلے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور لیا کرے تو یہ وقف
جائز ہو کذا فی الخلاصہ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنہا وسمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ میں ہو کہ ایک شخص نے گائ
وقف کی اس شرط پر کہ جو اوسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیرون کے واسطے ہو اگر وہان کے لوگ ایسے وقف کرنیکے عادی ہون تو اوسکے جواز کی میں امید رکھتا ہون وقدر وجنازۃ وثیابہا
ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ کثیاب ومتاع وھذا قول محمد وعلیہ الفتوی
اختیار اور صحیح ہو وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اوسکے کپڑون کا اور مصحف اور کتابون کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس متروک ہوتا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام
اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہو بخلاف اوس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں چنانچہ کپڑون اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول ہو محمد کا اور اسی پر فتوی ہو کذا فی
الاختیار شرح المختار جنازہ اکثر عبارت ہو نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاتے ہیں اور ثیاب جنازہ وہ ہین جو نعش پر ڈالی جاتی ہین علامہ فرماتے تھے کہ وقف کتب کا

مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف نحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اسواسطے کہ تابید یعنے ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے حلبی نے کہا ہے ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اسواسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہنچانیکے واسطے وقف ہیں وفی البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم شتاءً ثم یردونہا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کملوں کا فقیروں پر سو انکو دیئے جاوین جاڑے میں پھر انکو وہ پھیر دیں بعد اسکے م یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنی ہے وفی الدرر وقف مصحفاً علی اہل مسجد لقراءۃ القراٰن ان یحصون جاز اور درر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنیکے واسطے اگر اہل مسجد شمار ہی لوگ ہوں تو جائز ہے م ظاہر تقیید احصاء دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصاء وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اوسکی شرح میں احصاء اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصوراً علی ہذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اوسمیں پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر م قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد میں کا مصحف موقوف دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحقی وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبۃ العلم وجعل مقرہا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا اونکی مکانات سے فائدہ لینیکے واسطے اور فقہاء اسمیں مبتلا ہیں سو اگر واقف نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسے کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ بھیجنا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور رکھنا کتب کا اپنے اس خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر م سبب تردد اختلاف ہے اون دو عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصلح لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل البتہ بقیہ جائز نہو کہ نفع طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے اور اوسکے وارث اوسکی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں والدرر ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی اٰخر المصالح وتمامہ فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاوے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر اونکی کفایت کے پھر چراغ بتی اور فراشوں کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور بوریا بان اسکا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتداء عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اوسیقدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیوار وغیرہ کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں اگر واقف نے انکو نہ کیا ہو وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاءً صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونیکے بطریق اقتضاء یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ حاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاءً ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فیہ فان خیف کامام وخطیب وفراش قدموا فیعطوا المشروط لہم واما الناظر والکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر وہو الحق خلافاً للاشباہ اور قطع کیجاویگی سب مقدار مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو جیسے امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو انکا مشروط دیا جاویگا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو اونکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ م اشباہ میں کہا کہ اونکو بقدر کفایت دیا جاویگا وفیہا عن الذخیرۃ لو صرف الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن وہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اوسپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر احکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اوسکی تعدی کے دینے سے وما قطع للعمارۃ یسقط راساً اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اسلئے کہ ہنگام عمارت میں انکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہیگی تو اونکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم الفاضل للفقراء والمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتج لان الجواز ان یحدث حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمہ اور اشباہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم

عمارت شرط کی بعد اسکے جو فاضل آمدنی قترا یا مستحقین کیواسطے تو ناظر کو لازم ہی کہ کچھہ چھوڑنا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ فی الحال حاجت نہو کہ شاید کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اسکے جب کہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہرسال اوٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے و فی الوھبانیۃ لو زاد المتولی دانقا علی اجر المثل ضمن الکل لو قوع الاجارۃ لہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرۃ مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے

م صورت اسکی یہہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن قاضیخان اور دانگ ششم حصہ درم کا و فی شرح الشرنبلالی عند قولہ ۵ ویدخل فی وقف المصالح قیّم۔ امام خطیب والمؤذن یعبر الشعائر التی تقدم شرطا ام لم یشترط بعد العمارۃ ھی امام و خطیب و مدرس و وقاد و فراش و مؤذن و ناظر و ثمن زیت و قنادیل و حصر و ماء وضوء و کلفۃ نقلہ للمیضاۃ فلیس مباشر و شاھد و شاد و جاب و خازن کتب من الشعائر فتقدیمھم فی دفتر الحساب لیس بشرعی و یقع الاشتباہ فی بواب و مزملاتی قالہ فی البحر قلت و لا تردد فی تقدیم بواب و مزملاتی و خادم مطھرۃ انتھی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس او روا خل ہو مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور موذن یوں ہے کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور موذن اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں ہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کہ یہہ بھی مقدم میں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھہ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی م مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ ۔۔۔ پانی سرد ہوا اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینیکے برتن پانی سے بہرے اور شاید وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو ۔۔۔ مسجد رہی پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اوسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بہرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت انما یکون المدرس من الشعائر اذا کان مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اوسی شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکی غیبت سے معطل نہیں ہوتا بخلاف مدرسہ مدرسے کے کہ وہ اوسکے نہونے سے بالکل معطل اور منقفل ہوجاتا ہے م اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اوسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے وقت کی شرط کے موافق اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں اسلیے اور مدرس ہر صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا طالبین کو وھل یأخذ ایام البطالۃ کعید و رمضان لم ارہ و ینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی واختلفوا فیہا والاصح انہ یأخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ و سیجیٔ مالو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل چنانچہ عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور لائق ہے الحاق تعطیل ۔۔۔ کا قاضی کے تعطل سے اور علما اوسکی لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہہ ہے کہ قاضی اوسکو لے اسواسطے کہ تعطل کے استراحت کیواسطے میں چنانچہ اشباہ میں ہے اسی قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب رہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو تقسیم کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس کچھہ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اوسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھہ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ اون دونوں دنوں میں درس نکرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اوسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نکی ہو ولو کان الموقوف دارا فعمارتہ علی من لہ السکنی و لو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اوسکی مرمت اوس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہو اگرچہ ساکن متعدد ہوں اپنے مال سے مرمت کریں نہ گھر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی وقفہا الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول اصح میں یعنی اوسپر عمارت بقدر اوسی صفت کی واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من لہ السکنی او عجز لفقرہ عمر الحاکم ای آجرھا الحاکم منہ او من غیرہ و عمرھا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضی من لہ السکنی زیلعی و لا یجبر الآبی علی العمارۃ ولا تصح اجارۃ من لہ السکنی بل المتولی او القاضی اور جسکو واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اوسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اوس گھر کو اوسی

شخص ساکن یا اوسکے غیر کو کرایہ دیا ہو اور اوسکو کرایہ سے اوسکی مرمت کرے جو وقف کی عمارت کی بابت اور زیادہ عمارت نکرے مگر اوسکی رضامندی سے جسکے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اگر جسکے
برخبر دستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہو اوسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم تردها بعد التعمير الى من له السكنى رعاية
للحقين پھر حاکم اوس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اوسکو جسکے واسطے سکونت ہے برعایت دونو حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق وقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر
تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل فوت ہوجاتی فلا عمارة على من له الاستغلال لانه لا سكنى له فلو سكن هل تلزمه الاجرة الظاهر لا لعدم الفائدة تو گھر کی عمارت
اوس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہو اسواسطے کہ اوسکے لئے سکونت نہیں ہے اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اوسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر واجب نہیں
لعدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اوسپر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اوسیکو ملیگا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتيج للعمارة فياخذها المتولى ليعمرها ولو هو المتولى
ينبغي ان يجبره القاضي على عمارتها مما عليه من الاجرة فان لم يفعل نصب متوليا ليعمرها مگر اوس وقت کرایہ اوسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی
اوس سے کرایہ لے تاکہ گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اوسپر زبردستی کرے کہ عمارت کیواسطے اوس کرایہ سے جو اوسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو
قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اوسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتها له ومؤنتها عليه صح وهل يجبر على عمارتها الظاهر لا نهر اگر واقف نے اپنی گھر کی ایک شخص کے
واسطے شرط کی اور اسکا خرچ بھی اوسپر شرط کیا تو یہ دونو شرطین صحیح ہیں اور کیا اس شخص پر عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر جبر نہیں کذا فی النهر وفي الفتح
لو لم يجد القاضي من يستاجرها لمرمة وخطر له انه يجبره بان يعمرها او يردها الى ورثة الواقف فلو كان هو الوارث وفي فتاوى قارئ الهداية
ما يفيد استبداله او ثمنه للوارث او الفقراء انتهى فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اوسکو یا وہ جو اوس گھر کو کرایہ لے ایسا شخص نہ پاوے جو اوسکو بنیاد کرے اور پھیر دے ولیسن پایا جاوے کہ
جسکے واسطے سکونت وقف ہوا اوسکو قاضی اختیار دیگا کہ اسمیں کہ یا اوسکی تعمیر کرے یا اوسکو وارثان واقف کو پھیر دے مختار کہتا ہے کہ جب کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی پہ سکونت وقف ہوئی اسمین
نہیں دیکھا اور فتاوی قاری ہدایہ میں وہ مضمون ہے جو عنقریب ہوا کہ اوسکا استبدال کا یا اوسکی قیمت پھیر دیجائے وارث کو یا فقیروں کو انتہی بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا
کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہوجاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اوسکا استبدال چاہیئے خواہ زمین ہو خواہ گھر ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ہشام
نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہوجاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ
جائز نہیں سوا ہے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اوسکے وارث کی طرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر نہو سکا
کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ السکنی وارث ہو اوسکو میں نے نہیں دیکھا ساقط
ہوگیا اسواسطے کہ اوسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا ترک کیا ہے باوجود
کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اسکو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاكم او المتولى نقضه او ثمنه ان تعذر اعادة عينه
الى عمارته ان احتاج والا حفظه ليحتاج الا اذا خيف ضياعه فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج حاکم یا متولی اوسکے وقف منقوض کو
یعنی مکان شکستہ کی لکڑی اور پتھر اور سامان کو یا اوسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اوسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو صرف کرے اور نہیں تو اوسکو محفوظ رکھے حاجت وقت کے
واسطے مگر جب اوسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے بحر الرائق میں تحریر ہے منقوض کی دو جگہ ہو صورت تعذر اعادہ اور
در صورت خوف ہلاک ولا يقسم النقض او ثمنه بين مستحقي الوقف لان حقهم في المنافع لا في العين اور تقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کے
درمیان میں اسواسطے کہ اونکا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی علی اختلاف القولین اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی پرانی
چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسیطرح باقی ہے میں رمضان کی بتیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اوسکو تاثار رواج ہو کہ امام اور
موذن بلا اذن صریح لیتے ہون تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شيء اي جعل الباني شيئا من الطريق مسجدا لضيقه ولم يضر بالمارين جاز لانهما للمسلمين كما يجوز
عكسه اي كعكسه وهو اذا جعل في المسجد ممرا لتعارف اهل الامصار في الجوامع وجاز لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر الا الجنب والحائض والدواب زيلعي
بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جب کہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونو مسلمین کیواسطے ہیں جیسا کہ بالعکس اسکے جائز ہے یعنی

جب کہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرایا جائے بسبب تعارف شہروں کے جوامع مساجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو اور جنب و حائض کو اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی م اسکا مخالف فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہرا دیں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں ہے طحطاوی نے کہا اسمین کچھ مخالفت نہیں اسلیے کہ مصنف کا کلام بابت مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسه لجواز الصلوة فی الطریق لا المرور فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م حلبی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ماتقدم نہیں ہے و تؤخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرها درر و عمادیه زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہو تو اوسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ م اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اوسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی و جعل الواقف الولایة لنفسه جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کی مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب یہ ہے کہ ولایت وقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول اسکو تسلیم کرے پھر اوس سے لے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت میں ذکرہ الولوالجی و کذا لو لم یشترط لاحد فالولایة له عند الثانی وهو ظاهر المذهب نهر خلافا لما نقله المصنف اور اسیطرح اگر واقف کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیه ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم و قارئ الهدایة پھر وصی کو ہے درصورت عدم شرط ولایت وقف کرنیوالے کے بعد اوسکے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم و قارئ الہدایہ اور آگے آئیگا و ینزع وجوبا بزازیه لو الواقف درر فغیره بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه فتح او کان یصرف ماله فی الکیمیا نهر بحثا اور نکال لیا جائیگا وقف بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا م خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب مال بیجا صرف کر کے طلب کیمیا میں برباد کریگا

وان شرط عدم نزعه او ان لا ینزعه قاض ولا سلطان لمخالفته لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیة غیره اشباه اگرچہ واقف نے اوسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر امین سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو متولی ٹھہرا دے تو اوسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پھر بحال کرنا جائز نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی و جاز جعل غلة الوقف او الولایة لنفسه عند الثانی و علیه الفتوی اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کیا جبتک وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیروں کیواسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کرو یا جہاد ہو یا میرے کفارات رمضان یا میرے دیون ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی و جاز شرط الاستبدال به ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا اوس وقت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا بحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور اوسکا ابو یوسف کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی

شرط بیعه و یشتری بثمنه ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیة کالاولی فی شرائطها وان لم یذکرها ثم لا یستبدلها

سئل ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہوا اور خرید کرے اوسکی قیمت سے دوسری زمین جیسے چاہے پھر جب یہہ کرچکا تو دوسری زمین پہلی زمین کی مانند ہوگی۔ اوسکی شرائط ہیں اگرچہ تہمت شرائط سابقہ کو نہ ذکر کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین میں تھی نہ دوسری میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط وقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو تو اوسکا کوئی نہیں سوائے قاضی کے کذا فی الدرر اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کے واسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و عمل ہو شارح نے بحر الرائق کی پانچ شروط سے دو شرطوں کو ذکر کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور یہہ میں غبن فاحش ہو قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بموجب اوس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اوسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس به مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر [illegible] المسائل [illegible] شرط [illegible]

[illegible] قاضی جنت ہو [illegible] جائز ہو

[illegible]

[illegible] تو دوسری زمین [illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible]

[illegible] ٥ [illegible]

[illegible] جائز ہے [illegible]

[illegible] قاضی کو استبدال جائز ہے [illegible]

اور کے حق میں [illegible] اور زاد ابن المصنف فی زواہرہ تامتہ [illegible]

اور ابن مصنف نے اپنے رسالہ [illegible] زیادہ کیا [illegible] وقف [illegible]

اوسکی [illegible] شرط [illegible] تو جائز ہے [illegible]

سکونت [illegible] حفاظت کا [illegible] شرط [illegible]

زیادہ و اجرت [illegible] زمین اگر [illegible]

نے یہہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یجوز [illegible] اربع [illegible] وقف [illegible] جاری رہتی ہو

یوں مذکور ہیں ١ اول وقف استبدال کی شرط کی ہو ٢ غاصب نے اوسکو غصب کیا اور [illegible] جاری کیا [illegible] ہو متولی اوس سے ضمان لیکر دوسری زمین اوسکے عوض خرید کرے ٣ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید [illegible] اگر کوئی شخص عمدہ زمین بہ نسبت زمین وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مذہب پر قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ وقع فی سنۃ احدی وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدال الوقف وامر ان یصیر باذن السلطان [illegible] انتہی ملخصا میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں یہہ ہے کہ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان [illegible] منع استبدال [illegible] استبدال باذن سلطان ہو اگر یہہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہو انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یہہ شارح [illegible] کے جواز استبدال [illegible] کیا صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں

کما کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں الی آمدنی کم ہو جاے اور ہم اوسکا فتوی نہیں دیتے اور البتہ ہمنے استبدال میں بہت سا فساد دیکھا ہے کہ ظالم قاضیوں نے اسکو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف مسلمین کے ابطال میں انتہے علاوہ اسکے اگر جائز ہو تو قاضی با عمل کو جائز ہو سو وہ کبریت احمر سو بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضا لو شرط الواقف للعزل والنصب وسائر التصرفات لمن یتولی من اولادہ ولا ید اخل احد من القضاۃ والامراء وان داخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ ہل یمکن مداخلتہم فاجاب انہ من سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ قد حررت ہذہ الوقفیات المشروطۃ ہکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونہم رتبۃ یعرضون بارائہم مع قضاۃ البلاد علی المشروع من المراد لا یخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ لہذا ورد الامر الشریف والواقفون لو ارادوا ای فساد صدر بصدد واد اخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ فہم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعہا لغو وباطل انتہی فلیحفظ ابن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ بھی ہے کہ اگر عزل اور نصب اور باقی تصرفات اسکی واسطے شرط کرے جو اوسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نکرے اوسکی اولاد [illegible] تولیت سے قاضیوں اور امیر وغیرہ کوئی اور اگر مداخلت کریں تو اونپر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نوسو چوالیس ہجری میں ایسے نامے مرقوم ہوئے ہیں جنمیں ایسی شرط ہے [illegible] تو متولی اگر منجملہ امرا کے ہوں تو تصرفات [illegible] باب دولت علیہ سلطانیہ سے [illegible] اور اگر متولی اونسے کمتر رتبہ ہوں تو اپنی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کر کے [illegible] قاضی متولی [illegible] کریں [illegible] سلطانی [illegible] اور جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنے والے [illegible] قاضی [illegible] مداخلت کریں [illegible] وقف ملعون ہیں سو پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ تمام شرطیں مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں [illegible] ہم کہتے ہیں [illegible] کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف میں دخل نکریں تو یہ شرط باطل ہے [illegible] تو مقبول نہیں [illegible] رعایت شرط وقف اور مداخلت حاکم لازم ہوئی [illegible] حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اوس میں مداخلت کرنا جائز ہے [illegible] وقف [illegible]

بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مالک کی ہے تو وقف صحیح نہیں اکثر [illegible] کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے [illegible] سئل قاری الہدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک وصححہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تعامل [illegible] الافتا قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور درخت کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسکو ترجیح [illegible] شارح وہبانیہ [illegible] اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہ دلیل لا کر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اسکو وقف میں عرف جاری ہو [illegible] فتوی دینا متعین ہو گیا انتہی قاری ہدایہ [illegible] سراج الدین ہے [illegible] اکمل کا اور اوستاد ہیں صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے اوستاد [illegible] قاری ہدایہ ہو گیا [illegible] (۱)

مرقوفۃ علی ما عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان لا رض لجہۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہو [illegible] عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف [illegible] وقف [illegible] خلاف [illegible] قول صحیح یہ ہے کہ اسکا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب بصحتہ لو الارض وقفا او لغیر الواقف ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین وقف ہو [illegible] یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے [illegible] وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ او المستاجرۃ فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہوں کیا انکی بیع اور وقف جائز ہے [illegible] زمین [illegible] تو جواب دیا کہ ہاں [illegible] عمارت اس زمین موقوف [illegible] اجرت [illegible] اشجار کا وقف بقول ابن نجیم صحیح ہے [illegible] تفصیل [illegible] اگر ایک شخص نے اوس زمین [illegible]

اجارہ میں جو ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہوگا بوجہ اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجر میں سے کوئی مر گیا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور یہ زمین مرہونہ کو اگر چھوڑا یا ہو یا دے واسطے ادا کی
زر رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہو تو وقف صحیح ہوا اور اگر کچھ مال ادا ہونے کیواسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہو تو قاضی ادائے زر رہن کیواسطے اوسپر
جبر کریگا اگر اوسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے یہ فتاوی بزازیہ میں ہے لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت
کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں علما نے کہا بحر الرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنی ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہو و اما
حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی المنیۃ سئل عن رجل فی ارض وقف فابی صاحب الارض ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر
مما استاجر ... العمارۃ ... وان کانت لا تستاجر باکثر ... بذلک الاجر ومثلہ فی البحر اما اجرت زیادہ ہونیکا حکم منیہ میں یہ تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دوکان ہے
وقف کی زمین میں ... تو اگر عمارت وہاں سے ہٹائی جاوے تو اوسکی اجرت زیادہ ہو جاتی مستاجر کی اجرت سے تو اسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اوٹھالیجاوے اور
زمین غیر شخص کو اجارہ پر دیجاوے اور اگر عمارت دور کرنے سے اجرت زیادہ نہو تو اوسکو مستاجر کے ہاتھ میں اوسی اجرت پر چھوڑا جاویگا اور ایسی ہی بحر الرائق میں ہے و فیہ لو
زاد علیہ فی اجارۃ مشاھرۃ تفسخ عند رأس الشھر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یتملکہ القیم برضی المستاجر فان لم یرض یبقی
الی ان یخلص ملکہ انتھی اور بحر الرائق میں محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہوا گیا اوسکا اجارہ ماہواری ہو تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اوسکا فسخ کیا جاوے
بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اوٹھائی جاوے اور اگر رفع مضر نہو تو اوٹھائی جاوے یا متولی وقف اوسکا مالک ہو جاوے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو
تو باقی رکھی جاوے یہانتک کہ اوسکی ملک خالص ہو جاوے یعنی لو استاجرہ مسانھۃ او مدۃ طویلۃ والظاھر انہ لا تقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولا ضرر علی
الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا لزیادۃ فی نفس الارض انتھی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالیانہ ہو یا مدت دراز کا
اجارہ ہو ظاہر ایسا ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بعمارت سکے تھی نہ بسبب زیادتی زمین
کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر اما وقف الاقطاعات ففی النھر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعھا رجلا قال و اغلب
اوقاف الامراء ... اشتروھا ... یجعلونھا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں
مگر اوس وقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اوسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اوسکو کسی شخص کے واسطے معاف کردیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر
اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہو وقف کرنیوالی بیت المال کے وکیل سے اوسکو ظاہر میں مشابہ بخرید کر لیتی ہیں انتہی تفصیل اس مقام کی یون ہے کہ واقف ارض یا مالک اصلی
سے اوسکا اسطرح ہو کہ وہ اوسکا مالک تہا جبکہ وہ ملک دار الاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی وہان کی لوگون کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے
زمین کی ملکیت اوسکے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہو یا حاکم
کی مملوک ہو تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطان نے کسیکو دی تو اوسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اوس سے
نکال لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ مشروع زمین خرید کرلی تو اوسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک ہے اور اوسکی بیع شروط کی زمین مذکور میں مراعات کی
اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ ... نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اوسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الحموی
عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوھبانیۃ ... ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر + قلت وفی شرحھا للشرنبلالی وکذا یصح
بذلک ان فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاء ملک مالکھا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال کو وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہے اور سلطان
ثواب پاویگا میں کہتا ہون اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اسکو واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی
رہنے ملک ... کے قبل فتح کے انتہی خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین میں سے فلانی زمین میں مسجد کے وقف کیواسطے دوکانین بنالین تو اگر وہ ملک
بقہر فتح ہوا ہو تو اذن سلطان کا نافذ ہے اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہوگیا تو وہیں امر سلطانی جائز ہوا اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہے کہنا

فی المحیط ... اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فان صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باع الواقف او بعض ورثہ

عنہ ووقفہ لجہۃ اخری وحکم بالثانی قبل الحکم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا للشیخ وقاری الہدایۃ
والمولی ابی السعود قلت لکن حملہ فی النہر علی القاضی المجتہد فراجعہ اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کی وقف کے وارث کو سو اوسنے بیع کی تو بیع صحیح ہے
اور اجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطہ مسجل نہونے وقف کے یہانتک کہ اگر وقف تمام وقف یا بعض کو بیع کر دیا رجوع کر کے وقف سے اور دوبارہ اوسکو دوسرے
مصرف کیواسطے وقف کر دیا اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اسکو محقق کیا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا فتوی دیا ہے انہوں نے اوستاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے میں کہتا ہون لیکن حمل کیا ہے اسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر
سو اوسکی طرف مراجعت کرو ہم خلاصہ یہ ہے وقف مسجل کی بیع میں درصورت حکم قاضی اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے مرجح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب
ہو اور قنیہ کی روایت اوسکے بطلان بیع میں صریح ہے اور اسیکو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور یہی قول اولی ہے کیونکہ واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہونا
بلا حکم قاضی اگرچہ بعضون نے اوسکی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اوسپر فتوی نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیون کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی
البیع لغیرہ ای لغیر الوارث لا یصح بیعہ لانہ انما بطل عاد الی ملک الوارث وبیع مال الغیر لا یجوز درر یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادیۃ
باع القیم الوقف بامر القاضی ورای فیہ جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اوسکی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی
کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدرر یعنے عدم جواز اوسوقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے
کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہے قلت واما المسجل لو انقطع ثبوتہ واراد اولاد الواقف ابطالہ فقال
المفتی ابو السعود فی معروضاتہ قد منع القضاۃ من استماع ہذہ الدعوی انتہی فلیحفظ میں کہتا ہون اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف
کی اولاد اوسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوی کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم انقطاع ثبوت مسجل کی
یہہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی کے سجل میں یہہ مرقوم ہے کہ فلان شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اوسپر حکم کر دیا ولیکن بسبب طول مدت کے اوسکے ثبوت پر گواہ نہیں ہیں

الوقف فی مرض موتہ کہبتہ فیہ من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنی مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے
ساتھ فان خرج الوقف من الثلث او اجازہ الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجازہ البعض جاز بقدرہ سو اگر وقف
مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اوسکو وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز نہ رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعض وارث نے
وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اوسکے جائز ہوگا ویبطل وقف راہن معسر ومریض مدیون بمحیط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اوس مریض کا جو دین
محیط کا مدیون ہے بخلاف صحیح لو قبل الحجر فان شرط وفاء دینہ من غلتہ صح وان لم یشترط یوفی من الفاضل عن کفایتہ بلا سرف ولو وقفہ علی غیرہ
فغلتہ لمن جعلہ لہ خاصۃ فتاوی ابن نجیم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوسنے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوسنے ادای دین کی شرط کی ہو وقف کے
محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نکی ہو تو دین ادا کیا جاویگا اوسکی آمدنی سے جو زائد فاضل بچے وقف کی بعد کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر وقف اپنی سوا اور شخص پر وقف کیا
تو اوسکی آمدنی اوسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے وقف نے مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم ہم دین محیط مریض میں اور بہ صحت وقف بہ صحیح غیر محجور
اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اوسکا صحیح نہیں قلت قید بمحیط لان غیر المحیط یجوز فی ثلث ما بقی بعد الدین لو لہ ورثۃ والا
نفذ فی کلہ فلو باعہا القاضی ثم ظہر مال آخر یشتری بہ ارضا بدلہا وتمامہ فی الاسعاف فی باب وقف المریض میں کہتا ہون دین میں محیط کی قید لگائی گئی اسلیے
کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اوس ثلث مال میں جو بعد ادای دین باقی رہے بشرطیکہ وقف کے وارث ہوں اور اگر اوسکے وارث نہوں تو ادا کے کل مال میں بعد ادای
دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادای دین وقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت وقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اوس مال سے دوسری
زمین عوض اوسکی خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں وفی الوہبانیۃ م وان وقف المرہون فافتکہ یجز + فان مات عن عین
تفی لا لغیرہ ای والا فیبطل والغلۃ تمہل فلیتامل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پہر اوسکو فلاحہ کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر

جو ادا ہو دین مین ہو رہا ہے تو وقف متغیر ہوگا یعنی اگر دین ادا ہو گا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائیگی تو اوس سے دین ادا ہوا اور وقف باطل نہو تو تأمل کرنا چاہیے

ہم طحطاوی نے کہا کہ بموجب شارح کے ہمنے تأمل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہین اسواسطے کہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا ہے کہ آمدنی کیواسطے مہلت دینا بعضی علما کی بحث ہے یہ بات نہین جسکو بطور

نص ذکر کیا قلت ذكر في معروضات المفتي أبي السعود سئل عمن وقف على أولاده وهو مديون هل يصح فأجاب لا يصح ولا يلزم والقضاة

ممنوعون من الحكم وتسجيل الوقف بمقدار ما شغل بالدين انتهى فليحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین سوال ہوا اوس شخص کا جسنے اپنی اولاد پر

وقف کیا اور وہ ابھی دین مین ہے پوچھا گیا کیا یہہ وقف صحیح ہو تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہین اور قاضی ممنوع ہین اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہو دین سے انتہی

جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہہ منع سلطان روم کی جانب سے ہو جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف على ثلاثة أوجه إما للفقراء

أو للأغنياء ثم الفقراء أو يستوي فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك كمساجد وطواحين وطست لاحتياج الكل

لذلك بخلاف الأدوية فلم يجز لغني بلا تعميم أو تنصيص فيدخل الأغنياء تبعا للفقراء قنية وقف تین صورت پر ہے یا فقیرون کیواسطے ہے یا مالدارون کیواسطے

پھر بعد اسکے فقیرون کیواسطے یا اوسمین دونو فریق برابر ہین چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان اور آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکی مانند اور چیزین جیسے

مسجدین اور پن چکیان اور طاس کہ ان چیزون کے وقف مین فقیر اور غنی برابر ہین اسواسطے کہ انکی طرف سبکی حاجت ہو بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دار الشفا مین وقف ہو

تو وہ مالدار کو جائز نہین بلا تعمیم یا تنصیص کے تو صورت تعمیم غنیا بھی اسمین فقیرون کے تابع ہو کر داخل ہو جاوینگے کذا فی القنیہ ہم تعمیم کی یہہ صورت ہو کہ وقف کہے کہ یہہ دوائین

سب بیمارون کیواسطے وقف ہین اور تنصیص یہہ کہ وقف اغنیا کو کھول کر مذکور کرے تو اغنیا اسمین بالقصد داخل ہین اور تعمیم مین بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا أقر بوقف

صحيح وبأنه أخرجه من يده ووارثه يعلم خلافه جاز الوقف ولا تسمع دعوى وارثه قضاء در اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور یہہ کہ اوسنے اوسکو اپنے

قبضہ سے خارج کر دیا اور وقف کا وارث اوسکے خلاف جانتا ہے یعنی یہہ جانتا ہے کہ صورت نہ وقف نہین کیا تو وقف جائز ہو اور اوسکے وارث کا دعوی مسموع نہین وار القضا ہیں

... في الوهبانية وتبطل أوقاف امرء بارتداده فحال ارتداد منه لا وقف يخذر + اور وہبانیہ مین ہے کہ باطل ہو جاتی ہین اوقاف مرد کے

... سے تو حالت ارتداد کے اوقاف مطلق اوس باطل ہو گئے فصل ولا یہہ فصل ہے شروط وقف کی مراعات مین يراعى شرط الواقف في إجارته فلم يزد القيم

بل القاضي لأنه له ولاية النظر لفقير وغائب وميت رعایت کیجاتی ہے یعنی واجب الرعایۃ ہے واقف کی شرط اجارہ وقف مین تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ

نہ دیگا بلکہ قاضی اوسکو شرط سے زیادہ کرسکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کیواسطے ہم مثلاً واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ

نہ دیا جاوے مگر مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہین کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیرون کے حق مین نافع تر ہو تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہین کرسکتا بلکہ قاضی سے

یہہ حال عرض کرے تو وہ مدت اجارہ زیادہ کر دیگا کذا فی البحر فلو أهمل الواقف مدتها قيل تطلق الزيادة للقيم وقيل تقيد بسنة مطلقا وبها أي بالسنة يفتى

في الدار وبثلاث سنين في الأرض إلا إذا كانت المصلحة بخلاف ذلك وهذا مما يختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید کہی تو بعضون نے

کہا کہ زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایک سال کہ مقید ہوگی ہر صورت مین اور اسی یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ مین اور تین

سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ مین مگر جب کہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت اجارہ اسلیے

وقف مین جائز نہوی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اوسکی ملک کا اوسکو توہم ہوگا وفي البزازية لو

احتيج لذلك يعقد عقودا فيكون العقد الأول لازما لأنه ناجز والثاني لا لأنه مضاف قلت لكن قال أبو جعفر الفتوى على إبطال الإجارة

الطويلة ولو بعقود ذكره الكرماني في الباب التاسع عشر وأقره قدري أفندي وسيجيء في الإجارة اور بزازیہ مین ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ

کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہین اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مین کہتا ہون لیکن فقیہ

ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اسکو کرمانی نے اونیسوین باب مین ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور

کتاب الاجارہ مین آویگا ہم شارح نے مستدرک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہے ولو آجر بأجر المثل فلا عود بالأقل ولو هو المستحق فأراد

الا بنقصان يسير اذا الوقف غبن فيه الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل تو اوس سے کم اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ
قارى الهدايه اگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اوسمیں کوئی خواہش نکرتا ہو الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجره بعد العقد لا يفسخ العقد
للزوم الضرر بالوقف اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو جائے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہو گا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے بسبب فسخ کے ولو زاد اجره على اجر مثله قيل يعقد ثانيا به على
الاصح اور اگر اجرت وقف کی گران ہو جائے اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثله في نفسه بلا زيادة
احد فللمتولي فسخها به يفتى وما لم يفسخ فله المسمى اشباہ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا
جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جبتک فسخ نکریگا تو اوسکو اجر مسمی ہی ملیگا وقيل لا يعقد به ثانيا كزيادة واحد تعنتا فانها لا تعتبر ويصح في الاجارة وبعضوں نے
کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نکریگا جیسا کہ اگر کسی شخص کی طرف سے تکلیف رسانی اور شقت اندازی مستاجر کی غرض سے زیادتی معتبر نہیں اور اسکا آگے کتاب الاجارہ میں ف
المستاجر الاول اولى من غيره اذا قبل الزيادة اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے ھم یہہ مبنی ہے قول اول پر جو اصح ہے والموقوف
عليه الغلة او السكنى لا يملك الاجارة ولا الدعوى لو غصبت منه الوقف الا بتولية او اذن قاض ولو الوقف على رجل معين على ما عليه الفتوى
عمادية لان حقه في الغلة لا العين اور جسکو واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ وغیرہ کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب کر لیا ہو
مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ وغیرہ کا اسواسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں
وهل يملك السكنى من يستحق الريع في الوهبانية لا وفي شرحها للشرنبلالي والتحرير نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اوسکی آمدنی کا
وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اوسکی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح میں ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجره المتولي بدون اجر المثل
لزم المستاجر لا المتولي كما غلط فيه بعضهم تمامه اى تمام اجر المثل اور جب کہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا
نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے كأب وكذا وصي خانية آجر منزل صغيره بدونه فانه يلزم المستاجر تمامه اذ ليس لكل منهما ولاية الحط
ولا الاسقاط چنانچہ باپ اور اسیطرح وصی نے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا اپنی صغیرہ کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور
ساقط کرنیکی ولایت نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای لکل منهما کے لكل منهم کہتا تو متولی کو بھی یہہ تعلیل شامل ہوتی وفي الاشباه عن القنية ان القاضي يأمره
بالاستيجار باجر المثل وعليه تسليم زوائد السنين الماضية ولو كان القيم ساكنا مع قدرته على الرفع للقاضي لا غرامة عليه وانما هي على المستاجر
واذا ظفر الناظر بمال الساكن فله اخذ النقصان منه فيصرفه في مصرفه قضاء وديانة انتهى فليحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر
کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اوسپر سنین ماضیہ کی زیادتیاں لازم ہونگی یعنی در صورت کم ہونے اجارہ کے اجرۃ مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اسکے قادر ہونے کے
قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اوسپر تاوان نہیں ہوتا اور تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جاوے تو اوسکو بقدر نقصان اوسمیں لینا جائز ہے پھر اوسکو
صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاء بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وقيد باجارة المتولي لما في غصب الاشباه لو آجر الغاصب
ما منافعه مضمونة من مال وقف او يتيم او معد للاستغلال فعلى المستاجر المسمى لا اجر المثل وعلى الغاصب رد ما قبضه لا غير لتأويل العقد انتهى
فليحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے
منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اوس مکان کے جو کرایہ کیواسطے مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اوسکا جو اوسنے مستاجر سے لیا ہے سوای اسکے
بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے يفتى بالضمان في غصب عقار الوقف وغصب منافعه او اتلافها كما لو سكن بلا اذن او اسكنه المتولي بلا اجر
كان على الساكن اجر المثل ولو غير معد للاستغلال به يفتى صيانة للوقف وكذا منافع مال اليتيم درر فتوی ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اوسکے منافع
کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اوسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا
نہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وكذا يفتى بكل ما هو انفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه حتى

ومتی قضی بالقیمۃ یشتری بہا عقاراً اٰخر فیکون وقفاً بدل الاول اور اسیطرح فتویٰ ہو اوپر ایک اُس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہو جسمین علما کا اختلاف ہو کذا فی
حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو لیوے اوسکو دوسری زمین خرید کرے تو پیہ وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اوسکا وقف ہونا لفظ وقف
پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہہ صورت مثلاً کہ ایک قول میں استبدال وقف درصورت قلت محصول جائز ہی اور دوسرے قول مین جائز نہیں مگر درصورت
فقدان محصول مطلقاً تو عدم جواز پر فتویٰ دیا جائیگا کہ یہہ وقف کو نافع تر ہو بسبب باقی رہنے اوسکی ذات کو اور احتمال تلف ہو جانے اوسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃً
بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وھو حق اللہ تعالیٰ اور جسمین گواہی مقبول ہوتی ہو تحصیل ثواب کیواسطے بدون
دعویٰ کے وہ چودہ مقام ہین اونمین سے ایک وقف ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہو محصول کا اور تصدق حق اللہ ہو تو اوسکی گواہی مین دعوی مدعی کی
کچھ حاجت نہیں ہم چودہ مقامات مذکورہ یہہ ہین (۱) وقف (۲) طلاق (۳) تعلیق طلاق (۴) لونڈی کا آزاد ہونا (۵) اوسکا مدبرہ ہونا (۶) خلع (۷) ہلال رمضان (۸) نسب (۹) حد زنا (۱۰) حد شرب (۱۱) ایلا
(۱۲) ظہار (۱۳) حرمت مصاہرت (۱۴) اسیطرح مرلی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ویقول الوقف علی معینین ھل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقاً وفی
شرح الوھبانیۃ للشیخ حسن ھذا التفصیل ھو المختار وفی التتارخانیۃ ان ھو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہہ بات کہ اگر وقف معین
لوگون پر ہو گیا اوسمین گواہی بلا دعوی مقبول ہو یا نہیں خانیہ مین کہا لائق یہہ ہو کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ مین ہو اور یہہ تفصیل ہی مختار ہو اور تاتارخانیہ
مین ہو کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہو اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم تفصیل ذکر کرتے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہو کہ غیر معین پر معتبر
نہ معین پر قلت ولکن بحث فیہ ابن الشحنۃ من کتاب لیکن بحث کی ہو اسمین یعنی اطلاق قبول شہادت مین عبدالبر بن شحنہ نے ہم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لابدی ہو اسواسطے کہ
جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اصل وقف کی قوم معین مستحق ہو تو اوسمین دعوی ضرور ہوا بسبب ثابت ہونے اوسکو استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخرکار اوسکی فقرا مستحق ہون بخلاف
اوس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا تفصیل یہہ کی راجع ہو اوس اطلاق کیطرف جو کلام متن سے مستفاد ہوتا تفصیل کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی
عبارت اسکو مخالف ہو ہم سے وفق المصنف بقبولہا مطلقاً لثبوت اصل الوقف لما آلہ للفقراء وباشتراط الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی الخانیۃ
لو کان لہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شیء من الغلۃ وتصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح مین اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہو بواسطے مقبول ہونے گواہی کے
مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اوسکا فقیر ہین اور بواسطے مشروط ہونے دعوی کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ مین ہو کہ اگر وہان مستحق ہوا اور دعوی نہ
کرے تو اوسکو کچھ غلہ نہ دیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا ہم خلاصہ توفیق مذکور یہہ ہو کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے
غلہ نہ پاویگا اور ثبوت استحقاق شخص معین بلاشبہہ دعوی پر موقوف ہو تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہو گیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی
المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی المفتی بہ بلا تولیۃ کما مر فتدبر مین کہتا ہون قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے
کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر ہم حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہہ ہو کہ درصورت غصب کی مدعی ہوگا نہ مستحق
بلا تولیت اور اگر مستحق وقف مین اپنے استحقاق کا دعوی کریگا تو بلاشبہہ صحیح ہو محتاج تدبر نہیں وفی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا
فی دعوی الموقوف علیہا اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ فالاجنبی اولی انتہی وقدمر فتنبہ اور اشباہ
مین ہو کہ ہم حنفیون کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام مین ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہین مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی مین کہ اوسکا دعوی مسموع ہو
بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ مین مسموع نہیں مگر تولیت پر دعوی اوسکا مسموع نہوا تو اجنبی اوس سے بہتر ہو انتہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جا ہم جو مذکور ہوا اسکو تو گمان
کا دعوی غاصب پر ہے اور بیان اصل وقف کا دعوی ہو تو دونون کی مغایرت مین شک نہیں ولیشترط فی دعوی الوقف بیان الواقف ولو الوقف قدیماً فی الصحیح بزازیۃ لئلا یکون
اثباتاً للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہو دعوی وقف مین بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول صحیح مین کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کیواسطے نہوا اور عمادیہ مین ہو کہ مقبول ہے
بلا بیان واقف اور یہہ قول ہو ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہین اور چونکہ وقف مین ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہو تو بیان ہی اونہین کے قول پر فتویٰ ہو کذا فی المنح وتقبل فیہ

الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ فی الاصح علی السماع فی المختار ولو الوقف علی معینین حفظاً

للاوقاف القديمة عن الاستهلاك بخلاف غيره اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتون کی مردون کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کرین قول مختار مین اور گو کہ وقف معین لوگون پر ہو ہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر وقف کے یعنی جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ نسب کہ اگر اوسمین گواہ اپنی سماعت کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی ومن الدرر لا تقبل بالشهرة لاثبات شرائطه في الاصح درر وغيرها مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذا فی الدرر وغیرہا ہم اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہہ ہے کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہہ ہے کہ شاہد کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے اوسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اوسکی شرائط مین ہے کذا فی المنح لکن فی المجتبى المختار قبولها على شرائطه ايضا واعتمده في المعراج واقره الشرنبلالي وقواه في الفتح بقولهم يسلك بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه ما كان عليه في دواوين القضاة انتهى وجوابه ان ذلك للضرورة والمدعى اعم كما في البحر لیکن مجتبے مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکہا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی رکہا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اوسکی شرائط اور مصارف مجہول ہین اوسمین اوسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہے انتہی اور جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر علامہ تقریر فتح القدیر یہہ ہے کہ صورت مذکورہ جب دفاتر قضاة پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اوسکی مجہول تھی اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکی کلام فتح القدیر کا اوس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوا دفتر کے اوسکا حال معلوم نہوا اور یہان گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے وبيان المصرف كقولهم على مسجد كذا من اصله لتوقف صحة الوقف عليه فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف مین بسبب موقوف ہونے صحت وقف کی بیان مصرف پر تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے وبعضهم صححه وكذا بعض الورثة ولا ثالث لهما كما في الاشباه قلت وكذا لو ثبت اعساره في وجه احد الغرماء كما سيجيء فتامل وقالوا تقبل بينة الافلاس بغيبة المدعي كذا بعض الاولياء المتساويين يثبت الاعتراض لكل كملا وكذا الامان والقود والولاية المطالبة بازالة الضرر العام عن طريق المسلمين والتتبع يقتضي عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجای کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوا مستحق اور وارث کی ایک شخص بجای کل اشخاص نہین ہوسکتا کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی ہونے کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کرو اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیا برابر درجہ کا کہ اعتراض نکاح کا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور دعوی مطالبہ کا ضرر عام رفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم یہہ رد ہے صاحب اشباہ کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم انه ينتصب احد الورثة خصما عن الكل لو في دعوى دين لا عين ما لم يكن بيده فليحفظ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون کیطرف سے اگر دین کے دعوی مین خصومت ہے نہ عین کی دعوی مین تا وقتیکہ وہ مدعا علیہ کے ہاتھ مین نہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وينتصب خصما عن الكل اذا كان وقف بين جماعة وواقفه واحد فلو لاحد منهم او وكيله الدعوى على واحد منهم او وكيله یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سبکی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان مین اور اوسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو اونمین سے ایک مستحق کو یا اوسکے وکیل کو دعوی کرنا انمین سے دوسرے شخص پر یا اوسکے وکیل پر جائز ہے وقيل لا ينتصب فلا يصح القضاء الا بقدر ما في يد الحاضر اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ بعض مستحق سبکی طرف سے خصومت نہین کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر مین جو حاضر کے ہاتھ مین ہے ہم قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وهذا اي انتصاب بعضهم اذا كان الاصل ثابتا والا فلا ينتصب بعض المستحقين خصما وتمامه في شرح الوهبانية اور یہہ یعنی بعض مستحقین کا خصم ہونا موقوف ہے جب اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کرسکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشترى المتولي بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل الموقوفة ويجوز بيعها في الاصح لان للزومه كلاما كثيرا ولم يوجد هنا متولی وقف نے مال وقف سے ایک گہر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہہ گہر شامل نہوگا منازل سابقہ کے ساتھ

اصل الوقف

امن او قف سقط فیا وظیفتہ ولو امام او لیسا ذا تقرر ولی اوقات او سیاں وہ موجود نہیں اسکا امام ہے یہ بہت سا کام تقسیط ہے جسکو اسکا ذکر ہی قول اصح میں اس واسطے کہ ہوا جاتا ہے اور یہ ایسا ہوا ہے

لانہ کالصلۃ کالقاضی قیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرھا قال المصنف ثم رأیت فی الحکایۃ ان فی البزازیۃ ثم فیما فلت فقد جزم

فی البغیۃ تلخیص القنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ ومفہوم النھر مرگیا تو اوس امام اور موذن کا وظیفہ یعنی ماہوار یا سالانہ

درقعت سے نہیں پایا تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض کے ملک نہیں ہوتا اور درر میں قول ایسا ہی کہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ اجرت کی مانند ہے کذا فی

الدرر قبیل باب المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح میں یہ کہا اور ظاہر درر میں ترجیح قول اول کا ہے لفظ قیل کے حکایت توثیق کی ہے یعنی ہم نے دیکھا بغیہ تلخیص القنیہ

میں البتہ یقین کیا ہے کہ امام اور موذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومفہوم النھر لو علی الامام دار وقف فلم یسکن واجرھا

حتی مات ای اجرھا المتولی سقط وان اجرھا الامام لا اور اگر امام مسجد پر وقف ہو ایک گھر اور اوس نے اوس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی

کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اوسکو امام نے کرایہ پر دیا تو ساقط نہ ہوگا کذا فی النھر اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اوسکی قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلۃ وقت

الادراک وذھب قبل تمام السنۃ لا یسترد منہ غلۃ باقی السنۃ فصار کالجزیۃ وموت القاضی قبل الحول ویحل للامام غلۃ باقی السنۃ لو فقیرا وکذا

للمعلم وطلبۃ العلم فی المدارس اور امام نے غلہ لیا ہے کہ اوس نے مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اوس سے باقی سال کا غلہ پھیر لیا جاویگا تو وہ ہو گیا جزیہ

اور موت قاضی کی مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا

مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو پھیرا نہ جاویگا اگر ذمی اتنا ہی سال میں مرجاوے تو اوس سے ایام گذشتہ کا جزیہ لیا جاویگا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اتنا سال میں جزیہ کی دی پھر

ذمی مسلمان ہو جاوے یا مرجاوے تو وہ یا اوسکا وارث استرداد جزیہ نہیں کر سکتا وذکر ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ

وما لیس بمسقط منہ ان لم یزد علی ثلثۃ شھور فھو یعفی و یغتفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اوس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ نظم مذکور

یہ ہے اور جو غیبت نا جاری کی ہے اگر تین مہینے سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف اور مغفور ہے وقد طعنوا لا یاخذ السھم مطلقا لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر اور

البتہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ در صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں مسافر کے واسطے ہے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت وھذا

کلہ فی سکان المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم اما فیھما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی میں کہتا ہوں اور یہ تمام حکم سکان مدرسہ میں

اور فرض حج اور صلہ رحم کے سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المحبیۃ

لا یجوز استنابۃ الفقیہ لا ولا المدرس لعذر حصلا کذاک حکم سائر الارباب ولم یکن عذر فذا من باب اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا

فقیہ اور مدرس کا بسبب عذر کے کہ حاصل ہوا اسیطرح حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہ ہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہ ہوگی والمتولی لو لو قف اجراء لکن فی

ما ذکرا منلا جھۃ تولی الوقف اجوز ذاک من حیث لکن اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اوس نے وثیقہ اجارہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ کس جہت سے متولی ہوا

ہے وقف کا وقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو فقہا نے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو ومثلہ الوصی اذ یختلف حکمھما فی ذا اصل ای یعرف بحسب التقلید

والنص فقس کل التصرفات کیلا یلتبس اور مانند متولی کے وصی ہے اسواسطے کہ متولی اور وصی دونو کا حکم بنا بر مشہور کے مختلف ہے بسبب تقلید اور نص کے سو قیاس کرلے اجارہ

وغیرہ پر جمیع تصرفات کو اسواسطے فقہاء اجازت ندی تا احکام میں اشتباہ نہ پڑے کہ جامع الفصولین میں ہے کہ ہر کہ متولی اور وصی بالتصریح وجہ تولیت اور وصایا کی جائز نہیں اسواسطے کہ اوسکے

وصی اور [illegible] وصی یا قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماھا الضبابۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلک

فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام او نے ضبابۃ فی جواز الاستنابۃ رکھا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے و لا یلزم

نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولایت قائم کرنی متولی کی وقف کیطرف سے ہے اور اسکے وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام موصی کے ولو جعلہ علی امر الوقف

فقط کان وصیا فی کل شیء خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل آخر وصیا کانا ناظرین ما لم یخصص نما یہ ولا اسعاف فلو وجدکتابا وقفی کل

متعلق تاریخ الثانی متاخر اشترکا بحر اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہو گا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدہ نظارت

ایکمرد کو دیا پہر دوسرے کو وصی کیا تو دونون ناظر ہون گے تا آنکہ بعض اوسکی مانند ہو جاوے یا تو کسی کو شریک کیا یا متولی کا نام ہوا اور دونون دوسرے کو
کو اگر یہ متاخر ہو تو دونون شخص تولیت مین شریک ہون گے کذا فی البحر الرائق ۔ مسئلہ تحفہ شارح طائفة الحنفیة لو لم یکن المشروط له النظر لا یولی مولی فیرید التنفیذ
فهو تولیت کی درخواست کرنیوالیکو تولیت نہ دیجائیگی سوا اوس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مستحق ہو
کے تو وہ اس درخواست سے تنفیذ شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر الفائق اور طحطاوی نے کہا کہ طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائیگی کہ حدیث مین نہی وارد ہو تو اذا مات المتولی بعد
موت الواقف ولو توصل الى الحد فولاية النصب للقاضي اذ لا ولاية لمستحق الا بتولية كالمتولي جبکے وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تہی بعد موت واقف کے اور
اوسنے جسکے واسطے وصیت نہیں کی تولیت کی تو نصب کی ولایت قاضی کیواسطے ہو مستحق کو نہیں اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر [illegible] تولیت [illegible] گیا
مادام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف لا يجعل المتولي من الاجانب لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف اليهم جب تک کوئی شخص تولیت کی لیاقت
رکہتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانون سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ واقف کا اقارب ہی والا مشفق ہو اور [illegible] مقصود یہی ہے کہ وقف کی نسبت [illegible] معروف
بنی رہے اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له بالشرط عاما صح ولا يملك عزله الا اذا كان الواقف جعل له التفويض
والعزل ایک متولی نے اپنی غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت مین کیا اگر تعمیم تفویض تولیت بشرط کرنے واقف کے عام ہو تو صحیح ہوا
متولی مذکور اوسکو معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہوگا مگر جبکہ واقف نے اوسکے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونون مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا [illegible] وصحتہ کو
کرنا تا تفصیل آئیدہ صحیح ہوئی ہند صاحب اشباہ نے کہا کہ فان فوض في صحته لا يصح وان في مرض موته صح وينبغي ان يكون له العزل والتفويض الى غيره
اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت مین تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت مین تفویض کی تو صحیح ہوا اور سزاوار یہ ہے کہ اوسکو عزل اور تفویض غیرہ
ہو مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ ۔ مثلاً اپنے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اوسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر مشروط بالشرط
للحاكم فهل اذا فوض النظر لغيره ثم مات ينتقل للحاكم فاجبت اذا فوض في صحته فنعم وان في مرض موته لا مادام المفوض له باقيا القيام مقامه
وعن واقف شرط مرتبا لرجل معين ثم من بعده للفقراء ففرغ عند غيره ثم مات هل ينتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھسے سوال
اوس ناظر کا جو معین ہوا شرط سے پہر بعد اوسکے حاکم کو اختیار ہو تو جب ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کرکے پہر مر جائے تو کیا اوسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو مین نے جواب دیا کہ اگر ناظر
نے اپنی صحت مین غیر کو تولیت تفویض کی تو ہان حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اوسنے اپنے مرض الموت مین تفویض کی تو انتقال نہوگا جب تک وہ شخص باقی رہیگا جسکو
ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اوس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھسے سوال ہوا اوس واقف کرنیوالیکا جسنے بترتیب وقف کیا ایکمرد معین کیواسطے پہر بعد اوسکے
فقیرون کیواسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کرکے کنارہ گیر ہوا پہر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیرون کیطرف منتقل ہوگا مین نے منتقل ہونیکا جواب دیا بعد موت مستحق مذکور
وفيها للواقف عزل الناظر مطلقا به يفتى ولم ار حكم عزله لمدرس وامام ولاهما ولو لم يجعل ناظرا فنصب القاضي لم يملك الواقف
اخراجه ولو عزل الناظر نفسه ان علم الواقف او القاضي صح والا لا اور اشباہ مین ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اوسنے
اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے اور مین نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اوس مدرس اور امام کو جنکو واقف نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین
نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اوسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اوسکا علم ہوا تو عزل صحیح ہو ورنہ نہین
طحطاوی نے کہا کہ امام اور موذن کے معزولی تو مصرح ہے بلا شک مدرس کا بھی یہی حکم ہو خانیہ مین ہے کہ جب امام اور موذن بسبب [illegible] اپنا کام نکرین تو متولی
کو اونکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن [illegible] عزل بسبب [illegible] کے ہو اور کلام ہو عدم عذر مین [illegible] المستحق من استحقاقه الى
كنت وقفتها او قال وقفت على كونه صح فالحكم للمشتري مثلا زید نے گہر بیچا پہر اوسکو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ مین نے
اوس گہر کو وقف کر دیا تہا یا یون کہا کہ وہ گہر مجہپر وقف تہا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم لیجاویگی مشتری سے مشتری کا بیچ قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال مین
یہ مذکور تہا شامی نے اوسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہوتا ہے ولو اقام بينة [illegible] فيبطل

البیعُ ویلزمُ اجرُ المثل فیہ لا فی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیہ وغیرھا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اوسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی بلا نزاع ہو تو مقبول ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف ہونے مین نہ ملک مین درصورتیکہ اوسکو استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا ھ وقف مین اجرت مثل لازم ہوجاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو بیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم مین سائل کے سوال مین مصرح ہے اور ظاہر بدائع الصنائع کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہئے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قیاس مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب مین فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے ہان اشباہ کے بعض محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہئے کذا فی النہر ولیس للمشتری حبسہ بالثمن لانہ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روک رکھنا وقف مذکور کو قیمت لینے کے واسطے کذا فی المنیہ مین باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجائے رہن ہے اور وقف مین رہن جائز نہیں وہی احدی المسائل الثمان المستثناۃ من قولہم من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے اون آٹھ مسائل سے جو مستثنی مین فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اوسکے توڑنے مین جو اوسکی جہت سے پوری ہوچکی ہے تو اوسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وھو تفصیل حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر مین اور بحر الرائق مین اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اوسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق مین اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب مین قول اول پر یعنے اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہو اور مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر ھ تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وھو المختار وصححہ الزیلعی قال وھو احوط اور عمادیہ مین ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وھذا فی وقف ھو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لو تجز قلت وقد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لمآلہ للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی مین ہے اور یہ بیعے دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اوس وقف مین ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں مین کہتا ہون ہم مقدمہ ذکر کرچکے قبول ہونا شہادت کا مطلقا اسواسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اوسکا انجام کار فقیرون کے لئے ہے تو اسکو غور کرلے اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ ہان دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی الباني للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ الباني بانی مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے مین بقول مختار مگر جب کہ قوم نے امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور لائق معین کیا یعنی اوس وقت مین تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہے وصح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ھیأہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اوسکی کوئی اولاد نہین یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لئے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح مین وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف الغلۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیرون پر یہان تک کہ زید کے اولاد ہو یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق مین اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اوس مدرسہ پر جسمین مدرس درس کرتا ہے طالب علمون کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ مین سوا اوسکے بسبب دشوار ہونے درس کے اوس مدرسہ مین تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیرون کو چنانچہ بلاد روم مین رائج ہے ھ مدرسین متعذر ہوئی بسبب منہدم ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی ھ یہ مسائل ضروریہ ہین جو فتوی کیواسطے حادث ہوئے ھ شامی علامہ نے آخر کتاب الوقف مین بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنا ہو ایجاز سے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب مین پسند کیا امر حکام الامام ارضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا لاستغنی عنہا لخراب البلد فتعطلہا وکیل الامام لساقیۃ ھی ملک فھل یصح اجاب بعض

الشافعیۃ بان الارصاد علی الملک او ارصاد علی المالک یعنی فیصح فحینئذ یلزم المرصد علیہ ادارتہا کما کانت ... اذا خرب صرف مثلا اوقافہ فی حوض لتخرفتہ بہ یعنی مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر اوسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہو اگر وہ نہر ویران ہو ... نہر کے ویران ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اوسکا خراج اوس نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہو گیا ہے یہ نقل کرنا صحیح ہے بعض شافعیون نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہو تو او موقت یعنی مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اوسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہو چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تہا سو ظاہر ہوا ... جیسے حوض ویران ہو جاوے تو اوسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہئے سو اسکو غور کر ہم علماء نے کہا حاوی کے مسئلہ مین نقل اوقاف ہوا ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین منتقل ہو وقف سے ملک کیطرف دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقہ فلان والباقی علی ذریتہ ونسلہ ثم علی عتقائہ قال الوقف الی العتقاء ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال وللفقراء والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گہر جسمین چند مکانات اور کوٹھریان تہین ان مکانات مین سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پسماندون پر وقف کیا پہر اونکے بعد اپنے آزاد غلامون پر پہر وقف مذکور بعد مرجانے ذریت کے آزادون کیطرف پہر اگیا اس وقف ثانی مین وہ شخص بہی داخل ہوگا جسکو وقف نے خاص کردیا تہا ایک کوٹھری دیکر اس سوال کے جواب مین فتوی مختلف ہوا اعتبارا اوس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہے لیکن خانیہ مین ہے کہ وصیت کی ایکشخص کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہو گیا اوسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اسمین علما مختلف ہین اور قول اصح یہ ہے کہ ہان اوسکو بہی دیا جائیگا م ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے نصف ... اپنے محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سوا اوسکی قرابت والے محتاج ہو گئے کیا نصف مساکین سے اونکو دیا جائیگا ... دیا جائیگا اور بعض قول ... ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے کہا اونکو بہی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہی لیکن خانیہ ... کہا کہ دیا اصح ہے استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لہ یاکل منہا فی الحاوی ... والمسجد اشجارا اثمرات غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گہر کرایہ لیا جسمین پہلدار درخت ہین کیا کرایہ دار کو اوسمین سے کہانا درست ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو کہا سکتا ہے اسواسطے کہ حاوی مین ہے کہ واقف نے مسجد مین پہلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو ہر مسلمان کو اوسکا کہانا جائز ہے اور نہین تو بیچے جائینگے ضروریات مسجد کے واسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمۃ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لاسیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر یہ قول علما کا کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کی مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چہوڑنا اوس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو واجب ہے اور اگر یہ نہ کیا اور بغیر کار گذاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اوس خدمت مین جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرس کی ... منقول ہین ہم فتاوی خیریہ مین ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہین تو اوسپر عمل کیا جاویگا اور جو من قبیل ظاہر ... ہے اور اگر محتمل ہو لیکن اوسمین قرینہ ہو تو اوسپر بہی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہو تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اوس سے دریافت ... وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی من المباشرۃ وللحل للاغنیاء وشبہۃ الصلۃ فلو مات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ مین ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف مین اجرۃ کے مشابہ ہے ... مگر ... اغنیا کیواسطے حلال ہے اور مشابہ ہے صلہ اور عطاء کے تو اگر صاحب خدمت مثلا امام یا مدرس مرجاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ نہ پہیر لیا جاویگا ... مشابہ ہے صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اوسکا اوسمین ہے ہم جامکیہ عطا کی ... یعنی جو وقف مین متعلمین اور غیر متعلمین کے نام پر ثابت ہے لیکن عطا سالیانہ ہے اور جامکیہ ماہیانہ گر سیاق جامکیہ سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب ہو ... الطحطاوی یکرہ اعطاء نصاب لفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء

لبعض العلماء الفقراء فليحفظ مکروہ ہے لیکن نصاب کے فقیروں کو دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں
کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے بعض محتاج علما کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی فقیروں کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ
محتاج عالم کو دینا جائز نہیں اسواسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ
الا النظر علی الوقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہیں کہ کسی کے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اوسکو
لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کے بعوض اجرۃ مثل کی قاضی کو جائز ہے کذا فی القنیہ ھ یہ اوسوقت ہے جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو
تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی اوسکو مقرر کرے جو اسکی اصلاح کرے اور اوسکو واسطے اجرۃ مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی
دے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیہ تجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذا کان لا یکفیہ وکان عالماً تقیاً ثم قال بعد ورقتین والخطیب
ملحق بالامام بل ھو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جبکہ اوسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم
متقی ہو پھر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود امام الجمعہ ہے میں کہتا ہوں اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں و
نقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان
اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہے جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی
زراعت کی ہو تو اوسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہے تصح تعلیق التقریر
فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف میں مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر
فلاں شخص مر جاوے یا فلاں وظیفہ خالی ہو تو میں نے تجھکو اوسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا
علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولی کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اوسپر خیانت ثابت کریں اور اسیطرح وصی کو معزول کرنا بدون
اثبات خیانت جائز نہیں الناظر اذا آجر انساناً فھرب ومال الوقف علیہ لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے
جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اوسپر وقف کا مال ہے تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اوسکے جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری
نکی یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئی تو اوسپر ضمان لازم ہے ھ اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جبکہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اوسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے وارفتہ نے خبرگیری
نکی یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اوسپر ضمان ہے اگر اوسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف
کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین والصرف من
اجرتھا والاستدانۃ القرض او الشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اوسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کیواسطے چنانچہ مرمت
کرنا یا زمین وقف کیواسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اوسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو اور بیان استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا ھ حلبی نے
کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اسواسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وھل للمتولی شراء المتاع
فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اوسکی قیمت سے زیادہ کرکے پھر اوسکا بیچنا عمارت
کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہاں متولی کو جائز ہے ھ طحطاوی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابقین سے
اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ میں ابو یوسف سے یوں منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اور اسی پر فتوی ہے اقر بارض
فی ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر میں ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اوسکی تکذیب
کی پھر کسی وجہ سے مقر اوس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی نعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالف کتاب الوقف لکن فی

فی حق المقر خاصّۃً فلو اقر المشروط لہ الریع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صحّ ولو جعلہ لغیرہ لا وسیجیٔ آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق
کے بموجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ وقف کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اوس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت
مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ نے اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار
کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا ھ اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کیواسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو
اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق مشروط ارث کی مانند ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لابدّ من اثبات
نسبہ وسیجیٔ فی باب دعوی النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اوسکے نسب کے اثبات سے اور
دعوی ثبوت النسب کے باب میں آگے آویگا ھ صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہیں متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتأخر
منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطیں متعارض ذکر کیں تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ھ شرطیں
متعارض چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو
بثم فالی الاخیر اتفاقا قاله الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک
اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیہ کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی
ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے نویں قاعدہ میں ہے ھ یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت علیٰ
اولادی و اولاد اولادی و اولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف
حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ھو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن
المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے
وقف کیا بموجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے
منقول ہے چنانچہ اسکو تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضہ الشرعیہ میں اور اسی کی مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ھ طحطاوی نے کہا کہ
فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض کے بیچ المتساوین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد
مادری میں اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصبہ ہونے کے ہوتا ہے اسواسطے غور کرے واللہ اعلم وفیہا متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع
ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک لہما فیسلک معہما بالانفع للوقف اور فتاوی
مصنف میں ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اوسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اوسکو بائع پر اوسکی نادانستگی کے ساتھ اور متولی
کو اجرۃ مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے مالکوں سے
وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اوسکا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا
نافع ہو تو اوسکے پاس رکھے وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلّمہ المشتری للبائع وان امسکہ لم یرجع
بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں جامع سے منقول ہے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بناء منقوض کی قیمت معتبر ہوتی نہ بناء
قائم کی اگر مشتری نے اوسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر مبیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی
وہاں مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بناء منقوض کی لو انقطع ثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شیء حکم لہ بہ و
الا صرف للفقراء ما لم یظہر وجہ بطلانہ بوجہ شرعی فیعود للمالک او ورثتہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اوسکا یعنی مصرف
وقف کا معلوم نہو بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اوسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہو سو جو شخص کہ کسی چیز پر گواہ

گواہی ثابت کرے تو اوسکا حکم کیا جائے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جائے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان
وقف فقرا ظاہر ہو بطور یہ کہ اوسکو واقف نے اوسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پہر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اوسکے وارث کی ملک مین اگر
واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان حاکما جاز ولو جہۃ خاصۃ فظاہر کلامھم
لا یصح اہ اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ
وقف صحیح نہیں ہے یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لو شھد
المتولی مع آخر بوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامھم قبولھا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد
پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبۃ کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متھما یجبرہ علی
التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یھددہ ولو اتھمہ یحلفہ قنیہ قلت وقدمنا فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی
لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول للسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کے محاسبہ اجمالی پر کفایت
کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہے اور اگر متہم بخیانت ہو تو اوسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اوسکو قید نکرے بلکہ اوسکو دہمکاوے اور اگر اوسکو
متہم پاوے تو قسم کہلاوے کذا فی القنیہ مین کہتا ہون اور ہم ذکر کر چکے الشرکۃ مین مقدمہ ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب بنا
بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھہ غرض نہین ... کرنے حرام مال کے ۔ لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ بلا
یمین لکن افتی المنلا ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی تغیۃ ... اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی
الامام بالجامع والبواب ونحوھما لا یقبل قولہ کما لو استأجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیمہ الاجرۃ لم یقبل
قولہ قال المصنف وھو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واستحسنہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اوسکا
قول بدون قسم کے معتبر ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہے اسطرح کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین چنانچہ اپنی اولاد اور
اولاد کی اولاد کو تو اوسکا قول مقبول ہے اور اگر اوس نے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر
ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پہر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہہ
تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہئے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہے قلت وسیجیء فی العاریۃ معزیا للاخی
لو آجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ للمنصوب فی الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریہ مین نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف
اجارہ دیا پہر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح پر اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تہا نہ اپنی ذات کیواسطے فھل
یملک المعزول مطالبۃ المستاجر علی التعمیر قبل لعزل قال المصنف والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تقدیم مستاجر کا مرمت پر بعوض
نے کہا ہان مالک ہے مصنف نے اپنا ... یہ ہے کہ وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو مرمت کر دینکا اور صرف
کا اذن دیا تہا تو اوسمین اختلاف ہے علما کا لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قرر لہ الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اوسپر جو اوسکو
واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرۃ مثل کی برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصالح
الوقف الشرعیۃ اور جو بڑہوتری اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون اون سبکا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہے ہم یہہ اوس صورت مین ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو ورنہ العوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر
المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی عقب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیء فی الوصایا ومر ایضا ان للمتولی
اجر مثل عملہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پہیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہیں یہیں کہتا ہوں لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور بھی ہوچکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہو تو اگا وہو جائم طمطا رہیئے کہ عمارۃ شیارح نے استدراک کیا اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ وقف سے زیادہ لینا جائز نہیں اور حالانکہ بین القولین کچھہ منافاۃ نہیں اسواسطے کہ عدم جواز در صورت مقرر کردینے واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلاً مذکور ہے لو وقف لفقراء قرابتہ لم یستحق عیاً ولو ولیا لصغیر الا ببینۃ علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجون پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کی بیان کے ساتھہ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقت کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیہا سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد موتہ فانہ مادامت عزباً فماتت وتزوجت ولم یقت هل یقطع حقہا بالتزوج احاب نعم قلت وکذا الوقف علی امہات اولادہ الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من هذہ البلدۃ فخرج بعضہم ثم عاد او علی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فانہ لا شیء لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتیین اور فتاوی ابن نجیم مین ہے کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی زوجہ فلانی پر بعد اپنی وفات کی جبتک کہ وہ مجرد بلانکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوگئی کیا منقطع ہوجائیگا اوسکا حق نکاح کرنے سے جواب یا کہ ہان نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہوجائیگا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا کہ جو ام ولد کہ نکاح کرلے اوسکو واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اونمین سے جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی اونمین سے شہر سے نکلا پھر لوٹ آیا یا وقف کیا فلانیکی اولاد پر جو اونمین سے علم حاصل کرے سو اونمین سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اوسکو واسطے مال وقف سے کچھہ نہیں مگر یہہ کہ واقف نے یہہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر رجوع کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ مستحق ہوگا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتیین وفی الوهبانیۃ قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلتہ الا التی فی الماضی لو مستہلکۃ اور وہبانیہ مین ہے قاضی کا حکم ہوا بیٹی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اوسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر صرف ہوگیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہیں تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کیواسطے ہو یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں اور وصیت مین دو ہیں لہذا بالمناصفۃ ہوگیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اوسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہوگا للمتولی الاقالۃ لو خیراً متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو یعنی اقالہ جائز اوسوقت جائز ہے جب کہ اوسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیہ اور محل جواز اقالہ اوسوقت تک ہے جب تک اجرت کو اوسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہیں کذا فی الاشباہ آجر بعرض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھہ مخصوص کیا ہے للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس لہ الحفر الا بالاذن ویأخذ لو خیراً للمستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا لگانا بدون اذن متولی کے جب کہ درخت بونا زمین کو ضرر نکرے اور اوسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی کو لینا اذن دے اگر وقف کے واسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ ما لم ینوہ للوقف والمتولی بناؤہ وغرسہ للوقف ما لم یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بناوے یا درخت بووے وہ اوسیکا مملوک ہے جب تک اوسنے وقف کیواسطے اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جبتک کہ اوسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کیواسطے ہے ولو آجر لابنہ لم یجز خلافاً لہما کعبدہ اتفاقاً وهذا لو باشر بنفسہ فلو القاضی صح وکذا الوصی بخلاف الوکیل اما اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین جائز نہیں اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جب متولی نے بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے

بخلاف وکیل کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین ۔ وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث و یدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل و یقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اوسمین شافعی مذہب داخل ہوگا جب کہ وہ علم حدیث نہ پڑہتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے ف حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر بہی عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہر احمل اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو ورنہ بلاشک اہل استحقاق محدثین ہی ہون گے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہے کہ چارون مذہب والے اہل حدیث ہین باین معنی کہ اونکا امور دینی مواقف اپنی شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہے وجاز علی القبور و الاکفان لا علی الصوفیۃ و العمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبر کہودنے اور کفنون پر نہ صوفیون اور اندہون پر یہی قول صحیح تر ہے ف بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین ہمیشہ شرط کرنا کہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑہا جائے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قراءت عند القبر مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اوسوقت جائز نہین جب کہ وہ طریقہ غیر پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اوسوقت مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندہون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندہے غنی بہی ہوتے ہین اور محتاج بہی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی الملا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد و المتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو دو فرزند اوسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونو تولیت مین شریک ہون گے اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے ف فی النہر عن الاسعاف شرطہ لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہما ولو احدہما اورع و الاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہے جوہرہ اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والیکو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ ھ یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک تولیت اوسوقت ہوگا جب دونو عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرطہ للارشد ھم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کی بابت ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ و افتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھہ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بہائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھہ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر ھ نصب متولی اور ناظر اور وصی پر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و فتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادہار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

حفر القبور

الغلة اليه فی حياته ولا بينة لهم صدقوا بيمينهم ولا نكارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہین کہ ہمنے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اسکی
زندگی مین اور انکا کوئی گواہ نہین تو انکی تصدیق ہوگی انکی قسم کی ساتھہ بسبب انکو منکر ہونے ضمان کے لا يجوز الرجوع عن الوقف اذا كان مسجلا و
لكن يجوز عن الموقوف عليه المشروط كالمؤذن والامام والمعلم وان كانوا اهلا له انتهى جوهرة جائز نہین وقف کرکے پہرنا جبکہ وقف مسجل بحکم
قاضی ہوگیا ہولیکن جسپر اول وقف مشروط ہو چنانچہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہو اگرچہ وہ لائق تر ہون انتہی نقل الفتاوى عن الجوهرة طحطاوی نے کہا شارح
کی نقل مین خلل ہے صواب یہہ ہو کہ جواز تغیر بشرط عدم صلاحیت ہو کذا فی الدر المنتقى عن مؤيد زاده وهكذا فی الخلاصة وفی جواهر الفتاوى شرطه لنفسه
مادام حيا ثم لولده فلان ما عاش ثم بعده للاعف الارشد من اولاده فالهاء تنصرف للابن لا للواقف لان الكناية تنصرف لاقرب المكنيات
بمقتضى الوضع اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جب تک وہ زندہ رہی ہر اپنی فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ رہی ہر بعد اسکی عفیف
اور ہوشیار ترکیواسطے اوسکی اولاد مین سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی واقف کی ولد کیطرف پہرے گی نہ واقف کیطرف ... کنایہ منصرف ہوتا ہو قریب ترمکنی کیطرف
بمقتضای وضع کے م کنایہ سے بیان مراد ہاء ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا اصطلاح کوفی ہو اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہو کذا فی الطحطاوی وكذلك مسائل
ثلث وقف على زيد وعمرو ونسله فالهاء لعمرو فقط اور ہسیطرح مسائل ثلثہ مین اقرب کا اعتبار ہو پہلا مسئلہ یہہ ہو کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اوسکی
نسل پر تو ہائے ضمیر فقط عمرو کیطرف پہرے گی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہو نہ زید کیطرف پہرے گی کہ وہ بعید ہے کہ وقفت على ولدي وولد ولدي الذكور فالذكور
راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہہ ہو کہ واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط
یعنے اسواسطے کہ ذکور اقرب ہی پوتے سے وعكسه وقفت على بنى زيد وعمرو ثم يدخل بنو عمرو لانه اقرب الى زيد فيصرف اليه هذا هو الصحيح
اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کے یہہ قول ہو کہ وقف کیا مین نے ابناء زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف مین داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ بنی کا زید سے قریب تر ہی تو اوسیکی طرف
منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہو م یہہ راجع ہو اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہو کہ مسئلہ اولی مین ہائے ضمیر واقف کیطرف
نہ اوسکی ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقد منا ان الوصف بعد متعاطفين للاخير عندنا وفى الزيلعي من باب المحرمات وقولهم ينصرف الشرط
اليهما وهو الاصل قلنا ذلك فى الشرط المصرح به والاستثناء بمشيئة الله تعالى واما فى الصفة المذكورة فى اخر الكلام فتنصرف الى ما
يليه نحو جاء زيد وعمرو العالم الخ فليحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہو ہمارے نزدیک اور زیلعی کے
باب المحرمات مین ہے اور فقہا کا یہہ قول کہ شرط دو نو معطوفون کیطرف پہرتی ہو اور یہی اصل ہو ہم کہتے ہین کہ دونو معطوفون کیطرف شرط کا پہرنا شرط مصرح
اور استثنا بمشیت اللہ مین ہے اور صفت مین جو آخر کلام مین مذکور ہو تو یہہ اصل ہے کہ اپنی قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم مین عالم
فقط عمرو کی صفت ہو انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م شرط مصرح کی یہہ مثال ہو کہ زینب طالق وہند ان دخلت الدار تو دخول دار دونو کی طلاق کی شرط ہے
نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند ان شاء اللہ وفى المنظومة المحبية ه والوصف بعد جمل اذا اتى + يرجع للجميع فيما
ثبتا + عن الامام الشافعى فيما + ان كان ذا العطف بواو واما + ان كان ذا عطفا بثم وقعا + الى الاخير باتفاق رجعا + اور
منظومہ محبیہ مین ہو اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوی تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہو اوس روایت مین جو امام شافعی سے ثابت ہو اگر معطوف بحرف واو
ہو اور اگر یہہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو على البنين وقفا يجعل + فان ذاك البنات تدخل
اور اگر وقف بیٹون پر مقرر ہوا تو اوسمین بیٹیان بہی داخل ہونگی م اور اخوۃ کے وقف مین اخوات داخل ہون گے کذا فی الظہیریہ وقاضیخان اور شاید
کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم ه وولد الابن وكذاك البنت + يدخل فى كذا بنت بنت + اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے
وقف مین داخل ہو م کذاک البنت اصل مین کذاک ولد البنت تہا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اوسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی ه
ولو وقف الوقف على الذرية + من غير ترتيب فبالسوية + يقسم بين من علا والاسفل + من غير تفضيل لبعض فافعل + اگر وقف کیا ذریت

زینب طالق وہند ان دخلت الدار ۱۲ اور ہند بہی ۱۲
زینب طالق وہند ان شاء اللہ ۱۲

پہلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ میں بدون زیادتی بعض کے بعض پر سوا اس روایت کو نقل کر کے ہم فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت
پر تو قریب اور بعید سب اس میں داخل ہیں اور اولاد بنین اور بنات اسمیں برابر ہیں آزاد ہوں یا مملوک اور مملوک کا حصہ اوسکا مولی لیگا وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ
ویقسم الباقی علی من عینہ اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اونپر جنکو واسطے اسمیں کیا ہو واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا
لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق نتھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا
... کل وقف ہو تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی سے ولو علی اولادہ تو شمل + اولاد اولادہ قل تبعا او وقفا فقالوا الیس فی ذا بداخل + اولاد
بنتہ علی ما ینقل + اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہے کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور نواسی داخل نہیں ہوجب
روایت منقولہ کے یہی ظاہر الروایت ہے اور واقعات و منیہ اور درر لولوجیہ اور تجنیس اور مزید میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی نیچ اولادی کذا
اقارب + واخوتی ولفظ آبائی احسب + یشترک الاناث والذکور + فیہ وذا لدی واضح مسطور + یعنی اولادی کے لفظ میں اسیطرح اقاربی
اور اخوتی بلکہ آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمیں اناث اور ذکور مشترک ہیں اور یہ قول واضح اور مسطور ہے ہم یعنی اگر وقف کیا وقفت علی آبائی یعنی میں نے باپون
پر وقف کیا تو اسمیں اوسکی ماں اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی
من شرح الوہبانیہ وما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرطہ ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل
حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی ولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وھذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابو نجیم
فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب جیسے
طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اوسکی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مرجاوے اور چھوڑ کر تو اوسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام
ہو اگر اوسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق میں طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں علامہ
سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اوسکی مخالفت کی ہے اور یہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اسکو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ میں ہم
اشباہ میں حاصل سوال اور اوسکا جواب اور مختار بیان مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر اونکے بعد پر پوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر
طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہے اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اوسکا حصہ اوسکی ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل داخل ہونیکے اس وقف
میں اور مستحق ہونے اوسکی منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پڑپوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے
قاہرہ یعنی مصر میں لکھنے طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کیطرف نسبت کیا ہے خلاف ہے بلکہ اشباہ میں عدم مشارکت کا فتوی ہے سیوطی سے صرح
سے اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا لکنہ ذکر بعد ذلک ورقتین ان لبعضہم تعبیر بین الطبقۃ
بثم وبعضہم بالواو وقبالوا و یشارک بخلاف ثم فراجعہ تا ملا ثم شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی واقعتین اخریین یحتاج الیہما
ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد مذکور کیا ہے کہ بعضے وقف کرنیوالے
طبقات اولاد میں بلفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو جب تک اشباہ
کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اوس نے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہیں جنکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علما حیران رہے ہیں شروط واقفین
کے فہم میں مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ہم طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ اوسمیں پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں منقوض
نہوگی اوسمیں مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہیں اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہے سو صحیح
نہیں بلکہ دونو صورتون میں قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اوسکو واضح کردیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ
کی چاہے وہ اشباہ اور اوسکی حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت فیمن وقف علی اولاد الظہور دون الاناث فماتت مستحقۃ عن

ولدین ابوهما من اولادِ الظهور بانه یستقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما کما یعلم من کلام الاسعاف وغیره اه منه
شخص کے حق میں جیسے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسے دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتوی ہے میں نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے رد المحتار قوله لاسعاف والتتارخانیة لو وقف علی عقبه یکون لولده وولد ولده ابدا ما تناسلوا من اولادِ الذکور دون الاناث الا ان یکون
ازواجهن من ولد ولده الذکور کل من یرجع نسبه الی الواقف بالآباء فهو من عقبه وکل من کان ابوه من غیر الذکور من ولد الواقف
فلیس من عقبه انتهی اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتوں پر ہمیشہ ہوگا جب تک
اونکی نسل باقی رہے گی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اوس وقت وقف میں داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہون اور جس شخص کا نسب واقف
کیطرف راجع ہو باپوں کے واسطے سے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں نہیں کلام الاسعاف ۱۲ م قوله
اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وسیجیٔ فی الوصایا انه لو اوصی لآله وجنسه دخل کل من
ینسب الیه من قبل آبائه ولا یدخل اولاد البنات وانها لو اوصت الی اهل بیتها او لجنسها لا یدخل ولدها الا ان یکون ابوه من قومها
لان الولد انما ینسب لابیه لا لامه قلت وبه علم جواب حادثة لو وقف علی اولادِ الظهور دون اولادِ البطون فماتت مستحقة عن ولدین
ابوهما من اولادِ الظهور هل ینتقل نصیبها لهما فاجبت نعم ینتقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار والدهما الذکور اه آگے آویگا کتاب الوصایا میں
یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اوسکی طرف اوسکے آبا اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل
ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہلبیت اور اپنی جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ لڑکا
عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اوس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا
اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اونمیں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اوسکے دونوں لڑکوں کیطرف
منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں باعتبار اپنے والد مذکور کے ہیں ۱۲ م
یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا **فصل** فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرها یہ فصل ہے اون مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں
درر وغیرہا سے ۱۲ م یہاں عبارت در المختار کی نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ حرمین میں یون ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من ذکور وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا
لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجهه وعبارة المواهب فی الوقف علی نفسه وولده ونسله وعقبه جعل ریعه لنفسه ایام حیاته ثم
ولو جاز عند الثانی وبه یفتی کجعله لولده ولکن یختص بالصلبی اه عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے
وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں پھر اسیطرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے
ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پروتے کو نہ ملیگا ویعم الانثی مالم یقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت
کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو م ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی التحکیم
عن الدرر ویستقل به الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو
انثی دون من دونه من البطون بل ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی ہے اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مر گیا ہو تو وقف
فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اوس وقت جب کہ واقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر
ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے ناتی کو قول اصح میں یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے
کذا فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط اقتصر علیهما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا

ولو ذکر البطن الثالث یتناول نسلہ اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اوسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یون کہا کہ وقف علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی کذا فی الدر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پروتے پر تو غلہ اوسکی نسل پر صرف ہوگا جبتک اونمین تناسل باقی رہیگا نہ فقرا پر ہو اسواسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو بسبب کثرۃ وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سبکو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب مین موجود ہے بخلاف بطن ثانیکے اسواسطے کہ اوسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی الاقرب والابعد الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی وولد ولدی اور بطن ثانی کی زیادتی مین ابعد اور اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہے اگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتدا اوس وقف میرا اولاد پر ہے یا یون کہے کہ وقف ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر ہم ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح پر کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پھر میری پوتے پر یا کہے بطنا بعد بطن تو اوسوقت اوسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ونسلہم ثم مات احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی امرأتہ واولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا اذ الترتیب ردّ نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد اور نسلون اولادکا نام ذکر کیا اور آخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا فی الدر سو اونمین سے ایک ولد مرگیا تو اوسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اوسکا بیٹا اوسکے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا جبکہ واقف نے اوس شخص کا حصہ جو اونمین سے مرگیا اوسکی ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نکیا ہو ہم شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تا کلام متناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا در مین کہا ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا اتھا اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے ہو اوسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنیہ وعلی اخوتہ دخل الاناث علی الاوجہ وعلی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون یا اپنے بھائیون پر تو اوسمین اناث بھی داخل ہین بقول موجہ تر یعنی بیٹیان اور بہنین بھی وقف مین داخل ہونگے یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کامر ولو قال علی بنیہ ولہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ اسکی فقط بیٹیان ہین یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اوسکی فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تہا تو وقف اوسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانۃ او ام ولد او المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیہا فلم یحل فلا احتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھہ مہینے سے کم مدت مین پیدا ہوا ابتداء نمو داری غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت مین پیدا ہو اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانہ یا اوسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے ولد کے بلا حلت وطی اوسکی ماں کے سو اگر اوسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہوئی یا معتدہ ہوکر مطلقہ تہی طلاق بائن نہ دی ہوئی ہو تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمو ہونے غلہ کے ویقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اوسکے قول کے ملیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جائے مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردون کے ساتھ اور حصہ شخص مفروض کا اوسکے وارثون کیطرف راجع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کیواسطے تو فرض ضرور اوسکی فرضیت سے تا معلوم ہو کہ کسقدر غلہ موصی کے وارثون کیطرف راجع ہوگا ہم یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اونمین مختلط ہین تو بموجب اوسکی شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو اونمین

غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرق کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین ہو رحالانکہ وہان فقط ذکور ہین یا فقط اناث ہین تو عورتون کے ساتھہ مرد اور مردون کے ساتھہ عورتین شریک ہونگی اور وصیت اونپر تقسیم ہوگی مثل للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم دو سری میراث وارثون کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہہ ہو کہ وقف مین تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہو تو اگر اوسکے ساتھہ مرد یا عورت شریک ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونین وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لئے وصیت نہین تو بیان شریک کرنا ضرور رہا تا معلوم ہو جاے کہ وارثونکی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ حیہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا مین نے اپنی ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمین مرجاے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا لبسبب کے بنابر عمل کرنے شرط کے ہم توضیح اسکی درمین یون ہو کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ولد پر اور اپنی ولد کے ولد پر جب تک اونمین تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکے ولد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اوسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مر گیا اور اپنا ولد چھوڑ گیا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا لبسبب کے تو ولد میت دو سہم پاویگا ایک سہم وہ جو واقف نے اوسکو واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنی والد کا چنانچہ شارح نے دونو حصون کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا لاصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین واقف نے کہا کہ جو ولد اونمین سے بلا نسل مرجائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہو اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہین یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف مین صرف ہوگا فقیرون کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہو ولد کا اور اوسکی ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہو ولد کا اور اوسکی ذکور اولاد کا یعنی عورتون کا نام عقب نہین مگر یہہ کہ عورتون کے شوہر اوسکی پوتون کی اولاد ہون چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآلہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کی آل اور جنس اور اہل بیت ہو شخص کہ اوسکا نسب اوسکی اقصای والد کیطرف اسلام مین اور اقصای والد فی الاسلام وہ ہو جسنے ابتدای اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا ہم اور ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہین اہل بیت مین مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہین لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور انکی سوا اور عورتونکی اولاد اہل بیت مین داخل نہین مگر جب کہ اونکی شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہون کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہما وسفل عندہما خلافا لمحمد فعدہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہین جو اوسکے ہم نسب ہون اوسکی اقصای والد تک اسلام مین اوسکی ماں باپ کیطرف سے اوسکی والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہین کہتی باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہو چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہو چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اوسکو بھی قرابت نہین کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونہونے اونکو بھی قرابت مین شمار کیا ہو ہم انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہین جو اوسکی نفقہ مین ہون خواہ اوسکی گھر مین ہون یا نہون کذا فی العالمگیریۃ وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیرون کے ساتھہ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کی وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوسدن محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہہ قول ہو ہلال رحمۃ اللہ علیہ کا وہو المجوز لاخذ الزکوۃ اور فقیر سے مراد وہ ہو جو زکوۃ لینی کا مجوز ہو ہم جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہو باب وقف مین قاضیخان مین ہو کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہون جنکی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہو اوسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہین کذا فی العالمگیریۃ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المفتقر وقت القسمۃ

الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل الاستحقاق ہے اگر وقف کے مصرف میں تاخیر ہو گئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہو گیا اور محتاج غنی ہو گیا تو مشارکت ہوگا وہ غنی جو فقیر ہو گیا قسمت کے وقت اسکا جو فقیر ہو گیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوک نہیں ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری اور موت کا مبطل اوس حق کا نہیں جسکا وہ مستحق ہو چکا ھ غنی کا فقیر ہونا اسطرح ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں محتاج ہو گیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور بیان سوال وارد ہوا ہے کہ وقف تو فقیر وں کا حق ہے تو چاہیئے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہو گیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا بلا قبضہ کے واما من ولد منھم لدون نصف حول بعد مجیٔ الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شیٔ لہ والحمل لا شیٔ لہ اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہو کمتر چھ مہینہ کے مدت میں غلہ آنیکے بعد تو اوسکا حصہ نہیں بسبب اوسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا اور بعض نے کہا کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ھ یہہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلحاء ھم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاور ہم منھم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بشرطہ اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو مصر میں مثلا سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے ھ اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کا من الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب ریبۃ ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل الفضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوجہ حوادث زمانہ الی ملخص من مسائل الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتاب ہلال والخصاف کذا فی البرھان فی شرح مواھب الرحمن للشیخ ابراھیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاھرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنتین وعشرین وتسعمائۃ وھو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اوسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف شیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں ۹۲۲ بائیس ہجری میں اور یہی صاحب کے بھی مصنف ہیں ھ یہانتک فروع اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کو بیجا یہاں مذکور کیا اور تکلف اسکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا **قولہ الاشباہ** اختلاف الشاھدین مانع الا فی احدی واربعین یہہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسائل میں مانع نہیں ھ یعنے صحت تعدد شہادت کا شرط ہے اسمیں اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے تو ثابت کرنا چاہیئے کہ مطابق کلام شاہدین لفظا اور معنی ہو اسطرح ہے کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے ہو نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط اعتبار ہے جسپر دونوں شاہدوں نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ اہل بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کی نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الفتح عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجاے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تاکہ تفصیل آئندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی مذکور ہیں قال فی زواھر الجواھر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح الحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاھدین وانا اذکرھا مسردۃ فاقول الاول شھد احدھما ان علیہ الف درھم وشھد الاخر انہ اقر بالف درھم تقبل شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ

نوا انتظار میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اوس شرح میں جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جسمین اختلاف شاہدین مضر نہیں اور مین اون مسائل
کو شمار کر کے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار
درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ فشھد احدھما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا
مدعی نے بقدر کر کے کہری گیہون کا تو ایک نے کہری ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی تو ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم
ہوگا کر بضم اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مأۃ دینار فقال احدھما نیسابوریۃ والاخر بخاریۃ والذی یدعی نیسابوریۃ قضی بالبخاریۃ بلا ایمان ۳ دعوی
کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کہری ہین تو دینار بخاری کا حکم
ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الھبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونوں اختلاف کرین ہبہ اور عطیہ مین الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف
کرین نکاح اور تزویج کے لفظ مین م بحر الرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اوسکا مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف
یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی مولف نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہیں کہ مانع مین بیان اختلاف ہی نہیں السادسۃ شھد احدھما
انہ جعلھا صدقۃ موقوفۃ ابدًا علی ان لزید ثلث غلتھا ویشھد اخر ان لزید نصفھا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ وقف نے
زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملا اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملا تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م
اور یہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشھد
احدھما بہ والاخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکو موافق گواہی دی اور دوسرے نے
کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل میں داخل ہے
کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شھد احدھما انھا جاریتہ والاخر انھا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اسکی لونڈی تھی تو قبول
التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشھد احدھما علی اقرارہ بالف قرض والاخر بالف ودیعۃ تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے
سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی الابراء فشھد احدھما بہ والاخر انہ وھبہ
او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا
خیرات کیا یا اوسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء میں داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الھبۃ فشھد احدھما
بالبراءۃ والاخر بالھبۃ او التحلیل جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اوسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برأت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی
تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الھبۃ فشھد احدھما بھا والاخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل
کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکو موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہو جائیگی الثالثۃ عشرۃ شھد احدھما علی اقرارہ انہ اخذ العبد منہ والاخر علی اقرارہ
بانہ اودع منہ ھذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا
غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت
مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شھد احدھما انہ غصبہ منہ والاخر ان فلانا اودعہ منہ ھذا العبد یقضی
للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا
الخامسۃ عشرۃ شھد احدھما انھا ولدت منہ والاخر انھا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہہ کہ وہ
اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے تو گویا اوس نے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شھد احدھما انہ اقر ان الدار لہ والاخر انہ سکن فیھا تقبل ۱۶

ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی م ہر چند سکونت یا جارہ و باعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک
اسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدھما انھا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر
انثی تقبل ۱۷ ایک نے گواہی دی کہ زوجہ نے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اوسکی یہ ہے کہ طلاق اوسکی معلق ولادت پر معلق
ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشھد احدھما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے
اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑون کی تجارت کا اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع
انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الاذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاھدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق
۱۹ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اوس نے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار
مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شھد احدھما انہ قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال ازادی تقبل ۲۰ ایک نے گواہی دی کہ
مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ
ان کلمت فلانا فانت طالق فشھد احدھما انھا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق
ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوس نے اوس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان
طلقتک فعبدی حر فقال احدھما طلقھا الیوم والآخر انہ طلقھا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو طلاق دون تو
میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوس نے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی م
اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شھد احدھما انہ طلقھا ثلثا البتۃ والآخر
انہ طلقھا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی
دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا کلفت ثابت ہے اور اگر
طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادۂ نکاح کا مالک ہے بقدر عدد یہ اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شھد
احدھما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین
تو مقبول ہے م یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہ نہین کہا کہ مولی نے صریحاً آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اوسمین
قول مولی کا عربی فارسی مین مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المھر یقضی بالاقل ۲۵ شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو
اقل مہر پر حکم ہوگا م علماء نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئے
مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم
کرنا اسکو منافی ہے السادسۃ والعشرون شھد احدھما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار سماھا وشھد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ
وفی شیء آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اوس گھر مین جسکا وکیل نے
نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس نے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گھر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی مقبول
ہوگی اوس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شھد احدھما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ
قبلا ۲۷ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون مقبول ہین م
علماء نے کہا لیکن اسکی تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اوسکا اوتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہیئے
الثامنۃ والعشرون لو شھد شاھد انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

مثلاً وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعة والعشرون ادّعی مالاً فشهد احدهما انّ المحتال علیه احال غریمه بهذا
المال وشهد الآخر انه کفل عن غریمه بهذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اوسکو اوسکے غریم نے یہ مال اوتارا اور دوسرے
نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطہ اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم یعنی دائن اور مدیون دونوں کو بولا جاتا ہے سو یہان
غریم اول بمعنے دائن ہے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اوتارے اور وہ قبول کرلے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنے
جو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہرصورت ہے لیکن ایک شاہد نے
کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت شیخ صالح کے کلام مین آگے آویگی گر اوسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے
کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شهد احدهما انه باعه کذا الشهر وشهد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے
اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیة والثلثون شهد احدهما انه باعه بشرط الخیار
ثلثة ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیهما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونو
مین مقبول ہے الثانیة والثلثون شهد واحد انه وکله بالخصومة فی هذه الدار عند قاضی الکوفة والآخر عند قاضی البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ایک نے گواہی
دی کہ مدعی کو اس گہر کی خصومت مین وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونو کی گواہی جائز ہے الثالثة والثلثون
شهد انه وکله بالقبض والآخر انه جرّاه تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط کیا تو
مقبول ہے م قوله جرّاه من التجریة بمعنی التسلیط کذا فی الحلبی الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والآخر انه سلّطه علی قبضه تقبل
۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنے پر مسلط کیا م یہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ
کا فرق ہے الخامسة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والآخر انه اوصی له بقبضه فی حیوته تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ
اوسکو اوسنے اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اپنی زندگی مین اوسکے قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض
بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃ وکیل نہین اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے السادسة والثلثون شهد احدهما انه وکله بطلب دینه والآخر
بتقاضیه تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے مین اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعة
والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والآخر بطلبه تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اوسکو قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے
کہا اوسکو طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والآخر انه امره باخذه او ارسله لیأخذه تقبل ۳۸
ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اوسکے لینے کا امر کیا یا اوسکو بھیجا اوسکے لینے کو تو مقبول ہے التاسعة و
الثلثون اختلفا فی زمن اقراره فی الوقف تقبل ۳۹ دو نو شاہدون نے اختلاف کیا وقف کے زمانہ اقرار فی الوقف مین م اسمین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول مین اور اگر فعل محض ہو جیسا کہ غصب یا قول ملحق بفعل ہو جیسا کہ
نکاح تو اوسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی من شہادۃ الوہبانیۃ الاربعون
اختلفا فی مکان اقراره به تقبل ۴۰ شاہدون نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار مین تو مقبول ہے الحادیة والاربعون اختلفا فی وقفه فی صحته او مرضه تقبل
۴۱ گواہون نے اختلاف کیا وقف کرنے مین اوسکی صحت مین یا اوسکو مرض مین م یہ مسئلہ ستائیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیة والاربعون
شهد احدهما بوقفه علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفاً علی الفقراء انتهی ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی وقف کے وقف کرنیکی زید پر اور دوسرے
نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل الله علی ما ذکره المصنف مسائل منها لو اختلفا فی تاریخ الرهن بان

شهد احدهما انه رهن يوم الخميس والاخر يوم الجمعة ثم عندهما خلافاً لمحمد جواهر الفتاوى شیخ صاحب نے کہا مین کہتا ہون اور جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے ذکر کئے اونپر مین نے چند مسائل زیادہ کئے یعنی تیرہ مسئلے از انجملہ یہ ہے کہ دو شاہدون نے تاریخ رہن مین خلاف کیا سو ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہوگی بخلاف محمدؒ کے کذا فی جواہر الفتاوی ہو ومنها لو اتفق الشاهدان على الاقرار بمال واحد واختلفا فقال احدهما كنا جميعاً في مكان كذا وقال الاخر كنا في مكان كذا تقبل اوراز انجملہ یہ کہ اگر شاہدون نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان مین اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب ایسے مکان مین تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان مین تھے تو مقبول ہے ہم حلبی نے کہا یہ مکرر ہو چالیسوین صورت کی سا تہم علماء نے کہا اگر دونون مین فرق ہے اسواسطے کہ چالیسوین وقف کے اقرار مین ہو اور یہ مال کے اقرار مین علاوہ اسکے دہان شاہدون نے یہ نہین کہا کہ ہم سب تھے سوتامل کرو الا اسکا مابعد سینتیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنها لو قال احدهما والمسئلة بحالها كان ذلك بالغداة وقال الاخر كان ذلك بالعشي تقبل وهما في الولوالجية اوراز انجملہ یہ کہ اگر ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہو یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہو یون کہا کہ یہ اقرار اول روز تہا اور دوسرے نے کہا آخر روز تہا تو مقبول ہو اور یہ دونو صورتین ولوالجیہ مین مذکور ہین ومنها شهدا على رجل انه طلق امرأته واحدهما يقول انه عنى منكوحته بنت فلان والاخر يقول ما عينها الي الحكم واشهدا ان المرأة التي كانت له سوى ابنة فلان قد طلقها واخرجها من داره قبل هذا التطليق قال فخر الدين اذا شهدا على الطلاق الا انه عين احدهما المرأة وذكرها باسمها ولم يعين الاخر التي هي في نكاحه وليس في نكاحه غيرها امرأة واحدة تصح الشهادة وهي في جواهر الفتاوى اوراز انجملہ یہ کہ دو شاہدون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اوس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہو کہ زوج نے اپنی عین منکوحہ زید کی بیٹی کو شلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہو کہ وہ مطلقہ بعینہا نہین مین مقرر جانتا ہون اور گواہی دیتا ہون کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اوسکو اوس نے طلاق دی اور سوا اوسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اوس نے اپنے گہر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی جسمین ایک شاہد تعیین کرتا ہو کذا فی الملتقط اور فخر الدین نے کہا جب کہ دونو کی طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اوسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اوس عورت کو جو اوسکے نکاح مین تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح مین نہین سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہو اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی مین ہے ومنها ادعى ملك داره فشهد له احدهما انها له وقال ملكه وشهد الاخر انها كانت ملكه تقبل منية المفتي اوراز انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گہر کی ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گہر اوسیکا ہو یا یون بولا کہ اوسکا مملوک ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گہر اوسکا مملوک تہا تو مقبول ہو کذا فی المنیۃ المفتی ہم جب زمان گذشتہ مین اوسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہو کہ بطور سابق اوسیکا مملوک رہیگا اوسوقت تک کہ ناقل شرعی اوسکو نقل کرے ومنها ادعى الفين او الفا وخمسمائة فشهد احدهما بالالف واخر بالفين وخمسمائة قضي له بالالف اجماعاً منية اوراز انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اسواسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کے گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دو ہزار مین تضمناً داخل ہین نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہو کذا فی الملتقط ومنها لو شهدا ان له على هذا الرجل الف درهم وشهد احدهما انه قد قضاه المطلوب منها خمسمائة والطالب ينكر ذلك فانه شهادتهما على الالف مقبولة ولوالجيه اوراز انجملہ یہ کہ دو شاہدون نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مرد پر ہزار درم ہین اور ایک نے یہ گواہی دی کہ درم مطلوبہ مین سے مدعا علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہین اور طالب اسکا منکر ہو تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہو کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعا علیہ کو چاہئے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنها ادعى جارية في يد رجل وجاء بشاهدين فشهد احدهما انها جاريته غصبها منه وشهد الاخر انها جاريته ولم يقل غصبها منه قبلت الشهادة مجمع الفتاوى اوراز انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتہ مین اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہو مدعا علیہ نے اوس سے غصب کرلی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی لونڈی ہو اور یہ نہ کہا کہ اوس نے اوس سے غصب کرلی ہو تو شہادت مقبول ہو کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کا جز مقید کے ساتہ مجتمع ہوجاتا ہو ومنها شهدا بسرقة بقرة واختلفا في لونها تقبل عندهما خلافاً

جامع الفصولین اور از انجملہ یہ کہ شاہدون نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بالکفالۃ والاخر بالحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور از انجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین ھم یہ صورت ستائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وحدہا وشہد الاخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وھی فیہ ایضا اور از انجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلا زید کو زوجہ نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونو شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنہا شہد بالوکالۃ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وھی فیہ ایضا اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہوگی نہ معزول کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضا عن الاستیمان وشہد الاخر انہا تملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ فکانہما شہدا انہ ملکہا اور از انجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے وہ زمین اوسکو عوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونو شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے ھم جب زوج نے زمین عوض مہر کی دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا بالعقد وشہد الاخر باقرارہ بالملک فاختلف المشہود بہ اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والاخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والاخر باقرارہ وھی فی جامع الفصولین انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اوسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اوس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونو شاہد کے جیسے ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الا فی مسائل حکی منہا سبعۃ وثلثین اشباہ مین ہے کہ سکوت نطق کی مثل ہے مگر چند مسائل مین شمار کیا ہے مسائل مذکورہ مین سے سینتیس ۳۷ ھم اولی یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اسیطرح ہے بعض نسخ در المختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال وخرج عنہا القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۳۷ مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیا مین مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المؤلف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے والا اوٹھ جا اور یہ مستاجر چپ رہا تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال الیف وضع عندہ وضعہ بین یدیہ قبول دلالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اوسکے سامنے قبول ہو باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا کما فی زواہر الجواہر مسائل اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑہائے ہیں منہا عند قولہ الرابعة والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی البزازیة الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجة انتہی وصحح قاضیخان انہا تسمع فلیعمل علیہ عند الفتوی اور انجملہ ان میں سے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کی بیع کرنیکے وقت ہو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور ایسا ہی سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنیکے وقت سماع ہو قول سے ہے اسواسطے کہ بزازیہ میں فتوی ہی عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیة اور قاضیخان نے تصحیح کی ہو کہ دعوی مذکور مسموع ہے تو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو ان کو حق میں احوط ہوا وسکا فتوی دے کذا فی الحموی قلت وزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا وبناء وعزیناه للبزازیة وھکذا ذکرہ فی تنویر الابصار معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیة وترک الاخر شارح کتاب ہی کہتا ہے اور زیادہ کیا جاے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت خرید کے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور اسیطرح تنویر الابصار میں ذکر کیا ہے اوسیکی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اوسنے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنیکے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہاں تک کہ وہ جنی تو اوسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہنأہ القوم وقبل التہنیة فہو رضی لان قبول التہنیة دلیل الاجازة اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایکمرد نے دوسری مرد کا نکاح کردیا بدون اوسکی امر کے سوا اوسکو قوم نے مبارکباد دی اور اوسنے مبارکباد کو قبول کیا تو وہ رضامندی ہو نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے م یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایة پر اور بموجب روایت حسن کے جس پر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہو گا اور قبول تہنیت سے جو سکوت ہے وہ الا یہ مسئلہ مستثنیات میں نہوگا ومنہا ان الوکالة کما تثبت بالتصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریة لو قال ابن العم للکبیرة انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ المؤلف فی بحرہ من بحث الولی اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسیواسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغہ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اوسنے اوس سے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اسکو مؤلف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے م یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ خیر ہے ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی شہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیة للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسأل عن الشاہد فسکت المعدل ثم سألہ فسکت فقال اسألک ولا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت وقد اعاد ہذہ فی الاشباہ معزیا بالشہادات شرحہ فلیف تکون زائدة نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کی برابر ہے شاہد کی تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الشہادات میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اوسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اوسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اوسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اوس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھسے پوچھتا ہوں تو مجھکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھسے آدمی سے چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اعادہ کیا سکوت مزکی کو اشباہ میں شہادات کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہے لہذا اسکو زوائد میں شمار کیا م اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی التقیید بکونہ من اہل العلم

الصلاح فعند نامین الرضا ... جب اوسکو بیہ کہا من الزوائد خبر پہونچی اور قبول و مستاجر نا کا ... خلاصۃ طلب یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ مین ہوا تو
انتقال اہل علم اور حیلوں کی ... سے زوائد مین ... کہ عبارت ... کو خالی ... سے تو نہی ... نسخہ صحیحہ مکتوبہ عرب پر اعتماد کیا۔ والسلام ومنہا لو
انّ امۃً ... ولم ... فسکتت حلّ لہ الحج ... لانّ السکوت بمنزلۃ الرضیٰ کما فی جمعۃ الحاوی اور ازانجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ
ادا کرتا ہو ... ملیا ... ادسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہو ... کہ سکوت بمنزلہ رضامندی کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں ہے ومنہا
ما فی القنیۃ بعث الی ... بعد الزفاف ... ولو زفّت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب بما بعث الیہ من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ
بما یلیق بالمبعوث ... بانّہ اذا لم یجہّز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف
زماناً یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصمہ بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہے جو قنیہ میں مذکور ہے یہ علامت ترعت کے
اگر ... زوجہ کے پاس بہیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا اون دنانیر کا جو اوسکے باپ یا جیا کیطرف بہیجے تھے جائز ہے اور اگر تھوڑا ساجہیز دیا ہو تو اوسکو مطالبہ
کرنا ... جہیز کا ... جو عرف مین مبعوث کے ساتھ لائق ہو ... ہو تو اوسوقت مین یہ فتوی ہے کہ جب زوجہ کے دلئے جہیز مناسب حال ندیا تو زوج کو پہیر لینا اوس
مال کا قبل نکاح کے بہیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہے اور اگر زوج نے سکوت کیا بعد زفاف
کے اتنی مدت تک ... جہیز ... رضامندی معلوم ہو گی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اوس مدت کے جائز نہیں اگرچہ زوج کیواسطے کوئی چیز نہ بنائی گئی ہو
قنیہ ... علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور درمیان مقصود بالذکر
فقط سکوت بعد زفاف ... فی عرفہم کے ... کیا ہو یا ہو ... حالانکہ یہ قنیہ کی رموز سے نہیں کما لایخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ مین تصحیف سے
... فی العمادیۃ اور مسئلہ ... کتاب النکاح مین مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابرأہ فسکت صحّ ولا یتہ الی القبول ھکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات
فی کتاب الاقرار ... یہ ہے کہ ... مدیون ... پھر مدیون چپ رہا تو ابرا صحیح ہے اور حاجت نہین قبول کرنے مدیون کی اسیطرح برہان نے اختیارات
کتاب الاقرار کے ... ذکر کیا ومنہا سکوت الراھن عند بیع المرتہن الرھن یکون مبطلاً فی احدی الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وھی تعلم من
الاشباہ اولی القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب اور ازانجملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کیوقت رہن کو مبطل رہن ہو گا ایک روایت
مین ... نہین ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے اشباہ کے اول قاعدہ سے یعنی ... جو غالب اور بخشنے والا ہے اور وہی
دانا ہے ... کا تم شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف کی توفیق پر بعض علما نے چند مسائل اور زیادہ کئے ہیں ا جسنے اپنا
اسباب ایک ... کے پاس رکہہ دیا اور چپ رہا پہر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹہرےگا یعنی امانت رکہنے والا ۲ جب میت کے دو وصیون مین سے ایک وصی نے
جنازہ اوٹہانے کیواسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کئے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہو یا بعض وارثون نے کرایہ مقرر کیا دونو وصیون کے سامنے اور دو ساکت ہین
تو جائز ہوا ... اجرت ... مال سے ہو گی بمنزلہ کفن کے ۳ بدعت اور خلاف شرع دیکہکر ساکت رہنا رضامندی کی نشانی ہے بشرطیکہ ہاتہ یا زبان سے اوسکو روکنے پر
قادر ہو ... تو ... سے مکروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو اوسوقت مین اوسکا سکوت رضامندی مین شمار
ہو گا ۴ زید نے خالد کو وصیت کی پہر خالد زید کی حیات مین ساکت رہا پہر جب وہ مرگیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اوسکی دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے
ان مسائل کو حموی نے ... سے نقل کیا ۵ زوج اپنے گہر مین روئی لایا اور اوسکی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بنا تو زوج اسکی
قیمت کا تاوان نہین لیسکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی مین شمار ہو گا ۶ زید نے آٹا گوندہا اور خالد نے اوسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو گرایا
اور خالد نے اوسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت اجر کرنیکی نشانی ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اوسکا معین ہے نہ اوسکو اجرت ملیگی نہ اوسپر ضمان ہے اس فصل مین کتاب
فی اللحظات عن البیری ؎ تو معلوم ہوا کہ تریپن مسئلے ہین سکوت نطق کی نشانی ہے باین تفصیل اشباہ کے مسائل ۳۷ اور تنویر البصائر کے ۳ اور زواہر الجواہر
کے ۸ اور طحطاوی کے منقول ۶ قولہ الاشباہ لا یعلم المنکر فی احدی وثلثین مسئلۃ بیّناہا فی الشرح یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لیجائے

منکر سے اکتیس مسئلون مین جنھوں نے کنز کی شرح مین بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق مین قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المسمی بالبحر الرائق علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء التسعۃ وفی الخانیۃ انہ لا یستحلف فی احدی وثلثین خصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکرہا سردا اختصارا لا للتسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ مین کہتا ہون کہ مصنف نے اپنی شرح مین جیسے اشباہ مین حوالہ کیا ہے یون کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزون مین اور خانیہ مین ہے کہ منکر سے قسم نہین لیجاتی اکتیس صورت مین بعضوں مین مختلف فیہ ہین اور بعضوں متفق علیہ مین پھر اوس نے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے نو چیزون کو ذکر کیا ہم اشیاء تسعہ کو تنویر وغیرہ مین یون ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہین اوس نکاح مین جسکا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اوس رجعت مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اوس ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار مین جسکا دعوی لونڈی کرتی ہے اور رقیت اور نسب اور ولا مین اسطرح پر کہ مثلاً زید کسی شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حد اور لعان مین حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ مین فتوی تحلیف پر سوای حدود کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہین تزویج بنت مین صغیرہ یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ مین م قولہ فی تزویج البنت عطف ہے تسعہ پر وفی تزویج المولی امتہ خلافا لہما اور مولی کے نکاح کر دینے مین اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لا یحلف اور دائن کے دعوی مین وصیت کرنیکا پھر مدعا علیہ نے اوسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی م دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعا علیہ کو اوکے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعا علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اوسپر قسم نہین وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی مین وصی پر م یہان وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے مین دونو صورتون مین وصی کی مانند ہے م اسمین دو مسئلے مین ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ فلانے کا م کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہے کما مر فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الاخر لا یحلفہ اور اوس صورت مین جب کہ کسیکے ہاتھ مین ایک چیز ہے سو اوسکا دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اوس چیز کے خریدنیکا مدعا علیہ سے دعوی کرتا ہے سو اوس نے ایک شخص کے خریدنیکا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنیکا انکار کیا تو دوسرا شخص اوس سے قسم نہ لیگا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للاخر اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے دونو کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم لی گئی سو اوس نے قسم کہائی اور اوسپر حاکم کا حکم ہوگیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الھبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لا یحلف للاخر اور نیز اوس صورت مین جب کہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع تسلیم کا قابض سے سو اوس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رھنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اوس صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ اوس چیز کو رہن کیا ہوا اور رہن پر دیکر قبضہ کیا ہے اور اوس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وحلف لاحدہما فنکل لا یحلف للاخر دعوی رہن مع القبض مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کہائی تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والاخر الشراء فاقر بالرہن وانکر المبیع لا یحلف للمشتری اور اوس صورتین جبکہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خریدنیکا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احد ھذین الاجارۃ والاخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف مدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فکاک الرھن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خریدنے کے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اور اوس مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تیرا جی چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے اور فسخ کیا جائیگا جب کہ اوسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فکاک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت مین لف ونشر غیر مرتب ہے وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

والقبض وللآخر الشراء فاقر لاحدهما لا یحلف اور اس صورت مین جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنیکا دعوی کیا اور دوسری نے اوسی چیز کی خرید
کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منهما الاجارۃ فاقر لاحدهما اور اس
صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او فنکل لا یحلف بخلاف ما اذا ادعی
کل منهما علی ذی الید الغصب منه فاقر لاحدهما او حلف لاحدهما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منهما الایداع فاقر لاحدهما یحلف للثانی
وکذا الاعارۃ ویحلف ماله علیک کذا ولا قیمۃ وهی کذا وکذا اجارہ کے دعوی مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی اور اوس … تو دوسرے کیواسطے
قسم طلب نہ ہوگی بخلاف اسکے وہ صورت ہو کہ اگر ہر ایک نے قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے … قسم … دوسرے
قسم نکھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے اوس سے قسم
لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہین ہے اور نہ اوسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی … ہے … دوسرے کیواسطے لیجائیگی
کہ جب مدعا علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کا حق گواہ مین فوت کیا لہذا اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب مین تو ظاہر ہے نہ
ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب کے ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب یحلف … کیلہ … اور اس صورت
مین جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل مبیع کے عیب سے راضی ہو گیا ہے اور وکیل اوسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی … موکل کی جہت سے … تو وکیل
غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیله له فی النکاح اور اوس صورت مین جب کہ مدعا علیہ انکار کرے کہ مین نے مدعی کو نکاح … وکیل نہین کیا وفیما اذا
اختلف الصانع والمستصنع فی المأمور به لا یمین علی احد منهما اور اس صورت مین جب کہ کاریگر اور کام … کام مین اختلاف … ہو مثلاً … صانع … کہ
تونے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہے کہ نہین مین نے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونون مین سے کسی پر قسم نہین ہم یہہ دو صورتین مین … یہ کہ در صورت اختلاف
فی المأمور به صانع پر قسم نہین اور دوسری صورت یہہ کہ مستصنع پر قسم نہین وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انه استصنعه فی کذا فانکر لا یحلف اور اسیطرح
اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اوس نے اوس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ہم باب السلم کے آخر مین معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع
عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے اور چاہے نہ لے تو در صورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اوسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہو الحادیۃ
والثلاثون لو ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه وبالخصومۃ فانکر لا یستحلف المدیون علی قوله خلافا لهما هکذا ذکر بعضهم وقال الحلوانی
یستحلف فی قولهم جمیعا انتهی اکتیسوان مسئلہ یہہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ مین وکیل ہون شخص غائب کا اوسکا دین لینے اور خصومت کیواسطے سو مدیون نے
اسکا انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعض فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول مین مدیون سے
قسم لیجائیگی انتہی کلام الخانیۃ وبه علم ان ما فی الخلاصۃ تساهل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمه اذا انکر یستحلف الا فی ثلث … خانیہ کے
اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ مین ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع مین اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اوسکو لازم ہو جائے تو
جب اوسکا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ مین باوجود انکار کے قسم نہین ہم قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتون کو مستثنی کیا باوجود کثرت مسائل
مذکورہ کے آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منها الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یرده بالعیب واراد البائع ان یحلفه بالله ما یعلم ان
الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمه ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز مین عیب پایا سو
ارادہ کیا کہ اوسکو بسبب عیب کے پھیر دے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اوس سے قسم اللہ کی کہ وہ نہین جانتا ہے کہ اوسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی پھر اگر
وکیل رضای موکل کا اقرار کرے تو اوسکو بیع لازم ہو جائیگی اور پھیر دینے کا حق باطل ہوگا ہم یہہ بعینہ خانیہ کا ۲۳ مسئلہ ہے والثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاه لا یحلف
وان اقر لزمه ۲ مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اوسپر لازم ہو جائیگا ہم ضمیر رضاه
کی مامور کیطرف راجع ہے چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہہ ہوگا کہ مدعی رضای آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ مین … ہے کہ

ہو اگرچہ اُس پر رضامند ہو یعنی اگر آمر رضا ہی مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہو گیا غرض اوسکی یہہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض
الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل ابرأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی ۳ قبض دین کے وکیل پر مدیون نے
دعوی کیا کہ موکل نے اوسکو دین چھوڑ دیا اور اوس نے وکیل سے قسم طلب کی تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اوسکو اقرار لازم ہو گا انتہی
ما فی الخلاصۃ ھم اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضا ہی اقرار یعنی ترک مخاصمت مدیون کیساتھ لازم آویگا اور یہہ مطلب نہین کہ اوسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے
وزدت علی الواحد والثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق
نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہہ مسائل زیادہ کیئے اول یہہ کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اوسکو
لازم ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا خیار العیب مین ھم صورت اوسکی یہہ ہو کہ مشتری نے دعوی کیا مثلاً غلام فراش پر پیشاب کرتا ہے اور بائع اسکا منکر ہو تو اوس سے قسم آویگی
والشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقر بہ ضمن ما تلف بہا اور شاہد جب کہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار
کرے تو ضامن ہوگا اوس مال کا جو اوسکی گواہی سے تلف ہو گیا والسارق اذا انکرہا لا یستحلف للقطع ولو اقر بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب
فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی آٹھ چور جب چوری کا انکار
کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اوس سے قسم لیجائیگی یعنی لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جاویگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہین لیجاتی باپ سے صغیر
کے مال مین اور نہ وصی سے یتیم کے مال مین اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنی درصورت دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہین مگر جب کہ اونپر عقد کا
دعوی ہو تو اب اون سے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر ھم یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے
قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر الابصار کے مصنف نے کہا مین کہتا ہون اور مین نے چند مسائل زیادہ کئے صاحب بحر الرائق کے
مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئا وارادا ستحلافہ فقال المدعا علیہ ہو لابنی الصغیر فلا یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا
فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدق المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد قیمۃ
الارض وتوخذ الارض من المدعی ویدفع للصبی وہذا بمنزلۃ ما لو اقر لغائب لیظہر جحودہ ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذا ہہنا
قلت وعلی الاول رجوع ہذہ الی قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ وفیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر الابصار
کا یہہ ہو کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعا علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ چیز میرے صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اوس پر قسم ہے
سب کے قول مین پھر جب اوس سے قسم طلب ہوئی سو اوس نے قسم کھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جاویگی پھر صغیر کے بالغ ہونیکا انتظار کیا جاویگا
اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوس نے کہا اور اگر اوس نے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن ہوگا مدعی کو
کذا فی الطحطاوی اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہہ مسئلہ بمنزلہ اوسکے ہو کہ اگر مدعا علیہ نے اوس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب معلوم نہین
تو مدعا علیہ سے قسم ساقط نہوگی تو اسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قول اول کے بموجب یعنی درصورت عدم یمین رجوع
اس مسئلہ کا مصنف کے اس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ متنازع فیہ صغیر کے
مال سے ہے اور اوسمین تامل ہے ھم طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اوس صورتمین ہے جب متحقق ہو جاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا
مال ہونا ثابت نہین مگر باپ کے اقرار سے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعا علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری
الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء واقر ان الدار لابنہ الصغیر ولا بینۃ فلا یمین علی
المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک ۳ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہہ اقرار
کیا کہ گھر اوسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہین خرید پر تو مشتری پر قسم نہین اسواسطے کہ اوسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہین غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا

بعد اسکے نہ خریدا کہ بائع مرا ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جائیگا اور صغیر کی ملک سے نکل جائیگا الثالثة لو ادعى
غلاما او جارية او ثوبا ادعاه رجلان فتقدما الى القاضي فاقر به لاحدهما ثم اراد الاخر تحليفه فان ادعى ملكا مرسلا او شراء من جهته
ان يحلفه فان ادعى عليه الغصب فله تحليفه لانه لو اقر بالغصب يجب عليه الضمان كذا في النوازل ۳ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا تھا
دو مردوں نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اوسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اوسنے ملک مرسل یا اوسکی
خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اوسپر غصب کا دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا
تو اوسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ۴ اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اوسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اوسکے ہاتھ سے نکل گئی وہ دوسرے مشتری کو
ملی اور اوسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایة الامر یہ ہو کہ دوسرا مقرلہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ ہے کہ وجہ ملک اوسمین
بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولھویں مسئلہ میں فقد ملک وصل کی قیمت میں زیادہ ہو الرابعة لو اشترى الاب
لابنه الصغير دارا ثم اختلف مع الشفيع في مقدار الثمن فالقول للاب بلا يمين كما في كتب المذهب ۴ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیلیے
ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ پر بیٹے کے
مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعى السارق انه استهلك المال ... وقال صاحبه هو قائم عنده فالقول للسارق ...
۵ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس ہے تو سارق کا قول معتبر ہوا اور اوسپر قسم نہیں یہ مسئلہ بعد
سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو الليث في النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلك المسروق بعد ما قطعت يده هل
يضمن قال لا ويستوي حكمه فيما استهلكه قبل القطع وبعد القطع قيل له فان قال السارق قد هلك وقال صاحب المال لم تستهلكه وهو عندك
قائم هل يحلف قال يجب ان يكون القول قول السارق ولا يمين عليه فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق
کو استہلاک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم ہوگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکساں ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اون سے
سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تونے اوسکو مستہلک نہیں کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب ہے
کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے طحطاوی نے کہا یہان ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسة اذا وهب الرجل شيئا واراد الرجوع فادعى
الموهوب له هلاك الموهوب فالقول قوله ولا يمين عليه كما في الخانية وغيرها ۶ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے
موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر قسم نہیں کما فی الخانیہ وغیرہا السابعة ادعى عليه انك وصي فلان الميت فانكر لا يحلف ۷
مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے میت کا وصی ہے سو اوسنے انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارہویں مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعى
عليه انك وكيل فلان فانكر انه وكيل فلان لا يحلف وهما في الخزانة ۸ مدعا علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانیکا وکیل ہے سو اوسنے انکار کیا کہ میں فلانیکا وکیل نہیں
تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور یہ دونوں مسئلے خزانہ میں ہیں یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم تشترط
فالقول له بلا يمين ۹ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط عوض کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں
یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشترى العبد شيئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول له بلا يمين ۱۰ غلام نے کوئی چیز خرید کی
سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا کہ میں ماذون فی التجارة ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم
الحادية عشرة اذا اشترى عبدا من عبد فقال احدهما انا محجور وقال الاخر انا وانت ماذونان فالقول له بلا يمين ۱۱ جب کہ ایک غلام نے
دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونوں ماذون فی التجارة ہیں تو قول معتبر اوسکا ہے جو مدعی ہے اذن
کا بلا یمین اسواسطے کہ صحت بیع قرینہ ہے اذن کا الثانية عشرة باع القاضي مال اليتيم فرده المشتري عليه بعيب فقال ابرأتني منه فالقول قوله

بلا یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیء یدعی علیہ ۲ اگر قاضی نے یتیم کا
مال بیچا سو مشتری نے قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجکو اوس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایکمرد نے اجارہ زمین یتیم کا
دعوی کیا قبل پیچھے قاضی کے اور اوس نے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہے ہر چیز کے
دعوی کا قاضی پر الثالثۃ عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجھا بالمھر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف الاب والزوج فی بکارتھا ولا بینۃ
للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم بذلک عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون
ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل وکذلک ھھنا کذا فی الظھیریۃ ۳ اگر زوجہ کے باپ نے اوسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اوسکو جائز ہے اگر زوجہ
صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اوسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کے قسم لینے کا اسکے
عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اوس سے قسم لیجائیگی اور خصاف نے ذکر کیا کہ اوس سے قسم نہ لیجائیگی چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب
دین نے اوسکو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہو تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اسیطرح یہاں بھی قسم نہ لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی
ان لھا زوجا فقال البائع لھا زوج عبدی فطلقھا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ھذا التحریر من خواص ھذا
الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۴ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع
نے کہا کہ اوسکا زوج میرا غلام ہو سو اوس نے اوسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیہ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص
میں سے ہے اسیطرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت وفی حاشیتھا للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور شیخ صالح
کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کئے ہیں سو ہم اونکو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ لو طعن المدعی علیہ فی الشاھد قال ھو ادعی ھذہ الدار لنفسہ
قبل شھادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۵ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اوس نے اس گہر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تہا قبل اس
شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اوس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ
بالدیون جماعۃ باعیانھا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ھو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی
۶ جبکہ کہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پہر دوسرا قرضخواہ آیا اور دین کا دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن اوس سے قسم نہ لیجائیگی
اسواسطے کہ اسوقت میں اگر اوسکا دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اوس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درھم فاقر
بھا ثم انکر اقرارہ ھل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۷ ایکمرد کے دوسرے مرد پر
ہزار درم ہیں سو اوس نے ہزار کا اقرار کیا پہر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اوس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ
نہیں اور اوس سے نفس حق پر یعنی ہزار درم پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع الی آخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع
بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ وقال القاضی القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وھو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۸ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا
پہر دونو مختلف ہوئے سو جسنے مال لیا تہا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تہا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تہا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے
قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہے اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی ہم دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اوس پر ضمان نہ لازم آوے
اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوا کذا
فی الظہیریۃ التاسعۃ عشرۃ رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک وارثا غیری ولہ علی ھذا کذا وکذا من المال فانکر
المدعی علیہ دعواہ فقال الابن استحلفہ بالعلم انہ ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرھن الابن علیھما ثم یحلفہ علی ما ادعی لابیہ من المال وقیل یستحلف
علی العلم الاول قول الامام والثانی قولھما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انہ یحلف ولو المجیبہ ۹ ایک مرد نے آیا ایکمرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ

فلان ابن فلان مرگیا اور اوس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا تیرے اور اوس میت کا اس مدعی پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اوسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی نے پھر کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجئے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ میں اوسکا بیٹا ہوں اور وہ شخص نہیں مرگیا تو اوس سے قسم لیجاویگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اوسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوس سے قسم لیجاویگی علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اوس سے قسم لیجاویگی کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے لکھا تخصیص ابو یوسف کی اسکی مقتضی ہے کہ محمد ولا ساتھ نہیں اور حالانکہ پہلی عبارت اسکی مخالف ہے یعنی وہاں حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہوا انتہی م اکثر نسخہ مین الصحیح قول الثانی بوضافت ہے اور اگر وہ ال کا نشہ معرف باللام ہو تو مخالف عبارت نہیں باقی رہی ابو یوسف اور محمد دونون کا قول ظاہر جاتا ہے واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادّعى عليه الف درهم فقال المدعى عليه للقاضى انه قد كان ادّعى على هذه الدعوى عند قاضى بلد كذا ثم خرج من دعواه ذلك فابرأنى عن هذه الدعوى فحلّفه انه لم يبرأنى منها فان حلف حلفت له ماله على شىء اختلف فيه والصحيح انه يستحلف على دعواه ولوالجيه اور از انجملہ ۲۰ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اوس نے مجھکو بری الذمہ کر دیا تھا اس دعوے سے سو آپ قاضی صاحب اس سے قسم لیجئے کہ اس نے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہہ قسم کہا ئیگا تو مین یہہ قسم کھاؤنگا کہ اوسکا مجھپر کچہ نہین آتا ہے اس مین اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ اوسکے دعوی پر قسم لیجاویگی کذا فی الولوالجیہ م یعنی مدعی سے قسم لیجاویگی مدعا علیہ کے دعوی برات پر اسطرح کہ مین نے اوسکو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کیا طحطاوی نے کہا کہ مجکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادّعى على رجل انه خرق ثوبه ولم يحضر الثوب معه الملتقط واراد استحلافه على السبب لا يحلف على السبب اور از انجملہ ۲۱ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہہ دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا کپڑا پھاڑا اور وہ کپڑا قاضی کے پاس نہیں لایا قاضی کے پاس اور اوس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی سبب پر م یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجاویگی کہ واللہ مین نے اوسکو نہیں پھاڑا کیونکہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اوس نے اوسکو اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اوسکو بیچڈالا تو استحلاف علی السبب مین نقصان ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجاویگی فائدة قلت وهذه مع ما قبلها صارت اثنين وخمسين مسئلة فاحفظ فائده مین کہتا ہون اور یہہ ۲۱ مسائل اپنے ما قبل ملکر باون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م حلبی نے لکھا باون نہیں بلکہ اٹھاون ہوئے ۳۱ خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۶ اور تنویر البصائر کے ۲۱ اور ... وقد افاد الامام الحلوانى ان الجهالة كما تمنع قبول البينة تمنع الاستحلاف ايضا الا اذا اتّهم القاضى وصىّ اليتيم او قيّم الوقف ... فانه يحلف نظرا للوقف واليتيم والله اعلم اور امام حلوانی نے فائدہ دیا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے الا جبکہ متہم کرے قاضی متولی وقف یا وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اوس سے قسم لیجاویگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم **قول الاشباه** القاضى اذا قضى فى مجتهد فيه نفذ قضاؤه الا فى مسائل الخ اى فينتقض فيها حكم الحاكم یہہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اوس امر مین جسمین مجتہدین مختلف ہون تو اوسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنی مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا م حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی بزازی مین شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اوس مسئلہ مین مرجح نہین تو اوسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح اشباہ کے مسائل مستثنی کو بسبب کثرت کے نقل کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد نے اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہہ قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا علاوہ اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشيخ صالح بن محمد بن عبد الله فى حاشيته عليها المسماة بزواهر الجواهر فى التفسير على الاشباه والنظائر وقد ظفرت بمسائل اخر فذكرتها تتميما للفائدة وقسمتها على ثلثة اقسام الاول ما لم يختلف فيه مشائخنا والثانى ما اختلفوا فيه والثالث ما لا نصّ فيه عن الامام واختلف اصحابنا فيه وتعارضت فيه تصانيفهم مصنف کے بیٹے شیخ صالح

ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنی اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام تنویر الاذہان والضمائر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اوس بارہ میں سوسوں نے اونکو پڑھا پایا ہے تا
فائدہ پورا ہوجائے اور اونکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری
قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اوسمیں مختلف ہیں اور اونکی تصانیف اوسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول
اذا باع دارا وقبضھا المشتری واستحقت منه وتعذر علی البائع ردھا فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلھا فی المواضع والخطة والاذرع
والبناء کقول عثمان البستی ثم رفع لقاض اخر ابطله والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمة ذلك مع الثمن
سو قسم اول سے یہہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اوسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اور سے یعنی غیر بائع کا ملک ثابت ہوا اور بائع پر اوسکا
پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اوسکی برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ
عثمان بستی کا یہہ مذہب ہے پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کردے مگر یہہ کہ مشتری نے اوسمیں عمارت بنائی
ہو یا درخت لگایا ہو تو اوسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنه حکم قضی ببطلان شفعة الشریك ثم رفع لقاض اخر فانه ینقضه لمخالفته
لنص الحدیث اور از انجملہ یہہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اوسکو باطل کرے کیونکہ یہہ حکم نص حدیث
کے مخالف ہے ومنه المحدود فی قذف اذا قضی بشیء بعد توبته ثم رفع للحکم لقاض لا یراه ابطله اور از انجملہ یہہ کہ جس قذف کی حد پڑی جب
وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونیکے گواہی سے پھر اوسکا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہہ مذہب نہیں ہے تو اوسکو باطل کردے م طحطاوی نے لکھا اور
ایک نسخہ میں بعد توبہ ہے بتا رشناة فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنی توبہ کرنیکے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنه ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یر نقضه لانه لیس
من اھل الشھادة والقضاء فوقھا اور از انجملہ یہہ ہے اگر اندھا حکم کرے پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اوسکو جائز نہیں جانتا تو اوسکو باطل کردے
اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے م یہہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنه اذا حکم
بشھادة الصبیان ثم رفع لاخر نقضه لانه کالمجنون وکذا ما اداه النائم فی نومه اور از انجملہ یہہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی سے حکم کرے پھر اوسکا
دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہہ مجنون کی مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جب کہ سوتا آدمی سونیکی حالت میں گواہی ادا کرے اور اوسپر
کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے م اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہو لیکن یہہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالی واستشھدوا
شھیدین من رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے پس مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں
بولتے ومنه الحکم بشھادة النساء وحدھن فی شجاج الحمام ورفع لاخر لا یمضیه اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر کے زخموں میں حمام کے
اندر اور اوسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اوسکو نہ جاری رکھے بلکہ باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنه الحکم باجارة المدیون فی دینه لا ینفذ اور
از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اوسکے دین میں نافذ نہوگا ومنه القضاء بخط شھود اموات لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں
ومنه القضاء بجواز بیع الدراھم بالدنانیر نسیئة اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے اودہار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا
وعدہ کرے یا بالعکس وجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنه القضاء بشھادة اھل الذمة فی الاسفار فی الوصیة ثم رفع لمن لا یرا
نقضه اور از انجملہ حکم کرنا کافر ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہہ مذہب نہیں تو اوسکو باطل کردے ومنه اذا قضی
بشیء ثم رفع لاخر فنقضه ولو لم یبین وجه النقض امضی نقضه اور از انجملہ یہہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا
سو دوسرے حاکم نے اوسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نکیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدور نقض میں اصل یہی ہے کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی
العمادیہ ومنه اذا باع رجل من اخر عبدا او امة ومضی علی ذلك مدة ثم ظھر فیه عیب لم یقر البائع به ولم تقم به بینة بانه کان موجودا
عنده فرده القاضی علی البائع ثم رفع حکمه لاخر فانه یبطل الرد ویعیده للمشتری اور از انجملہ یہہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے کو غلام یا لونڈی کو بیچا اور ایک

مدت گذر گئی پھر اوسمین وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہیں کرتا اور اوسپر گواہ بھی قائم نہیں کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اوسکو بائع پر رد کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اس پھیر دینے کو باطل کریگا اور مشتری کے پاس اوسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأة التی لم یدخل بھا ثم رفع لحاکم آخر ابطل حکم الاول لمخالفتہ لنص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیہ اور از انجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اوس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اوسکے زوج نے صحبت نہیں کی اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اوسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردیگا اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمھاری ربیبہ جو تمھاری گودون مین ہین تمھاری اون عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اون سے صحبت کی تو تمپر کچھہ گناہ نہیں ومن

القسم الثانی اذا اختلف الصحابة علی قولین ثم اخذ الناس باحد قولیھم وترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروکة لم ینقض عندہ خلافاً للثانی اور قسم ثانی یعنی جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اونکی ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑیگا بخلاف ابو یوسفؒ کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ و حکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاھلا فھو فی سعة وان عالما لا یحل لہ المقام معھا لان القضاء لا یحل ولا یحرم خلافاً لابی حنیفة اور از انجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی جامع الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اوسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہے تو حاکم ثانی اسکو باطل نکریگا پھر اگر زوج جاہل ہو تو وہ گنجایش مین ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اوسکو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اوسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظمؒ کے کہ اونکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لانہ البطلان ہے کذا فی الظہیریہ وذکر الحاکم فی المنتقی فی رجل وطی ام امرأتہ فقضی ان ذلک لا یحرمھا ثم رفع لآخر فرق بینھما وذکر ذلک مطلقاً فالظاہر ان ذلک مذھبہ او قول الامام المختار لیتفق ولا تنکحوا وھو الوطء اور حاکم نے اوس مرد کے حق مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ یہ وطی اوسکی منکوحہ کو حرام نہین کرتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کردیگا زوجین مین اور حاکم نے اوسکو مطلقاً ذکر کیا بلا اختلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہرا یہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام کا قول ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمھارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہے یعنی اوس عورت سے قربت نکرو جس سے تمھارے باپون نے قربت کی ہے م نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ اوس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین مین اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم بیٹے کیواسطے کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہے کذا فی الظہیریہ ومنہ اذا قضی علی مذھبہ غلطاً ووافق قول مجتھد ثم رفع لآخر امضاہ عند الامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس بمجتھد فیہ اور از انجملہ جب قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اوسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اوسکو باطل کرے اسواسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہیں م جامع الفصولین مین ہے کہ قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علماء کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علماء کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اوسکے نفاذ حکم مین ہمارے علماء سے دو روایتین ہین یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اوس نے غیر کے مذہب پر جو حکم کیا تو یہ حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہیں ہے بموجب اونکے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی الظہیریہ ومنہ المدیون اذا حبس لا یکون حبسہ حجراً علیہ وقال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور از انجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اوسکا حبس مانع اوسکے تصرفات کا نہیں اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع ہے سو اگر قاضی نے اوسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کردیگا اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے سو اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

اذا حکم بالشاهد والیمین والاحوال ثم رفع الی حاکم یری خلافه نقضه عند الثانی وعن الامام لا لاختلاف الآثار۔ اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر یا ان مقدمات مین پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے خلاف ہو تو اس حکم کو باطل کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعض آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہین اور بعضے عدم جواز پر ہم موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہے جسمین امام سے روایت نہو اور الائمہ اسمین امام سے روایت موجود ہے مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھئے ومنه اذا قضی القاضی بشهادة الاب لابنه او لجده ثم رفع لآخر لا یراه امضاه عند الثانی وینقضه عند محمد اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اوسکے بیٹے یا دادا کیواسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے ومنه اذا تزوج الثانی بابنته من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لا یراه ابطله لانه مما یستشنعه الناس کذا فی شرح الطحاوی اور از انجملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکو حلال ہونیکا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہین ہم لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو ذکر کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہے ومنه رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث له ثم قضی القاضی بمیراثه للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضه وجعل ماله لبیت المال عند ابی یوسف وهو صحیح لقوله صلی الله علیه وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا یلزم مولی الموالاة لانه مستحق بالعقد وهو قائم بهما فاستویا کالزوجیة فاغتنم هذا المقام فانه من جواهر هذا الکتاب والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب اور از انجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنیوالا مر گیا اور اوسکا کوئی وارث نہین پھر قاضی نے اوسکی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اوسکا مال بیت المال کے واسطے ٹھہراوے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے بدلیل اس حدیث صحیح کے کہ میراث اوسی شخص کے واسطے ہے جسنے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقة پر مولی الموالاة کا اعتراض لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاة مستحق میراث کا عقد موالاة سے ہوتا ہے اور عقد مذکور دونون مین قائم ہے تو دونو میراث پانے مین برابر ہوگئے جیسے زوجیت زوجین مین برقائم ہو یعنی مطلق ارث مین نہ مقدار سہم مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات مین سے ہے اور اللہ تعالے دانا تر ہے ٹھیک بات کا اور اوسیکی طرف مرجع اور مآب ہے ہم مولی الموالاة یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی اونکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اسمین آزاد کرنیوالا فقط

اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اوسکا وارث نہین ہوتا فقط

خاتمة الطبع الحمد لله والمنة کہ جلد دوم غایة الاوطار ترجمہ اردو در المختار ماہ جمادی الاولے ١٣٠٠ ہجری مین مطبع صدیقی واقع بانس بریلی مین تصحیح وتکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی مالک مطبع سے آراستہ ہوئی الحمد لله اولاً وآخراً وصلے الله علی کل عبد مصطفےٰ ◆